فتاوی احمدی اول

افادات

حضرت اقدس مفتی احمد دیولوی صاحب مدظلہ

مہتمم جامعہ علوم القرآن جمبوسر

مختصر فہرست

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نشریہ

حضرت مولانا اقبال محمد ٹنکاروی صاحب

(مہتمم: دارالعلوم ماٹلی والا۔ بھروچ)

عالم کے تمام مذاہب اور ادیان میں اسلام ہی ایک ایسا مذہب اور زندگی گذارنے کا قانون ہے کہ جس نے ہر زمانہ میں پیدا ہونے والے پیچیدہ مسائل کے اطمینان بخش جوابات دیئے ہیں۔ آج کے سائنس اور ٹیکنولوجی کے دور میں معاشرتی، سیاسی اور اقتصادی طور پر انسانی زندگی کا ڈھانچہ مکمل طور پر تبدل کر کے اسلام کے علاوہ دنیا کے تمام مذاہب کے پیروکاروں کو ایسی الجھن ہے کہ اگر وہ اپنی مذہبی کتابوں کے مطابق زندگی گذارنا چاہیں تو وہ اکیسویں صدی میں کبھی بھی قدم نہیں رکھ سکتے۔

مگر مذہب اسلام اپنی ذاتی اور انوکھی خصوصیات کی وجہ سے آج بھی سائنس کے ساتھ قدم میں قدم ملا کر انسانی زندگی سے متعلق تمام مواقع اور پہلوؤں پر بحث کرتا ہے جس کی وجہ یہی ہے کہ امت کے ابتدائی زمانہ ہی سے اللہ تعالیٰ نے اپنی مرضی اور ارادہ کے مطابق ایسی ہستیاں پیدا فرمائیں جو اپنی عقل، ہوشیاری، ایجاد قوانین کی لیاقت، جذبہ اور ولولہ اور اخلاص میں سب سے مقدم ہیں۔ (دوسری امتوں میں اس کی مثال ملنا ناممکن ہے)

انہوں نے بڑے غور و فکر، گہری معلومات اور تحقیق انداز میں قرآن کریم اور حدیث شریف کا مطالعہ کرنے کے بعد ان میں سے ایسے نئے مسائل و عام اصول (شرعی طور پر گنجائش) اور قوانین ایجاد کئے جن کی روشنی میں علماء متاخرین نے ہر زمانہ میں اپنے زمانہ کے موافق اور متعلق مسائل کا حل نکالا ہے۔

مگر موجودہ دور میں سائنسی تحقیقات اور نئی نئی ایجادات اور تجارت اور پیشوں آمد و رفت اور طبی و ڈاکٹری لائن کی ترقیات نے بہت سے نئے مسائل پیدا کئے ہیں جو ماضی قریب کے علماء کرام کے تصور میں بھی نہیں تھے اس کے ساتھ ساتھ یہ بات جان لینا بھی ضروری ہے کہ موجودہ دور میں ان مسائل کو حل کرنا بہت نازک اور اہم ہے جس میں تھوڑی سی کم فہمی اور حد سے زیادہ اباحیت کی وجہ سے خطرناک دینی نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے۔ اس کے لئے قرآن شریف اور حدیث شریف میں مکمل مہارت، دور بینی اور احتیاط کی ضرورت ہے۔

اسلامی علمی ذخیرہ میں فقہ (مسئلہ۔مسائل) کا علم سب سے زیادہ وسیع ، باریک، نازک اور گہرا علمی خزانہ ہے، کیوں کہ ایک فقیہ اور مفتی کے لئے:

ایک طرف تفسیر، علوم القرآن، حدیث شریف، اصول حدیث، علوم الحدیث، صحابۂ کرام کے اقوال ، اجتہاد، ائمہ فقہ کی آراء، چھوٹے چھوٹے مسائل سے ملتے جھولتے دوسرے مسائل (اشباہ ونظائر) اور بظاہر ایک جیسے نظر آتے دو مسائل کے مابین میں تفاوت (فروق) جان کر ان کے درمیان فرق کرنا اپنے مسلک کے ائمہ کے متفق علیہا فتاوی اور ضعیف اقوال سے واقف ہونا، حالات اور زمانہ کی رفتار پہچان کر ترقی یافتہ زمانہ میں شریعت کی حدود کو مدنظر رکھتے ہوئے دین کی حقیقی روح اور امت کی ضرورتوں میں مساوات برقرار رکھنے کا وسیع تجربہ وغیرہ بہت سی چیزیں شامل ہوتی ہیں۔

دوسری طرف فقہ میں پاکی۔ ناپاکی اور طہارت کے مسائل سے لے کر عبادات (نماز، روزہ ، زکوۃ ،حج) معاشرتی امور (نکاح، طلاق) اور اقتصادیات ، آپس کے اختلاف اور مقدمات کا حل، اسلامی تہذیب ، اخلاق (آداب) وغیرہ

بہت ساری چیزیں اور امور شامل ہیں ۔جس کا بالواسطہ اور بلا واسطہ حلال اور حرام سے تعلق ہے۔

ہر زمانہ میں مشکل پیش کرنے والے مسائل کا حل نکالنا مفتی کی ذمہ داری بنتی ہے اس لئے قرآن شریف ،حدیث شریف ،فقہ ،اصول فقہ ،قواعد فقہ ،مقاصد شریعت ،تاریخ ،سیرت ،عقائد (مذہب اسلام اور دیگر مذاہب کا علم)وغیرہ ساری اسلامی اور موجودہ زمانہ کی گوں نا گوں چیزوں کا علم حاصل کرنا ضروری اور اہم ہے؛ کیوں کہ فتاوی میں ایمان ،عقائد ،مختلف فرقوں اور مذاہب کی تاریخ ،آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ ،صحابۂ کرامؓ کی سوانح حیات ،تصوف ،اسلامی اخلاق وتہذیب ،انسانی حیات اور تمام ذی روح کے حقوق کے تمام اقسام ،عبادات ،معاملات ،سیاست ،معاشرتی مسائل اور اس کے حل طلب امور اور تمام نئے اور پرانے پیچیدہ مسائل کا صحیح حل ،اصول فقہ ،قواعد فقہ ،شریعت کے مقاصد عالیہ وغیرہ کا مکمل ماہر ہونا ضروری ہے۔

الحمدللہ! ہمارے صوبہ گجرات میں بھی محترم مفتیان کرام اور مکرم فقہاء نے بڑی خدمتیں انجام دی ہیں۔

فتاوی حسینیہ ،فتاوی اشرفیہ ،فتاوی مسلم گجرات ،فتاوی رحیمیہ ،فتاوی مفتی عبدالغنیؒ ،روضۃ الفتاوی اور زبدۃ الفتاوی وغیرہ فتاوی کے مجموعے میں اور فقہ کی گجراتی کتابوں نے کسی نہ کسی درجہ میں امت کی ضرورتوں کو پورا فرمایا ہے۔

الحمدللہ! حضرت مولانا ومفتی احمد صاحب دیولوی دامت برکاتہم ماضی استاذ حدیث اور صدر مفتی دارالعلوم ماٹلی والا (حال مہتمم :جامعہ علوم القرآن۔ جمبوسر)مذکورہ بالا تمام ہی اسلامی اور علمی خزانوں کے مکمل ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ

بڑے تجربہ کار اور ماہر مفتی، بہترین محدث، مفسر اور موجودہ زمانہ کے حالات کے تقاضوں اور لوگوں کے رسم و رواج سے بخوبی واقف ہیں۔

آپ شوال ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۹۷۹ء میں حضرت مولانا یعقوب صاحب کی دعوت پر دارالعلوم ماٹلی والا میں استاذ حدیث کی حیثیت سے تشریف لائے اس کے ساتھ ساتھ فتوی نویسی کی ذمہ داری بھی آپ کے ذمہ تھی جو مسلسل ۱۴۲۰ھ مطابق ۱۹۹۹ء تک آپ نے بخوبی انجام دی، تحریری اور زبانی ہزاروں سوالوں کے جوابات آپنے دیئے، اسکے علاوہ بہت سی رفاہی، ملی خدمتیں آپنے انجام دی جس کا تذکرہ سوانح حیات میں تفصیل کے ساتھ کر دیا گیا ہے۔

میں بہت ہی خوشی اور مسرت محسوس کر رہا ہوں کہ حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کے ان فتاوی کو ترتیب دینے کی وجہ سے دارالعلوم ماٹلی والا کی علمی و دینی خدمات کا ایک تاریخی بڑا حصہ اس میں شامل ہو گیا اور علمی تسلسل ایک دوسرے کے ساتھ مرتبط ہو گیا اور دارالعلوم ماٹلی والا کے عقائد، تفسیر، حدیث، اصول حدیث، سیرت، فقہ اور تاریخ سے متعلق ساری خدمات کا سلسلہ بھی قائم رہا۔ فقہی سیمینار کے مقالات سے علماء کرام فائدہ اٹھا سکتے ہیں تو انشاء اللہ فتاوی سے عام مسلمان فائدہ اٹھائیں گے اس طرح دارالعلوم ماٹلی والا کا فیض مسلم قوم کے تمام لوگوں تک پہنچے گا۔ انشاء اللہ ! الحمد للہ! دارالعلوم کی طرف سے فقہی مقالات بھی گیارہ سو صفحات (دو جلدوں میں) شائع ہو چکے ہیں۔

فتاوی کے شعبہ میں میں خود بھی دارالعلوم ماٹلی والا میں حضرت مفتی احمد صاحب کے ساتھ آپ کی رہبری میں کام کر چکا ہوں اور حضرت مفتی صاحب (دامت برکاتہم) کی نگرانی میں فتاوی اور فقہی مقالات بھی لکھ چکا ہوں اس لئے میری

دلی تمنا تھی کہ حضرت مفتی صاحب (دامت برکاتہم) کے فقہی مقالات کی طرح فتاوی بھی عام مسلمانوں تک پہنچے تا کہ میرے لئے بھی صدقۂ جاریہ بنے۔ مفتی صاحب دامت برکاتہم کی خدمت میں میں نے جب بات رکھی تو آپ نے میری بات پر توجہ دے کر فتاوی کی تالیف اور ترتیب اور تحریری ساری ذمہ داریوں کو پوری فرما کر پریس بھیجنے کے لئے مکمل کاپی مجھے E-MAIL کے ذریعہ بھیجی اور ہمارے تمام کام آسان فرمادیئے فجزاہم اللہ احسن الجزاء۔ آمین

دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب اور مرتب حضرت مولانا اسماعیل ادا صاحب اور اس کار خیر میں حصہ لینے والے تمام مخلصین کو بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ آمین

اللہ پاک حضرت مفتی صاحب کی مختلف جہات سے متعلق تمام خدمات کو قبول فرمائے اور آپ کو صحت کاملہ، عاجلہ، مستمرہ نصیب فرمائے۔ امت کے تمام لوگ عوام وخواص آپ کے فتاوی سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں۔ آمین بحرمۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مختصر حالات زندگی

حضرت مولانا مفتی احمد صاحب دیولوی

آپ کی پیدائش مؤرخہ ۱۹؍دسمبر؍۱۹۴۵ء مطابق ۱۴؍محرم الحرام؍۱۳۶۵ھ میں بھروچ ضلع کے دیولا مقام پر ہوئی۔ آپ کے والد محترم الحاج یعقوب بھائی کھیتی اور کاروبار کرتے تھے، اور حضرت شیخ الاسلام حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے مرید تھے، آپ دینی اعتبار سے بہت سخت اور اولاد کی تربیت کے معاملہ میں بڑے فکرمند اور محتاط تھے، کبھی بھی سستی نہ برتتے تھے۔

بنیادی دینی تعلیم آپ نے اپنے وطن دیولا میں حاصل کی، جہاں حضرت مولانا ابراہیم صاحب دیولوی دامت برکاتہم (حال مقیم مرکز تبلیغ حضرت نظام دہلی) اور حضرت مولانا یعقوب شیخ صاحب رحمہ اللہ وغیرہ بزرگوں سے تعلیم وتربیت حاصل کی۔

اس زمانہ سے آج تک اس علاقے کے دیہات کی ابتدائی دینی، دنیوی تعلیم معیاری سمجھی جاتی ہے۔ ضلع بھروچ، تحصیل جمبوسر کا یہ علاقہ بدعتوں کا گہوارہ تھا۔ جمعیۃ علماء ہند کے قیام اور تحریک آزادیٔ ہند کی مناسبت سے علاقہ کے نمائندہ حضرات کا تعلق حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ سے ہوا، اور حضرت شیخ الاسلامؒ نے یہاں کا دورہ فرمایا، سینکڑوں حضرات بیعت ہوئے اور ان ہی کے فیض بابرکت کے نتیجہ میں اس علاقہ سے بدعات کا قلع قمع ہوا۔ عوام اور خواص آج بھی کہتے ہیں کہ جہاں جہاں حضرت شیخ الاسلامؒ کا دورہ ہوا، پروگرام ہوا، بیان ہوا، وہاں سے بدعت مکمل ختم ہوگئی یا نہ ہونے کے برابر رہ گئی۔

ابتدائی تعلیم ختم ہوئی ، انہی دنوں مولانا یعقوب منشی قاسمی کاوی صاحب کا جامعہ ڈابھیل میں بطور مدرس تقرر ہوا، چنانچہ ان کے تقرر سے حوصلہ پاکر، مکتب کے استاد مولانا یعقوب شیخ صاحب (فاضل جامعہ راندیر) سے مشورہ فرماکر آپ کے والد محترم نے مولانا یعقوب منشی صاحب کی تربیت ونگرانی ہی میں آپ کو گجرات کی مایہ ناز علمی درس گاہ جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل اعلی دینی تعلیم کے لیے بھیج دیا۔ ۱۳۸۰ ھ. میں جامعہ میں درجہ فارسی اول میں داخلہ ہوا۔ اور ۱۳۸۹ میں فراغت ہوئی، اس درمیاں درج ذیل اساتذہ سے تعلیم کا شرف حاصل ہوا: شیخ الحدیث حضرت مولانا ایوب اعظمی صاحب، مفتی احمد بیمات، مولانا عبداللہ کاپودروی صاحب۔ مولانا یعقوب منشی قاسمی کاوی، مولانا ابراہیم صاحب پالنپوری، مفتی ابراہیم آچھودی صاحب، مولانا ابراہیم اندوری، مولانا آدم طالع پوری، مولانا قاسم آنتی صاحب وغیرہم سے آپ نے تعلیم حاصل کی۔

جامعہ کے مرحوم مہتمم حضرت مولانا محمد سعید بزرگ صاحبؒ جو کے اعلی درجہ کے منتظم ومربی تھے، ایک انتہائی نازک دور میں آپ نے جامعہ کی باگ دوڑ سنبھالی تھی، اس حال میں جامعہ کے تعلیمی وتربیتی معیار کو بلند کرنے کے لیے جہاں آپ نے بہتر سے بہتر اساتذہ کو جامعہ میں جمع فرمایا، اسی طرح ایک مشفق باپ کی طرح ہر طالب علم پر انفرادی نگرانی رکھتے اور ہر طرح اس کی حوصلہ افزائی اور تربیت فرماتے، ہر کوئی جانتا ہے کہ یہی دو فریق کسی بھی مہتمم کا اصلی سرمایہ ہے۔ اپنی خداداد استعداد اور قابلیت کے نتیجہ میں حضرت مفتی صاحب بھی آپ کی خصوصی توجہ کا مرکز تھے، حضرت مہتمم صاحبؒ کے حالات زندگی پر لکھے ایک مضمون میں حضرت مفتی صاحبؒ نے لکھا ہے کہ:

ایک مرتبہ بندہ حضرت کے پاس گھر جانے کی چھٹی لینے گیا، حضرت نے سمجھاتے ہوئے انتہائی درد بھرے لہجہ میں فرمایا کہ ''ایک دو طالب علم تو پڑھنے والے ہوتے ہیں، وہ بھی نہیں ہوں گے تو اساتذہ کتاب کس کو سمجھائیں گے۔؟''

آپ بھی حضرت مہتمم صاحب سے برابر منسلک رہتے تھے، فراغت کے بعد دار العلوم دیوبند کے قیام کے دوران حضرت مہتمم صاحب کے لکھے ہوئے ایک خط کو یہاں نقل کیا جاتا ہے جس سے حضرت مہتمم صاحبؒ سے مفتی صاحب کے تعلق کا بھی اندازہ ہوگا اور حضرت مہتمم صاحبؒ کی افراد سازی اور خبر گیری کا بھی پتہ چلتا ہے:

یکم رجب ۹۱ھ ۲۳ر اگست ۷۱ء

عزیز محترم، مولوی احمد دیولوی صاحب زاد اللہ علمکم اور مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی ....

والا نامہ نے مشرف فرمایا، خوشی ہے کہ آپ مخلصین مجھ ناکارہ کو یاد فرماتے ہیں، یہ میری سعادت مندی ہے، امید ہے کہ اپنا خادم سمجھ کر اپنی خیریت اور کار لائقہ سے مطلع فرما کر احسان فرمائیں گے۔ آپ صحت یاب ہو رہے ہیں، اس سے خوشی ہوئی، رب العزت شفاء کامل سے نواز کر اپنی مرضیات سے نوازے، دعا کرتا ہوں، مبلغ دوسو روپیہ بغرض علاج ارسال خدمت ہے، قبول فرماویں، مجھ ناکارہ کو اس کا اہل سمجھ کر آپ کا جو حق مجھ پر ہے اس سے آگاہ فرما کر احسان فرمایا، جزاکم اللہ۔ آئندہ بھی بے تکلف اپنا خادم سمجھ کر خدمت کا موقع دے کر کرم فرماویں، احسان ہوگا۔

آپ کا مادر علمی مزید اور ایک سال اس فتنہ کے دور میں بہت ہی سکون کے ساتھ پورا کر رہا ہے، اللہ سبحانہ تعالی کا فضل عظیم اور آپ مخلصین کی پرخلوص دعاؤں اور

نیک توجہات کا نتیجہ ہے، رب کریم تا قیامت اس کے فیض کو جاری رکھے اور نظر بد سے محفوظ فرماتے ہوئے ہر طرح سے دعاء فرماتے رہیں۔

جامعہ میں امتحانات کی تیاری الحمدللہ مکمل ہوگئی ہے، دستار بندی کا اجلاس ۱۲ شعبان، ۱۳؍ اکتوبر بروز اتوار طے کرلیا گیا ہے، دعا فرماتے رہیں اللہ سبحانہ تعالی ہر طرح سے کامیابی عطا فرمائے، باقی احوال الحمدللہ اچھے ہیں، آپ کی یاد آتی رہتی ہے، آئندہ اپنے ارادہ سے مناسب سمجھیں تو مطلع فرمائیں۔

حضرت اقدس مفتی محمود صاحب مدظلہ کی خدمت میں سلام مسنون اور دعا کی درخواست۔

احقر خادم

محمد سعید سملکی، عفا اللہ عنہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا ایوب اعظمی صاحب کی بھی آپ پر خصوصی توجہ اور عنایت تھی، آپ عربی سوم سے فراغت تک اور بعد میں بھی پورے خلوص کے ساتھ آپ کی خدمت کرتے رہے۔اسی طرح حضرت مولانا مفتی احمد بیمات صاحبؒ اور حضرت مولانا عبداللہ کاپودروی صاحب دامت برکاتہم بھی آپ کے خاص مربی تھے۔

فراغت کے بعد آپ کا ارادہ دیوبند مزید تعلیم کے لیے جانے کا تھا، لیکن بیے تعلیمی سال کی ابتدا میں آپ اپنے چھوٹے بھائی مولوی عبداللہ کو جامعہ ڈابھیل چھوڑنے گئے تو حضرت مولانا محمد سعید صاحب بزرگؒ نے فرمایا کہ آپ مزید تعلیم کا ارداہ چھوڑیے اور یہاں پڑھانا شروع کردیجیے۔چنانچہ آپ حضرت مہتمم صاحبؒ کے حکم کی تعمیل میں وہیں رہ گئے۔(مولوی عبداللہ بعد میں فلاح دارین ترکیسر سے

فارغ ہوکر ندوہ سے 'ادب عالیہ' کی سند سے سرفراز ہوئے ،اس وقت دار العلوم زکریا، ساؤتھ افریقہ میں مدرس ہیں)۔

ایک سال سے کچھ کم عرصہ تعلیم کے بعد فقیہ الامت حضرت اقدس مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ کی خدمت میں رہنے اور فتوی نویسی کی مشق کے ارادے سے دیوبند تشریف لے گئے۔ایک سال وہاں قیام رہا اور پھر بطور مدرس جامعہ ڈابھیل آ گئے۔ یہاں ۵ سال آپ نے تدریسی خدمت انجام دی، اس دوران فارسی عربی اور درجات وسطی کی متعدد کتابوں کی تدریس آپ کے ذمہ رہی۔جس چھوٹے بھائی کو جامعہ میں چھوڑنے آئے تھے وہ تو وہاں نہ رہے البتہ آپ خود وہاں رہ گئے ،اور بعد میں آپ کے سب سے چھوٹے بھائی 'محمد' کو بھی جامعہ ڈابھیل ہی میں لے آئے، جو یہیں سے فارغ ہوئے ،جنہوں نے بعدہٗ مدینہ یونیورسٹی میں داخلہ لیا،اور اسی نسبت سے آج مولوی محمد مدنی کہلاتے ہیں۔

۱۳۹۴ھ میں ڈابھیل سے مستعفی ہوگئے، ایک سال بعد دار العلوم لوناواڑہ میں درجہ علیا کے مدرس کے طور پر آپ کو دعوت دی گئی، یہاں ترمذی شریف اور حدیث، تفسیر اور فقہ کی دیگر کتابوں کی تدریس آپ کے ذمہ رہی۔

آپ کی کامیاب تدریس اور طلبہ میں آپ کی مقبولیت کے پیش نظر آپ کو ناظم اعلی بنایا گیا اور آپ نے اس ذمہ داری کا بھی مکمل حق ادا کیا۔آپ کے زمانہ نظامت میں مدرسہ نے تعلیمی وتعمیری امور میں نمایاں ترقی کی۔اس وقت دار العلوم لوناواڑہ میں طلبہ کے لیے دار الاقامہ نہ تھا،آپ ہی نے اولا اس کی تحریک کی اور شیخ الحدیث حضرت مولانا اسحاق ٹڈانوی صاحب کے ہمراہ کاٹھیاواڑ کا سفر فرمایا اور مالیات کی فراہمی کے بعد اس کی بنیاد رکھی گئی۔

رمضان ۱۳۹۹ھ .(مطابق ۱۹۷۹)میں شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریاؒ کی خانقاہ میں حضرت مولانا یعقوب ولنوی صاحبؒ (مہتمم دارالعلوم ماٹلی والا) کی ملاقات حضرت مفتی صاحب سے ہوئی تو مولانا یعقوب صاحب نے آپ کو ماٹلی والا میں استاد حدیث کے طور پر تشریف لانے کی دعوت دی، جسے قبول فرما کر شوال ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۹۷۹ میں دارالعلوم ماٹلی والا تشریف لے گئے، یہاں آپ نے ابوداود شریف، مسلم شریف، مشکوۃ شریف، ہدایہ، ترجمہ کلام پاک، مختصر المعانی وغیرہ جمیع اسلامی علوم کا درس دیا۔

یہاں فتوی نویسی کی ذمہ داری بھی آپ کے سپرد تھی، اور یہاں سے علیحدہ ہونے تک آپ ہی نے بطور صدر مفتی بخوبی یہ ذمہ داری نبھائی۔ تحریراً وتقریراً ہزاروں سوالوں کے جوابات آپ نے دیئے۔ مہتمم حضرت مولانا یعقوب صاحبؒ کی عدم موجودگی میں (سفر حج، سفر برطانیہ وغیرہ موقعوں پر) دارالعلوم ماٹلی والا کے اہتمام کی ذمہ داری بھی آپ نے سنبھالی۔

ماٹلی والا کے اس تدریسی دور میں ہی قوم وملت اور سماج کی فلاح وبہبود کی خاطر آپ جمعیۃ علماء ہند سے وابستہ ہوئے اور جمعیۃ کے پلیٹ فارم سے رفاہی خدمات کی انجام دہی میں بھرپور حصہ لیا، صوبائی اور ضلعی اعتبار سے جمعیۃ کی متعدد ذمہ داریاں آپ کے سپرد رہیں، امارت شرعیہ ضلع بھروچ کے سیکریٹری کی ذمہ داری بھی آپ ہی کے سپرد تھی، یہ اور دیگر متعدد ذمہ داریوں کو کماحقہ نباہتے ہوئے تدریسی ذمہ داریاں بھی آپ نے مکمل طور پر ادا فرمائیں؛ یقیناً یہ آپ کی اعلی استعداد اور فنی مہارت اور کمال کا نتیجہ ہے۔

قیامِ ماٹلی والا کے دوران ہی اپنے اساتذہ مرحوم مولانا یعقوب شیخ دیولویؒ اور مولانا یعقوب قاسمی کاوی صاحب دامت برکاتہم وغیرہم کے ایماء اور مشورہ سے

آپ نے شہر جمبوسر میں 'دارالقرآن' کے نام سے ایک ادارے کی بنیاد رکھی، ابتداءً کرایہ کے مکان میں شروع کیا گیا یہ ادارہ آج ایک شجر بارآور کی طرح مختلف شعبہ جات میں اسلام اور مسلمانوں کی گوناگوں قسم کی خدمت انجام دے رہا ہے۔ شعبان ۱۴۲۰ھ مطابق ۱۹۹۹ء میں آپ ماٹلی والا سے علیحدہ ہوکر مستقل طور پر جمبوسر تشریف لے آئے۔ یہاں اہتمام کی ذمہ داریوں کے ساتھ ابوداود شریف اور شمائل ترمذی شریف بھی آپ پڑھاتے ہیں۔

جامعہ علوم القرآن کا قیام اور نظام حضرت مفتی صاحب کا عظیم کارنامہ ہے، اس وقت اس میں 750 طلبہ علم دین حاصل کرتے ہیں، دیگر مدارس اسلامیہ کی طرح یہاں بھی دورۂ حدیث تک درس نظامی کی تعلیم ہوتی ہے، اسی ادارے کے ماتحت ایک پرائمری اسکول، ایک ہائی اسکول اور ایک ٹیکنیکل انسٹیوٹ بھی کام کرتے ہیں، جن میں یومیہ 800 طلبہ جمبوسر شہر اور اطراف کے دیہات سے اسلامی ماحول میں عصری تعلیم حاصل کرنے آتے ہیں۔

آپ کی زندگی کے کچھ اور گوشے :

تصوف وسلوک

زمانہ طالب علمی (عربی سوم) میں اولاً آپ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ خاں صاحبؒ سے بیعت ہوئے؛ لیکن زیادہ استفادہ کا موقع نہیں ملا اور حضرتؒ رحلت فرماگئے، بعدہٗ دورۂ حدیث شریف کی تکمیل کے بعد سہارنپور کا سفر کیا اور حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے۔ کچھ زمانے کے بعد حضرت شیخ الحدیثؒ کی وفات ہوگئی، اسی زمانہ میں دارالعلوم دیوبند افتاء کی

مشق اور حضرت فقیہ الامتؒ کی خدمت کے لیے گئے تب ہی سے حضرت فقیہ الامتؒ کی خصوصی توجہ اور شفقت حاصل رہی، حضرت شیخ الحدیثؒ کی وفات تک ماہِ مبارک حضرت شیخؒ کے یہاں گذارتے رہے، حضرت شیخؒ کی وفات کے بعد جن کی تربیت وتوجہ پہلے ہی سے حاصل تھی، ایسے مربی ومرشد فقیہ الامت حضرت اقدس مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ سے بابِ سلوک میں رجوع فرمایا، اور اب ماہ مبارک میں ان کی خدمت میں حاضری کا سلسلہ رہا، لیکن اکثر رمضان بکارِ مدرسہ ملک وبیرون ملک کے اسفار ہوتے، اس لیے حضرتؒ کی خدمت میں زیادہ رمضان گذارنے کا موقع نہیں ملا، البتہ خطوط کے ذریعہ اپنے شیخ سے برابر منسلک رہے، حضرتؒ بھی ملنے والوں سے آپ کے متعلق دریافت فرماتے رہتے۔

اس دوران رمضان ۱۹۹۰ء میں اپنے شیخ کے صحبت میں رمضان گذارنے کا موقع ملا، اور اسی سال حضرت اقدس فقیہ الامتؒ نے ۲۷ رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ کو زبانی اجازت مرحمت فرمائی، حضرت فقیہ الامتؒ کی وفات کے بعد حضرتؒ کے جانشین حضرت مولانا مفتی ابراہیم افریقی دامت برکاتہم نے حضرت فقیہ الامتؒ کے دیگر جانشینوں اور خلفاء کے مشورہ سے کسی ایک جگہ کے بجائے مختلف مقامات پر رمضان گذارنے کا فیصلہ کیا تو رمضان ۱۴۲۰ھ (۲۰۰۰ء) کی میزبانی کا شرف جامعہ علوم القرآن کو حاصل ہوا، اور اس کے بعد سے ہر سال جامعہ کی مسجد میں بھی حضرت مفتی صاحب کی سرپرستی میں خانقاہی نظام شروع ہوا، الحمدللہ شہر اور اطراف کے سینکڑوں حضرات رمضان میں اس نظام سے مستفید ہوتے ہیں، ۱۴۲۶ھ (۲۰۰۵ء) میں بھی حضرت اقدس مولانا مفتی ابراہیم صاحب افریقی دامت برکاتہم اور متوسلین کی میزبانی کا شرف جامعہ کو حاصل ہورہا ہے، انشاء اللہ۔

رفاہی خدمات

جمعیۃ علماء ہند

آپ کی رفاہی، ملی خدمات کا آغاز ماٹلی والا کے قیام کے زمانہ میں جمعیۃ علماء ہند کے پلیٹ فارم سے ہوا، جمعیۃ علماء ہند ضلع بھروچ کے جنرل سیکریٹری کے عہدے پر کئی سال تک خدمات انجام دیں، آپ کی فعال شخصیت کے ثمرہ میں ضلع بھروچ کی جمعیۃ پورے گجرات میں سب سے فعال جمعیت سمجھی جانے لگی، ایک پندرہ روزہ میگزین ''ترجمان جمعیۃ فدائے ملت'' بھی جاری کیا اور ۱۹۹۷ میں جب یہ بند ہوا تب تک آپ ہی اس کے مدیر رہے۔ جمعیۃ علماء کی وساطت سے فسادزدگان کی بازآباد کاری کے لیے کئی اہم کارنامے انجام دیے، شہر بھروچ میں ایک سبزی منڈی، اور دو جگہوں پر جمعیۃ منزل کے نام سے بڑی عمارتیں تعمیر کی گئیں، اور ان میں فساد سے متاثرہ لوگوں کو بسایا گیا، حکومت گجرات کی طرف سے مسلمانوں کو خاص کر کے ایک ظالم قانون ٹاڈا کے تحت گرفتار کیا گیا تو ان کی رہائی کے لیے نامور وکلاء کے ذریعہ مساعی کی اور اس قانون کے تحت گرفتار حضرات کی رہائی اور اس ظالم قانون کو منسوخ کرانے کے لیے جی توڑ کوشش کی، بلکہ سپریم کورٹ تک اس مقدمہ کی پیروی کا نظم کیا اور آخر کار کامیابی پائی، آر. ایس. ایس. کے ایک گستاخ رسول نے نبی کریم ا کے متعلق انتہائی توہین آمیز کتابیں لکھ کر سرکاری حلقوں میں تقسیم کر کے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف زہر افشانی اور نفرت آمیزی کی خبیث حرکت کی تو اس کے سد باب اور حکم امتناعی حاصل کرنے کے لیے اس وقت کے گجرات کے وزیر اعلی کیشو بھائی پٹیل سے ملاقات کی۔ گائے کشی کے قانون کے ناجائز استعمال کی بات پر بھی وزیر اعلی سے ملاقات کر کے مسلمانوں کے جذبات سے آگاہ کیا۔

۱۹۹۴ء میں آپ جمعیۃ علماء صوبہ گجرات کے جنرل سیکریٹری منتخب ہوئے، اس موقع پر جو سپاس نامے آپ کو پیش کیے گئے اس کے دو اقتباس نقل کرتا ہوں، جس سے آپ کی خدمت کا اندازہ ہوگا۔

''جناب والا! جمعیۃ علماء ہند ضلع بھروچ کے لیے آپ کی خدمات اور مسلمانوں کے لیے آپ کی کوششیں محتاج تعارف کہاں؟ آپ کے ناظم اعلی بننے کے بعد اپنی مخلص ٹیم کے ارکان کے تعاون سے ایسے کارہائے نمایاں انجام دیے کہ ضلع جمعیۃ پر صوبہ رشک کرنے لگا، اور سب سے زیادہ فعال جمعیۃ کہی جانے لگی، مسلم پرسنل لا کا مسئلہ ہو کہ قومی فسادات کا، اوقاف کا سوال ہو کہ مساجد و مکاتب کے انتظام و انصرام کا، مسلمانوں کے جائز حقوق کے مطالبہ کی مہم ہو کہ گاؤ کشی پر ناجائز پابندی کی بات، حکومت کے غلط انداز پر تنقید کی بات ہو کہ مسلمانوں میں اصلاحِ معاشرہ کی تحریک، ہر موقعہ پر آپ کی بالغ نظری، آپ کی تگ و دو اور کاوشیں، اور آپ کا ایثار و آپ کی قربانیاں منت شناس دلوں کو اپنا گرویدہ اور احسان کیش جبینوں کو احترام و عقیدت سے جھک جانے پر مجبور کر دیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کی ذاتِ گرامی میں 'مجاہدِ ملت' کے اوصاف پروان چڑھائے۔

(اقتباس، سپاس نامہ از: بورڈ آف ٹرسٹیز، دار العلوم ماٹلی والا، 01\10\94)

مذہبی فسادت، قحط کی آفت سماویہ، مسلمانوں کے مذہبی، تعلیمی اور اقتصادی مسائل، ٹاڈا کے ظالم قانون میں محبوس مظلوم اسیران، لاتور کا زلزلہ، سورت کا پلیگ، شعائر اسلام کی توہین اور قوم وملت سے متعلق کوئی بھی مسئلہ ہو، آپ نے ہمیشہ اسے دردِ دل اور فکرِ و لگن سے کام کیا ہے، اسے حل کرنے کے لیے جی توڑ کوششیں کی ہیں،

اور ہر موقعہ پر فائر بر گیڈ کی طرح آپ پہنچے ہیں۔

"مختصراً ہم یہی کہتے ہیں کہ 'ملا کی دوڑ مسجد تک' کی کہاوت کو آپ جیسے مولوی نے غلط ثابت کر دکھایا" (اقتباس ،سپاس نامہ از :اراکین جمعیۃ علماء ،شہر جمبوسر، (11\11\94

جمعیۃ علماء ہند کی جانب سے محکمہ شرعیہ کا نظام متعارف کرایا گیا تو آپ ان تین حضرات میں سے ایک تھے،جن کا تربیت قضا کے لیے انتخاب کیا گیا۔

یہ بات حق ہے کہ افراد کی کامیابی کے پیچھے اس اجتماعی پشت پناہی اور سازگار ماحول کا بڑا دخل ہوتا ہے، یہاں بھی جمعیۃ علماء ہند کے تنظیمی ڈھانچے اور موافق ماحول نے آپ کی بڑی مدد کی، لیکن یہ بھی غلط نہیں کہ جماعتوں ،جمعیتوں اور تنظیموں کی کامیابی میں اس کے رہ نما اور امیر کا بھی بڑا دخل ہوتا ہے، بالکل اسی طرح جیسے کہ فوج کی کامیابی میں سپاہیوں کے حوصلہ، میدان جنگ کی موافقت وغیرہ امور کے باوجود سپہ سالار کی قابلیت کا بھی بڑا دخل ہوتا ہے۔اور سابقہ اور لاحقہ کارکردگی کو دیکھ کر اس کا بخوبی اندازہ لگایا سکتا ہے۔

مسلم پرسنل لا بورڈ

آپ کی گونا گوں خدمات اور عوامی مقبولیت (زبان خلق نقارۂ خدا) کے نتیجہ میں ۱۹۹۳ء میں آپ کو پرسنل لا بورڈ کا رکن بنایا گیا،انہی دنوں پرسنل لا بورڈ کا سالانہ عمومی اجلاس احمد آباد میں طے پایا تھا،استقبالیہ کمیٹی کے صدر حضرت اقدس مولانا مفتی احمد خانپوری صاحب دامت برکاتہم تھے،حضرت اقدس مفتی احمد خانپوری صاحب دامت برکاتہم کے بعد آپ وہ دوسری شخصیت ہیں جس نے اجلاس کو کامیاب بنانے میں ذمہ داران کا سب سے زیادہ تعاون کیا۔ پرسنل لاء کے ذمہ دار

آج تک اس کامیاب اجلاس کو یاد کرتے ہیں۔اس وقت بھی آپ بورڈ کی مختلف ذمہ داریوں اور کمیٹیوں مثلاً اصلاحِ معاشرہ، دار القضاء کا قیام وغیرہ میں شریک ہیں۔ بورڈ کے سابق صدر حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی صاحب سے آپ کے خصوصی مراسم تھے۔ قاضی صاحبؒ کبھی آپ کی کوئی درخواست رد نہیں فرماتے تھے، کفلیتہ کے جناب مولانا عبدالحئی حکیم صاحبؒ نے تاریخ گجرات پر ایک ضخیم کتاب 'اکابرین گجرات' پانچ جلدوں میں 2500 سے زائد صفحات پر مرتب فرمائی، ادارہ فلاح المسلمین ڈابھیل، سملک، اور انجمن شباب المسلمین ویسما کی جانب سے کتاب کے رسم اجراء اور مصنف کے اعزاز میں ایک جلسہ عام منعقد کرنے کا فیصلہ کیا، اجلاس میں حضرت قاضی صاحبؒ کو خصوصی طور پر مدعو کرنے کا فیصلہ ہوا، لیکن حضرت قاضی صاحب اس وقت انتہائی علیل چل رہے تھے، ہڈیوں کے کینسر کا علاج چل رہا تھا، اور ایک انجکشن کے بعد گھنٹوں آرام کی ضرورت پڑتی تھی، لہذا کسی کو نہ حضرت قاضی صاحبؒ کو دعوت پیش کرنے کی ہمت تھی، نہ ہی قاضی صاحبؒ کی جانب سے قبول کیے جانے کی امید، اس موقع پر آپ ہی نے حضرت قاضی صاحب کو دعوت پیش کی، چنانچہ حضرت قاضی صاحب تشریف بھی لائے، دو دن قیام بھی فرمایا۔

آپ ''اسلامک فقہ اکیڈمی، انڈیا'' کے بھی رکن شوری ہیں، اور اکیڈمی کے تمام سیمیناروں میں شریک ہوتے ہیں، دار العلوم ماٹلی والا میں آپ ہی کی مساعی سے اکیڈمی کا ایک سیمینار منعقد کیا گیا تھا۔

جیسا کہ پہلے لکھا جاچکا، جامعہ علوم القرآن کا قیام آپ کا ایک عظیم کارنامہ ہے، اس کے تحت ایک پرائمری اسکول، ایک ہائی اسکول، اور ایک ٹیکنیکل انسٹیوٹ بھی جاری ہے، یہ تینوں ادارے حکومتی سطح پر منظور شدہ اور اس کے سرٹی فکیٹ عالمی

طور پر تسلیم شدہ ہوتے ہیں۔ان اداروں کوان کی نمایاں کامیابی اور عمدہ کارکردگی کے نتیجہ میں سرکاری اعزازات اور مراعات بھی حاصل ہوتی ہیں۔حکومتی سطح پر اجازت حاصل کر کے ،سرکاری تنخواہ پر شروع کیے گئے ان اداروں کے بارے میں یہ بات خاص قابل ذکر ہے کہ ان سب اداروں کا قیام، اجازت اور ترقی ،سب کچھ گجرات کی بی۔جے۔پی۔حکومت کے دور میں ہوا، یہ بات یقیناً حضرت مفتی صاحب کے اثر و رسوخ اور انتظامی اہلیت کا ثمرہ ہے، جامعہ کے ماتحت مدارس اور مساجد کے قیام کا ایک مستقل شعبہ ہے، جس کے تحت آج تک ۱۲ مساجد اور ۱۳ مکاتب قائم کیے جا چکے ہیں۔جامعہ کا شعبۂ نشر واشاعت بھی فعال شعبہ ہے، آج تک اردو، گجراتی ،انگریزی، ہندی زبانوں میں 54 کتابیں شائع کی جا چکی ہیں، ان میں سے کئی کتابیں متعدد بار طبع ہوکر آج بھی تقسیم ہو رہی ہیں۔ایک ماہانہ مجلّہ 'البلاغ' گجراتی بھی شائع ہوتا ہے، اور حضرت مفتی صاحب اس کے مدیر ہیں۔

جمعیۃ علماء ہند کی ذمہ داریوں سے سبک دوش ہونے اور ماٹلی والا سے جمبوسر چلے آنے کے بعد رفاہی کاموں کے لیے آپ کے پاس کوئی پلیٹ فارم یا تنظیم نہ تھی، لیکن سابقہ خدمات اور تعارف کی وجہ سے آپ سے متعدد قسم کی امداد اور تعاون کا مطالبہ فرماتے، اور گجرات بھر سے آپ کے متعلقین نے آپ کو مجبور کیا کہ ایک ادارہ قائم کر کے اس کے تحت رفاہی کاموں میں آپ اپنی قربانی جاری رکھیں چنانچہ عوامی امداد اور ریلیف کا کام کرنے کی غرض سے ایک ادارہ بنام 'المحمود چیریٹیبل ٹرسٹ' آپ نے قائم فرمایا، حضرت اقدس مولانا مفتی احمد خانپوری صاحب دامت برکاتہم اس کے صدر اور حضرت مولانا مفتی اسماعیل بھڈکودروی (شیخ الحدیث جامعہ علوم القرآن، جمبوسر) اس کے نائب صدر اور آپ اس کے جنرل سکریٹری ہیں، اس کی تمام تر مساعی جنرل سکرٹری ہونے کی حیثیت سے آپ ہی انجام دیتے ہیں، اس کی زیر نگرانی

زلزلہ، سیلاب، مذہبی فسادت، وغیرہ مواقع پر امدادی کام کیا جاتا ہے، اسی طرح ضرورت مند چھوٹے تاجروں کو غیر سودی قرضے، اعلی عصری تعلیم کے لیے طلبہ کی امداد، شفاخانہ کا قیام وغیرہ خدمات اس ٹرسٹ کے وسیلہ سے انجام دی جارہی ہیں۔

مدارس گجرات کے متفقہ پلیٹ فارم 'مجلس تحفظ مدارس گجرات' کے آپ صدر ہیں۔ آپ ہی کی مساعی سے اولاً اس کی بنیاد رکھی گئی، مقصد اس کے قیام کا یہ ہے کہ حکومت کی طرف سے مدارس کے خلاف کیے جانے والے ظالمانہ اقدام اور بے وجہ ہراسانیوں کا تدارک کیا جائے، چنانچہ مدارس کو ہراساں کرنے اور اس کی فعالیت کو متاثر کرنے کی حکومت کی تمام فتنہ سامانیوں کا مقابلہ کیا گیا، گجرات کی متعدد حکومتوں کی طرف سے مدارس کے خلاف کیے گئے ظالمانہ اقدامات کی مجلس نے مخالفت کی، اور حکومت کو اپنی پالیسی بدلنے پر مجبور ہونا پڑا۔ اا ستمبر کے حملوں اور گجرات کے مذہبی فسادات کے بعد جب مدارس کے خلاف میڈیا نے زہرافشانی شروع کی تو مجلس کی طرف سے اس کے تدارک کی اور مدارس کا حقیقی کردار عوام کے سامنے پیش کرنے کی پوری کوشش کی گئی، اسی طرح مرکزی حکومت کی طرف سے نصاب کی تبدیلی کی کوششوں کا بھی جواب دیا گیا۔

علاوہ اس کے کچھ جزوی تفصیلات حسب ذیل ہیں۔

بانی و مہتمم	:	جامعہ علوم القرآن، جمبوسر، گجرات
جنرل سیکرٹری	:	المحمود چیریٹیبل ٹرست، جمبوسر گجرات
صدر	:	مجلس تحفظ مدارس گجرات
صدر	:	رابطہ ادب اسلامی گجرات شاخ
صدر	:	علامہ طاہر علمی ایکڈمی

رکن تأسیسی : اسلامک فقہ اکیڈمی دہلی، انڈیا

رکن تأسیسی : آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ دہلی، انڈیا

بانی وسرپرست : جامعۃ الامام ابی الحسن علی الندوی، جھارکھنڈ

صدر : مولانا مدنی میموریل ہائی اسکول، جمبوسر

صدر جامعہ ٹکنیکل انسٹی ٹیوٹ، جمبوسر، گجرات

صدر تنظیم المساجد والمکاتب، پالیج، گجرات

صدر بچوں کا گھر ولن، ضلع بھروچ۔

ایڈیٹر : ماہانہ مجلّہ ''البلاغ'' گجراتی۔

ناظم : محکمہ شرعیہ بھروچ، گجرات

صدر : جمعیۃ علماء ہند، ضلع بھروچ

رکن شوری : جامعہ نور الاسلام، دمن۔

رکن شوری : بچوں کا گھر دیولیہ، ضلع نرمدا، گجرات

رکن شوری : بچوں کا گھر، واگرا، ضلع بھروچ، گجرات

پیش لفظ

حضرت اقدس مفتی احمد یعقوب دیولوی صاحب (دامت برکاتہم)

(ماضی صدر و مفتی دار العلوم ماٹلی والا اور بانی واستاذ حدیث: جامعہ علوم القرآن، جمبوسر، ضلع بھروچ)

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العلمین؛ والصلوة والسلام علی سید الانبیاء و المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین؛ امابعد

ہر مسلمان پر اسلامی شریعت کے قوانین پر عمل کرنا فرض ہے، شریعت کا جو بھی حکم جس مسلمان سے وابستہ ہو اس پر عمل کرنے کا پابند ہے اور قرآن و حدیث کی رہنمائی کے مطابق اس پر عمل کرنا ضروری ہے، اب اگر وہ مسلمان براہ راست قرآن و حدیث سے رہنمائی حاصل کرنے کی لیاقت رکھتا ہو تو اپنے متعلق جو حکم ہو اس کو معلوم کر کے عمل کرے مطلب یہ کہ شریعت کے اصولوں کے مطابق حکم تلاش کر لے اور اگر اس میں براہ راست قرآن و حدیث سے حکم معلوم کرنے اور سمجھنے کی لیاقت نہ ہو تو اپنے سے متعلق جو کچھ بھی حکم ہو وہ قرآن اور حدیث کے جاننے والے اور ماہرین سے پوچھ کر عمل کرے۔

قرآن شریف میں حکم دیا گیا ہے کہ:

فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَاتَعْلَمُوْنَ. (سورۂ انبیاء: ۷)

ترجمہ: اگر تم نہیں جانتے تو جاننے والوں سے پوچھو۔

جاننے والوں سے پوچھ کر عمل کرنے کو تقلید کہا جاتا ہے، دلیل معلوم کئے بغیر جاننے والے کی بات کو مان لینا اصطلاح میں تقلید کہا جاتا ہے۔

اَلتَّقْلِيْدُ هُوَ اَخْذُ قَوْلِ الْغَيْرِ بِغَيْرِ مَعْرِفَةِ دَلِيْلِهٖ.

(شرح عقود رسم المفتی: ص ۴۷)

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ دوسرے کے قول کو دلیل معلوم کیئے بغیر اختیار کر لینے کو تقلید کہتے ہیں۔

''معجم لغت الفقہاء'' نامی کتاب میں لکھا ہے کہ عالم اور مفتی کی تقلید کا مطلب یہ ہے کہ ان کا بتایا ہوا حکم قرآن وحدیث کے مطابق ہونے کا یقین کر کے دلیل کا مطالبہ کیئے بغیر ان کی بات مان لینا۔ (معجم لغت الفقہاء:ص:۱۴۱)

حاصل کلام یہ ہے کہ اپنے اسلاف کے ساتھ حسن ظن رکھ کر ایسا اعتماد کر لے کہ انہوں نے قرآن وحدیث سے جو کچھ سمجھا اور ثابت کیا ہے وہ صحیح اور عمل کرنے کے قابل ہے اور عام آدمی کے لئے جو قرآن وحدیث کو براہ راست نہیں سمجھ سکتا اس کے لئے عالم اور مفتی کے قول کی تقلید کیئے بغیر کوئی راستہ نہیں ہے، تقلید کیئے بغیر گمراہی سے محفوظ بھی نہیں رہ سکتا اس لئے تقلید دین کی بنیادی ضرورتوں میں سے ہے؛ ورنہ تو دین ایک کھلونا بن کر رہ جائے گا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ

مَنْ قَالَ فِيْ الْقُرْآنِ بِرَأْيِهِ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ .

ترجمہ: جس آدمی نے قرآن (کی کوئی آیت یا حکم) کے متعلق اپنی رائی سے کچھ کہا تو اس نے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالیا۔ (ترمذی شریف:۲/۱۲۳)

اس قسم کی وعیدوں کا کوئی مقصد باقی نہیں رہے گا اسی لئے اسلام کے ابتدائی زمانہ سے تقلید اور عالم یا مفتی کی بات مان کر عمل کرنے کا رواج چلا آرہا ہے۔

مگر فرق یہ ہے کہ اسلام کے ابتدائی دور میں مسلم قوم میں دیانت داری، امانت داری، اللہ کا ڈر اور تقوی نفسانی خواہشات سے دوری، دینی احکام کی پیروی کا جذبہ جیسے بہت سے اوصاف پائے جانے کی وجہ سے تقلید مطلق کرنے میں بھی کوئی حرج کی بات نہیں تھی، مطلب یہ کہ کسی قسم کی پابندی کے بغیر کسی بھی عالم یا مفتی سے شریعت کا حکم معلوم کر کے عمل کر لیتے تھے اور کسی خاص آدمی کی بات پر عمل کرنا ضروری

نہیں تھا صحابہؓ اور تابعین کے دور میں اسی قسم کی مثالیں ملتی ہیں۔ (احیاء السنۃ: ۱/۳۳)

مگر بعد کے ادوار میں جب دیانت داری، امانت داری جیسے اوصاف کا وجود نہیں رہا، شریعت کی تابعداری اور اس پر عمل کے بجائے نفسانی خواہشات کی اتباع اور رب چاہی کے بدلہ من چاہی زندگی گذارنے کا وقت آنے لگا اور یہ خطرہ ہوا کہ تقلید مطلق کے بہانہ کے ماتحت دین اور شریعت کا مذاق اوڑایا جائے گا اس لئے امت کے معتمد اور معتبر لوگوں نے حقیقت کی نذاکت کا احساس کرتے ہوئے تقلید شخصی یعنی ایک ہی آدمی کی بات ماننے کو واجب قرار دینے کا فیصلہ کیا تاکہ فتنہ اور آزادی کا دروازہ بند کیا جاسکے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کس آدمی کی تقلید کی جائے؟ اس لئے امت تجربہ اور تحقیق کے ذریعہ اس بات پر متفق ہوئی کہ شریعت کے احکام کی ایجاد اور تمام احکام کا احاطہ کرنے کے اعتبار سے چاروں ائمہ کے مسلک اور مذہب سے زیادہ کوئی دوسرا مسلک اس ضرورت کو ادا نہیں کرسکتا اس لئے چوتھی صدی ہجری میں عملی طور پر اتفاق ہوا کہ ائمہ اربعہ کے علاوہ کسی اور کی تقلید باقاعدہ تقلید نہ سمجھی جائے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:

یہ چاروں مذاہب جن کا وجود ظاہر ہو چکا ہے ان کی تقلید کرنے پر آج تک پوری امت کا اتفاق چلا آرہا ہے اور اس میں جتنے فوائد، حکمتیں اور مصلحتیں پائی جاتی ہیں وہ واضح ہے؛ خاص کر کے اس زمانہ میں جبکہ ہمتیں کمزور ہو چکی ہے اور نفسانی خواہشات اور ہوس دلوں میں گھر کر چکی ہیں اور اپنی رائی کو صحیح سمجھا جارہا ہے۔

(حجۃ اللہ البالغہ: ۱/۱۵۴)

اور مزید یہ تحریر فرماتے ہیں کہ چاروں مذاہب کے علاوہ دیگر مذاہب کالعدم ہو چکے ہیں اسی لئے ان چاروں مذہب کی تقلید ہی ایک جمہور کی اتباع اور تقلید سمجھی

جائے گی، اور چاروں مذہب کو چھوڑ دینا جمہور کی رائی چھوڑنے کے برابر سمجھا جائے گا۔ (عقد الجید: ص:۳۸)

اور حقیقت میں امت محمدیہ (علی صاحبها الصلوۃ والسلام) پر اللہ رب العزت کا بڑا احسان اور فضل ہے کہ اس نے چاروں مذاہب کی صورت میں ہمارے لئے اتباع کے ایسے راستے متعین کردیئے جو ہر طرح کی عیبوں سے پاک اور ذہنی وروحانی سکون کے ساتھ ہر قسم کے شریعت کے احکام کی تابعداری کے لئے ایک مرکز کے برابر ہے۔

انصاف کی بات یہ ہے کہ اتباع کے لئے چاروں مذہب پر دارومدار رکھنا اللہ کا بڑا احسان ہے۔ (تفسیر احمدیہ: ص:۲۹۷)

چاروں مذہب کی رائی کے خلاف رائی قائم کرنا جمہور کی رائی کے خلاف ہونے پر اجماع امت ہو چکا ہے۔ (الاشباہ والنظائر: ۱/۱۴۳)

مذکورہ چند کتابوں کے حوالہ سے ثابت ہوا کہ چاروں مذہب پر عمل کرنے کے لئے پوری امت کا اجماع ہو چکا ہے۔

مگر یہ وضاحت کرنا ضروری ہے کہ اس کا مطلب یہ نہ سمجھا جائے کہ جب چاروں ائمہ کی پیروی کرنے میں دین محدود ہے تو اس میں سے جس مذہب اور مسلک پر جب چاہے عمل کرلے بلکہ ان چاروں مذہب میں سے جس مذہب کی اتباع کرنا چاہے اس کو متعین کرلے اگر ایسا نہیں کیا جائے گا اور کسی ایک مذہب اور امام کی اتباع اور پیروی نہیں کی جائے گی تو پھر تقلید مطلق کے اتباع میں جو فسادات وجود میں آسکتے ہیں وہ اس میں بھی وجود میں آئیں گے۔

علامہ نوویؒ نے ایک ہی مذہب کی تابعداری کے ضروری ہونے کے متعلق لکھا ہے کہ ''جس مذہب کی اتباع کرنا چاہے اس کی اجازت دیدی جائے تو اس کا نتیجہ یہ

نکلے گا مسلمان اپنے نفسانی خواہشات کا اتباع کر کے ہر مذہب کی رخصتوں کو اپنا لے گا اور حلال وحرام، جائز وناجائز پر عمل کرنے کے لئے خود ہی حکم متعین کرے گا جس کے نتیجہ میں شریعت کی پابندی کو اپنی ذمہ سے اوتار دیگا۔" (اعلاء السنن: ۲/۲۳۳)

مطلب یہ ہے کہ دین یہ کوئی کھیل تماشہ نہیں ہے جس کا قول چاہے اختیار کرلے اور عمل کرے بلکہ چاروں مذہب میں سے کسی ایک مذہب کے ساتھ وابسطہ ہو کر عمل کرنا پڑے گا۔

غیر مقلدین کی طرف سے ہمیشہ یہ غلط فہمی پھیلائی جاتی ہے کہ چاروں ائمہ کی تقلید شریعت کے خلاف ہے خاص کر کے فقہ حنفی کے متعلق بیجا تنقیدیں کرتے رہتے ہیں اور شریعت کے علم سے ناواقف لوگوں کو اپنی جماعت میں اضافہ کرنے کے لئے ان کے سامنے کوئی حدیث پیش کرتے ہیں پھر اس کی مخالفت میں امام ابوحنیفہؒ کا قول پیش کر کے ثابت کرتے ہیں (نعوذ باللہ) حنفی لوگ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں امام ابوحنیفہؒ کے قول کو ترجیح دیتے ہیں اور احادیث پر عمل نہیں کرتے۔

حقیقت حال یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے باقاعدہ لکھنے اور تالیف کا کام نہیں کیا مگر مسائل کو ثابت کرنے میں اپنی تمام طاقت کا استعمال کیا اور اسلامی تاریخ میں سب سے پہلے "فقہی تحقیقات" کو اپنا موضوع بنایا اور فقہ اسلامی کی تالیف کا بڑا کام کیا جس میں آپ کے چالیس معتبر شاگردوں نے حصہ لیا پھر آپ کے معتمد شاگرد امام ابو یوسفؒ کو بھی بہت سی ذمہ داریاں ہونے کی وجہ سے تصنیف وتالیف کا وقت نہیں ملا البتہ امام ابوحنیفہؒ کے دوسرے بڑے شاگرد امام محمدؒ نے اپنی خداداد صلاحیت کی وجہ سے اپنے دونوں اساتذہ کے علم کو اپنی کتابوں میں جمع کیا بلکہ فقہ حنفی کے مکمل مسائل کو باب در باب جمع کیا اسی لئے فقہ حنفی کا زیادہ تر دارومدار امام محمدؒ کی کتابوں پر ہے۔

امام محمدؒ کے بعد سب سے پہلے فتاوی حنفیہ میں فقیہ ابواللیث سمرقندیؒ (وفات

:۲۹۴ھ) نے کتاب لکھی ان کے بعد ہر زمانہ میں علماء کرام نے کتابیں لکھیں علماء متأخرین نے فتاوی کی کتابیں لکھیں۔

فتاوی کی تالیف کا کام ہر زمانہ میں جاری رہا اور آج بھی جاری ہے اور سینکڑوں کتابیں عربی، اردو زبان میں شائع ہوچکی ہے اور موجودہ دور میں عربی مدارس میں مسلم لوگوں کو صحیح اسلامی دینی رہنمائی ملتی رہے اس لئے اپنے یہاں دارالافتاء کا شعبہ قائم کر کے باصلاحیت اور معتمد مفتیان کرام کو دینی سوالوں کے جوابات دینے کے لئے متعین فرمانا شروع کیا۔

گجرات کے مشہور اور نامور مدارس میں سے ایک دارالعلوم عربیہ اسلامیہ ماٹلی والا بھروچ بھی ہے اس درسگاہ سے جیسے علم کے پیاسے اپنی پیاس بجھاتے تھے اسی طرح وہاں قائم شدہ دارالافتاء کے ذریعہ عام مسلمان دینی مسائل کے متعلق سوالوں کے جوابات بھی حاصل کرتے تھے، دارالعلوم عربیہ اسلامیہ ماٹلی والا کے مرحوم مہتمم حضرت مولانا یعقوب ولنوی صاحبؒ نے دارالعلوم میں تدریس کی ذمہ داری کے ساتھ فتاوی کی ذمہ داری بھی مجھ ناچیز کو سپرد کی، تحریری اور زبانی سینکڑوں سوالوں کے جوابات دینے کا کام اللہ پاک نے مجھ ناچیز سے لیا جس میں سے آپ کے ہاتھ میں جو کتاب ہے مسلم بھائیوں کی طرف سے کئے گئے سوالوں کے جوابات ہیں۔ کافی زمانہ سے ہر کس و ناکس کی طرف سے تالیف کر کے شائع کرنے کی بات میرے سامنے ہوتی رہی مگر آج تک میں نے اس کی طرف توجہ نہیں دی، اخیر میں دارالعلوم عربیہ اسلامیہ ماٹلی والا کے مہتمم حضرت مولانا مفتی اقبال بن محمد ٹنکاروی صاحب (زید مجدہ) نے مجھے اصرار کیا اور دارالعلوم ماٹلی والا کی پچاس سالا علمی اور

دینی خدمات پر ایک خاص جلسہ منعقد ہونے والا ہو شائع کرنے کی نیک تمنا ظاہر فرمائی موصوف نے کیا خبر کس اخلاص کے انداز میں مجھ ناچیز کے سامنے بات پیش کی کہ جس کے لئے میں تیار ہو گیا اور مولانا موصوف کے ساتھ مشورہ کر کے عزیزم مولانا مفتی اسماعیل موسی اداساروودی (سلمہ) استاذ حدیث جامعہ علوم القرآن، جمبوسر کو تالیف کا کام سپرد کیا گیا جو اس سے پہلے فتاوی عبدالغنی کا کام بہت بہترین اور تحقیقی انداز میں کر چکے تھے اور فتاوی عبدالغنی کا اردو ترجمہ بھی کر چکنے کی وجہ سے ان کے تجربہ سے فائدہ اٹھانا طے کیا جو عزیز مکرم نے رات دن کی محنت کے بعد میرے فتاوی کو ترتیب دیا ہر سوال و جواب کے اوپر عنوان لگا کر فقہی ترتیب کے مطابق ترتیب دی۔

اللہ تعالیٰ عزیزم مولانا مفتی اسماعیل موسی اداساروودی سلمہ اور حضرت مولانا مفتی اقبال محمد ٹنکاروی (زید مجدہ) کو اپنی شایان شان بہترین بدلہ دنیا اور آخرت میں عطا فرمائے اور ایسی خدمات یہ لوگ انجام دیتے رہیں ایسی اللہ تعالیٰ انہیں توفیق عطا فرمائے اور فتاوی سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچائے فتاوی کے اس مجموعہ کو قبول فرمائیں اور میری اور ہم سب کی آخرت میں نجات کا ذریعہ بنائے اور جن بھائیوں نے اس کو شائع کرنے میں جس طور پر بھی امداد اور معاونت فرمائی ان تمام کو ان کی ان کوششوں کا اجر و ثواب اپنی شایان شان خوب خوب عطا فرمائے۔ (آمین)

احقر: احمد یعقوب دیولوی

۱۷/رجب/۱۴۳۷ھ مطابق ۲۵/۴/۲۰۱۶ء، بروز: پیر

عرض مترجم

الحمد للّٰه رب العلمین؛ والصلوة والسلام علی رسوله امام المجتهدین وعلی اله وصحبه وفقهاء امته اجمعین وبعد

قارئین کرام: آپ کے ہاتھوں میں موجود یہ کتاب دراصل استاذ الاساتذہ حضرت مولانا ومفتی احمد صاحب دیولوی دامت برکاتہم (بانی ومہتمم جامعہ علوم القرآن جمبوسر) کے قلم گوہر بار سے نکلے ہوئے ان فتاوی کا قیمتی مجموعہ ہے جو آپنے دارالعلوم اسلامیہ عربیہ ماٹلی والا بھروچ (تحصیل، ضلع بھروچ) میں اپنے تدریسی خدمات کے ساتھ دارالعلوم مذکور کی مسند افتاء کو زینت بخشتے ہوئے برادران اسلام کی جانب سے تحریری طور پر پوچھے جانے والوں سوالات کے جوابات کے طور پر تحریر فرمائے ہیں۔

حضرت مولانا مفتی احمد صاحب دامت برکاتہم (بانی و مہتمم جامعہ علوم القرآن جمبوسر جن کا مختصر سوانحی خاکہ کتاب ہذا کے شروع میں مرقوم ہے) چونکہ ام المدارس دارالعلوم دیوبند میں فقیہ الامت حضرت اقدس مولانا ومفتی محمود الحسن گنگوہی نوراللہ مرقدہ (مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند) کی خدمت میں ایک سال مستقلا قیام فرما کر فتاوی نویسی کی مشق فرمائی ساتھ ہی حضرت فقیہ الامت مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ، فقیہ النفس حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحبؒ اور حضرت مولانا مفتی احمد علی سعید دیوبندیؒ کے پاس درجۂ تکمیل افتاء کی کتابیں بھی پڑھیں۔ اور خارج اوقات میں حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ (مہتمم دارالعلوم دیوبند) کے پاس حجت اللہ البالغہ پڑھنے کی سعادت بھی آپ کو حاصل ہے۔

ماہ رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۹۷۹ء میں حضرت مفتی صاحب مدظلہ اپنے مرشد قطب الارشاد شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب نوراللہ مرقدہ کی خانقاہ میں بغرض استرشاد وتزکیۂ نفس تشریف لے گئے تھے وہیں خانقاہ میں دارالعلوم

عربیہ اسلامیہ ماٹلی والا کے سابق مہتمم حضرت مولانا یعقوب صاحب ولنویؒ سے ملاقات ہوئی، مولانا مرحوم نے اپنے ادارہ میں برائے تدریس حدیث شریف تشریف لانے کی درخواست فرمائی جسے حضرت مفتی صاحب مدظلہ نے قبول فرمالیا اور اس طرح آپ شوال ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۹۷۹ء میں دارالعلوم ماٹلی والا میں فقہ وحدیث کی خدمات انجام دینے تشریف لے گئے ؛ آپ کے زیر تدریس رہی کتابوں میں ابو داؤد شریف، طحاوی شریف، مشکوۃ شریف اور ہدایہ اخیرین بطور خاص قابل ذکر ہیں ان اہم کتابوں کی تدریس کے ساتھ فتاوی نویسی کی اہم ترین خدمت بھی آپ ہی کے سپرد رہی چنانچہ شوال ۱۳۹۹ھ سے شعبان ۱۴۲۰ھ تک کل ۲۱ سال کے طویل دورانیہ میں آپ نے زبانی اور تحریری سینکڑوں سوالات کے جوابات دیئے، جن میں سے دارالعلوم ماٹلی والا کے رجسٹر برائے نقول فتاوی میں مندرج جوابات کا ایک مجموعہ مرتب کرکے قارئین کی خدمت میں پہنچانے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے۔

چونکہ حضرت مفتی صاحب مدظلہ نے (جیسا کہ اوپر مذکور ہوا) وقت کے اکابر مفتیان کرام سے اکتساب فیض کیا ہے اور لمبا زمانہ فقہ وحدیث کی خدمت انجام دی ہے اس لئے اس کا رنگ وڈھنگ آپ کے فتاوی میں نظر آتا ہے چنانچہ آپ کے فتاوی کہیں مختصر تو کہیں مفصل ہیں مگر محقق ومدلل ہیں جو آپ کے رسوخ فی الفقہ والافتاء کے غماز اور آئینہ دار ہے۔

حضرت مفتی احمد صاحب مدظلہ کی خدمت میں عرصۂ دراز سے بہت سے حضرات کا اصرار تھا کہ آپ کے فتاوی کا علمی مجموعہ شائع کیا جانا چاہئے، مگر آپنے اس پر کان نہیں دھرا، وقت یونہی گذرتا گیا کہ شعبان ۱۴۳۶ھ میں دارالعلوم عربیہ اسلامیہ ماٹلی والا کی جانب سے ۵۰ سال ختم ہونے پر ایک بڑا اجلاس منعقد کرنے کا فیصلہ کیا گیا اور اسی مناسبت سے دارالعلوم ماٹلی والا کے موجودہ مہتمم جناب مولانا اقبال صاحب ٹنکاروی زید مجدہ نے حضرت مفتی صاحب مدظلہ سے آپ کے فتاوی محلی زبان

(گجراتی) میں مرتب کر کے شائع کرنے پر بہت اصرار کیا جسے حضرت مفتی صاحب نے منظور فرمالیا۔

اس سے قبل حضرت مفتی صاحب مدظلہ کے حسب ارشاد حضرت مولانا مفتی عبدالغنی صاحب کاویؒ (محدث ،مفتی دارالعلوم اشرفیہ، راندیر) کے فتاوی کا مجموعہ بنام ''فتاوی عبدالغنی'' پہلے گجراتی زبان میں ترتیب دینے پھر اسکا اردو ترجمہ کرنے کی سعادت حاصل کر چکا ہوں اس لئے خود اپنے فتاوی کی ترتیب کے لئے بھی حضرت مفتی صاحب مدظلہ نے راقم آثم ہی کو منتخب فرمایا اور یہی خواہش دارالعلوم عربیہ اسلامیہ ماٹلی والا کے موجودہ مہتمم جناب مولانا اقبال صاحب ٹنکاروی زید مجدہ کی بھی تھی ، بحمداللہ اس طرح مفتی احمد صاحب کے فتاوی کا یہ مجموعہ شعبان ۱۴۳۶ھ میں دارالعلوم عربیہ اسلامیہ ماٹلی والا سے گجراتی زبان میں بنام ''فتاوی دارالعلوم ماٹلی والا'' شائع ہو کر قارئین کرام سے دادِ تحصیل حاصل کر چکا ہے۔

اب انہیں فتاوی کا اردو ترجمہ بنام ''فتاوی احمدی'' آپ کے ہاتھوں میں ہیں میں نے حسب عادت فتاوی عبدالغنی کی طرح فتاوی کے اس مجموعہ کی ترتیب و ترجمہ میں جن امور کا لحاظ کیا ہے وہ درج ذیل ہیں:

(۱) فقہ کی متداول کتابوں میں فقہاء نے جس ترتیب سے مسائل کے ابواب قائم فرمائے ہیں اس کا لحاظ رکھتے ہوئے اس مجموعہ میں ابواب قائم کر کے ہر مسئلہ کو اس باب میں رکھا گیا۔

(۲) سوال اور جواب کا ماحصل اور خلاصہ آسانی کے ساتھ پڑھنے والے کے ذہن میں آجائے اس طور پر ہر سوال و جواب کے اوپر عنوان قائم کیا گیا۔

(۳) جن فقہی کتابوں کا حوالہ دیا گیا ہے اس کی تحقیق کی گئی۔

(۴) جہاں صرف کتاب کے نام کا حوالہ تھا وہاں پر کتاب کا جزء نمبر اور صفحہ

نمبر درج کیا گیا۔

(۵) جہاں حوالہ درج نہیں تھا حضرت مفتی صاحب کی طرف سے کلی طور پر اختیار ہونے کی وجہ سے حوالہ بڑھایا گیا۔

(٦) کچھ مسائل ایسے ہیں جہاں پر حضرت مفتی صاحب مدظلہ نے اپنی مجتہدانہ شان سے جواب عطا فرمائے ہیں وہاں آپ کی علمی اور تقوی، طہارت اور احتیاط بھری ذات ہی حوالہ ہے۔

اخیر میں حضرت مفتی احمد دیولوی صاحب مدظلہ (بانی ومہتمم واستاذ حدیث جامعہ علوم القرآن، جمبوسر) کا شکر گذار ہوں کہ اس غیر معمولی خدمات کی انجام دہی کے لئے مجھ بے مایہ وہیچ مداں پر اعتماد فرمایا فجزاہ اللہ خیرا۔

اللہ پاک حضرت مفتی احمد دیولوی صاحب مدظلہ کے اس علمی مجموعہ کو قبول فرما کر صدقۂ جاریہ بنائے، آپ کی عمر میں برکت عطا فرمائے صحت اور عافیت کے ساتھ، امت مسلمہ کی علمی، دینی، رفاہی، معاشرتی خدمات کرنے کی مزید توفیق عطا فرمائے اسلامیان ہند کو آپ کے فتاوی سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے اور جن بھائیوں نے اس کی نشر واشاعت میں جس طرح سے بھی مدد فرمائی ہے ان کی کوششوں کا بہترین بدلہ عطا فرمائے اور مجھ گنہگار مرتب ومترجم کے لئے صدقۂ جاریہ وذریعۂ نجات بنائے۔ (آمین) بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم والحمد للہ اولا وآخراً۔

دعاء جو

اسماعیل موسی اداسارودی (غفرلہ)

خادم حدیث والفقہ

جامعہ علوم القرآن، جمبوسر، ضلع بھروچ

۱۷/رجب/۱۴۳۷ھ مطابق ۲۰۱۶/۴/۲۵ء، بروز: پیر

باب : ۱
عقائد

اشتہار کے لئے بت والے روز نامے۔

سوال : ۱/۱

لنڈن میں تاجر لوگ سال کے آخر میں اپنی تجارت کے اشتہار کے لئے روز نامے چھپوا کر اپنے گاہکوں کو تقسیم کرتے ہیں، اگر گاہک مسلم ہو تو اس کو اسلامی روز نامہ اور گاہک ہندو ہو تو ان کے مذہبی دیوی دیوتاؤں والے روز نامہ دیتے ہیں، تو اس کے متعلق شریعت کی رہنمائی فرمائیں۔

جواب : ۱/۱ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

ہندو مذہب کی دیوی، دیوتا والے روز نامے چھپوانے میں کئی قسم کی برائیاں ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس طرح کے روز نامہ چھپوا کر تقسیم کرتا رہے گا تو تقسیم کرنے والے مسلمان کے دل میں سے شرک اور ہندو مذہب کے متعلق نفرت اور ہندو مذہب کی خرابی دل میں سے نکل جائے گی جس کے نتیجہ میں ہندو مذہب کی برائی کرنا چھوڑ دے گا۔

دوسرا یہ کہ گناہ کے کاموں میں معین سمجھا جائے گا؛ کیوں کہ غیر مسلم لوگ روز نامہ میں جن بتوں کی تصویریں ہوتی ہیں ان کے سامنے بھی جھکتے ہیں اور چراغ جلا کر پونجا کرتے ہیں؛ قرآن شریف میں گناہ کے کاموں میں مدد نہ کرنے کا واضح حکم بیان کیا گیا ہے۔

وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان ۔

(سورہ مائدہ : ۲)

ترجمہ: اچھے اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو، اور گناہ اور ظلم کے کاموں میں ایک دوسرے کی کبھی بھی مدد نہ کرو۔

تیسرا یہ کہ تصویر کھینچنا اور بنوانا بھی شریعت کے اعتبار سے ناجائز اور ممنوع کام ہے؛ اس طرح کے بہت سے اسباب اور وجوہات کی بنیاد پر بت والے روزنامہ چھپوا کر تقسیم کرنا شریعت کے اعتبار سے جائز نہیں ہے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

گوکول آٹھم کا میلا۔

سوال : ۲/۲

کوئی آدمی سورت شہر کے گوگول آٹھم کے میلہ میں سستی چیزیں خریدنے کی نیت سے جاوے تو وہ آدمی گنہگار ہوگا یا نہیں؟ کیوں کہ وہاں پر سورت بازار کے بھاؤ کے مقابلہ میں چیزیں سستی ملتی ہیں۔

جواب : ۲/۲ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

غیر مسلم لوگوں کے مذہبی میلوں میں جا کر خرید وفروخت کرنا مناسب نہیں اس سے بچنا ضروری ہے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (عزیز الفتاوی: ۱/۱۸۷)

نظر بد سے بچنے کے لئے کالا دھبہ کرنا۔

سوال : ۳/۳

چھوٹے بچہ کو نظر بد سے بچانے کے لئے رخسار پر کالا دھبہ کرنا جائز ہے؟

جواب : ۳/۳ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

جائز ہے۔ شرح سنہ میں حضرت عثمانؓ کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ آپ نے ایک خوبصورت لڑکے کو دیکھا تو فرمایا کہ اس کی ٹھڈی کو کالا کر دو۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (مرقاۃ شرح مشکوۃ: ۸/۳۰۵)

چاند جب برج عقرب میں ہوتب کوئی عمل کرنا۔

سوال : ۴/۴

چاند جب برج عقرب میں ہوتو کیا مسلمان کے لئے اس گھڑی میں کوئی عمل کرنا جائز ہے؟

جواب : ۴/۴ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

بہت سے عملیات اور وظائف میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی وقت اور کوئی دن متعین نہیں ہے، مگر عاملین نے اپنے تجربات سے دن اور وقت متعین کر رکھا ہے، اگر اس وقت جیسا کہ چاند جب برج عقرب میں ہو اس وقت عمل کرنا یا کچھ اسباب اختیار کرنے میں مؤثر یعنی اسی وقت پڑھنے سے کام ہوگا ورنہ نہیں ہوگا اس طرح کا عقیدہ رکھے بغیر یوں سمجھ کر کہ گیہوں یا کپاس وغیرہ کو ایک متعین وقت بارش کی موسم یا سردی، گرمی کی موسم بونے کے لئے متعین کر لی جاتی ہے اسی طرح وظائف اور عملیات پڑھنے میں کوئی دن یا وقت متعین کرنے میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (امداد المفتیین :۱/۳۵)

پیر کے نام کی منت ماننا۔

سوال : ۵/۵

اگر کسی نے پیر کے نام کی منت مانی ہو پھر بعد میں اسے علم ہو کہ منت صرف اللہ ہی کی مانی جاتی ہے اس لئے اس نے منت پوری نہ کی تو اس کو کوئی نقصان ہوگا؟

جواب : ۵/۵ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

پیر صاحب کے نام کی منت اس طور پر ماننا کہ اے فلاں بزرگ! میرا فلاں کام ہو گیا تو میں آپ کے نام پر کھانا کھلاؤں گا یا آپ کے مزار پر چادر چڑھاؤں گا تو یہ صریح شرک ہے کیوں کہ منت پورا کرنا بھی عبادت کی ایک قسم ہے عبادت میں کسی کو

شریک ٹھہرانا واضح طور پر شرک ہے، اس لئے اس سے توبہ کی جائے اور اپنے عقیدہ کی اصلاح کی جائے اور یہ منت جائز نہیں ہے۔ اس لئے اس کو نہ کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہوگا۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(شامی:۱۲۸/۲)

اصحاب کہف کے ناموں کو مؤثر سمجھنا۔

سوال : ۶/۶

کھیتی میں جو کیڑے پڑتے ہیں تو کیا اصحاب کہف کے کتے کا نام لکھ کر کیڑوں کو دور کرسکتے ہیں؟ کیا ایسا کرنا شرک ہے یا نہیں؟

جواب : ۶/۶ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

کھیتی میں جو کیڑے لگتے ہیں وہ کھیتی کے لئے نقصان دہ ہیں اس وجہ سے ان کو آگ کے سوا کسی اور طریقہ سے ہلاک و دفع کرنا جائز ہے، اصحاب کہف کے نام سے ان کیڑوں کو دور کرسکتے ہیں بشرطیکہ اصحاب کہف کے ناموں کو مؤثر حقیقی نہ مانا جائے ؛ بل کہ ذریعہ اور وسیلہ کے طور پر مانا جائے ، اگر کیڑوں کو دفع کرنے میں اصحاب کہف کے ناموں کو مؤثر حقیقی مانا جائے گا تو شرک لازم آئے گا۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (مرقاۃ:)

باب : ۲
علم اور بدعت

ٹیسٹ ٹیوب بے بی، آنکھ کی بخشش، ہیر ٹرانس لیٹ پلانٹ اور شریعت۔

سوال : ۱/۷

(۱) ایک بھائی نے چھ سات سال سے شادی کی ہے، لیکن اولاد نہیں ہوتی، تو کیا وہ کسی کو متبنی بنا سکتا ہے یا نہیں؟ ٹیسٹ ٹیوب بے بی جائز ہے؟

(۲) بدن کا کوئی عضو کمزور ہو جانے کی وجہ سے آپریشن کے ذریعہ اس کمزوری کو دور کر سکتے ہیں؟ مثال کے طور پر کسی کی آنکھ کی روشنی چلی جانے کی وجہ سے آنکھ بے کار ہو گئی ہو تو کسی کی طرف سے بخشش کی ہوئی آنکھ آپریشن کے ذریعہ لگوا سکتے ہیں؟

(۳) کسی جوان آدمی کے سر کے بال آگے سے جڑ گئے ہوں، تو فی الحال ایسی ایجاد ہوئی ہے کہ آدمی کے خود کے سر کے بالوں سے جس جگہ سے بال جڑ گئے ہوں اس کو پور کر دیا جاتا ہے، تو آپ مطلع فرمائیں کہ ٹرانسلیٹ پلانٹ کرا سکتے ہیں؟

جواب : ۱/۷ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

(۱) متبنی بنانے کا جو رواج جاری ہے کہ جس میں اس کو حقیقی لڑکے کے حقوق دیئے جاتے ہیں۔ جیسا کہ عورتوں کے سامنے بلا روک ٹوک آنا، جانا اور غیر محرم عورتوں سے ملنا اور اس کو حقیقی وارث بنانا جس کی وجہ سے حقیقی رشتہ دار وراثت کے حق سے محروم ہو جائیں اور حقیقی ورثاء کے دلوں میں متبنی بیٹے کے لئے بغض اور عداوت پیدا ہو جائے، جس کے نتیجہ میں لڑائی، جھگڑا اور قطع تعلق کرنے والے بن جاتے ہیں، ان وجوہات کی بنا پر قرآن پاک میں آج کل کی رائج رسومات کو غلط اور حرام بتایا گیا ہے۔ سورۂ احزاب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ''اس نے تمہارے متبنی بیٹوں کو

تمہارے حقیقی بیٹے نہیں بنائے، یہ تمہارے منہ سے نکلی ہوئی ایک بات ہے، مگر اللہ تعالیٰ حق بات کو ظاہر فرماتا ہے اور صحیح راستہ کی طرف رہنمائی فرماتا ہے، ان (متبنی بیٹوں) کو ان کے باپ کے نام سے پکارو، یہ اللہ کے نزدیک انصاف والی بات ہے، لیکن اگر آپ کو خبر نہ ہو کہ ان کے والد کون ہیں؟ تو جان لو کہ وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔" (سورۂ احزاب:۲۱/۵)

حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اپنے باپ کے علاوہ دوسرے کا بیٹا ہونے کا دعویٰ کیا یہ جانتے ہوئے کہ وہ اس کا باپ نہیں ہے اس پر جنت حرام ہے۔ (صحیح المسلم:۱/۵۷)

دوسری حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اپنے حقیقی باپ کو چھوڑ کر دوسرے کی طرف نسبت کی تو اس پر اللہ کی اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی طرف سے لعنت ہے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ اس کی توبہ قبول کریگا نہ فدیہ۔

مگر متبنی کے ساتھ اپنے حقیقی بیٹے جیسا برتاؤ نہ کرے، بلکہ دوسرے کے بیٹے کے ساتھ محبت بھرا برتاؤ کرے، رحم وکرم کا معاملہ کرے، اپنے حقیقی بیٹے کی طرح اس کی تعلیم وتربیت اور پرورش اور حسن سلوک کا معاملہ کرے، اور اس کے ساتھ حقیقی بیٹے جیسا تعلق رکھنے کے باوجود اس کے نسب کی نسبت اپنی طرف نہ کرے۔ اور نہ ہی اپنے حقیقی بیٹے کے حقوق کی طرح اس کو حقدار بنائے۔ تو اس طرح متبنی بنانا جائز ہے۔ (کفایت المفتی:۵/۲۹۵،۲۹۶)

مذکورہ بالا حدود میں رہ کر متبنی کے ساتھ برتاؤ کرے تو یہ بہت افضل چیز ہے، جس کی وجہ سے وہ ثواب کا حقدار بنے گا۔

حدیث شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شہادت کی اور بیچ کی انگلی کے درمیان فاصلہ رکھ کر اشارہ فرمایا کہ میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے۔

اس لئے جب کسی آدمی کا بیٹا نہ ہو اور وہ اس طرح کے لڑکے کو مالی امداد کرنا چاہے تو ہدیہ کے طور پر دے سکتا ہے، اور اپنے انتقال سے پہلے اپنی ملکیت میں سے ایک تہائی تک کی وصیت بھی کر سکتا ہے۔ (کفایت المفتی: ۲۹۶/۵)

اسلامی مذہب میں نسل کی حفاظت اہم ہونے کی وجہ سے اس کی اہمیت بھی بہت ہے، اس لئے کوئی بھی رسم کہ جس کی وجہ سے نسل میں تھوڑا سا بھی نقص آ جاوے ایسی رسم شریعت کے خلاف سمجھی جائے گی۔ اسی بنا پر اسلام متبنی کے رواج کو حرام ٹھہرا کر خاندان کو جعلی افراد سے پاک رکھنا چاہتا ہے۔ اس لئے حمل ٹھہرا کر مصنوعی ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے ذریعہ حمل ٹھہرانے کے جتنے بھی طریقے ہیں وہ سب ممنوع اور حرام ہیں۔

مصنوعی طریقہ: حمل ٹھہرانے کی تین قسم ہیں۔ ٹیسٹ ٹیوب بے بی مصنوعی طور پر حمل ٹھہرانے کا پہلا طریقہ: ڈاکٹر شوہر کی منی کو نلکی میں لے کر کسی نوجوان عورت کو کرایہ پر لے کر اس کے رحم میں منی کو پہنچائے، نو مہینہ کے بعد پیدا ہونے والے بچہ کو ڈاکٹر نے جس آدمی کی منی لی تھی اس کی عورت کو سپرد کیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر اور اس نوجوان عورت کو اس کی اجرت دی جاتی ہے۔

شریعت میں اس طرح کا حمل قرار دینے کی کوئی جائز دلیل نہیں ملتی کہ جس کی بنیاد پر جائز ہونے کا فتوی دیا جائے، شریعت کے قانون و اصول کی روشنی میں یہ طریقہ ناجائز ہے۔ اور یہ تو متبنی کے رواج سے بھی بدتر اور ناجائز عمل ہے۔ کیوں کہ

اس طرح پیدا ہونے والے بچہ میں دو طرح کے نقص پائے جاتے ہیں ایک تو متبنی کے رواج میں جو گناہ ہوتا ہے وہ یعنی کہ نسل میں غیر کے افراد کو خاندان کے افراد میں شامل کرنا، دوسرا گناہ زنا کاری سے حمل کا قرار پانا ہے، جس کی وجہ سے بہت بڑا قابل لعنت گناہ ہوگا بلکہ یہ بھی ہی کا ایک طریقہ ہے۔ دونوں کا طریقہ اور انجام بھی یکساں ہے، اگر اسلامی قوانین کی آڑ نہ ہوتی تو (جیسے کہ حدود کو شک کی بنا پر معاف کرو)اور شریعت کی اصطلاح میں جس کو زنا کہا جاتا ہے وہ تعریف صادق نہیں آتی، تو زنا کی حد کے قابل ہوتا۔ (ہدایہ حصہ:۲، کتاب الحقوق)

یہ مصنوعی طریقہ حدیث کے خلاف ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو آدمی اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ دوسرے کی کھیتی کو اپنا پانی نہ پلائے۔ یعنی حاملہ عورت سے نکاح کیا ہو تو جب تک وضع حمل نہ ہو جائے وہاں تک اس کے ساتھ جماع نہ کرے۔ (مشکوۃ:۲۹۰/۲)

یہ طریقہ اپنانے میں بہت سی خرابیاں پائی جاتی ہیں، اس طریقہ سے جو بچہ پیدا ہوگا اسے جس کی منی لی گئی ہے اس کی نسل میں سے شمار نہیں کیا جائے گا۔ جس کی وجہ سے اسے ایک دوسرے کے شرعی ورثاء بھی نہیں مانے جائیں گے، کیوں کہ شرعی طور پر نسل کے ثبوت کے لئے شریعت کے بتائے ہوئے طریقہ سے نکاح پڑھ کر میاں بیوی بننا ضروری ہے، استقرار حمل کے اس طریقہ میں عورت کے رحم میں منی پہنچائی گئی ہے وہ اس کی شرعی طور پر بیوی نہیں ہے۔

وعلی المولود له رزقهن وكسوتهنّ بالمعروف. وفي ذكر المولود له اشارة الى ان النسب للاباء. (شامي)

قرآن شریف کی اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ لڑکے کا نسب باپ کے نسل سے شمار ہوگا، جس کے ثبوت کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ اس کی بیوی سے پیدا ہوا ہو۔

حدیث شریف میں ”**ناکح الید ملعونٌ**“ ہاتھ کے ذریعہ اپنی منی نکالنے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے، نلکی میں منی لینے والا اس وعید کا مستحق ہوگا۔ کیوں کہ مذکور حدیث میں منی کو ضائع کرنے والے کو قابل لعنت بتایا گیا ہے۔

تو اس میں بھی یہی صورت ہے کہ جو بچہ اس طرح پیدا ہوگا اس بچہ کے نسب کو شوہر کے نسب سے ثابت نہیں کیا جائے گا۔ جس کی وجہ سے بچہ برباد ہو جائے گا، مذکورہ تمام خرابیاں اس طریقہ میں بھی پائی جاتی ہیں، اس لئے یہ طریقہ بھی ناجائز اور حرام ہے۔

دوسرا طریقہ: میاں بیوی کی منی کو ایک ٹیوب میں ملا کر اس کے Fatus بناتے ہیں، اس Fatus کو دوسری عورت کے رحم میں ڈالا جاتا ہے، بچہ پیدا ہوتا ہے، تو وہ بچہ جس میاں بیوی کی منی لی گئی ہے ان کے حوالہ کیا جاتا ہے، عورت اور ڈاکٹر دونوں کو اس کی اچھی خاصی اجرت دی جاتی ہے، بچہ حاصل کرنے کا یہ طریقہ بھی غیر فطری اور ناجائز ہے، اور پہلے طریقہ میں لکھی ہوئی تمام خرابیاں اس میں بھی پائی جاتی ہیں۔ اس وجہ سے یہ طریقہ بھی ناجائز اور حرام ہے۔

تیسرا طریقہ: شوہر نامرد ہو اس وجہ سے کسی اور مرد کی منی لے کر اس نامرد کی بیوی کے رحم میں ڈالا جاتا ہے، اس صورت میں نسب ثابت ہو جائے گا۔ کیوں کہ حدیث شریف میں ہے کہ:

الولد للفراش وللعاهر الحجر. (مشکوۃ : ۲/۲۸۲)

شادی شدہ عورت غیر مرد سے زنا کرائے اور اس سے جو بچہ پیدا ہو تو عورت جس کے نکاح میں ہے، بچہ اس کا سمجھا جائے گا۔ اس زنا کار کے لئے سزا ہے۔ اس لئے یہ تیسرا طریقہ میں جس عورت کے رحم میں منی پہنچائی گئی ہے وہ عورت اس کے

نکاح میں ہے اس لئے یہ سمجھا جائے گا کہ یہ بچہ اس شوہر سے پیدا ہوا ہے۔اس طریقہ میں میاں بیوی دونوں گنہگار ہوں گے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ان تینوں طریقوں میں کوئی بھی طریقہ جائز نہیں، اور انسانی کرامت اور حرمت کو ختم کر دینے والی چیز ہے، پہلے اور دوسرے طریقہ میں نسل اس شوہر سے ثابت نہیں ہوگا؛ مگر بچہ برباد نہ ہو جائے اس لئے نسب اس کی ماں سے ثابت ہوگا۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے انسانی زندگی بہت ہی قابل حرمت بنائی ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی امانت ہے؛ جو انسان کو سپرد کی گئی ہے، اس لئے انسانی روح کو برباد کرنا کسی بھی صورت میں گناہ کبیرہ اور حرام شمار کیا جائے گا۔

اس قیمتی جان کی حفاظت کے لئے بڑی چیزیں پیدا کی گئی ہیں، جان بچانے اور تکلیف دور کرنے کے لئے اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزیں صرف اس کو استعمال کرنے کی اجازت ہی نہیں ہے بلکہ اس کو استعمال کرنے کا حکم ہے۔دوا، علاج کرنا سنت ہے لیکن کبھی دوا کرنا فرض اور ضروری ہو جاتا ہے جیسا کہ کسی بیمار کے پاس ایسی دوا ہو کہ جس کے استعمال سے اس کی بیماری کا اچھا ہو جانا یقینی ہو ایسے وقت وہ دوا لینا ضروری ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے کوئی ایسی بیماری پیدا نہیں کی جس کی دوا پیدا نہ کی ہو۔ (مشکوۃ:۲/۳۸)

بیمار کی تکلیف اور اس کے درد کا خیال نماز جیسی اہم عبادت میں بھی رکھا گیا ہے، کہ بیمار کھڑے رہ کر نماز نہ پڑھ سکتا ہو تو بیٹھ کر پڑھے، اور بیٹھ کر نہ پڑھ سکتا ہو تو چیت لیٹ کر نماز پڑھے، اور اگر رکوع وسجدہ نہ کرسکتا ہو تو اشارہ سے نماز ادا کرنے کی

شریعت نے سہولت دی ہے۔ بیمار کے لئے نماز کی طرح روزے اور دوسرے شرعی کاموں میں بھی الگ الگ احکام شریعت نے بتائے ہیں، مجبوری کی حالت میں انسان کی جان بچانے کے لئے کچھ شرطوں کے ماتحت رہ کر بہت سے ایسے کام جو عام حالت میں حرام ہیں وہ حلال کر دیئے گئے ہیں۔

فقہاء کرام نے تین شرطوں کے ماتحت حرام چیزوں کو استعمال کرنے کی اجازت دی ہے۔

(۱) مجبوری کی ایسی حالت ہو کہ حرام چیز استعمال نہ کرنے سے جان کا خطرہ ہو۔

(۲) جان کا خطرہ صرف گمان کے درجہ میں نہ ہو بلکہ معتبر حکیم یا ڈاکٹر نے یقینی طور پر جان کا خطرہ بتایا ہو۔

(۳) ان حرام چیزوں سے جان بچے گی ایسا یقین معتبر حکیم یا ڈاکٹر نے دیا ہو۔ (جواہر الفقہ حصہ:۲)

زندہ یا مردہ انسان کے اعضاء کاٹ کر یا نکال کر دوسرے آدمی کے جسم میں لگانا، انسانی شرافت اور حرمت اور مان و مرتبہ کے خلاف ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ساری ذی روح اور غیر ذی روح چیزوں کو انسان کے فائدہ اور اس کے استعمال کے لئے بنائی ہیں، اور انسان کو دنیا کی تمام چیزوں کو استعمال کرنے والا اور مخدوم بنایا ہے، اس لئے انسان زندہ ہو یا مردہ اس کے اعضاء کو کاٹ کر یا نکال کر استعمال کرنا ناجائز، حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔

شامی میں لکھا ہے کہ کوئی آدمی دوسرے آدمی کو کہے کہ میرے جسم کا فلاں حصہ کاٹ کر کھا جاؤ تو اس آدمی کے لئے کھانا جائز نہیں، بھوک، پیاس اور مخمصہ کی حالت

میں بھی انسان کا گوشت کھانا جائز نہیں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جس بلند مرتبہ سے نوازا ہے اس کا یہی تقاضا ہے۔ (شامی:۲۵۶/۵)

جب بھوک، پیاس اور مخمصہ کی حالت میں انسان کو ایسا کرنے کی اجازت نہیں ہے تو اس سے آسانی کے ساتھ سمجھ میں آجائے گا کہ بھوک، پیاس سے وفات پانا برداشت کیا جاسکتا ہے مگر انسان کا گوشت کھانے کی اجازت نہیں ہے۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کسی بھی انسان کے جسم کا کوئی بھی حصہ کاٹ کر یا الگ کر کے دوسرے کے جسم میں لگانا جائز نہیں ہے۔ کیوں کہ اس میں انسان کی توہین اور ذلت ہے؛ جس کو اسلام کبھی بھی برداشت نہیں کرسکتا۔

انسان اپنے جسم کے کسی عضو کو دوسرے کو ہدیہ کرے یا بیچ ڈالے یا مرنے کے بعد ہدیہ کرنے کی وصیت کرے یہ ساری چیزیں جائز نہیں۔ کیوں کہ انسان کے پورے جسم کا مالک خدا ہے انسان تو اس کا نگہبان اور امین ہے۔

شامی میں لکھا ہے کہ انسان کے لڑکے کی بیع باطل ہے، اس کو بیچنا جائز نہیں ہے اسی طرح انسان کے بالوں کو بیچنا بھی جائز نہیں۔ (شامی:۱۴۵/۴، ہدایہ:۲۴/۱)

حدیث شریف میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورت اپنے بال کسی دوسری عورت کو دے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور ساتھ ساتھ اس عورت پر بھی لعنت ہے جو اپنے بالوں کے ساتھ ان بالوں کو لگاتی ہے۔
(مشکوۃ:۳۸۱/۲)

اس حدیث شریف سے آسانی کے ساتھ سمجھ میں آجائے گا کہ انسان کے بالوں کا اس طرح فائدہ اٹھانا جائز نہیں انسان کی حرمت، عزت اور بڑا درجہ شرعی طور پر ثابت ہے، پھر چاہے اس کا کوئی بھی مذہب ہو! اس لئے انسانی اعضاء کا

خرید و فروخت اس کو بے قیمت سمجھنا اس کا پتھر درخت کی طرح استعمال کرنا انسان کی تذلیل ہے، جو قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔ لہذا کوئی بھی مسلمان ایسی وصیت کرے کہ میرے مرنے کے بعد میرے جسم کا فلاں حصہ کاٹ کر دوسرے ضرورت مند انسان کے بدن میں لگا دینے کی میری طرف سے اجازت ہے، یہ وصیت جائز نہیں؛ خدانخواستہ اگر کوئی مسلمان یہ وصیت کرے تو اس کی وفات کے بعد اس کی وصیت پر عمل کرنا جائز نہیں؛ کیوں کہ انسان کی وفات کے بعد اس کے نعش کی حفاظت اس کے ورثاء اور دوسرے مسلمانوں کے ذمہ فرض ہے، مسلمان کی نعش کو چیرنا اور پھاڑنا حرام ہے، فقہ کی کتابوں میں تو یہاں تک لکھا ہے کہ کافر کی نعش کی ہڈیاں توڑنا انسانی حرمت کے خلاف ہے اور جائز نہیں۔ (شامی: ۱۴۵/۴)

جب کافر کی نعش کے ساتھ ایسا برتاؤ جائز نہیں ہے تو ایک مسلمان کی نعش کے ساتھ ایسا برتاؤ کس طرح جائز ہو سکتا ہے!

انسان کی زندگی بچانے کے لئے اعضاء کے تبادلہ کی ضرورت پڑے تو دھات یا کسی خاص قسم کا پتھر یا کسی درخت میں سے تیار کئے گئے اعضاء یا کسی جانور میں سے نکالے ہوئے اعضاء لگانے کی شریعت اجازت دیتی ہیں۔ جن حلال و حرام جانوروں کے اعضاء شریعت نے پاک بتائے ہیں ان اعضاء کو ذبح کئے ہوئے جانور یا مردہ جانور میں سے نکالے ہوئے اعضاء کو استعمال کرنے کی اجازت ہے۔ اگر کسی زندہ جانور کا کوئی عضو نکال لیا یا کاٹ لیا تو ایسا کرنا اور اس کا استعمال بھی جائز نہیں ہے۔ (شامی: ۱۵۲/۱)

خنزیر پورا ناپاک ہے، اس کا کوئی بھی عضو استعمال کرنا جائز نہیں۔

(ہدایہ: ۲۴/۱)

(٣) سر کے جڑے ہوئے بالوں کو سیٹ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ان بالوں کو وہاں سے نکالے بغیر کسی جدید طریقہ سے آگے کے بال لگا دیئے جاتے ہے، اگر کوئی ایسا طریقہ ہو تو اس کو اپنایا جائے تو شریعت میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور اگر بالوں کو کاٹ کر اس جگہ کو پور کیا جاتا ہو تو یہ دوسرے طریقہ میں جواب نمبر ٢ میں مذکور حقیقت کے مطابق انسان کے بالوں کی بے حرمتی ہوگی اس لئے جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

قیامت کے دن کس کے نام سے پکارا جائے گا؟

سوال : ٢/٨

انسان کو قیامت کے دن کس کے نام سے پکارا جائے گا؟ والد یا والدہ کے نام سے؟

جواب : ٢/٨ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

قیامت کے دن ہر انسان کو اس کے اور اس کے والد کے نام سے پکارا جائے گا۔

حضرت ابو دردہؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت بیان فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن تم کو تمہارے باپ، دادا کے ناموں سے پکارا جائے گا۔ اس لئے تم تمہارے نام اچھے رکھو۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(ابوداؤد: ٢/٣٢٨، معارف الحدیث: ٦/٣٠)

امام کے پیچھے آمین بالجہر کہنا۔

سوال : ٣/٩

ہماری مسجد میں حنفی مسلک کے مطابق نماز ہوتی ہے، ہمارے امام صاحب جب سورۂ فاتحہ ختم کرتے ہیں تو غیر مقلد لوگ بلند آواز سے آمین کہتے ہیں، جس کی وجہ سے امام صاحب کو قراءۃ پڑھنے میں خلل واقع ہوتا ہے، ہم غیر مقلدوں کو آہستہ آمین

کہنے کے لئے سمجھاتے ہیں تو وہ لوگ دلیل میں کہتے ہیں کہ حدیث شریف میں بلند آواز سے کہنے کا حکم آیا ہے، خلاصہ کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں، اور اگر غیر مقلدوں کو مسجد میں آنے سے منع فرمادیں تو ہم گنہگار رہوں گے؟

جواب : ۳/۹ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

امام کے پیچھے بلند آوز اور آہستہ آواز سے آمین کہنے کے سلسلہ میں دو قول ہیں، ایک بلند آواز سے کہنا سنت ہے، دوسرا آہستہ کہنا سنت ہے، بلند آوز سے کہنے والوں کے قول کے مطابق آہستہ کہنے سے اور آہستہ کہنے والوں کے قول کے مطابق بلند آواز سے کہنے میں نماز میں (دونوں کے قول کے مطابق) کوئی حرج نہیں آئے گا؛ اور گنہگار نہیں سمجھے جائیں گے۔ (شامی:۱/۴۰۲)

فضیلت والی راتوں میں بیان کرنا۔

سوال : ۴/۱۰

کیا فرماتے ہیں علماء دین اور شرع کے مفتی صاحب اس مسئلہ میں کہ ان راتوں میں تقریر، وعظ کرنا کیسا ہیں؟ ستائیسویں معراج کی رات، پندرہویں شعبان کی رات، ستائیسویں لیلت القدر، محرم کی دسویں رات اور بارویں وفات کی راتوں میں۔

ہمارے یہاں زیادہ تر نوجوان اور جو لوگ ان راتوں کی فضیلت نہیں جانتے وہ ان راتوں میں مسجد میں وعظ، تقریر نہ ہونے کی وجہ سے یا تو بازاروں میں رہتے ہیں یا پھر ناٹک، سنیماء میں ہوتے ہیں۔

جواب : ۴/۱۰ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

جن راتوں کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فضیلت وارد ہوئی

ہے ان راتوں میں وعظ ، بیان ،تقریر کرنے میں کوئی حرج نہیں ۔ بلکہ ثواب کا کام ہے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نافرمان عورتوں کی تعریف۔

سوال : ۵/۱۱

ایک عورت کا نکاح زید کے ساتھ کیا گیا ، ابھی شادی کو تقریبا ۳،۴ سال ہوئے ہیں اسی عرصہ میں کھیت اور مشترکہ کاموں میں معمولی سی بات پر دونوں میں جھگڑا ہوگیا شوہر کی خدمت کے سلسلہ میں کوئی جھگڑا نہیں ہوا ہے،کھیت اور مزدوروں کے کام کے سلسلہ میں عورت پر ظلم اور زیادتی کی جاتی ہے ۔مزید یہ کہ شریعت کے کہنے کے مطابق بیوی کو الگ مکان بھی نہیں دیتا، بھائیوں کی وجہ سے عورت کے ساتھ بدسلوکی کرتا ہے اور مجبور اور تنگ کرکے کہتا ہے کہ تیرے باپ کے گھر چلی جا ،اس بدسلوکی اور بداخلاقی کی وجہ سے عورت باپ کے گھر آنے پر مجبور ہو جاتی ہے،تو مرد حد درجہ کی تکلیف دے،کھیت میں مزدوری کرائے ،کام نہ کرنے پر بدسلوکی کرے تو اس طور پر کرنا شریعت میں جائز ہے؟ کیا یہ عورت نافرمان شمار ہوگی ؟ جبکہ عورت صرف اپنے شوہر کی خدمت کے لئے ہے، ایسی حالت میں شوہر طلاق دے دے تو جتنی مدت اپنے باپ کے گھر رہی (تقریبا ڈھائی سال تک) تو اس کا خرچ شوہر کے ذمہ ادا کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ جواب دے کرمہربانی فرمائیں۔

طلاق کے بعد عدت کے تین مہینہ کے درمیان نان ونفقہ شوہر کے ذمہ ہے مگر اس مسئلہ میں دریافت طلب صرف اتنا ہے کہ ڈھائی سال کا عرصہ عورت نے باپ کے یہاں گذارا ہے اور شوہر کی بدسلوکی کی وجہ سے آنے پر مجبور ہوگئی ہے اس درمیان کا خرچ شوہر کے ذمہ ہے یا نہیں؟

جواب : ۵/۱۱ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ھوالموفق للصواب۔

شریعت کی اصطلاح میں ’’ناشزہ‘‘ ایسی عورت کو کہا جاتا ہے جو شرعی عذر اور

شوہر کی اجازت کے بغیر شوہر کے گھر سے چلی جائے یا عورت ایسا گناہ کا کام کرے جس کی وجہ سے میاں بیوی کا نکاح کا تعلق ٹوٹ جائے۔

خارجة من البيت بغير حق وهي ناشزة حتى تعود الى منزله .

(شامی: ٢/٦٤٥)

وكل فرقة جاءت من قبل المرأة بمعصية الخ .... (هدايه : ٢/٤٢٢)

لیکن اگر شوہر کی طرف سے ظلم وستم ہوتا ہو اور اسی نے بیوی کو بدسلوکی کر کے نکال دیا ہو تو ناشزہ نہیں کہلائے گی۔ اب جتنی مدت عورت شوہر کے نکاح میں ہوتے ہوئے اپنے باپ کے گھر گذارے اور اس عرصہ کے درمیان شوہر نے اپنے گھر واپس لانے کے لئے کوشش بھی نہیں کی تو اتنی مدت کا خرچ شوہر کے ذمہ ادا کرنا ضروری ہے اور عورت اس کی حقدار ہے۔

ولو بيت ابيها واذالم يطع بها الزوج بالنقل وبه يفتى .

(شامی: ٢/٦٤٦)

حضرت یوسفؑ نے بنیامین کو روکنے کے لئے چور ٹھہرایا۔

سوال: ٦/١٢

حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائی بنیامین کو روکنے کے لئے برتن اناج میں رکھ کر ان کو چور ٹھہرایا تو یہ شریعت کے اعتبار سے کیسا ہے؟ کیا یہ جائز ہے؟

جواب: ٦/١٢ حامدًا ومصليًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

حضرت یوسفؑ اور ان کے بھائی بنیامین کا قصہ ذکر کرتے وقت ان کے بھائیوں کا حسد کرنا، کنویں میں ڈال دینا بلکہ قتل کا مشورہ کرنا وغیرہ مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ یوسفؑ کو کنویں میں ڈال دینے کے بعد بنیامین کے ساتھ وہی حسد والا رویہ جاری رہا بلکہ یوسفؑ نے بنیامین کو اپنے ساتھ لانے کی شرط پر آئندہ اناج دینے کا وعدہ کیا تب مصر جاتے ہوئے راستہ میں بنیامین کو ستانا اور بدسلوکی کرنا جاری رہا،

جب اناج لے کر واپس ہونے لگے تب بنیامین نے یوسفؑ کو کہا کہ مجھے کسی بھی طرح اپنے پاس روک لو، یوسفؑ کو وحی کے ذریعہ ایسی اطلاع نہیں دی گئی تھی کہ پورا قصہ منظر عام پر لا کر بنیامین کا بھائی ہونا ثابت کرے اسی لئے مصر کے وزیر بننے کے بعد بھی اپنے والد صاحب جو ان کے غم میں نابینا ہو چکے تھے مطلع نہیں کیا، دوسری طرف مصر کے قانون کے مطابق ایک غیر ملکی آدمی کو روک نہیں سکتے تھے اس لئے انہوں نے فرمایا کہ میں تم کو روک نہیں سکتا مگر ایک تدبیر ہے اگر چہ ظاہری طور پر اس میں تمہارا چور ہونا ثابت ہوگا، بنیامین نے بھائیوں کے حسد اور تکلیف کے مقابلہ میں اس بدنامی کو ہلکی سمجھ کر اس کو پسند کیا اس کے بعد ان کے تھیلے میں برتن رکھا گیا؛ یعقوبؑ کی شریعت کے مطابق چور کی سزا چور کو (جس کے مال کی چوری کی ہو اس کا) نوکر بنا کر رکھنے کی تھی۔

جبکہ مصر میں چوری کی سزا تھوڑی سی مار پیٹ کرنا اور جرمانہ لیکر چھوڑ دینا تھا، اس قانون کے ماتحت بنیامین کو روک نہیں سکتے تھے، جس کا تذکرہ قرآن شریف میں بھی ہے، اب یوسفؑ کے بھائی چوری کرنے والے کو مصر کے قانون کے مطابق سزا دینے کو بھی کہہ نہیں سکتے تھے کیوں کہ ان کے ملک میں تھے، اس کے باوجود انہوں نے پیش قدمی کر کے کنعانی (یعقوبی شریعت) سزا دینا پسند کیا، یوسفؑ کی تدبیر اور بھائیوں کا مکمل راضی ہونا یہ خدائی تدبیر تھی، یوسفؑ کے بھائی مصری سزا قبول کر کے بنیامین کو سزا دیکر اپنے ساتھ لے جا سکتے تھے مگر ان کے دل میں اپنی شریعت کے مطابق بات آئی یہ اللہ پاک کی طرف سے تدبیر تھی۔

حضرت یوسفؑ کے چلے جانے کے بعد حضرت یعقوبؑ کے دل میں بنیامین کی محبت اور زیادہ بڑھ گئی تھی، اس کا بھی امتحان لینا تھا اس لئے یہ تدبیر ہوئی قرآن شریف اس سارے قصہ کو اللہ کی حکمت، تدبیر بتاتا ہے، الا ان یشاء اللہ اور آیت کے اخیر میں وفوق کل ذی علم علیم بھی فرمایا گیا ہے، لہذا آیت پر ایمان لانا ضروری ہے۔

عسقلان کے قبرستان کی فضیلت۔

سوال : ۷/۱۳

فضائل حج بمصنف حضرت شیخ مولانا محمد زکریاؒ نے ایک عبارت لکھی ہے کہ دو قبرستان آسمان والوں کے لئے ایسے چمکدار اور روشن نظر آتے ہیں جیسے زمین والوں کو چاند ستارے روشن نظر آتے ہیں، اس میں ایک قبرستان جنۃ البقیع بھی ہے اور دوسرا مقبرہ عسقلان۔ تو سوال یہ ہے کہ عسقلان کے قبرستان کی کیا خصوصیت ہے؟ جس کی وجہ سے جنۃ البقیع کے ساتھ روشن اور چمکدار ہونے کا تذکرہ کیا گیا! کیا وہاں پر انبیاءؑ زیادہ تعداد میں مدفون ہیں؟ بحوالہ فضائل حج صفحہ ۱۵۹۔

جواب : ۷/۱۳ حامدًا ومصليًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

عسقلان فلسطین کے شہروں میں سے ایک شہر تھا اور فلسطین انبیاءؑ کا مدفن رہا ہے، اس وجہ سے اس کی فضیلت ذکر کی گئی ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

پیدائشی طور پر ختنہ شدہ لڑکا۔

سوال : ۸/۱۴

ہمارے لڑکے عرفان اور رفیق اور عثمان غنی تینوں بھائی پیدائشی طور پر ختنہ شدہ ہیں، اوپر والے حصہ پر تھوڑی چمڑی ہے تو ختنہ کرانا ضروری ہے یا نہیں؟ ڈاکٹر سے دریافت کیا گیا تو بتایا کہ ختنہ ہو چکی ہے؛ ختنہ کرانے کی ضرورت نہیں، چار سے چھے سال کی عمر ہے۔

جواب : ۸/۱۴ حامدًا ومصليًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دس چیزیں فطرت کی بتائی ہیں ان میں سے ایک ختنہ کرنا بھی ہے جو آج کل مسلم اور غیر مسلم کے درمیان تمیز اور فرق کرنے کی علامت اور نشانی ہے، ختنہ کرنا سنت ہے اور یہ ایک اسلامی شعار ہے اس لئے فقہاء

دین نے یہاں تک لکھا ہے کہ اگر کسی بستی کے تمام مسلمان اس کو چھوڑ دے تو اسلامی حکومت میں حاکم کے لئے لازم ہے کہ ان سے جہاد کرے۔ (شامی:۵/۵۳۰)

کسی بچہ کے پیدائش اس طور پر ہو کہ اس کا حشفہ کھلا ہوا ہو یعنی اس پر چمڑی نہ ہو دیکھنے والے کو ختنہ شدہ نظر آتا ہو اور چمڑی اتنی کم ہو کہ اس کو کاٹ بھی نہیں سکتے یا کاٹنے سے تکلیف ہوتی ہو تو ختنہ کرنے کی ضرورت نہیں۔

(شامی:۵/۵۲۹، ۵۳۰، عالمگیری:۵/۳۵۷)

فتح الباری شرح البخاری میں لکھا ہے کہ شافعی مسلک کے علماء میں سے ایک عالم کا کہنا ہے کہ بچہ ختنہ شدہ جیسی حالت میں پیدا ہوا ہو تو بھی استرہ پھیرا دینا چاہئے، کیوں کہ ابو سماح کہتے ہیں کہ ختنہ شدہ جیسی حالت میں جو بچہ پیدا ہوتا ہے اس کی پوری ختنہ ہوئی ہوتی نہیں ہے، ایسا بہت سے بچوں میں دیکھا گیا ہے کہ صرف حشفہ کا کچھ حصہ ہی نظر آتا ہے یعنی یہ بات مدنظر رکھنی چاہئے کہ اگر ایسا ہو اور پوری ختنہ جیسا نہ ہو تو ختنہ کردینی چاہئے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (فتح الباری:۱۰/۲۵۶)

دوسرے کے بیٹے کو متبنیٰ بنانے کا رواج۔

سوال : ۹/۱۵

گجرات کے سنی وہورا جو ۶۰۰ سے ۷۰۰ سال پہلے ہندو مذہب چھوڑ کر مسلمان بن چکے ہیں ان کے معاشرہ میں متبنیٰ بنانے کا رواج جاری ہے تو اس سنی وہورا سماج کے ترتیب کے مطابق درست ہے یا نہیں؟ کسی سنی وہورا سماج کے آدمی کو اولاد نہ ہو تو وہ لڑکا یا لڑکی کو متبنیٰ بنا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب : ۹/۱۵ حامدًا ومصلیًا ومسلمًا۔ ھوالموفق للصواب۔

دوسرے کے لڑکے کو متبنیٰ بنانا شریعت کے مطابق صحیح ہے، حقیقی لڑکے کے لئے جو احکام شریعت میں ہیں، وہ متبنیٰ لڑکے کے لئے نافذ نہیں کئے جائیں گے؛ اپنی

حقیقی اولاد اور متبنی دونوں کے لئے نکاح، پردہ، وراثت وغیرہ میں یکساں احکام ماننا یہ رواج اسلامی شریعت کے خلاف ہے۔ (کفایت المفتی: ۲۹۶/۵)

اموات کی کثرت۔

سوال: ۱۰/۱۲

راجپیپلا کے سندھی واڈ محلّہ میں ایک سال میں تقریبا دس سے پندرہ وفات ہوئی ہے، اس بستی میں واقع مدرسہ اور مسجد آباد نہیں ہیں۔ دو علاقہ کے علاوہ دوسرے علاقوں میں اتنی تعداد میں وفات نہیں ہوئی ایک میت کے چالیس یا دس دن ختم نہیں ہونے پاتے کہ فورا دوسری وفات ہوتی ہے اس وجہ سے اس علاقہ کے لوگ خوف اور وحشت محسوس کرر ہے ہیں، تو شریعت کے مطابق ان لوگوں کو کیا عمل کرنا چاہے؟ جیسا کہ صدقہ وغیرہ کر سکتے ہیں؟ اچانک موت واقع ہونے کی وجہ سے اس علاقہ کے لوگ کیا کر سکتے ہیں؟ شریعت کی حدود میں تفصیل کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں، اگر چہ موت کا آنا تو یقینی ہے اور ہر جاندار کو موت آنے والی ہے؛ لیکن اتنی بڑی تعداد میں اچانک طور پر آنے والی موت سے بچنے اور حفاظت کے لئے شریعت کا حکم بیان فرمانے کی درخواست ہے۔

جواب: ۱۰/۱۲ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

کثرت اموات صرف آپ کی بستی ہی میں نہیں بلکہ آج کل بہت سی جگہوں پر دیکھا گیا ہے کہ اچانک، ناگہانی اور آفات سماویہ کی وجہ سے مرنے والوں کی تعداد بڑھ رہی ہے جس کی وجہ گناہ اور گناہوں کے اقسام کا بڑھ جانا ہے جس سے اللہ پاک کی ناراضگی اور غصہ اور غضب بڑھ جاتا ہے جس کا تذکرہ قرآن وحدیث میں صاف طور پر آیا ہے۔ لیکن موت مؤمن کے لئے ایک تحفہ ہے، حدیث شریف میں ہے کہ مؤمن کا معاملات عجیب ہے اس کے سارے معاملے خیر اور بھلائی والے ہیں یہ

صرف مؤمن بندے اور بندیوں کے لئے ہے۔ کسی بھلائی کے ملنے پر اگر شکر ادا کرے تو اس میں بھی اس کے لئے بھلائی ہے اور اگر مصیبت پر صبر کرے تو بھی بھلائی ملے گی۔ (بخاری شریف)

مشکوۃ شریف میں حدیث ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس قوم میں زنا کثرت کے ساتھ ہونے لگے گا اس قوم میں موت کثیر تعداد میں واقع ہوگی۔

دوسری روایت میں ہے کہ جس قوم میں زنا کاری اور برائیاں عام ہوجائے گی تو اس قوم میں ایسی نئی نئی بیماریاں پیدا ہوجائے گی جس کے بارے میں پہلے کبھی سنا بھی نہیں ہوگا۔ (ترغیب)

آج اپنے معاشرہ میں یہ برائیاں گھر کر چکی ہیں، اس لئے ہمیں ان برائیوں سے بچنا چاہئے، اسی طرح مندرجہ ذیل دعاء کو ہر نماز کے بعد پڑھنا چاہئے، دعاء کے شروع اور اخیر میں درود شریف تین تین مرتبہ پڑھ لینا چاہئے، وہ دعاء یہ ہے:

﴿ اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَ اتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ (۱۷۲) اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ (۱۷۳) فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ، وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ﴾ (سورۂ آل عمران: پارہ۴، آیت نمبر: ۱۷۲سے۱۷۴تک)

ہر نماز کے بعد پڑھے اور ساتھ میں لایلف قریش کی سورۃ بھی پڑھی جائے۔

فقط واللہ اعلم بالصواب۔

اپنی اصلاح کے لئے تبلیغی جماعت میں نکلنا۔

سوال: ۱۱/۱۷

زید چالیس دن کے لئے تبلیغی جماعت میں نکل گیا ہے حالانکہ اس کے گھر پر اس کے لڑکے۔ لڑکیاں، ماں۔ باپ، بھائی۔ بہن چھوٹے بڑے گناہ کررہے ہیں یہ

پہلی حالت ہے۔ دوسری حالت یہ ہے کہ اس کے پڑوسی اور محلّہ والے بھی چھوٹے بڑے گناہ کر رہے ہیں۔ تیسری حالت یہ ہے کہ اس کے گاؤں والے بھی چھوٹے بڑے گناہوں میں مبتلا ہیں، چوتھی حالت یہ ہے کہ مذکورہ تینوں قسم کے لوگ چھوٹے بڑے گناہوں میں ملوث ہیں۔ تو ان چاروں حالتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے زید کے لئے تبلیغی جماعت میں ۴۰ دن اور گشت میں جانا کیسا ہے؟

جواب: ۱۱/۱۷ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

جو لوگ تبلیغی جماعت میں جاتے ہیں وہ لوگ اپنی خود کی اصلاح کے لئے جاتے ہیں وہ لوگ دوسروں کو نصیحت اور اصلاح کرنے کے لئے نہیں نکلتے، البتہ جو لوگ مصلح ہے ان کو الاقرب فالاقرب کا رویہ اختیار کرنا چاہئے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

گیارہویں شریف کے دن اللہ کے نام کا کھانا کھلانا۔

سوال: ۱۲/۱۸

گیارہویں شریف ربیع الاول یا ربیع الآخر کی کونسی تاریخ کو آتی ہے؟ اس کا صحیح دن کونسا ہے؟ اور اس دن اللہ کے نام کا کھانا کھلانا، کچھ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اس سے مطلع فرمائیں۔

بہت سے لوگ اس دن پیسے جمع کر کے صرف اللہ کے نام پر کھانا بنا کر کھلاتے ہیں، اپنے مرحوموں کو ثواب پہنچانا جائز ہے یا نہیں؟ اس دن کو کسی جشن اور تہوار کی طرح منانا جائز ہے یا نہیں؟ بہت سے گاؤں میں مولود شریف پڑھائی جاتی ہے، مولود شریف میں خاص کر کے کیا پڑھنا چاہئے؟ اس سے مطلع فرمائیں۔

جواب: ۱۲/۱۸ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ ''ماثبت بالسنۃ'' میں حضرت عبد القادر جیلانیؒ کی

وفات کے سلسلہ میں متاخرین کے جو اقوال نقل فرمائے ہیں اس میں سے ایک قول یہ بھی ہے کہ ربیع الآخر کی گیارہویں تاریخ کو ان کی وفات ہوئی ہے۔

(فضائل امام مشہور:۸۶)

کتب فقہ میں حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کی وفات کے دن کوئی خاص عمل کیا جائے یا اس دن اللہ کے نام پر کھانا پکا کر ایصال ثواب کیا جائے اس سلسلہ میں کوئی حکم نہیں دیا گیا۔ بلکہ گیارہویں شریف کے دن کو جشن کی طرح بڑے جوش کے ساتھ منانا؛ جس میں محفلیں کی جائیں، اس میں فاتحہ خانی رکھنا اور گیارہویں کے دن ایصال ثواب کو ثواب کا کام سمجھ کر ایصال ثواب کیا جاتا ہے یا اس دن ایصال ثواب کے کام کو زیادہ ثواب کا کام سمجھ کر کرنا، یہ سب باتیں بے بنیاد اور بدعت ہے۔

(کفایت المفتی:۲۱۴/۱)

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے اسلام اور مسلمانوں پر جو احسان ہیں ان احسانوں کا بدلہ نہیں دے سکتے، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے احسانات کو یاد کیا جائے اور ان کی سیرت جان کر اس پر عمل کیا جائے اور ان کے احسانوں کا بدلہ دینے کے لئے وقتاً فوقتاً نفل نمازیں پڑھی جائیں، روزہ، خیرات، صدقہ، قرآن پڑھ کر اس کا ثواب ان کو پہنچایا جائے۔ لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ یہ سب شریعت کی حدود اور حکموں کے ماتحت کیا جائے، کیوں کہ ایصال ثواب کرنا کار خیر ااور جائز ہے۔ لیکن ایصال ثواب کے لئے کوئی تاریخ یا دن متعین کرنا نا جائز ہے۔

(امداد الفتاوی:۳۰۱/۵)

مولود شریف کا مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اور عادات کا تذکرہ کیا جائیں، جس میں بعض لوگ جمع ہو جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت بیان کی جائے، لیکن آج کل ربیع الاول کے مہینہ میں ہر محلّہ، گلی کوچہ اور مسجدوں میں جو محفلیں کی جاتی ہیں اس میں بہت

سی چیزیں خلاف شرع ہونے کی وجہ سے بدعت اور ناجائز ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (امداد الفتاوی: ۲۴۹/۵)

گیارہویں شریف۔

سوال: ۱۳/۱۹

گیارہوں شریف کس مہینہ میں آتی ہے؟ اور اس دن صرف اللہ کے نام پر کھلانا اور کچھ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ۱۳/۱۹ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

حضرت شیخ عبدالحق محدیث دہلویؒ اپنی کتاب ”ماثبت بالسنۃ“ میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی وفات کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ”ربیع الاول کی گیارہویں تاریخ کو ان کا انتقال ہوا تھا۔“

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے انتقال کے دن کوئی خاص عمل کرنے اور اس دن اللہ کے نام کا کھانا پکا کر کھلا کر ایصال ثواب کرنے کے سلسلہ میں شریعت کا کوئی حکم وارد نہیں ہوا ہے۔ بلکہ گیارہویں شریف کے دن کو جشن کی طرح بڑے جوش وخروش کے ساتھ منانا؛ جس میں محفلیں کی جائیں، اس میں فاتحہ خانی رکھنا اور گیارہویں کے دن ایصال ثواب کو ثواب کا کام سمجھ کر ایصال ثواب کیا جاتا ہے یا اس دن ایصال ثواب کے کام کو زیادہ ثواب کا کام سمجھ کر کرنا، یہ سب باتیں بے بنیاد اور بدعت ہے۔ (کفایت المفتی: ۲۱۴/۱)

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے اسلام اور مسلمانوں پر جو احسان ہیں ان احسانوں کا بدلہ نہیں دے سکتے، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے احسانات کو یاد کیا جائے اور ان کی سیرت جان کر اس پر عمل کیا جائے اور ان کے احسانوں کا بدلہ دینے کے لئے وقتاً فوقتاً نفل نمازیں پڑھی جائیں، روزہ، خیرات، صدقہ، قرآن پڑھ کر اس

کا ثواب ان کو پہنچایا جائے۔

لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ یہ سب شریعت کی حدود اور حکموں کے ماتحت کیا جائے، کیوں کہ ایصال ثواب کرنا کار خیر اا ور جائز ہے۔لیکن ایصال ثواب کے لئے کوئی تاریخ یا دن متعین کرنا نا جائز ہے۔ (امداد الفتاوی:۳۰۱/۵)

مولود شریف۔

سوال: ۱۴/۲۰

بہت سے گاؤں میں مولود شریف پڑھائی جاتی ہے؛ مولود شریف میں خاص طور پر کیا پڑھنا چاہیئے؟ تفصیل کے ساتھ مطلع فرمائیں۔

جواب: ۱۴/۲۰ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

مولود شریف کا مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اور عادات کا تذکرہ کیا جائے، جس میں بعض لوگ جمع ہو جائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت بیان کی جائے۔

لیکن آج کل ربیع الاول کے مہینہ میں ہر محلّہ، گلی کوچہ اور مسجدوں میں جو محفلیں کی جاتی ہیں اس میں بہت سی چیزیں خلاف شرع ہونے کی وجہ سے بدعت اور نا جائز ہے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (امداد الفتاوی:۲۴۹/۵)

اجتماعی طور پر فاتحہ خوانی اور دعاء ثانیہ۔

سوال: ۱۵/۲۱

سنن اور نوافل کے بعد امام اور مصلی حضرات ایک جگہ جمع ہو کر دعاء کرتے ہیں، اس کا شریعت میں کیا حکم ہے؟

ہمارے یہاں ہر نماز کے بعد امام صاحب سے مصافحہ کرنے کا رواج ہے؛ تو شریعت میں اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: ۱۵/۲۱ حامدًا ومصليًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

سنن اور نوافل کے بعد جمع ہوکر دعاء کرنا بدعت ہے، اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (امداد الاحکام: ۱/۷۸)

فتاوی رحیمیہ میں دوسرا طریقہ یہ لکھا گیا ہے کہ فرائض کے بعد صرف اللّٰھم انت السلام ... دعاء کی جاتی ہے اس کے بعد سنن وغیرہ مسجد میں ادا کرنے کے بعد امام اور مقتدی جمع ہوکر الفاتحہ کہہ کر دعاء کرتے ہیں، تو یہ طریقہ بھی خلاف سنت ہے اور اس کی نہ تو کوئی اصل ہے اور نہ ہی کوئی دلیل! الگ الگ سنن ونوافل پڑھنے کے بعد جمع ہوکر دعاء کرنا نہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ثابت ہے اور نہ ہی قول سے اور صحابہ کرامؓ، تابعین، تبع تابعین اور کسی امام دین کے عمل یا قول سے ثابت نہیں ہے۔ (فتاوی رحیمیہ: ۱/۲۱۵، ۲۱۶)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں غور وفکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ طریقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں تھا۔ بلکہ صحیح حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ سنتیں گھر جاکر ادا کرتے تھے اور صحابۂ کرامؓ کو بھی اس کی ترغیب دیتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدمی کی افضل نماز فرض نماز کو چھوڑ کر وہ ہے جو گھر میں پڑھی جائے۔ یعنی کہ فرض نماز کے علاوہ تمام نمازیں گھر میں پڑھنا افضل ہیں۔ (مشکوۃ: ۱/۱۱۴)

کعب ابن عجرہؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد بنی اشہل میں مغرب کی نماز ادا کی اور نماز کے بعد دیکھا کہ جماعت میں شریک ہونے

والے لوگ بھی نماز کے بعد مسجد میں ہی سنتیں اور نوافل ادا کرتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ نمازیں تو گھر جا کر پڑھنی چاہیئے۔

حضرت عبداللہ ابن سعد انصاریؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے یا مسجد میں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرض نماز چھوڑ کر مسجد کے بجائے گھر پر سنن و نوافل پڑھنا مجھے زیادہ محبوب ہے۔

پہلی حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سنن و نوافل مسجد میں پڑھنے کے بجائے گھر پر پڑھنا زیادہ افضل ہے۔ اور دوسری حدیث سے بھی سنن و نوافل کو گھر پر ادا کرنے کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے مسجد میں نمازیں شروع کر دیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی کہ یہ نمازیں تو گھر پر پڑھنی چاہیئے۔ اور تیسری حدیث سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نفل نمازیں مسجد کے مقابلہ میں گھر میں پڑھنا افضل ہے۔

حضرت عبداللہ بن شقیقؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں ظہر سے پہلے چار رکعت پڑھتے تھے۔ پھر باہر تشریف لے جاتے اور لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھاتے پھر اندر تشریف لاتے اور دو رکعت ادا کرتے۔ پھر (عصر کے وقت) باہر جاتے اور عصر کی نماز پڑھاتے اور (مغرب کے وقت) مغرب کی نماز پڑھاتے اور پھر اندر تشریف لا کر دو رکعت پڑھتے پھر عشاء کی نماز لوگوں کو پڑھاتے اور میرے گھر میں آ کر دو رکعت پڑھتے۔

عبداللہ بن شقیقؓ کی اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرض نمازوں کے بعد سنتیں اپنے حجرۂ مبارکہ میں جا کر ادا کرتے تھے۔ جب ان

حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ زیادہ تر سنتیں گھر جا کر ادا کرتے تھے۔ تو پھر امام اور مقتدیوں کا جمع ہو کر دعاء ثانیہ کرنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ کبھی کسی مصلحت اور ضرورت کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں سنتیں ادا فرمائیں تب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتدیوں کے ساتھ ملکر دعاء نہیں کی۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سنتوں میں مشغول رہتے تھے اور مقتدی حضرات اپنی اپنی سنتیں پڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کئے بغیر چلے جاتے تھے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز کے بعد مغرب کی سنتوں میں اتنی طویل قراءۃ فرماتے کہ نمازی مسجد سے چلے جاتے تھے۔ (مشکوۃ شریف:۱/۱۰۵)

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ سنن ونوافل کے بعد امام اور مقتدیوں کا اجتماعی طور پر دعاء کرنے کا رواج ہی نہیں تھا، اس لئے یہ طریقہ خلاف سنت ہے اور اس کے بدعت ہونے میں کوئی شک نہیں، اس کو چھوڑنا ضروری ہے، خاص کر کہ اس وقت جبکہ دن بدن اس میں اضافہ ہو رہا ہو، امام لوگوں کے فارغ ہونے کا انتظار کرے اور پھر الفاتحہ کہہ کر دعاء شروع کرے اور اس کو لازم وضروری سمجھے اور جو دعاء ثانیہ میں شریک نہ ہو اس پر ملامت کی جائے تو اس کے بدعت ہونے میں کوئی شک نہیں، کیوں کہ شریعت کا حکم ہے کہ اگر کسی جائز یا مستحب کام کو لازم اور ضروری سمجھا جائے اور اس پر مداومت کی جائے تو وہ بدعت ہے۔

جو آدمی مستحب کام پر مداومت کرے اور اس کو ضروری سمجھنے لگے اور رخصت پر عمل نہ کرے تو شیطان اس کو گمراہ کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے، چہ جائیکہ بدعت پر مداومت کی جائے، مطلب یہ ہے کہ اس امر میں جو مباح یا مستحب ہے اسے پابندی کے ساتھ کرنا اور ضروری سمجھنا اس امر کو ناجائز اور بدعت تک لے جاتا ہے۔ جس

بات کا کوئی ثبوت ہی نہ ہو اس پر مداومت کرنا بڑے درجہ کی بدعت سمجھی جائے گی۔
دعاءِ ثانیہ کے بدعت ہونے کے سلسلہ میں مفتیان کرام کے فتاوی نقل کئے جاتے ہیں:

احناف کے فتاوی کی تصریح کے مطابق مسنون طریقہ یہ ہے کہ جس نماز کے بعد سنتیں ہیں اس میں فرض نماز سے سلام پھیرتے ہی مختصر دعاء کر کے سنن ونوافل میں مشغول ہو جائے اور سنتیں ادا کر کے ہر آدمی اپنے اپنے کام میں مشغول ہو جائے، اور جن فرائض کے بعد سنتیں نہیں ہے اس میں سلام پھیرنے کے بعد امام صاحب داہنی یا بائی جانب رخ کر دے اور اذکار مسنونہ پڑھے پھر سب نمازی دعاء کریں۔ جو دعاء ثانیہ کا طریقہ عوام میں رائج ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ حضرت مولانا ظفر احمد تھانویؒ امداد الاحکام میں لکھتے ہیں کہ جو صورت فاتحہ ثانیہ کی سوال میں ذکر کی گئی ہے وہ بدعت ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے، خاص کر کے اس پر مداومت کرنا بدعت سیئہ میں شامل ہے۔ (امداد الاحکام: ۱/۸۷)

کفایت المفتی میں حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ دعاء ثانیہ کے بارے میں فرماتے ہیں

''فرض نماز کے بعد امام بلند آواز سے دعاء مانگتا ہے اور مقتدی آمین آمین کہتے ہیں؛ درست ہے یا نہیں؟ یہ تو ٹھیک ہے کہ سنن ونوافل کے بعد انتظار کرنا اور اجتماعی دعاء مانگنا سنت کے خلاف ہے؛ مگر فرائض کے بعد دعاء مانگنا تو ثابت ہے۔''

جواب یہ لکھتے ہیں کہ: اس طریقہ کو ضروری اور لازم نہ سمجھا جائے تو مباح ہے مگر سنن ونوافل کے بعد سب کا موجود رہنا اور پھر اس طریقہ سے دعاء مانگنا واجب الترک ہے۔ (کفایت المفتی: ۳/۲۸۰)

فتاوی رحیمیہ میں حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوری صاحب (دامت

برکاتہم)فرض نمازوں کے بعد سنن ونوافل سے فارغ ہوکر فاتحہ پڑھنے کے سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ دوسرا طریقہ(دعاء ثانیہ)خلاف سنت، بے اصل، من گھڑت اور بلا دلیل ہے، الگ الگ سنتیں اور نوافل پڑھنے کے بعد سب کا اکھٹا ہونا اور اکھٹے ہوکر دعاء مانگنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی عمل سے اور فرمان سے ثابت ہے نہ صحابہ و تابعین، تبع تابعین اور ائمۂ دین میں سے کسی کے قول وعمل سے ثابت ہے۔

(فتاوی رحیمیہ :۲۱۶/۱)

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ فتاوی دار العلوم میں ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں: فرائض کے بعد دعاء کرکے متفرق ہوجانا چاہئے، سنن ونوافل کے بعد اجتماعاً دعاء کا پابند مقتدیوں کو نہ کرنا چاہئے۔ (فتاوی دار العلوم :۲۱۲/۴)

مصافحہ کے لئے نماز کے بعد کا وقت متعین کرنا غلط ہے، بدعت اور مکروہ اور روافض کا طریقہ ہے۔علامہ شامیؒ نے احناف اور شوافع سے یہی نقل کیا ہے۔

(شامی:۲۴۴/۵)

نماز کے بعد مصافحہ کرنا۔

سوال : ۱۶/۲۲

مصافحہ کس وقت کرنا جائز اور سنت ہے؟ کوئی آدمی کافی عرصہ کے بعد ملے تو مصافحہ کرنا سنت ہے؟ گاؤں ہی کا آدمی چھ آٹھ دن باہر جاکر واپس آئے تو اس کے ساتھ مصافحہ کرنا ثابت ہے یا نہیں؟

جواب : ۱۶/۲۲ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

مصافحہ کے متعلق سنت یہ ہے کہ جب پہلی مرتبہ ملاقات ہو تو آپس میں مصافحہ کرے۔

حدیث شریف میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو مسلمان آپس میں ملے تب مصافحہ کرے دونوں کے ہاتھ الگ ہونے سے پہلے ان دونوں کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ (مشکوۃ:۲/۴۰۱)

مگر نماز کے بعد چاہے وہ جمعہ کی نماز ہو یا عید کی نماز ہو یا کوئی اور نماز ہو مصافحہ کرنے کا جو رواج چل پڑا ہے وہ بدعت اور مکروہ تحریمی ہے، محققین احناف نے روافض کی سنت لکھا ہے، مرقاۃ شرح مشکوۃ میں لکھا ہے کہ واقعی مصافحہ کرنے کا وقت پہلی مرتبہ جب ملاقات ہو تب ہے۔ بہت سے آدمی جب ملتے ہیں تب مصافحہ نہیں کرتے بہت سی دیر تک ادھر اودھر کی باتیں کرتے رہتے ہیں اور جب نماز پڑھ لیتے ہیں تب مصافحہ کرتے ہیں، یہ کیسی سنت ہے؟ اسی لئے بعض علماء کرام نے اس وقت (نماز کے بعد) مصافحہ کرنا مکروہ اور بدعت مذمومہ تو یہ لکھا ہے۔ (مرقاۃ:۹/۴۷)

مصافحہ کے لئے نماز کے بعد کا وقت متعین کرنا غلط ہے، بدعت اور مکروہ اور روافض کا طریقہ ہے۔ علامہ شامیؒ نے احناف اور شوافع سے یہی نقل کیا ہے۔
(شامی:۵/۲۴۴)

باب : ۳
پاکی۔ ناپاکی
وضوء، غسل اور مسح

حوض کا طول وعرض۔

سوال : ۱/۲۳

ہمارے یہاں نئی مسجد کی تعمیر کے ساتھ ساتھ حوض تیار ہو رہا ہے جو دائری شکل میں بنایا جا رہا ہے، دائرہ کا ناپ ۵۸.۵۰ فٹ اور گہرائی ۴.۵۰ فٹ ہے، یہ حوض شریعت کے اعتبار سے معتبر ہوگا؟ حوض کا طول وعرض کتنا ہونا چاہئے؟

جواب : ۱/۲۳ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

جس حوض کا طول ۱۵ فٹ اور عرض ۱۵ فٹ کل ۲۲۵ مربع فٹ ہو وہ شرعی حوض کہلائے گا، اتنے طول وعرض والا حوض کسی بھی شکل میں بنایا جائے معتبر ہوگا۔ اس کے باوجود اگر جگہ زیادہ ہو تو اور زیادہ لمبا اور چوڑا بنانا بہتر ہے۔ حوض کے ناپ میں طول و عرض معتبر سمجھا جاتا ہے گہرائی کا اعتبار نہیں ہوتا۔ اس لئے سوال میں ذکر کردہ حوض کا ناپ شرعی طور پر معتبر نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(ہدایہ: ۳۶/۱، شامی: ۱۴۱/۱)

مسجد کے رقبہ میں حوض بنانا۔

سوال : ۲/۲۴

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک محلّہ میں ایک پرانی مسجد ہے اس کے سامنے دوسری ایک زمین ہے، مسجد کی مصلحت کے خاطر مسجد کے برآمدہ میں حوض بنانا چاہتے ہیں؛ لیکن حوض کے لئے وہ جگہ کافی نہیں ہے اس لئے اس حوض کا

کچھ حصہ مسجد کے نیچے آئے اور اس کے اوپر اس طرح چھت بنادی جائے جیسے کہ پہلے تھی تو اس طرح کرنا مناسب ہے؟ اس طرح کرنے سے مسجد بھی چھوٹی نہیں ہوگی اور حوض بھی ۲ گز جتنا مسجد کے نیچے بن جائے گا اور اوپر بند ہو جائے گا پہلے کی طرح لوگ اوپر نماز پڑھ سکتے ہیں؟ اس کا جواب عنایت فرمائیں۔

جواب : ۲/۲۴ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

مناسب نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مسجد کے صحن میں حوض بنانا۔

سوال : ۳/۲۵

حسن پور گاؤں کی مسجد میں حوض نہیں ہے جس کی وجہ سے وضوء آسانی کے ساتھ نہیں ہوسکتا۔ اور مسجد کے صحن کے بغیر حوض بنانے کے لئے زمین نہیں مل سکتی، اگر مسجد کے صحن سے حوض بڑھادیا جائے جس کا طول ۲۴ گز اور عرض ۴ گز جتنا بنانے کے بعد اوپر سے بند کردیا جائے جس کی وجہ سے نماز کی جگہ میں کوئی کمی نہیں آئے گی اور وضوء کرنے کے لئے فی الحال نالی بنائی گئی ہے وہ کل ملاکر سوا گز زمین ہے۔ تو اس طرح حوض بنانا جائز ہے یا نہیں؟ جواب عنایت فرمائیں۔

جواب : ۳/۲۵ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

شامی میں ہے کہ مسجد آسمان تک اور نیچے تحت الثریٰ تک سمجھی جائے گی۔ اس لئے اس جگہ حوض بنانا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

بارش کا پانی۔

سوال : ۴/۲۶

بارش کی موسم میں راستہ پر بارش کے پانی کے قطرات یا ہرے گھاس کے اوپر سے قطرات اڑتے ہیں وہ پاک ہیں یا ناپاک؟

جواب: ۴/۲۶ حامدًا ومصلیًا ومسلمًا۔ ھوالموفق للصواب۔

بارش کی موسم میں راستہ سے جو پانی کے قطرات اڑکر کپڑے یا بدن پر لگتے ہیں وہ پاک ہیں؛ اسی طرح گھاس پر پڑے ہوئے بارش کے پانی کے قطرات لگتے ہیں وہ پاک ہیں، جب تک راستہ یا گھاس کے اوپر ناپاک چیز لگی ہوئی نہ دیکھ لی جائے وہاں تک پاک سمجھے جائیں گے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (شامی:۱/۲۳۶)

وضوء میں داڑھی کا حکم۔

سوال: ۵/۲۷

کسی آدمی کی داڑھی کے بال اتنے زیادہ ہوں کہ بالوں کے نیچے کی خال دکھائی نہ دیتی ہو تو اس آدمی کے لئے خلال کرنا سنت ہے، مگر داڑھی کے بال کم ہو اور بالوں کے نیچے کی چمڑی بھی نظر آتی ہو تو ایسے آدمی کے لئے تمام بال دھونا سنت ہے مگر سوال یہ ہے کہ مکمل داڑھی دھونے کے بعد خلال کرنا سنت ہے یا نہیں ہے؟

جواب: ۵/۲۷ حامدًا ومصلیًا ومسلمًا۔ ھوالموفق للصواب۔

داڑھی کے بالوں کے نیچے کی چمڑی نظر آتی ہو تو وضوء میں چمڑی یعنی بالوں کی جڑ تک پانی پہنچانا فرض ہے اور جس عضو کو دھونا فرض ہو اس عضو کو تین مرتبہ دھونا سنت ہے۔ کم بال والی داڑھی کو دھو کر خلال کرنا سنت نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(شامی:۱/۷۵، مراقی الفلاح صفحہ:۱۶)

اونی موزہ پر مسح کرنا۔

سوال: ۶/۲۸

آپ کے شعبۂ نشر واشاعت سے شائع شدہ کتاب ''مسنون نماز کی چالیس حدیثیں'' چھوٹی سائز کی ہے اس میں صفحہ نمبر ۷ پر (وضوء کے درمیان موزوں پر مسح کرنا) لکھا ہے کہ وضوء کے درمیان موزہ پر مسح کرنا جائز نہیں اور اس کی وجہ ''صحیح

حدیث سے ثابت نہیں ہے'' لکھا ہے۔ تو کیا ہمارے بڑے بزرگان دین اور علماء کرام جو وضوء کے وقت چمڑے کے موزہ پر مسح کرتے ہیں وہ غلط ہے؟

جواب : ۶/۲۸ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

ہمارے شعبۂ نشر واشاعت کے ماتحت ''مسنون نماز کی چالیس حدیثیں'' نامی کتاب شائع ہوئی ہے جس کے صفحہ نمبر ے پر مسئلہ لکھا ہوا ہے کہ موزہ پر مسح کرنا وضوء کے درمیان جائز نہیں ہے؛ اس کا مطلب یہ ہے کہ اونی موزوں پر مسح کرنا صحیح احادیث سے ثابت نہیں ہے۔ اہل حدیث (غیر مقلدین) اون کے موزوں پر مسح کرنے کو ثابت مانتے ہیں اس لئے ہم نے یہ مسئلہ لکھا ہے؛ البتہ چمڑے کے موزہ پر مسح کرنا حدیث سے ثابت ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

روبھرے ہوئے گدے کو پاک کرنے کا طریقہ۔

سوال : ۷/۲۹

روئی سے بھرے ہوئے گدے پر بچہ پیشاب کردے تو اس کو پاک کرنے کا طریقہ شریعت میں کیا ہے؟

جواب : ۷/۲۹ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

روئی سے بھرے ہوئے گدے کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ تین مرتبہ دھولے اور تینوں مرتبہ نچوڑ لے، جس میں تیسری مرتبہ اپنی طاقت کے مطابق زور سے نچوڑ لے اس طرح تین مرتبہ کرنے سے گدا پاک ہوجائے گا اور اگر طاقت لگا کر نچوڑا نہ گیا تو گدا پاک نہیں ہوگا اور اگر گدے میں اتنا روئی بھرا ہو کہ جس کو نچوڑنا ممکن نہ ہو تو اس کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک بار دھو کر اتنا انتظار کرے کہ پانی کے قطرات ٹپکنا بند ہوجاوے پھر دوبارہ دھوے اسی طرح تین مرتبہ دھونے سے گدا پاک ہوجائے گا۔ فقط واللہ اعلم۔ (کبیری صفحہ:۱۶۳، شامی:۱/۲۲۸، بحر:۱/۲۳۷)

چربی سے بناہوا صابون استعمال کرنا۔

سوال : ۸/۳۰

آج کل صابون اور واشنگ پاؤڈر اور دیگر چیزوں میں چربی کا استعمال ہوتا ہے یہ چربی زیادہ تر مردار حلال جانوروں (دنبہ، بکرا، بھینس، بیل) کی ہوتی ہے اس چربی سے بنی ہوئی چیزوں کو استعمال کرنا شریعت کے اعتبار سے کیا حکم رکھتا ہے؟

نوٹ: یہ چربی کی حقیقت چیزوں میں استعمال ہونے کے بعد بدل جاتی ہے اپنی اصلی ہیئت پر نہیں رہتی۔

جواب : ۸/۳۰ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

صابون وغیرہ بنانے کی وجہ سے اس کی اصلی حقیقت اور ہیئت تبدیل ہوجاتی ہوتو وہ ناپاک شمار نہیں ہوگی، پاک ہے۔ایسی چیزوں کو استعمال کرنا شریعت کے اعتبار سے کوئی حرج کی بات نہیں۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(شامی:۲۳۹/۱،فتاوی محمودیہ:۲۴۱/۵)

پاخانہ کے کنویں سے کتنی دور پانی کا کنواں کھودنا چاہیئے؟

سوال : ۹/۳۱

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مندرجۂ ذیل مسائل میں:

(۱) ہمارے گاؤں کی مسجد کے مصلیوں کو وضوء بنانے کے لئے پانی کی تکلیف ہے فی الحال کام کرنے والی عورتوں کے پاس ٹنکی بھرا کر وضوء کرتے ہیں پھر بھی تکلیف رہتی ہے، گاؤں کے لوگوں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ مسجد میں پانی کی ٹنکی کے پاس یا مسجد کے جماعت خانہ والے حصہ کے علاوہ بورینگ کر کے ایک موٹر رکھ دی جائے اس طرح کرنے سے پانی کی تکلیف دور ہوسکتی ہے؛ لیکن سوال یہ ہے کہ بالکل قریب ہی میں چار پانچ فٹ کی دوری پر بیت الخلاء ہے لہذا شریعت کے اعتبار سے

رہنمائی فرما کر مہربانی فرمائیں۔

(۲) دوسرا مسئلہ دریافت طلب یہ ہے کہ ایک آدمی زکوۃ کے پانچ ہزار روپیہ گاؤں والوں کے لئے استعمال ہونے والے برتن یا برتن رکھنے کا ایک کمرہ بنانے کے لئے دینا چاہتا ہے لہذا یہ رقم گاؤں والوں کے استعمال میں لانے کے لئے کوئی جائز حیلہ ہے؟ شریعت کے اعتبار سے مطلع فرما کر مہربانی فرمائیں۔

جواب : ۹/۳۱ حامدًا ومصليًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

(۱) بیت الخلاء سے پندرہ فٹ کی دوری پر بورینگ کیا جائے۔

(۲) مذکور زکوۃ کی رقم کو جو آدمی زکوۃ کا حقدار ہو اس کو مالک بنادیا جائے پھر وہ آدمی اپنی طرف سے برتن خرید کر دے دے یا نقد رقم برتن لانے کے لئے دے دے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

موءزیرناف کی صفائی۔

سوال : ۱۰/۳۲

ناف کے نیچے سے موءزیرناف صاف کرنے چاہئے یا ناف سے چار انگل چھوڑ کر صاف کرنا چاہئے؟ اس کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟

جواب : ۱۰/۳۲ حامدًا ومصليًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

شامی میں ہے کہ ناف کے نیچے کے بال ناف کے نیچے ہی سے صاف کرنا چاہئے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (شامی: ۲۶۱/۵)

حیض کی عادت تین دن ہو تو؟

سوال : ۱۱/۳۳

گذشتہ دو سال سے میری عورت کی حیض کی عادت تین دن کی ہے، مجھے اگر جماع کرنا ہو تو تین دن کے بعد کر سکتا ہوں یا نہیں؟ یا دس دن تک انتظار کرنا پڑے گا؟

ان تین دن گذرنے کے بعد عورت پاک سمجھی جائے گی یا نہیں؟ اور نماز وغیرہ پڑھ سکتی ہے یا نہیں؟

جواب: ۱۱/۳۳ حامدًا ومصليًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

عورت کی حیض کی عادت تین دن کی ہے اس لئے عورت جب تک غسل نہ کرلے وہاں تک جماع کرنا جائز نہیں ہے، تین دن پر حیض کا خون بند ہوجانے کے بعد غسل کرے اس کے بعد جماع کرنا جائز ہے اور اگر عورت غسل نہ کرسکے اور نماز کا کم ازکم اتنا وقت گذر جائے کہ جس میں غسل کرکے تکبیر تحریمہ کہہ سکے تب جماع کرنا جائز ہے۔ تین دن گذر جانے کے بعد دس دن کا انتظار کرنا ضروری نہیں ۔ جب عورت کی حیض کی عادت تین دن ہی کی ہے تب خون بند ہوجانے کے بعد نماز، فرض روزہ ادا کرنا ضروری ہے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (ہدایہ:۶۵/۱، شامی:۲۰۸/۱)

عورت کو عادت سے زیادہ حیض آوے تو؟

سوال: ۱۲/۳۴

ایک عورت کو حیض آنے کی عادت سات دن کی تھی مگر آٹھویں دن حیض کے خون کا رنگ بدل کر زرد رنگ کا خون آنے لگا، تو کیا وہ عورت (آٹھویں دن پر سرخ خون کے بجائے زرد خون آنے لگا ہے اس لئے عورت) اپنے شوہر کے ساتھ جماع کرا سکتی ہے؟

جواب: ۱۲/۳۴ حامدًا ومصليًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

حیض کی مدت کم ازکم تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے، اس لئے کسی عورت کو اپنی عادت سے زیادہ خون آوے تو دس دن تک حیض شمار کیا جاوے گا۔

زرد رنگ بھی حیض کا خون شمار ہوگا جیسا کہ مسائل کی معتبر اور حدیث کی کتابوں میں لکھا ہے کہ خون کا رنگ سرخ اور زرد اور مٹیالہ ہو تو وہ حیض کا خون سمجھا

جائے گا، اس لئے مذکورہ عورت اس دن نماز نہ پڑھے اور جماع نہیں کراسکتی۔ فقط واللہ اعلم۔ (ہدایہ:۱/۶۱)

معذور کے احکام

آنکھ کا آپریشن اور وضوء، غسل۔

سوال: ۱۴/۳۵

ایک بھائی کو آنکھ کا آپریشن کر کے لینس بٹھانا ہے ڈاکٹر نے تقریبا چالیس دن تک آپریشن والی آنکھ کو پانی سے بچانے کے لئے کہا ہے اس لئے آنکھ کو پانی سے بچانا ضروری ہے تو اس بھائی کو کیا کرنا چاہئے؟ شریعت کے اعتبار سے وضوء، غسل میں آنکھ میں پانی پہنچانا فرض ہے تو یہ بھائی کیا کرے؟

نوٹ: سوال کا جواب برائے مہربانی جلد از جلد عطا فرمائیں۔

جواب: ۱۴/۳۵ حامدًا ومصليًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

وضوء اور غسل میں آنکھ کے اندر والے حصہ میں پانی پہنچانا فرض نہیں ہے، نیز آنکھ کے باہر والے حصہ کو دھونے میں آنکھ کے اندر پانی پہنچ جانے کا خطرہ ہو تو آنکھ کے باہر والے حصہ پر مسح کرلے، اور اگر مسح کرنے میں بھی نقصان ہونے کا خطرہ ہو تو آنکھ پر مسح کرنا چھوڑ دے اور آنکھ پر جو پٹی باندھی ہوئی ہو اس پر مسح کرسکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (شامی:۱/۲۷، طحطاوی:۶۲)

پیشاب کے قطرات ٹپکنا۔

سوال: ۱۴/۳۶

کسی آدمی کو پیشاب پاخانہ کے بعد پیشاب کے قطرے ٹپکتے رہتے ہوں تو پاکی کس طرح حاصل کرے؟ پیشاب پاخانہ کرنے کے بعد وہ آدمی اپنے عضو مخصوص

کو دباتا ہے تو پیشاب نکل جاتا ہے، تو اس طرح کرنا جائز ہے؟ اگر عضو مخصوص کو نہیں دباتا تو پیشاب کے قطرات جلدی نہیں نکلتے اور کھڑے ہونے کے بعد پیشاب کے قطرے کب ٹپکتے ہیں اس کا بھی اس کو علم واحساس نہیں ہوتا تو اس کو کیا کرنا چاہئے؟

جواب: ۱۴/۳۶ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

جس آدمی کو پیشاب کرنے کے بعد پیشاب کے قطرے ٹپکتے رہتے ہوں تو ایسے آدمی کو پاکی حاصل کرنے کے لئے جلدی نہیں کرنا چاہئے، ایسے آدمی کو پانی سے پاکی حاصل کرنے سے پہلے اینٹ کے ٹکڑے یا ڈھیلا پیشاب نکلنے کی جگہ پر رکھ کر چلنا چاہئے، یا زمین پر زور سے پاؤں مارنے چاہئے اور کھانسنا چاہئے، داہنے پاؤں کو بائیں پاؤں پر رکھ کر وزن دینا چاہئے یا اوپر سے نیچے اترنا چاہئے، مذکور طریقوں میں سے کوئی طریقہ اپنانے کے بعد پیشاب کے قطرے ٹپکنے کا مکمل اطمینان ہوجانے کے بعد ہی پانی سے پاکی حاصل کرنی چاہئے۔

بعض علماء لکھتے ہیں کہ پیشاب کرنے کے بعد پیشاب کے قطرے ٹپکتے ہوں تو پیشاب کرنے کے بعد بائیں پہلو پر لیٹ جانا چاہئے۔

جبکہ بعض علماء لکھتے ہیں کہ ایسے آدمی کو پیشاب کرنے کے بعد کپڑے کا چھوٹا ٹکڑا پیشاب نکلنے کی جگہ پر باندھ دینا چاہئے پھر تھوڑی دیر چلنے کے بعد کپڑے کا ٹکڑا نکال کر پانی سے پاکی حاصل کرنا چاہئے۔

مسائل کی کتابوں میں ایک علاج یہ بھی لکھا ہے کہ عضو مخصوص کو آہستہ آہستہ دباوے۔ آپ کو جو طریقہ اپنانے سے قلبی اطمینان ہوجاوے وہ طریقہ اپنا کر پھر پانی سے پاکی حاصل کرنا چاہئے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(عالمگیری: ۱/۴۹، شامی: ۱/۲۵۴)

باب: ۷
نماز
اوقات کا بیان

طلوع آفتاب کے بعد فجر کی سنتیں۔

سوال: ۱۴۷

فجر کی فرض نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں آیا فرض نماز پڑھی اور سنت نہیں پڑھی ابھی فجر کا وقت باقی ہے تو فجر کی فرض پڑھنے کے بعد سنت پڑھ سکتے ہیں؟ اور فجر کی سنتیں دوسرے وقت میں پڑھ سکتے ہیں؟

جواب: ۱۴۷ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

فجر کی دو فرض ادا کرنے کے بعد طلوع آفتاب تک کوئی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے؛ حدیث شریف میں منع فرمایا گیا ہے:

حضرت ابوسعید خدریؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فجر کی فرض نماز ادا کرنے کے بعد طلوع آفتاب تک اور عصر کی فرض نماز ادا کرنے کے بعد کوئی نماز نہیں ہے۔ (مشکوۃ: ۱/۹۴)

مسائل کی مشہور کتاب شامی میں لکھا ہے کہ:

ولا يقضيها الا بطريق التبعية .

فجر کی سنتوں کی مستقل طور پر قضاء نہ کرے، بلکہ فجر کے فرض کے ساتھ قضاء کرے، زوال آفتاب سے پہلے پہلے قضاء کرلی جائے، اور اگر صرف فجر کی سنت فوت ہوگئی ہو تو اس کی قضاء نہیں کی جاتی۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ تو طلوع آفتاب سے پہلے یا طلوع آفتاب کے بعد کسی طرح قضاء کرنے کے قائل نہیں ہیں؛ جبکہ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ

طلوع آفتاب کے بعد زوال سے پہلے پہلے فجر کی سنتوں کی قضاء کرنا بہتر ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (ہدایہ:۱/۱۵۲)

عصر کی نماز کا وقت۔

سوال: ۲/۳۸

جنوب افریقہ میں گرمی کی موسم میں ۷:۳۰ بجے غروب آفتاب ہوتا ہے اور زوال ۱۲:۳۰ بجے ہوتا ہے اکثر لوگ شافعی ہونے کی وجہ سے عصر کی اذان بہت جلدی ۴:۳۰ بجے ہوتی ہے، تو حنفی لوگ نماز پڑھ سکتے ہیں؟ اور حنفی مذھب کے مطابق وقت ہوتا ہے یا نہیں؟

جواب: ۲/۳۸ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

احتیاط اور بہتر یہی ہے کہ عصر کی نماز مثلین یعنی ہر چیز کا سایہ سایہ اصلی کو چھوڑ کر دوگنا ہوجانے کے بعد ادا کی جائے، پھر بھی اگر کسی نے پڑھ لی تو ادا ہوجائے گی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (کبیری:۲۰۴، شامی:۱/۲۶۵)

عشاء کی نماز کا وقت۔

سوال: ۳/۳۹

عشاء کی نماز کا وقت کب تک باقی رہتا ہے؟ رات کو بارہ یا دو بجے عشاء کی نماز پڑھ سکتے ہیں؟

جواب: ۳/۳۹ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

امام ابوحنیفہؒ کے مسلک کے مطابق غروب آفتاب کے بعد جب شفق ابیض غائب ہوجائے وہاں سے عشاء کی نماز کا وقت شروع ہوجاتا ہے۔ (ہدایہ:۱/۸۲)

غروب آفتاب کے بعد مغرب کی جانب سرخ رنگ کی روشنی نظر آتی ہے اس

کے غائب ہونے کے بعد سفید روشنی نظر آتی ہے اس کو شفق ابیض کہتے ہیں یہ شفق ابیض آج کل ۹ بجے سے پہلے پہلے نظر آتی ہے، آج کل مغرب کا وقت ۳۰:۷ بجے شروع ہوجاتا ہے اس لئے عشاء کی نماز کا وقت تقریبا نو بجے کے قریب شروع ہوجائے گا؛ ہر موسم میں شفق ابیض کے غائب ہونے کا وقت الگ الگ رہتا ہے، بعض موسم میں غروب آفتاب کے بعد ایک گھنٹہ چوبیس منٹ اور دوسری موسم میں ایک گھنٹہ ستائیس منٹ جبکہ بعض موسم میں اس سے بھی زیادہ وقت رہتا ہے اس لئے مغرب اور عشاء کے درمیان ڈیڑھ گھنٹہ سے کم فاصلہ نہ ہونا چاہئے۔

امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ کے مسلک کے مطابق غروب آفتاب کے بعد جب شفق احمر غائب ہوجائے تب سے عشاء کا وقت شروع ہوجاتا ہے۔(ہدایہ:۸۲/۱)

مگر امام ابوحنیفہؒ کے مسلک پر عمل کرنے میں احتیاط ہے۔(شامی:۲۶۵/۱)

عشاء کی نماز کا مستحب وقت ثلث لیل تک رہتا ہے، ثلث لیل گذر جانے کے بعد عشاء کی نماز پڑھنا مکروہ ہے؛ بعض علماء اس کو مکروہ تنزیہی جبکہ دیگر علماء مکروہ تحریمی قرار دیتے ہیں۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (شامی:۲۷۰/۱)

اذان کا بیان

اذان کا مقصد۔

سوال : ۴/۳۰

(۱) ایک آدمی مسجد میں ایسی جگہ اذان دے رہا ہے جہاں سے چاروں طرف آواز جاتی ہے، جبکہ دوسرا آدمی مائکروفون میں اذان دے رہا ہے۔ جس کا خلاصہ تحریر فرمائیں۔

(۲) ایک آدمی لائٹ نہ ہونے کے باوجود مائکروفون کے پاس اذان دیتا ہے آدھی اذان ہوجانے کے بعد لائٹ آئی تب دوسرا آدمی اذان دینے کے لئے کھڑا ہوتا ہے، بارہاایسا بنتا ہے اس کا خلاصہ تحریر فرمائیں۔

جواب : ۲/۴۰ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

(۱) اذان کا مقصد لوگوں کو نماز کے وقت کی اطلاع دینا ہے، مسجد میں ایسی جگہ کھڑا رہ کر اذان دے جہاں سے اطراف کے تمام لوگوں کو خبر ہوجائے ، یا مائکروفون میں اذان دی جائے دونوں برابر ہے۔

(۲) مسجد میں ایک آدمی نے لائٹ نہ ہونے کی وجہ سے مائکروفون کے بغیر اذان دینا شروع کردیا اس لئے جب لائٹ آجاوے تو اب مائکروفون چالو نہ کرے۔ بلکہ پہلی اذان جو ہورہی تھی اسی کو مکمل کرے یہی افضل ہے، مائکروفون کے بغیر بھی اذان دینے سے اذان کا مقصد حاصل ہوجاتا ہے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

داڑھی مونڈنے والے کی اذان۔

سوال : ۵/۴۱

کسی بھی نماز کی اذان داڑھی مونڈنے والا آدمی دے سکتا ہے؟ شریعت کے اعتبار سے جائز ہے یا مکروہ؟

جواب : ۵/۴۱ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

فاسق کی اذان مکروہ ہے ؛ حدیث شریف میں ہے تم میں جو آدمی دیندار اور نیک ہو وہ اذان دے؛ اس لئے داڑھی مونڈنے والے کی اذان دینا مکروہ ہے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(نورالایضاح:٦١، عالمگیری:۱/۵۴، ابوداؤد:۱/۱۹۴، شامی:۱/۲۸۹)

امامت کا بیان

امام صاحب نمازی کو منع کرے۔

سوال : ۲/۴۲

ظہر کی نماز ایک مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کرتے ہیں؛ ظہر، عصر اور مغرب کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھتے ہیں اس مسجد کے امام صاحب زیادہ تر اپنی جگہ نماز پڑھانے کے لئے کسی طالب علم کو بھیج دیتے ہیں اور خود حاضر نہیں رہتے، میں نے خود چھبیسویں جنوری کے دن ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نماز الگ الگ طالب علم کے پیچھے پڑھی، ستائسویں تاریخ کو ایک دوسرے نمازی نے کہا کہ یہ کیا بات ہے کہ امام صاحب نماز پڑھانے کے لئے وقت پر حاضر نہیں ہوتے اور دوسروں کو نماز پڑھانے کے لئے بھیج دیتے ہیں؛ بس اتنی سی بات ہوئی جس کی اطلاع امام صاحب کو ہوتے ہی دوسرے دن ظہر کے وقت میں وضوء کرر ہا تھا تب مذکور چیز کے متعلق میرے ساتھ جھگڑنے لگے اور کہا کہ آپ مسجد میں فتنہ کر رہے ہو؟ کیا آپ ٹرسٹی ہو؟ یا متولی ہو؟ آپ کو میرے پیچھے نماز پڑھنا ہو تو پڑھو ورنہ مسجد میں مت آو، میں آپ کو بولانے نہیں آتا۔

سوال کا مقصد یہ ہے کہ امام صاحب کسی نمازی کے ساتھ ایسی غیر مناسب حرکت کرے تو شریعت میں اس کا کیا حکم ہے؟ ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

جواب : ۲/۴۲ حامدًا ومصليًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

امام صاحب معمولی سی بات پر کسی نمازی کے ساتھ اتنی زیادہ سختی کے ساتھ بات کرے یہ اسلامی اخلاق اور اسلام جو نرمی کے ساتھ سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے اس کے خلاف ہے، امام صاحب کا اس طرح سلوک کرنا مناسب نہیں ہے۔

ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے اور نماز میں کسی قسم کی کمی نہیں آئے گی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مسجد کے امام صاحب کو زکوۃ ،صدقہ دینا۔

سوال : ۷/۴۳

(۱) مسجد کے امام صاحب کو زکوۃ ،صدقہ ،فطرہ دینا شرعاً کیسا ہے؟

(۲) امام صاحب زکوۃ ،صدقہ لیتے ہوں تو ان کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(۳) زکوۃ ،صدقہ ،فطرہ لینے والے امام صاحب کے پیچھے نماز پڑھنا شرعی طور پر جائز نہ ہو تو زکوۃ ،صدقہ ،فطرہ دینے والا گنہگار ہوگا؟

(۴) مذکورہ بالا مسائل کے متعلق متولی صاحب کی شرعی طور پر کیا ذمہ داری بنتی ہے؟ شریعت کے اعتبار سے امام صاحب کے لئے متولی صاحب کی جتنی ذمہ داریاں بنتی ہوں وہ تفصیل کے ساتھ مطلع فرمائیں۔

جواب : ۷/۴۳ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

(۱) مسجد کے امام صاحب غریب اور محتاج ہوں کہ جن کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی یا اتنی قیمت کا مال سامان ضرورت سے زائد نہ ہو تو ان کو زکوۃ ،صدقہ ، فطرہ دینا جائز ہے۔ (ہدایہ: ۱/۲۰۴)

(۲) جو امام صاحب زکوۃ ،صدقہ ،فطرہ لینے کے حقدار ہوں اس امام کے پیچھے نماز پڑھنا شرعاً جائز ہے؛ اور اگر وہ امام صاحب زکوۃ لینے کے حقدار نہ ہوں اس کے باوجود زکوۃ لیتے ہوں تو وہ گنہگار اور فاسق شمار ہوں گے اور فاسق کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے؛ کراہیت کے ساتھ نماز تو ادا ہو جائے گی۔

(۳) امام صاحب زکوۃ کے حقدار نہیں ہے اس کی اطلاع ہونے کے باوجود کوئی آدمی زکوۃ دیگا تو اس کی زکوۃ ادا نہیں ہوگی، دوبارہ زکوۃ ادا کرنا پڑے گی۔

(شامی:۲/۰/۷)

(۴) متولی کو امام صاحب کے زکوۃ کے حقدار نہ ہونے کا علم ہو تو اس طرف امام صاحب کی توجہ مبذول کرنے کی کوشش کرے اسکے باوجود اگر امام صاحب زکوۃ لیتے رہیں تو مسجد کی کمیٹی کے ممبران کو اطلاع دیکر ان کو امامت سے الگ کرے۔

امامت کے عہدہ پر جب امام صاحب کو متعین کیا جائے تب شریعت کے قوانین کی پابندی کرنے کا حکم دیا جائے اور بعد میں اس پر عمل کرائے، مسجد کی آمدنی اچھی ہو تو اتنی تنخواہ دے کہ جس سے ان کا گذارہ اچھی طرح ہو سکے؛ امام صاحب کا جو بلند درجہ ہے اس کا خیال رکھے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

امام صاحب انڈر ویر نہیں پہنتے۔

سوال : ۸/۴۴

ایک امام صاحب لونگی پہن کر نماز پڑھاتے ہیں اور انڈر ویر نہیں پہنتے تو کیا ان کے پیچھے نماز ادا ہو جائے گی؟

جواب : ۸/۴۴ حامدًا ومصليًا ومسلمًا۔ هو الموفق للصواب۔

مرد کے لئے بدن کا جو حصہ چھپانے کا حکم ہے (ناف سے لے کر گھٹنوں تک) وہ ڈھک جائے تو نماز ادا ہو جائے گی۔ (کبیری:۱۸۳)

سوال میں ذکر کردہ مرد کے لئے بدن کا جتنا حصہ ڈھانپنا ضروری ہے اتنا حصہ لونگی پہننے سے ڈھکا رہے تو نماز ادا ہو جائے گی۔ (شامی:۱/۲۹۷)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک عادت لونگی پہن کر نماز پڑھانے کی تھی بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں انڈر ویر پہننے کا رواج ہی نہیں تھا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

جس امام کے ساتھ بات چیت نہ کرتے ہوں!

سوال : ۹/۴۵

دنیوی مخصوص سبب کی وجہ سے تراویح پڑھانے والے امام صاحب کے ساتھ دعاء سلام کا تعلق نہ ہو تو ایسے امام کے پیچھے تراویح کی نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ مزید یہ کہ ان کے پیچھے فرض نماز پڑھنے سے نماز ادا ہوگی یا نہیں؟ اس کا تفصیل کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں۔

جواب : ۹/۴۵ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ: ''کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے مسلمان سے تین دن تک قطع تعلق کرے'' اگر تین دن سے زیادہ قطع تعلق کرے اور ایسی حالت میں وفات ہو جائے تو جہنم میں جائے گا۔
(مشکوۃ:۲/۴۲۷)

مذکور حدیث میں ذکر کردہ وعید کے لائق وہ مسلمان ہے جو دنیوی سبب کی وجہ سے اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ بات چیت نہیں کرتا اور تعلق نہیں رکھتا؛ ہاں! اگر کوئی مسلمان شریعت کے خلاف عمل کرتا ہو اور اس عمل سے ناراض ہو کر اس کے ساتھ بات چیت کرنا چھوڑ دے ایسا آدمی مذکور حدیث کی وعید کا حقدار نہیں ہوگا۔

لہذا اگر امام صاحب دنیوی سبب کی وجہ سے کسی مسلمان کے ساتھ بات چیت نہ کرتے ہوں تو امام صاحب گنہگار اور فاسق شمار ہوں گے اور فاسق امام کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

مگر کوئی مسلمان مخصوص دنیوی سبب کی وجہ سے امام صاحب کے ساتھ بات چیت نہ کرتا ہو تو امام صاحب کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔
(ہدایہ:۱/۱۲۲)

قرض کی ادائیگی نہ کرنے والے امام صاحب۔

سوال : ۱۰/۴۶

مسجد کے امام صاحب میں قسم قسم کی برائیاں ہو جیسا کہ وہ دنیادار بن جاوے، تجارت کرنے لگے، تجارت میں اپنے اوپر ہزار سے لاکھ روپیہ کا قرضہ کر کے برسہا برس تک قرض کی ادائیگی نہ کرے، قرض دینے والے لوگوں نے یوں سمجھ کر کئی مرتبہ مطالبہ کرنے کے باوجود ادا نہ کرنے کی وجہ سے مطالبہ کرنا چھوڑ دیا کیوں کہ اپنی تجارت میں نفع کمانے کے باوجود سابق قرض ادا نہیں کرتے ایسے کئی ایک عیوب والے آدمی کو مسجد کے ٹرسٹی صاحبان امام کی ذمہ داری سپرد کرتے ہیں اور لوگوں کو ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا پڑتی ہے تو کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اس کا شریعت میں کیا حکم ہے؟

جواب : ۱۰/۴۶ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

تجارت پیشہ کرنا اور قرض لینا شریعت میں کوئی گناہ کا کام نہیں ہے بلکہ آدمی کے لئے حلال کمائی کمانا ضروری ہے؛ جس میں قرض کے طور پر بھی لین دین کرنا پڑتا ہے مگر طاقت ہونے کے باوجود قرض کی ادائیگی نہ کرنا گناہ کبیرہ۔ بڑا گناہ ہے۔

لہٰذا امام صاحب کو چاہئے کہ قرض ادا کر دے ورنہ ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ شمار ہوگی۔ نماز تو ادا ہو جائے گی، کیوں کہ حدیث شریف میں آیا ہے:

صَلُّوا خَلْفَ کُلِّ بِرٍّ وَ فَاجِرٍ. یعنی ہر نیک اور بد کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرو۔

(تبیین الحقائق)

فقط واللہ اعلم بالصواب۔

چوری کا مال خریدنے والے امام۔

سوال : ۱۱/۴۷

ایک آدمی اپنی تجارت میں ایسا مال بھی شامل کرتا ہے جو اسے کوئی آدمی چوری

کر کے لا دیتا ہے؛ کیوں کہ وہ آدمی بالکل ہی سستے دام لے آتا ہے، تو کیا ایسا آدمی امامت کے لائق ہے؟ شریعت اور حدیث کے اعتبار سے جواب عنایت فرمائیں۔

جواب : ۱۱/۴۷ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

امام صاحب کو جب معلوم ہو کہ جو آدمی میرے پاس مال لاتا ہے وہ چوری کا مال ہے تو ایسا مال نہیں لینا چاہئے۔

جب ایک آدمی مسجد کا امام ہے، لوگ جن کے پیچھے نماز پڑھتے ہو، اور اس کو اپنا امام مانتے ہوں، تو اسے ایسی حقیر چیزوں سے دور رہنا چاہئے؛ ورنہ اس امام کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہوگی۔ مگر آپ تمام حکمت اور مصلحت سے اس طور پر کام لیں کہ مسلمانوں کے درمیان لڑائی جھگڑا نہ ہو۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

قراءۃ کا بیان

امام صاحب درمیان قراءۃ آیت چھوڑ دے۔

سوال : ۱۲/۴۸

ایک امام صاحب قراءۃ پڑھتے ہیں اور کوئی آیت بیچ سے رہ جاوے تو نماز ادا ہو جائے گی؟ یا پھر سجدۂ سہو کرنا پڑے گا؟

جواب : ۱۲/۴۸ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

بھول سے اگر کوئی آیت رہ جاوے اور پڑھتے پڑھتے درمیان میں یاد آ جائے تو پھر سے دوہرا کر پڑھ لے یعنی چھوٹی ہوئی آیت کو پڑھ کر ترتیب ٹھیک کر لے، عمدًا کوئی آیت چھوڑ دینے کی وجہ سے نماز مکروہ ہوگی۔ (عمدۃ الفقہ :۱۴/۲)

صورۃ مسئولہ میں کسی بھی کراہیت کے بغیر نماز ادا ہو جائے گی، اور سجدۂ سہو لازم نہیں ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

منفرد کے لئے قراءۃ کا حکم۔

سوال : ۱۳۴۹

کوئی آدمی اکیلا نماز پڑھتا ہو اور دل میں قراءۃ کرتا ہو تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی یا نہیں؟

جواب : ۱۳۴۹ حامدًا ومصليًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

نماز کی حالت میں آہستہ قراءۃ معتبر سمجھنے میں تین قسم کی آراء ہیں:

(۱) علامہ ہندوانیؒ اور علامہ فضیلی کی رائی کے مطابق زبان سے اتنا آہستہ آواز نکلے کے وہ خود سن سکے یہ معتبر ہے، یہی قول امام شافعیؒ کا ہے۔

(۲) بشر اور مریث اور امام احمد ابن حمبلؒ کی رائی ہے کہ اس کی زبان سے آواز نکلنا چاہئے؛ چاہے اس کے کان تک نہ پہنچے، مگر اس کو سن سکتے ہوں؛ جیسا کہ کوئی آدمی اپنے کان کو اس کے منہ کے پاس لے جائے تو سن سکے اتنے درجہ کی سری قراءۃ معتبر ہوگی۔

(۳) علامہ کرخیؒ اور علامہ ابوبکر بلخیؒ کی رائی کے مطابق صحیح تلفظ سننا شرط نہیں۔

شیخ الاسلام قاضی خانؒ اور علامہ حلوائی نے ہندوانیؒ کے قول کو پسند کیا ہے، فتح القدیر میں لکھا ہے کہ بشر اور ہندوانی کی رائی ایک ہی ہے۔

علامہ خیر الدین رملیؒ نے اپنے فتاوی میں فتح القدیر کے قول کی تصدیق کی ہے اور آگے چل کر لکھا ہے کہ ہندوانیؒ اور کرخیؒ دونوں کی رائی درست ہے۔

(شامی: ۱/۳۹۴، ۳۹۵)

شامی کی مذکور رائی کے مطابق سوال میں ذکر کردہ قراءۃ جو نماز کا اہم اور بڑا رکن ہے ادا نہیں ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز میں مکبر الصوت استعمال کرنا۔

سوال: ۱۴/۵۰

ہمارے یہاں فرض نماز مائک پر ادا کرنے کا سب کا ارادہ ہے، چھوٹی سائز کا مائک لائے ہوئے ہیں اور سب کہتے ہیں کہ مائک پر نماز چالو کرو، تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ وہ مطلع فرما کر مہربانی فرمائیں۔ دو رکعت والی نماز مائک پر ادا ہو سکتی ہے یا نہیں؟ چار رکعت والی نماز کے لئے کیا حکم ہے؟ آج جمعہ کی نماز مائک پر ادا کی تھی اس لئے بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ مائک پر نماز ادا ہو سکتی ہے جبکہ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ مائک پر نماز ادا نہیں ہوتی۔ تو اس سلسلہ میں آپ کا جواب مطلوب ہے؛ امید ہے کہ جلدی جواب عنایت فرمائیں گے۔

جواب: ۱۴/۵۰ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(آلات جدیدہ کے شرعی احکام: ٦٦)

نماز کے فسادات

سلام پھیرنے سے مسبوق کی نماز فاسد۔

سوال: ۱۵/۵۱

مندرجۂ ذیل مسائل کا تفصیلی جواب عنایت فرما کر ممنون و مشکور فرمائیں:

(۱) امام کے پیچھے اگر امام سجدۂ سہو کرے تو مسبوق کو سجدۂ سہو کرنا چاہئے یا نہیں؟

(۲) امام اور مقتدی سجدۂ سہو میں تشہد کے بعد ایک طرف سلام پھیرتے ہیں ان کے ساتھ مسبوق کو سلام پھیرنا چاہئے یا نہیں؟

(۳) مسبوق نے بھول سے یا عمدًا سلام پھیر دیا دونوں صورتوں میں نماز ادا

ہوگی یا نہیں؟

جواب :۱۵/۵۱ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

(۱۔۲)مسبوق سجدۂ سہوادا کرنے میں امام کا اتباع کرے،سجدۂ سہوامام کے ساتھ ادا کرے مگر سجدۂ سہو کے سلام میں امام کی تابعداری نہ کرے،مسبوق سلام میں چہرہ پھیرائے بغیر امام کے ساتھ سجدۂ سہو میں چلا جائے۔

ثـم الـمسبـوق انما یتابع لامام فی السهوای فی سـجـدتی السهو بانه دون السـلام بـل ینتـظر الامام حتی یسلم فیسجد فیتابعه فی سجود السهو لافی سلامه. (بدائع: ۱/ ۱۲۶، درالمختار باب سجودالسهو: ۱/ ۲۶۹)

(۳) امام کے سجدۂ سہو کے سلام کے ساتھ اگر مسبوق امام کے ساتھ عمدًا شریک ہوگا تو مسبوق کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

وان سلم فان کان عامدًا انفسد صلاته. (بدائع : ۱/ ۱۷۶)

اور اگر مسبوق امام کی سلام کے ساتھ سہوًا سلام کرلے گا تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔

وان کان مساهیا لاتفسد . (بدائع : ۱/ ۱۷۶)

اور سجدۂ سہو بھی اپنی نماز کے آخر میں لازم نہیں ہوگا؛اسی طرح امام صاحب جب نماز مکمل کرکے سلام پھیر دے تو اس سلام میں بھی مسبوق امام کے ساتھ شرکت نہ کرے۔

ولا سـلـم اذا سـلـم الامام (اي الخروج عن الصلوة) لان هذا السلام للخروج عن الصلوة وقد بقی علیه ارکان الصلوة. (بدائع : ۱/ ۱۷۶)

اب اگر مسبوق اس سلام میں امام کی سلام کے ساتھ شریک ہوگا تو اگر عمدًا اس بات کا علم ہونے کے باوجود کہ میری نماز باقی ہے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

فـاذا سـلـم مع الامام فان کان ذاکرا لما علیه من ..... فسدت صلوته

لانه سلم عمدًا. (بدائع : ۱/۱۷۶)

اگر اپنی نماز باقی ہونا یاد نہ ہو اور بھول سے امام کے ساتھ سلام میں شریک ہوگیا تو نماز فاسد نہیں ہوگی، بھول سے سلام پھیرنے میں نماز فاسد نہیں ہوتی۔ مگر یہ سلام امام کے سلام کے ساتھ ہو تو مسبوق کے ذمہ اپنی نماز کے آخر میں سہو کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا اور امام کے سلام کے بعد سلام پھیرے گا تو اپنی نماز کے آخر میں سجدۂ سہو واجب ہوگا۔ فقط واللہ اعلم۔ (بدائع:۱/۱۷۶)

سجدے میں دونوں پاؤں زمین سے اٹھ جائے۔

سوال : ۱۶/۵۲

زید کبھی کبھی نماز میں داہنے پاؤں کا انگوٹھا ملا دیتا ہے تو کیا نماز میں ایسی حرکت کرنے سے نماز فاسد ہو جائے گی؟

جواب : ۱۶/۵۲ حامدًا ومصليًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

صرف پاؤں کا انگوٹھا ملاتا ہو جس سے دونوں پاؤں زمین سے اٹھ نہ جاتے ہوں تو نماز میں کوئی نقصان یا خلل واقع نہیں ہوگا، البتہ دونوں پاؤں زمین پر رکھنے سے پہلے اٹھ جاتے ہوں اور تھوڑی دیر کے لئے بھی زمین پر ٹکتے نہ ہوں تو نماز ادا نہیں ہوگی۔ کیوں کہ سجدہ میں دونوں پاؤں کو زمین پر رکھنا ضروری ہے مگر زمین پر رکھنے کے بعد اٹھ گئے یا اٹھ جانے کے بعد رکھ دیئے تو نماز ادا ہو جائے گی۔ فقط واللہ اعلم۔

قنوت نازلہ پڑھنے کے متعلق۔

سوال : ۱۷/۵۳

(۱) سوجترا کی مرکز والی مسجد میں قنوت نازلہ تین نمازوں میں پڑھتے ہیں، تین نمازوں میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) امام صاحب قنوت نازلہ پڑھتے ہیں اور تمام مقتدی بلند آواز سے آمین کہتے ہیں تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟ اور امام صاحب گنہگار ہوں گے یا نہیں؟

(۳) قنوت نازلہ قومی فسادات میں کتنے دن تک پڑھنا ضروری ہے؟

جواب : ۱۷/۵۳ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

(۱) احناف نے جس قول کو ترجیح دی ہے اس قول کے مطابق قنوت نازلہ فجر کی نماز میں پڑھا جائے۔ اور دوسرے قول کے مطابق دوسری جہری نمازوں میں پڑھنا جائز ہے۔ (شامی: ۱/۴۵۱، کبیری: ۴۰۰)

ہمارے علماء دیوبند کا عمل بھی صرف فجر کی نماز میں پڑھنے کا ہے۔

(۲) مقتدیوں کو قنوت نازلہ یاد نہ ہو جیسا کہ آج کل زیادہ تر لوگوں کو قنوت نازلہ یاد نہیں ہے تو مقتدیوں کو قنوت نازلہ کے ہر جملہ پر آہستہ سے آمین بولنا سنت اور افضل ہے۔ بلند آواز سے آمین کہنے سے نماز فاسد نہیں ہوگی۔ (کبیری: ۴۰۲،۴۰۳)

(۳) قنوت نازلہ جس بڑی مصیبت اور آفت کی وجہ سے پڑھنا شروع کیا جب تک اس مصیبت اور آفت سے نجات نہ مل جاوے اور ضرورت محسوس ہو وہاں تک پڑھتے رہنا چاہئے۔ آیت شریفہ کا ختم بھی ضرورت محسوس ہو وہاں تک پڑھنا چاہئے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

تراویح کا بیان

تراویح کا وقت۔

سوال : ۱۸/۵۴

کیا فرماتے ہیں علماء کرام رمضان المبارک کا چاند نظر نہیں آیا اور کسی جگہ سے چاند دیکھنے کی خبر بھی نہیں ملی اس لئے عشاء اور وتر کی نماز پڑھ لی مگر رات کو گیارہ بجے

چاند کی خبر ملی، تو ایسے وقت تراویح پڑھنا ضروری ہے یا نہیں ؟ اگر تراویح پڑھنا ضروری ہو تو وتر جو واجب ہے دوبارہ جماعت کے ساتھ پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب : ۱۸/۵۴ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

ووقتھابعد صلوۃ العشاء الی الفجر قبل الوتر وبعدہ فی الأصح.

(شامی: ۵۲۰/۱، شرح منیۃ المصلی: ۳۹۴+ فتاوی عالمغیریہ: ۱۱۵/۱)

ونفس التراویح سنۃ علی الاعیان عندنا...... والجماعۃ فیھا سنۃ علی الکفایۃ. (عالمغیریہ: ۱۱۶/۱)

مذکورہ عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ صحیح قول کے مطابق تراویح کا وقت عشاء کی نماز کے بعد سے صبح صادق تک رہتا ہے، اور اسی پر اجماع ہے۔ چاہے وتر سے پہلے ہو یا بعد میں ہو! دونوں صورتیں جائز ہے؛ لیکن وتر سے پہلے پڑھنا افضل ہے۔

احناف کے مسلک کے مطابق تراویح کی نماز سنت مؤکدہ ہے اور جماعت کے ساتھ پڑھنا بھی سنت ہے، شرعی عذر کے بغیر چھوڑنے والا گنہگار ہوگا۔

صورت مسئولہ میں جب بھی چاند کی خبر آئے تب تراویح پڑھنی چاہئے؛ عشاء اور وتر کی نماز ادا کر لینے کے بعد خبر آنے کی وجہ سے دوبارہ وتر کی نماز پڑھنا ضروری نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نابالغ لڑکے کے پیچھے عورتوں کی تراویح۔

سوال : ۱۹/۵۵

عورتوں کے لئے تراویح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ ہمارے یہاں بعض عورتیں تراویح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھتی ہیں ؛ اور نماز پڑھانے والا نابالغ لڑکا ہے، اور نماز پڑھنے والی عورتیں امام کے لئے محرم اور غیر محرم تمام شامل ہوتی ہیں ؛ تو کیا عورتوں کی نماز ادا ہوگی یا نہیں؟

جواب: ۱۹/۵۵ حامدًا ومصليًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

نابالغ کے پیچھے فرض اور تراویح پڑھنا جائز نہیں ہے، حدیث شریف اور مسائل کی کتابوں میں نابالغ کی امامت کے بارے میں صاف طور پر منع فرمایا گیا ہے۔ (شامی:۱/۴۰۶)

قال عليه السلام الامام ضامن والمؤذن مؤتمن. (اعلاء السنن: ۲/۱۴۴)

و الظاهر أن الضامن لابدان يكون اقوى من المضمون له وقال عليه السلام و ليؤمكما اكبركما اخرجه الشيخان. (اعلاء السنن: ۲/۱۳۶)

وعن ابن مسعود رضي الله عنه قال: لايؤم الغلام حتى تجب عليه الحدود. (اعلاء السنن: ۴/۲۹۸)

وعن ابن عباس رضي الله عنه قال: لايؤم الغلام حتى يحتلم. (اعلاء السنن: ۴/۲۹۹)

مذکورہ حدیث کی وجہ سے نابالغ کی امامت جائز نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

وتر کی نماز کا بیان

شافعي امام کے پیچھے رمضان میں وتر پڑھنا۔

سوال: ۲۰/۵۶

سلام بعد! اطلاعاً عرض ہے کہ مندرجۂ ذیل سوال کا جواب جلدی عنایت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں گے۔

ساؤتھ افریقہ میں یوٹن ہیس نام کا چھوٹا شہر ہے، وہاں پر مسلم آبادی ہے جس میں ۹۵ فیصد لوگ شافعی ہیں اور ۵ فیصد لوگ حنفی ہیں، رمضان شریف میں وتر کی نماز میں شافعی امام دو رکعت پر سلام پھیر دیتے ہیں؛ اور اس کے بعد ایک رکعت پڑھتے ہیں؛ حنفی لوگ بھی شافعی امام کے پیچھے نماز ادا کرتے ہیں، تو کیا ان کی وتر کی نماز ادا ہو جائے گی؟ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اگر دو رکعت پر سلام نہ پھیری جائے تو نماز صحیح

ہوجائے گی۔کیا یہ بات صحیح ہے؟ یا حنفی لوگوں کو وتر کی نماز الگ ہوکر پڑھنا چاہئے؟ تفصیل کے ساتھ جواب عنایت فرماکر مہربانی فرمائیں۔

جواب : ٢٠/٥٢ حامدًا ومصليًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

سب سے پہلے یہ جان لینا چاہئے کہ کیا شافعی مسلک کے امام کے پیچھے حنفی مذہب کے مقتدیوں کی نماز ادا ہوتی ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں احناف میں اختلاف ہے، بعض علماء شافعی امام کے مقتدی بننے سے منع فرماتے ہیں اور ناجائز لکھتے ہیں، جبکہ بعض علماء ان کے مخالف جاکر کسی بھی قیود کے بغیر جائز قرار دیتے ہیں۔

جبکہ حنفی مسلک کے جو محققین علماء ہے انہوں نے درمیانی راہ اختیار کی ہے وہ لکھتے ہیں کہ اگر شافعی امام فرائض اور واجبات میں حنفی مقتدیوں کی رعایت کرتا ہو اور اس کا رعایت کرنا یقینی ہو ایسے امام کا مقتدی بننا جائز ہے، اور اگر ایسی رعایت نہ کرتا ہو تو مقتدی بننا جائز نہیں۔ اگر رعایت کرنے کے بارے میں شک ہو کہ رعایت کرتا ہے یا نہیں؟ تو مقتدی بننا مکروہ ہے۔

شافعی امام مندرجۂ ذیل باتوں کا اگر خیال رکھتا ہو تو اس کے پیچھے وتر کی نماز پڑھنا صحیح ہے۔

(١) وتر کی تینوں رکعتیں ایک سلام کے ساتھ پڑھے۔ (٢) دوسری رکعت پر قاعدہ کرے (٣) صرف وتر کی مطلق نیت کرے کہ میں وتر پڑھتا ہو، نفل وتر یا سنت وتر کی نیت نہ کرے۔

(شامی: ٤١٦/١، کبیری: ٤٤٤، طحطاوی: ٢٩٤)

صورت مسئلہ میں حنفی مقتدیوں کی وتر کی نماز ادا نہیں ہوگی، حنفی حضرات وتر کی نماز علیحدہ طور پر پڑھے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

رمضان کے وتر کے بعد نفل پڑھنا۔

سوال: ۲۱/۵۷

امام ابوحنیفہؒ کے مسلک کے مطابق ہندوستان، پاکستان میں وتر کی نماز کے بعد دو رکعت نفل پڑھتے ہیں جبکہ یہاں کے امام صاحب اور دوسرے مقتدیوں کا کہنا ہے کہ وتر کی نماز کے بعد کوئی نماز نہیں پڑھنا چاہئے، گنہگار ہوں گے۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

جواب: ۲۱/۵۷ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

وتر کی نماز کے بعد دو رکعت نفل پڑھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ (کفایت المفتی: ۲۹۱/۳)

(۱) حضرت عائشہؓ کی روایت میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی نماز کے بعد بیٹھ کر دو رکعت پڑھتے تھے اور جب رکوع کرنا چاہتے تو کھڑے ہو کر رکوع کرتے۔ (ابوداؤد: ۱۹۸/۱)

(۲) حضرت ام سلمہؓ روایت بیان کرتی ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے بعد دو رکعت پڑھتے تھے۔ (ترمذی: ۱۰۸/۱)

(۳) حضرت ام سلمہؓ کی یہی روایت مشکوۃ میں ہے۔ (مشکوۃ: ۱۱۲/۱)

(۴) حضرت ثوبانؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات کو بیدار رہنا تکلیف کا کام ہے، تم میں سے کوئی جب وتر پڑھے تب دو رکعت نفل بھی پڑھ لے، رات کو (نماز پڑھنے کے لئے) بیدار ہو جائے تو بہتر ہے ورنہ یہ دو رکعت اس کے لئے تہجد کی شمار ہو گی۔ (مشکوۃ: ۱۱۲/۱)

مذکورہ تمام احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم وتر

کی نماز کے بعد دو رکعت پڑھتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹھ کر نماز پڑھنے کا ثواب مکمل ملتا تھا؛ امت کے لئے یہ دو رکعت نماز کھڑے ہو کر پڑھنا مستحب ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

قضاء نمازوں کا بیان

عصر کی نماز کے بعد قضاء نماز۔

سوال : ۲۲/۵۸

عصر کی نماز کے بعد کوئی بھی نماز نہیں پڑھ سکتے مگر عصر کے بعد قضاء عمری پڑھ سکتے ہیں؟

جواب : ۲۲/۵۸ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

عصر کی نماز کے بعد اصفرار شمس سے پہلے پہلے قضاء نماز پڑھ سکتے ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (فتح القدیر:۱/۲۰۷، شامی:۱/۶۱۷، کفایت المفتی:۳/۳۶۰)

فجر کی سنتوں کی قضاء۔

سوال : ۲۳/۵۹

ایک آدمی مسجد میں آ کر فجر کی نماز کے قاعدۂ اخیرہ میں شامل ہو گیا اور اس کی فجر کی سنتیں چھوٹ گئی تو وہ آدمی فجر کی سنتوں کی قضاء کر سکتا ہے یا نہیں؟ اگر کر سکتا ہے تو کون سے وقت؟ اس کا بالتفصیل جواب عنایت فرمائیں۔

جواب : ۲۳/۵۹ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

فجر کی سنتیں فوت ہو جائے تو اس کی قضاء نہیں ہے، ہاں! اگر وہ فجر کی نماز کی قضاء کرے تو اس کے ضمن میں فجر کی سنتوں کی بھی قضاء کر لے اور اگر صرف سنتیں فوت ہو گئی ہو تو طلوع آفتاب سے پہلے یا طلوع آفتاب کے بعد کسی بھی وقت قضاء نہ

کرے، یہ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کا مسلک ہے، اور امام محمدؒ کے مسلک کے مطابق طلوع آفتاب کے بعد سے لیکر زوال سے پہلے پہلے سنتیں پڑھ لینا بہتر ہے۔
فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (شامی:۱/۶۷۲)

سجدۂ تلاوت کی قضاء۔

سوال : ۲۴/۲۰

قرآن شریف کے سجدۂ تلاوت کچھ عرصہ کے بعد یاد آنے پر کر سکتے ہیں؟

جواب : ۲۴/۲۰ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

سجدہ کی آیت پڑھنے سے یا سننے سے سجدہ واجب ہوجاتا ہے، جس کو چھوڑنے والا گنہگار ہوگا، سجدہ کی آیت پڑھنے کے بعد فوراً سجدہ کرنا واجب نہیں، فورا سجدہ کرے یا کچھ عرصہ کے بعد سجدہ کرے سجدہ ادا ہوجائے گا۔ پھر بھی نماز کے باہر سجدہ کی آیت پڑھی ہو تو فوراً سجدہ کرلینا بہتر ہے، بلا وجہ تاخیر کرنا مکروہ تنزیہی لکھا ہے، اور جب بھی سجدہ کرے گا تو سجدہ ادا ہی سمجھا جائے گا۔ فوراً سجدہ نہ کرسکے تو یہ دعاء پڑھ لینا مستحب ہے۔

سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا، غُفْرَانکَ رَبَّنَا وَاِلَیْکَ الْمَصِیْرُ. (سورۂ بقرۃ :۲۸۵)

پھر جب موقع ملے تب سجدہ کرلے۔ فقط واللہ اعلم۔ (شامی:۱/۵۶۹)

قضاء عمری کے وقت تکبیر تشریق۔

سوال : ۲۵/۲۱

ایام تشریق میں ایسی نمازیں فوت ہوگئی ہوں جن کے بعد تکبیرات تشریق پڑھی جاتی ہیں تو جب ان نمازوں کی قضاء کریں تو تکبیرات تشریق پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب : ۲۵/۲۱ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

قضاء عمری کی نماز پڑھنے کے بعد ایام تشریق میں تکبیر تشریق نہ پڑھی جائے۔فقط واللہ اعلم بالصوب۔ (شامی:۱/۶۲۰)

مسافر کی نماز کا بیان

تحقیق کئے بغیر مسافر کا جماعت میں شامل ہونا۔

سوال : ۲۶/۲۲

(۱) ایک جگہ پر جماعت کے ساتھ نماز ادا ہو رہی تھی اسی وقت ایک مسافر آیا اور قاعدۂ اخیرہ میں شامل ہوگیا، اور مسافر کو یہ بات معلوم نہیں تھی کہ یہ مقیموں کی جماعت ہے یا مسافروں کی؟ تو یہ مسافر کونسی نماز کی نیت کرے گا؟ اقامت کی یا قصر کی؟

(۲) مذکور مسافر قصر کی نیت کے ساتھ جماعت میں شامل ہوگیا اور نماز کے بعد مسافر کو تحقیق کرنے کا موقع نہ ملا، تو مسافر کی نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ اور مسافر نے اخیری قاعدہ میں شامل ہونے کے وقت قصر کی نیت کی اور قصر ہی پڑھی۔

جواب : ۲۶/۲۲ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

(۱) مسافر اقامت کی حالت میں کسی کی اقتداء کرے تو پوری نماز کی نیت کرے اور اگر غیرِ اقامت میں کسی کی اقتداء کرے تو قصر کی نیت کرے، اب صورت یوں ہوئی کہ اقامت کی حالت میں امام نے چار رکعت والی نماز میں دو رکعت پر سلام پھیر دی؛ لوگوں کو پتہ نہ چلا کہ اس نے دو رکعت پر بھول سے سلام پھیر دی ہے یا سفر کی وجہ سے سلام پھیر دی ہے؛ تو نماز درست نہ ہوگی۔ اور اگر غیر اقامت کی حالت میں ایسا ہوا تو نماز فاسد نہیں ہوگی، کیوں کہ وہاں پر اس کا مسافر ہونا ظاہر ہے۔

(۲) اقتداء کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ امام مسافر ہے یا مقیم اس سے واقف ہونا ضروری ہے؛ چاہے یہ پہلے معلوم ہو یا بعد میں۔

(بحر:۱۴۶،شامی:۲۳۵)

اب صورت مسئلہ میں مسافر کو امام کی واقفیت نہ تو پہلے ہوئی نہ بعد میں! اس لئے نماز درست نہیں ہوگی۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

جمعہ کا بیان

جمعہ کے خطبہ کے متعلق۔

سوال : ۲۷/۶۳

آج سے ۱۵،۲۰ سال پہلے بچوں کو مدرسہ کی ابتدائی تعلیم دینے کے خاطر مدرسہ کے لئے تین مکانات خرید لئے ہیں؛ دن بدن مسلمانوں کی آبادی بڑھنے کی وجہ سے مدرسہ کے انہیں مکانوں میں پانچ وقت کی نماز الحمد للہ جماعت کے ساتھ ہو رہی ہے۔

اب بعض لوگ جمعہ کا خطبہ شروع کرنے کے متمنی ہیں جبکہ بعض لوگوں کو خطرہ ہے کہ مقتدیوں کی تعداد زیادہ نہیں ہوگی؛ کیوں کہ زیادہ تر لوگ سرکاری ملازم ہیں۔

اب تک جمعہ کی نماز شروع نہیں کی ہے،مزید یہ کہ مدرسہ کے مکان پر مسجد بنانے کی کوششیں بھی الحمد للہ ہو رہی ہیں، اور اس کے لئے مدرسہ کے تین مکان اور زائد ایک مکان کا سودا بھی کیا ہے جس کے بیعانہ کی رقم بھی ادا کر دی ہے اور انشاء اللہ ۳۱/۱۰/۱۹۸۹ءتک میں قبضہ مل جائے گا۔

مذکورہ بالا تفصیل کو مدنظر رکھتے ہوئے جمعہ کا خطبہ شروع کرنا چاہئے یا نہیں؟ اس سے مطلع کرنے کی گذارش ہے۔ رہائش کے علاقہ میں مسجد کی تعمیر کے لئے دعاء کی درخواست ہے۔

جواب : ۲۷/۲۳ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

جمعہ کو جامعۃ الجماعت یعنی کئی جماعتوں کو جمع کرنے والی تقریب بتایا گیا ہے؛ اسی لئے امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ ایک علاقہ میں دو جگہوں سے زائد جگہوں میں جمعہ کی نماز پڑھنا جائز نہیں، اور امام ابوحنیفہؒ ایک روایت کے مطابق ایک ہی جگہ جمعہ پڑھنے کو فرماتے ہیں، امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کا صحیح قول تو یہی ہے کہ جس جگہ پر جمعہ کی نماز ادا کرنے کی شرطیں پائی جاتی ہوں اس جگہ پر ایک سے زیادہ جگہوں میں جمعہ کی نماز پڑھیں گے تو جمعہ کی نماز ادا ہو جائے گی۔ (کبیری:۵۵۱)

اور جن جگہوں میں فقہاء نے جمعہ کی نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے، چاہے شہر ہو یا دیہات! جمعہ کی نماز صحیح ہونے کے لئے جامع مسجد یا مسجد کا ہونا بھی شرط نہیں ہے۔ بلکہ شہر اور چھوٹی بستیوں میں کہیں پر بھی نماز پڑھیں گے تو صحیح ہو جائے گی۔
(کبیری:۴۷۳)

صورت مسئلہ میں رہائش کے اطراف میں دوسری مسجدیں ہیں اور جمعہ کی ادائیگی کے لئے جن شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے وہ پائی جانے کی وجہ سے جمعہ کی نماز ہوتی ہے تو رہائش والوں کو چاہئے کہ وہاں جا کر جمعہ کی نماز ادا کریں؛ تا کہ جمعہ کا مقصد حاصل ہو جائے۔

پھر بھی مسجد کو نہ جائے اور جس جگہ نماز ادا ہوتی ہے اس جگہ میں کسی بھی آدمی کو نماز پڑھنے سے نہ روکا جاتا ہو تو ایسی جگہ میں جمعہ کی نماز پڑھیں گے تو جمعہ کی نماز ادا ہو جائے گی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

گاؤں میں جمعہ کے متعلق۔

سوال : ۲۸/۲۴

مندرجۂ ذیل مسائل کے علی الترتیب تفصیل کے ساتھ جواب مرحمت فرمانے

کی گذارش ہے:

(۱) ہمارے گاؤں میں مسلمانوں کے تقریبا ۳۵ گھر ہیں، جس کی کل آبادی تقریبا ۲۵۰ ہے مسلم اور غیر مسلم دونوں مل کر تقریبا ۵۰۰ کی بستی ہے، تو ہمارے گاؤں میں جمعہ ادا ہوگا؟

(۲) شریعت کے اعتبار سے جمعہ کی نماز ادا نہ ہوتی ہوتو کیا ہمیں ظہر کی نماز پڑھنا چاہئے؟

(۳) ہمارے گاؤں میں برسوں سے جمعہ اور عید کی نماز ہوتی ہے تو کیا ہمیں جمعہ کی نماز جاری رکھنی چاہئے یا بند کر دینا چاہئے؟

(۴) بعض بھائیوں کا کہنا ہے کہ جمعہ کی نماز پہلے سے ہوتی ہے اس لئے اس کو بند کرنا بہتر نہیں، تو کیا ہم جمعہ کی نماز ادا کریں گے تو ادا ہو جائے گی؟ یا ہمارے ذمہ ظہر کی نماز باقی رہے گی؟

(۵) ہمارے گاؤں میں بہت سے حضرات کافی عرصہ سے جمعہ کے دن ظہر کی نماز علیحدہ طور پر پڑھ لیتے ہیں تو اس طرح ظہر کی نماز پڑھنا مناسب ہے؟ یا پھر جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے بھروچ شہر جو یہاں سے ۱۵ کیلومٹر دور ہے وہاں جانا پڑے گا؟

(۶) فی الحال چار مہینہ ہوئے پورے گاؤں والوں کے مشورہ سے دوسری مسجد تعمیر کی گئی ہے مگر جمعہ کی نماز قدیم مسجد ہی میں ہوتی ہے جبکہ نئی مسجد میں جمعہ کے دن کچھ لوگ ظہر کی نماز باجماعت پڑھ لیتے ہیں؛ اس حقیقت سے گاؤں کے تمام لوگ واقف ہیں، تو کیا نئی مسجد میں ظہر ادا کریں گے تو شریعت کے اعتبار سے کوئی حرج ہوگا؟

(۷) بعض حضرات فتنہ کے ڈر سے جمعہ کے دن قدیم مسجد میں جمعہ کی نماز

پڑھ لیتے ہیں تو فتنہ کی تعریف کیا ہے؟ وہ حضرات اگر ظہر کی نماز پڑھ لیں تو کوئی اعتراض کرنے والا بھی نہیں ہے، ہر آدمی اپنے عمل کے لئے آزاد ہے۔

مذکور سوالوں کا آپ صاحب قرآن وحدیث کی روشنی میں بالترتیب جواب عنایت فرمائیں گے تو احسان ہوگا۔

جواب: ۲۸/۲۴ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

حنفی مسلک کے مطابق جمعہ کی نماز ادا ہونے کے لئے بعض شرائط کا پایا جانا ضروری ہیں؛ جس میں سے ایک شرط شہر یا قصبہ کا ہونا ہے۔

شہر کی تعریف بہت سے طریقوں سے کی گئی ہے؛ جیسا کہ اس میں پولس تھانہ ہو، یا گذر بسر کی ساری چیزیں ملتی ہوں یا بعض ہزار کی تعداد ہو، آپنے آپ کے گاؤں کی جو آبادی ذکر کی ہے وہ جمعہ کی نماز صحیح ہونے کے لئے کافی نہیں ہے۔ اس لئے حنفی مسلک کے مطابق آپ کے گاؤں میں جمعہ کی نماز صحیح نہیں ہوگی۔

شریعت نے ہر عبادت کے لئے کچھ شرائط اور مصلحتیں رکھی ہیں اس پر عمل کرنے سے ہی عبادت ادا ہوگی، جمعہ جیسی بڑی عبادت (اسلام کی شان وشوکت والی علامت) چھوٹے دیہاتوں میں ادا نہیں ہوسکتی۔

لیکن اگر برسوں سے جمعہ اور عید کی نماز پڑھی جاتی ہے اور روکنے سے لڑائی۔ جھگڑا اور فتنہ کا اندیشہ ہو تو جمعہ کی نماز بند نہ کی جائے۔

جو لوگ جمعہ نہ پڑھے ان پر ملامت نہ کرے، وہ اپنی ظہر کی نماز پڑھ لے۔

(کفایت المفتی: ۳/۲۰۷، اور ۲۱۰)

(۲) شرعی مسئلہ کے مطابق تو آپ لوگوں کو ظہر ہی پڑھنی چاہئے۔

(۳) کسی بھی طرح کے لڑائی۔ جھگڑا اور فساد کے بنا لوگ اپنی مرضی سے جمعہ پڑھنا چھوڑ دے تو ظہر پڑھنی چاہئے۔

(۴) بعض بھائیوں کے کہنے کے مطابق اگر جمعہ بند کرنا بہتر نہ ہو، تو آپ کی جمعہ ادا ہوجائے گی، ظہر کی نماز آپ کے ذمہ باقی نہیں رہے گی۔

مفتی اعظمؒ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ اس طرح کے سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ:

''اگر کافی عرصہ سے جمعہ کی نماز پڑھی جاتی ہو تو ایسے وقت میں حنفی مذہب کے اصولوں کے مطابق تو اسے بند کردیا جائے، یعنی بند کرنا ضروری ہے، لیکن کافی عرصہ سے چلنے والی جمعہ کو اگر بند کرنے کی وجہ سے فتنہ اور خلل واقع ہوتا ہو تو شوافع کے مسلک پر عمل کرنا جائز ہے۔ اور جبکہ شوافع کے مسلک پر عمل کرتے ہوئے جمعہ پڑھے گا تو پھر ظہر ذمہ سے ساقط ہوہی جائے گی۔ مذکور مسئلہ میں اختلاف ہونے اور فتنہ پیدا ہونے کی وجہ سے دوسرے مسلک پر عمل کرنا جائز ہے۔ (کفایت المفتی:۲۱۵/۳)

(۵) ان کے لئے ظہر پڑھنا مناسب ہے، اور اگر رغبت اور طاقت ہو تو نزدیک کے شہر یا قصبہ میں جانا بہتر ہے؛ واجب نہیں۔ (فتاوی رحیمیہ:۳۹۲/۳)

(۶) لڑائی۔ جھگڑا کا خطرہ نہ ہو جیسا کہ آپ کے کہنے سے ثابت ہوتا ہے، تو ظہر ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں آئے گا۔

(۷) فتنہ کا لفظ قرآن شریف میں بہت سی جگہ ذکر کیا گیا ہے، اور ہر جگہ مختلف معنی میں استعمال کیا گیا ہے، لیکن مطلب لڑائی، جھگڑا اور فساد کا ہوتا ہے۔

فتنہ کی زیادہ معلومات آپ انہیں بھائیوں سے معلوم کرلیں، یا گاؤں کا ماحول اور لوگوں کا گمان اور دین سے ان کی رغبت دیکھ کر آپ خود سمجھ سکتے ہو۔ فقط واللہ اعلم۔

عید کا بیان

عید کی نماز بغیر خطبہ کے پڑھنا۔

سوال : ۲۹/۶۵

کیا واجب کی قضا کرنی پڑتی ہے؟ جیسا کہ عید کی نماز بغیر خطبہ کے پڑھی ہو۔

جواب : ۲۹/۶۵ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

عید کی نماز بغیر خطبہ کے پڑھی گئی ہے تو نماز تو ادا ہوگئی، اس نماز اور خطبہ کو دوبارہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں، عید کی نماز بغیر خطبہ کے پڑھنا خلاف سنت سمجھا جائے گا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (شامی: ۶۱۱/۱)

عورت کے لئے عید کی نماز کا حکم۔

سوال : ۳۰/۶۶

کیا عید کی نماز عورت کے لئے واجب ہے؟

جواب : ۳۰/۶۶ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

عید کی نماز عورت پر واجب نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(عالمگیری: ۱۴۴/۱)

رمضان کے روزے نہیں رکھے تو عید کی نماز پڑھ سکتا ہے؟

سوال : ۳۱/۶۷

جس آدمی نے رمضان المبارک کے روزے نہیں رکھے اس کے لئے عید کے دن عید گاہ جانا کیسا ہے؟ اور شریعت کا کیا حکم ہے؟ تفصیل کے ساتھ مطلع فرمائیں۔

جواب : ۳۱/۶۷ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

شرعی عذر کے بغیر رمضان کے روزے نہ رکھنے والا گنہگار ہے، حدیث شریف میں رمضان المبارک کے روزے نہ رکھنے والے کے لئے سخت وعید آئی ہے، لیکن اس وجہ سے اس کو عید کی نماز ادا کرنے کے لئے عید گاہ آنے سے روکا نہیں جائے گا، بلکہ اگر وہ یہ سمجھے کہ میں نے رمضان المبارک کے روزے نہیں رکھے اس لئے مجھ پر عید کی نماز نہیں ہے تو اس کا یہ سمجھنا غلط ہے، اور عید کی نماز نہ پڑھنے کا بھی گناہ ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

بارش کی وجہ سے عید کی نماز مسجد میں۔

سوال : ۳۲/۶۸

ہمارے یہاں محلّہ میں بارش کی وجہ سے عید کی نماز دوبار پڑھی جاتی ہے، اسی محلّہ میں ایک چھوٹی مسجد ہے، اسے بند رکھی جاتی ہے، اور بڑی مسجد میں عید کی نماز دوبار پڑھی جاتی ہے، اور عید کے دن صبح کی نماز سے ہی اعلان کیا جاتا ہے کہ عید کی پہلی نماز فلاں بجے ہوگی اور دوسری نماز فلاں بجے ہوگی، اب یہاں بعضوں کا کہنا ہے کہ عید کی نماز جو دوسری بار پڑھی جاتی ہے وہ مکروہ ہوتی ہے، اور بعضوں کا کہنا ہے کہ بغیر کراہت کے نماز ہوجاتی ہے۔

لہذا آپ برائے مہربانی قرآن اور حدیث کی روشنی میں تفصیل کے ساتھ سمجھائیں۔ اگر مکروہ ہے تو مکروہ تنزیہی یا مکروہ تحریمی ہے؟ یا بغیر کراہت کے نماز ہوجاتی ہے؟ وہ آپ تفصیل سے سمجھائیں۔

جواب : ۳۲/۶۸ حامدًا ومصليًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

عید کی نماز شہر سے باہر جا کر عیدگاہ میں پڑھنا مسنون ہے۔

ولخروج الى المصلى وهي ..... سنة وان كان يسعهم الجامع وعليهم عامة المشائخ ..... (منية المصلى : ۵۷۱)

عید کی نماز ادا کرنے کے واسطے عیدگاہ کی طرف (جنگل کی طرف) نکلنا سنت ہے، شامی میں یہ مسئلہ اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ (شامی: ۱/۵۵۷) اور شہر میں بغیر عذر کے نماز عید پڑھنا مکروہ ہے؛ اگر چہ نماز تو ہوجائے گی مگر ثواب کم ہوگا اور اگر عذر ہو جیسے بارش وغیرہ تو بلا کراہت جائز ہے۔ (کبیری: ۵۷۲، شامی: ۱/۵۵۷)

اب صورت مسئلہ کے بارے میں کہ عید کی نماز ایک ہی مسجد میں دو مرتبہ پڑھی جائے، سوال میں بتائی ہوئی تفصیل کے ساتھ تو اس طرح تکرار جماعتِ عید بھی مکروہ

ہے، جیسے کہ مفتیان کرام نے دیگر نمازوں کا حکم بیان کیا ہے کہ محلّہ کی مسجد میں محلّہ والوں نے اذان کے اعلان سے جماعت کی اس کے بعد دوسری جماعت ادا کی گئی تکرار اعلان کے ساتھ۔ دوسری صورت یہ ہے کہ پہلی جماعت تو اعلان کے ساتھ ہوئی اور دوسری جماعت اذان کے اعلان کے بغیر ہوئی تو ان دونوں صورتوں میں تمام کے نزدیک تکرار جماعت مکروہ تحریمی ہے۔

عید کی نماز کے واجب ہونے کے لئے وہی شرائط ہیں جو جمعہ کی نماز کے واجب ہونے کے شرائط ہیں، اور جمعہ کی نماز کی تکرار کے بارے میں طحاوی شریف میں ہے کہ حضرت عمرؓ جمعہ کی نماز کے بعد اسی جیسی نماز پڑھنا مکروہ سمجھتے تھے۔

(احسان الفتاوی:۳۲۵/۲)

جب حضرت عمرؓ کی اس بات سے یہ معلوم ہوا کہ جمعہ کی نماز ایک مرتبہ ہوجانے کے بعد دوسری مرتبہ پڑھنا مکروہ ہے؛ تو عید کی نماز کے تکرار کا بھی یہی حکم ہوگا۔فقط واللہ اعلم۔

عید کی نماز جامع مسجد میں پڑھنا۔

سوال : ۳۳/۶۹

عید کی نماز عید گاہ کے بجائے گاؤں (شہر) کی جمعہ مسجد میں پڑھنے سے ادا ہوجائے گی؟

جواب : ۳۳/۶۹ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

عید کی نماز جمعہ مسجد میں پڑھنے سے ادا ہوجائے گی۔لیکن عید گاہ میں پڑھنا سنت ہے، کسی عذر کے بغیر عید گاہ میں عید کی نماز ادا نہ کرنا خلاف سنت ہے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (شامی:۷۷۶/۱، عالمگیری:۱۵۰/۱)

تکبیر تشریق کا بیان

تکبیر تشریق کے متعلق مکمل تفصیل۔

سوال : ۷۰/۳۴

(۱) عید الفطر کے دن تکبیر تشریق بلند آواز سے پڑھنا اور گھر سے نکلتے ہوئے بلند آواز سے پڑھتے ہوئے مسجد یا عید گاہ میں جانا اور وہاں پہنچ کر مسجد میں بھی اہتمام کے ساتھ پڑھنا اور عید کی نماز کے بعد جب امام صاحب سلام پھیرے تب تکبیر تشریق پڑھنا کیسا ہے؟ تو عید الفطر کے دن تکبیر کس طرح پڑھنی چاہئے ؟ آہستہ پڑھنے میں کوئی حرج ہے؟

(۲) عید الاضحیٰ کے دن مذکورہ بالا تکبیر تشریق پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر پڑھ سکتے ہیں تو کس طرح؟ سنت کے مطابق عمل سے مطلع فرمائیں۔

(۳) عید الاضحیٰ کے تین دنوں میں اگر جمعہ کا دن آجاوے تو جمعہ کی نماز میں جب امام صاحب سلام پھیرے اس وقت تکبیر تشریق پڑھنا کیسا ہے؟

عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن تکبیر پڑھنے کے سلسلہ میں فرق بیان فرمائیں۔

جواب : ۷۰/۳۴ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

(۱) عید الفطر کی نماز کے لئے عید گاہ۔ مسجد کی طرف جاتے ہوئے راستہ میں آہستہ سے تکبیر پڑھتے ہوئے جانا مستحب ہے، اور عید گاہ یا مسجد میں پہنچ کر تکبیر پڑھنا بند کردے، یہ ظاہری روایت ہے اور اسی کو اولی قرار دیا گیا ہے؛ اور بعض اقوال کے مطابق عید کی نماز شروع ہونے تک تکبیر پڑھنے کی گنجائش ہے، لیکن بعض جگہوں میں ایک آدمی بلند آواز سے تکبیر کہنے کے بعد خاموش ہوجاتا ہے اس کے بعد عید گاہ یا مسجد میں جو نمازی ہوتے ہیں وہ سب ایک ساتھ بیک آواز بلند آواز سے پڑھتے ہیں تو اس

طور پر تکبیر پڑھنا خلاف سنت اور بدعت ہے، اور اس کو چھوڑ دینا چاہیئے؛ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ''تم اپنی ذاتوں پر نرمی کرو، تم کسی گونگے یا غیر حاضر کو نہیں سناتے۔ (مشکوۃ:۱/۱۲۵)

اور اگر بلند آواز سے اور نماز ہونے تک پڑھنا ہی ہو تو پھر ہر آدمی اپنے طریقہ سے تکبیر پڑھے اور آواز اتنی بلند کرے کہ اطراف کے دو تین آدمی سن سکیں؛ نہ تو بلند آوز سے پڑھے اور نہ ہی کسی کے آواز کے ساتھ ملا کر پڑھنے کا اہتمام کرے۔
(مراقی الفلاح:۵۳۷، شامی:۱/۶۱۹، کبیری:۴۹۴)

(۲) عید الاضحیٰ کے دن تکبیر پڑھنے کا حکم بھی عید الفطر کی طرح ہی ہے، فرق اتنا ہے کہ عید الاضحیٰ کے دن گھر سے عیدگاہ یا مسجد جاتے ہوئے راستہ میں بلند آواز سے پڑھنا مستحب ہے۔

(۳) عید الاضحیٰ کے وقت تکبیر تشریق کے دنوں میں جمعہ آجاوے تو جمعہ کی نماز کے بعد بھی تکبیر تشریق پڑھی جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

عورت کے لئے تکبیر تشریق پڑھنا کیسا ہے؟

سوال : ۳۵/۷۱

عید کے دنوں میں اسی طرح ۹ ذی الحجہ کی صبح سے ۱۳ ذی الحجہ تک عورتوں کے لئے ہر نماز کے بعد تکبیر تشریق پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اس سے مطلع فرمائیں۔

جواب : ۳۵/۷۱ حامدًا ومصليًا ومسلما. هوالموفق للصواب.

عورت اگر ایسے آدمی کے پیچھے نماز ادا کرے کہ جس پر تکبیر تشریق واجب ہے؛ تو عورت پر تکبیر تشریق واجب نہیں ہے۔ لیکن پڑھنا بہتر ہے۔ کیوں کہ صاحبینؒ (امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ) کے مذہب کے مطابق عورت پر تکبیر تشریق پڑھنا واجب ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (شامی:۱/۵۶۴)

نماز کے مختلف مسائل

عورتوں کے سجدہ کا طریقہ۔

سوال : ۳۶/۷۲

عورتیں نماز میں قومہ کی حالت سے سجدہ میں جاتے وقت زمین پر ٹیک لگا کر جاتی ہیں تو ایسا کرنا کوئی حرج کی بات تو نہیں؟ گھٹنے ٹیک کر بیٹھ جاتی ہیں پھر سجدہ میں جاتی ہیں تو عورتوں کو کس طرح سجدہ کرنا چاہیئے؟

جواب : ۳۶/۷۲ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

حضرت تھانویؒ نے عورتوں کے لئے سجدہ کرنے کا طریقہ یہ لکھا ہے کہ (رکوع کرکے) جب مکمل کھڑی ہوجاوے اس کے بعد اللہ اکبر کہتی ہوئی سجدہ میں جائے زمین پر پہلے گھٹنے رکھے پھر کانوں کے مقابل ہاتھ رکھے اور انگلیوں کو خوب ملا لے پھر دونوں ہاتھوں کے بیچ سر رکھے۔

(بہشتی زیور:۲/۱۷)

مسائل کی کتابوں سے ثابت ہوتا ہے کہ مرد اور عورت کے سجدہ میں جانے کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہی مسنون ہے، اسلئے عورتیں بھی مرد کی طرح سجدہ میں جاوے۔ جوعورتیں اس مسنون طریقہ کے خلاف کرتی ہے اس کی وجہ سے نماز میں کسی قسم کا فساد نہیں آئے گا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مسجد کا بیان

مسجد کی تعمیر سے الگ رکھی ہوئی جگہ۔

سوال : ۳۷/۷۳

ایک مسجد کی قبلہ والی جہت میں تین فٹ جگہ چھوڑ کر تعمیر شروع کی ہے تا کہ ہوا

اور روشنی آسکے تو اس طرح کرنا جائز ہے؟

نوٹ: نئ تعمیر زمین سے تقریبا دس فٹ بلندی پر ہے اور قبلہ والی جہت میں غیر مسلم کا مکان ہونے کی وجہ سے سہولت ملنے کی کوئی امید نہیں۔

جواب : ۳۷/۷۳ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

قبلہ والی جہت میں جو جگہ مسجد کی تعمیر سے الگ چھوڑ دی گئی ہے تو ایسا کرنا جائز ہے۔ مسجد کے لئے جتنی جگہ وقف کردی گئی ہو اس مکمل جگہ پر تعمیر کرنا ضروری نہیں، ہاں! وہ جگہ مسجد کے حکم میں شمار ہوگی، اس لئے اس جگہ کو صاف رکھنی چاہئے اور کسی دوسرے کام میں لینا جائز نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

جماعت خانہ نیچے زمین پر بنانا۔

سوال : ۳۸/۷۴

بلساڑ میں چھوٹے تائی واڈ کی مسجد کے ٹرسٹیوں میں سے ایک ٹرسٹی میں بھی ہوں اور مسجد تقریبا ایک سو پانچ سال پرانی ہے، اس مسجد میں جماعت خانہ سطح زمین پر تھا اور جب مصلی زیادہ ہوجاتے تھے تو جماعت خانہ کے اوپر نماز پڑھی جاتی تھی، امام صاحب نیچے والے جماعت خانہ میں نماز پڑھاتے تھے۔

اب پرانی مسجد ناکافی ہونے کی وجہ سے شہید کرکے نئ مسجد کا تعمیری کام جاری ہے، اب نئ مسجد میں جماعت خانہ کہاں رکھا جائے؟ اس کے متعلق کچھ سوالات پیدا ہوئے ہیں تو آپ اس سلسلہ میں شریعت کی روشنی میں جواب عنایت فرما کر مہربانی فرمائیں۔

(۱) مسجد تقریبا ایک سو پانچ سال پرانی ہے، جہاں جماعت خانہ آج تک نیچے کے حصہ میں تھا اور باجماعت جمعہ کا خطبہ بھی ہوتا تھا، جہاں بزرگان دین بھی نماز پڑھ چکے ہیں۔

(۲) نئی تعمیر کے وقت جماعت خانہ نیچے کے بجائے اوپر منتقل کرنا کیسا ہے؟ زمین کا حق ادا ہوگا یا نہیں؟ تفصیل کے ساتھ حدیث کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں۔

(۳) ضعیف اور کبیر السن لوگ جماعت خانہ نیچے رکھنا چاہتے ہیں، تو کیا کرنا چاہئے؟ جماعت خانہ اوپر منتقل کرنا چاہئے یا زمین پر رکھنا چاہئے؟

(۴) خطبہ دینے کے لئے ممبر کہاں رکھنا چاہئے؟ اور امام صاحب نماز کونسی جگہ میں پڑھاوے؟ اگر جماعت خانہ اوپر والے حصہ میں رکھے تو نیچے ممبر رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟ دونوں جگہ ممبر رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟

(۵) ہماری مسجد کے چاروں طرف راستے پڑتے ہیں چاروں طرف کے آواز اور شور سے بچنے کے لئے جماعت خانہ اوپر رکھ سکتے ہیں؟ دوسرے منزلہ پر جماعت خانہ رکھیں تو تیں قدم چڑھنا پڑے اور اوترنا پڑے دوسرا یہ کہ بیت الخلا، حوض، پیشاب خانہ، نیچے ہی نئی مسجد کی تعمیر میں بنایا ہے، ایسی حالت میں جماعت خانہ نیچے یا اوپر بنانا مناسب ہے؟ مطلع فرمائیں۔

(۶) فجر اور مغرب کی نماز نیچے جماعت خانہ میں پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ یا ظہر، عصر اور عشاء اوپر والے جماعت خانہ میں پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ یا روزانہ کی نماز نیچے اور جمعہ کے دن خطبہ اور نماز اوپر والے جماعت خانہ میں پڑھ سکتے ہے یا نہیں؟ اس کے متعلق روشنی ڈالیں۔

جماعت خانہ نیچے رکھنا یا اوپر والے منزلہ پر لیجانا چاہئے؟ حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ زمین کا حق ادا ہوگا یا نہیں؟

جواب: ۳۸/۷۴ حامدًا ومصلیًا ومسلمًا۔ ھوالموفق للصواب۔

تحت الثری سے لیکر آسمان تک مسجد شمار ہوتی ہے، اس لئے اوپر والے حصہ میں جماعت خانہ بنا سکتے ہیں، وہاں پر اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا ثواب نیچے جماعت خانہ میں پڑھنے سے ملتا ہے۔

دومنزلہ مسجد بنائی جائے اور نیچے والے حصہ میں نماز شروع کی جائے، نیچے جگہ خالی نہ ہوتو بقیہ نمازی امام کی اقتداء میں اوپر والے حصہ میں ادا کرے۔ بڑی عمر کے لوگوں کی جماعت بھی فوت نہیں ہوگی جبکہ اوپر جانے کے لئے تیس قدم چڑھنا پڑتا ہے ورنہ بڑی عمر کے اور کمزور لوگ جماعت کے ثواب سے محروم رہ جائیں گے۔ لہذا بہتر تو یہی ہے کہ جگہ کی تنگی ہوتو دوسرا منزلہ بنانا چاہیئے، لیکن امام کا مصلی نیچے جماعت خانہ میں رکھنا چاہیئے۔

امام نیچے کے جماعت خانہ میں نماز پڑھاوے اور خطبہ دے، امام مسجد کے جس حصہ میں نماز پڑھاوے اسی حصہ میں محراب بنایا جائے۔ مصلیوں کی جس چیز میں راحت ہواس کے مطابق ساری نمازیں جماعت کے ساتھ اوپر نیچے ہر جگہ ادا کر سکتے ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

جماعت خانہ میں حوض بنانا۔

سوال : ۳۹/۷۵

پرانی مسجد کے جماعت خانہ کے نیچے (تہ خانہ میں) حوض کا پانی ہے اور وضو کی نشستیں جماعت خانہ سے باہر ہیں، مگر نئی مسجد جو تعمیر کی ہے اس میں جماعت خانہ بلندی پر لے جا کر پوری حوض جماعت خانہ کے نیچے بنائی گئی ہے، تو شریعت میں کوئی حرج کی بات ہے یا نہیں؟

جواب : ۳۹/۷۵ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

ایک مرتبہ جس جگہ پر مسجد بن گئی تو وہ جگہ تحت الثری سے لے کر عرش الٰہی تک مسجد کے حکم میں شمار ہوگی۔ (شامی: ۱/۵۸۵)

اسی طرح مسجد میں کوئی ایسا کام نہ کرنا چاہیئے کہ جس سے مسجد کی توہین اور مسجد میں گندگی ہو۔ (بحر: ۵/۲۷۱)

سوال میں ذکر کردہ حقیقت کے مطابق جماعت خانہ کی جگہ میں حوض نہیں بنا سکتے، کیوں کہ اس جگہ پر پہلے سے جماعت خانہ تھا، اس لئے اس حصہ کو مسجد کے متعلق دوسری چیزوں میں استعمال نہیں کر سکتے، کیوں کہ پرانے جماعت خانہ کی جگہ پر اگر حوض بنایا جائے گا تو مسجد آنے جانے کا راستہ اور تھوکنے اور کلی کر کے گندگی کرنے کا ذریعہ بن جائے گا اس لئے اس جگہ پر حوض نہیں بنا سکتے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مسجد کے ٹرسٹی کس کو بنائیں؟

سوال : ۴۰/۷۶

سلام مسنون ! تاریخ ۲۸/۱/۱۹۸۹ء کے روز عشاء کی نماز کے بعد میاں اسماعیل حاجی غلام حسین پتھر والے کے مکان پر جنرل میٹنگ میں حاضرین کی اکثریت کی رائی کے مطابق تین آدمیوں کو ٹرسٹی بنایا گیا، ان میں سے ایک جناب شہاب الدین جی شیخ، مونڈا محلّہ، غزنوی مسجد، بی/۲۳، بھروچ، جو کرایہ دار نہیں ہے، ٹرسٹی کی حیثیت سے منتخب کئے گئے، ٹرسٹی کے ایکاؤنٹ میں لین دین اور ان کے نام کی کرایہ کی رسید بھی بنی ہوئی نہیں ہے، ان کی والدہ صاحبہ عائشہ بی بی غلام محمد مسجد کی ملکیت کے مکان میں کرایہ دار ہیں؛ شہاب الدین جی شیخ پر سب محلّہ والوں کو اعتماد ہے، آپ مہربانی فرما کر فقہ کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔شہاب الدین جی. شیخ کی تفصیل آپ کے سامنے پیش کی ہے، کیا ایسی حالت میں ٹرسٹی بن کر کام کرنے کے لئے ان کو حق بنتا ہے؟

جواب : ۴۰/۷۶ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

مسجد اور مدرسہ کا ٹرسٹی ایسا آدمی بننے کے قابل ہے جو امانتدار، دیندار، اللہ سے ڈرنے والا، صالح ہو، مطلب پرست نہ ہو اور جس کام یا ادارہ کا اس کو ٹرسٹی بنایا

جائے اس کا نظم اور انتظام بذات خود یا اپنے وسائل کے ذریعہ سے کرنے کی صلاحیت اور لیاقت رکھتا ہو؛ امانتدار کا یہ مطلب ہے کہ ٹرسٹ کی رقم حفاظت سے رکھ کر اپنے کام میں یا دوست احباب اور رشتہ داروں کے کام میں استعمال نہ کرے اس کو صرف ادارہ کی ترقی، حفاظت اور انتظام میں خرچ کرے۔ (شامی: ۴۲۱/۳)

فقہاء کرام نے جو شرطیں لکھی ہیں امانتدار، دیندار، خدا سے ڈرنے والا یہ سارے صفات شہاب الدین جی. شیخ میں موجود ہوں تو ان کو ٹرسٹی بنانا درست ہے۔ چاہے ٹرسٹ کی ملکیت کے کرایہ دار ہو یا نہ ہو! ہاں! اگر وہ امانتدار، دیندار اور خدا سے ڈرنے والے نہ ہو اس کے باوجود ان کو ٹرسٹی بنایا جائے گا تو ایسی حالت میں ٹرسٹی بنانے والے گنہگار ہوں گے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

صف کے بیچ میں ممبر ہو تو پہلی صف کونسی؟

سوال : ۴۱/۷۷

زید کا کہنا ہے کہ امام صاحب روزانہ امامت کے لئے ممبر کے پاس کھڑے رہتے ہیں مگر جمعہ کے دن (زیادہ لوگ ہونے کی وجہ سے) محراب کے آدھے حصہ میں کھڑے رہتے ہیں، اب پہلی صف جس کی حدیث شریف میں بڑی فضیلت وارد ہوئی ہے تو جمعہ کے دن امام صاحب محراب کے آدھے حصہ میں کھڑے رہتے ہیں تو پہلی صف بظاہر ممبر کے بیچ آجانے کی وجہ سے الگ ہو جاتی ہے یعنی وہ پہلی صف نہیں ہے بلکہ اس کے بعد والی جو دوسری صف ہے وہی پہلی صف ہے، لہذا زید کا کہنا شرعی اعتبار سے صحیح ہے؟

جواب : ۴۱/۷۷ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

زید کا کہنا صحیح نہیں ہے۔ پہلی صف اسی کو کہا جائے گا جو امام کے پیچھے ہو، نہ کہ

وہ صف جو مقتدیوں کے پیچھے ہو، اب اگر کوئی دوسری صف میں ہے مگر اس کے اور امام کے درمیان کوئی مقتدی نہیں ہے یعنی دوسری صف میں کھڑے رہنے والے کے آگے کوئی مقتدی نہیں ہے بلکہ امام ہے تو اس کو پہلی صف شمار کیا جائے گا۔ ممبر کا پہلی صف کے بیچ آجانے کی وجہ سے صف ٹوٹ جاتی ہے اس کی وجہ سے کوئی کراہیت نہیں آئے گی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ایک مسجد کی رقم دوسری مسجد میں۔

سوال : ۴۲/۷۸

ایک گاؤں کی مسجد کے لئے بیرون ملک سے کچھ رقم آئی تھی، اس میں سے کچھ رقم مسجد کی ترمیم کے لئے استعمال ہوئی ہے اور کچھ رقم پوسٹ آفس میں جمع ہے، مگر اب اس مسجد کا انتظام کرنے والا کوئی نہیں ہے، پوسٹ آفس میں جو رقم جمع ہے اس کا استعمال کہاں کرنا چاہئے؟ وہ رقم دوسری مسجد میں دے سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب : ۴۲/۷۸ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

اس کے متعلق شریعت کا حکم یہ ہے کہ مسجد کی رقم اسی مسجد میں استعمال کرنی چاہئے، دوسری مسجد یا دوسرے کام میں استعمال کرنا جائز نہیں ہے، مگر علماء متاخرین نے فرمایا ہے کہ جب مسجد کی رقم اتنی زیادہ مقدار میں جمع ہوگئی ہو کہ اس رقم کی ضرورت فی الحال یا مستقبل میں کبھی نہیں پڑے گی اور مزید براں اس رقم کے پڑے رہنے کی وجہ سے برباد ہوجانے کا خطرہ بھی ہو تو ایسی مسجد کی رقم مسجد کی تعمیر میں یا تمام ٹرسٹیوں اور بستی کے لوگوں کی اتفاق رائی سے استعمال کرنا جائز ہے۔ (شامی:۴۰۶/۳)

صورت مسئلہ میں مسجد فی الحال ویران پڑی ہے تو کیا مستقبل میں آباد نہیں ہوگی؟ اور جب آباد ہوگی تو وہ مسجد اپنا خرچ برداشت کرسکتی ہے؟ اگر اس طرح ہو تو جن بھائیوں نے اس میں چندہ دیا ہے ان بھائیوں کی اجازت لے کر اور چندہ دینے

والے بھائیوں کا نام معلوم نہ ہوتو ٹرسٹی صاحبان یا وہاں کے بستی والوں کی اجازت لے کر دوسری ضرورت مند مسجد میں مذکور رقم دے سکتے ہیں۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ایک مسجد کے پنکھے دوسری مسجد میں۔

سوال : ۴۳/۷۹

ہمارے گاؤں شیر پورا کی مسجد چھوٹی تھی بنیاد کی بلندی آٹھ فٹ پر تھی، ہمارے گاؤں کے ایک سخی آدمی نے چھوٹے پنکھے خرید کر مسجد میں لگائے تھے، چھوٹی مسجد ہونے کی وجہ سے اس وقت ہوا کے لئے کافی تھے، اب مسجد بڑی ہو جانے کی وجہ سے اور اس کی بنیاد ساڑھے تیرہ فٹ بلند ہو جانے کی وجہ سے چھوٹے پنکھوں کی ہوا مصلیوں کے لئے کافی نہیں ہے، اس لئے مصلی لوگ چھوٹے پنکھے بیچ کر یا نیلام کر کے یا جس سخی بھائی نے چھوٹے پنکھے لگائے تھے اس کو واپس کرنا چاہتے ہیں اور وہ سخی بھائی دوسرے بڑے پنکھے شیر پورا کی مسجد میں ڈالدے اور چھوٹے پنکھے دوسرے گاؤں کی مسجد میں (جہاں ضرورت ہو وہاں) وقف کر دے، آپ اس کے متعلق شریعت کے اعتبار سے جواب عنایت فرما کر مہربانی فرمائیں۔

جواب : ۴۳/۷۹ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

مسجد کے پنکھے آلات مسجد میں شمار ہوں گے فقہاء کرام نے آلات مسجد جیسا کہ چٹائی، لوٹا، فانوس وغیرہ کے متعلق یہ حکم لکھا ہے کہ جب وہ مسجد کے لئے کسی بھی طرح قابل استعمال نہ رہے تو قریب کی کسی مسجد میں دے دیئے جائیں۔فقط واللہ اعلم۔

مسجد کی جگہ مدرسہ کے استعمال میں۔

سوال : ۴۴/۸۰

پرانی مسجد کے ساتھ تقریبا ۶۲ فٹ لمبی اور ۴۰ فٹ چوڑی جگہ ہے، اس جگہ پر

وقتی طور پر چھت بنا کر پانچ وقت کی نماز پڑھنا چاہتے ہیں یہ مسجد کے تعمیری خرچ سے بنایا گیا ہے، مسجد تیار ہونے کے بعد یہ مدرسہ کی تعلیم یا کسی اور کام کے لئے استعمال کر سکتے ہیں؟

جواب : ۴۴/۸۰ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

جو جگہ مسجد کے لئے چندہ کی ہوئی رقم سے بنائی گئی ہے وہ جگہ مدرسہ کی تعلیم کے لئے استعمال نہیں کر سکتے۔ مسجد کے متعلق کاموں میں استعمال کر سکتے ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مسجد کا ٹیکس مدرسہ ادا کرے تو؟

سوال : ۴۵/۸۱

سنی مسلمان جماعت کی ایک مسجد اور مدرسہ فرقانیہ ودیدیہ مانڈوی، یہ دونوں ادارہ ایک دوسرے کے ساتھ بہت اچھا تعلق رکھتے ہیں اور دونوں ادارہ بہت اچھی طرح کام کرتے ہیں۔

ضرورت پیش آنے کی وجہ سے مدرسہ نے مسجد کی مالکی کی زمین کرایہ پر لے کر ایک مکان بنایا، یعنی زمین مسجد کی مالکی کی ہے اور اس پر مکان کی تعمیر اور عمارت مدرسہ کی ملکیت ہے، اس مکان کے متعلق جتنے بھی ٹیکس، گھر، پانی اور لائٹ وغیرہ کے آتے ہیں وہ مدرسہ بھرتا ہے۔

(۱) مسجد کی جس زمین پر مدرسہ نے مکان بنایا ہے اس زمین کی سالانہ آمدنی مکمل ۳۰۰ روپیہ مدرسہ مسجد کو دیتا ہے۔

(۲) مسجد کی مالی حالت کمزور ہے، اس لئے مسجد کے امام صاحب کی تنخواہ جو مسجد کی طرف سے دی جاتی ہے اس کا آدھا حصہ مدرسہ ادا کرتا ہے۔

(۳) مسجد کے مؤذن صاحب مدرسہ میں خدمت دیتے ہیں، جس کا عوض ۹۰

روپیہ مدرسہ ادا کرتا ہے۔

مزید براں رات کے وقت مدرسہ چلتا ہے بچوں کو رات کے وقت پڑھایا جاتا ہے، اس کی اجرت امام صاحب اور مؤذن صاحب کو اچھی خاصی رقم مدرسہ ادا کرتا ہے۔ یہ اجرت اگر دونوں کو نہ دی جائے تو دونوں کا گذارہ نہیں ہوسکتا۔

آج سے دو سال پہلے میونسپل کارپوریشن نے ایک نیا ٹیکس لینا شروع کیا ہے اور وہ ٹیکس زمین کے مالکوں کو بھرنا پڑتا ہے، نئے ٹیکس کی رسید ۱۷۹.۷۵، روپیہ ہوتا ہے میونسپل کارپوریشن نے متولی صاحب کو دے دی اور انہوں نے یہ رسید مدرسہ کے متولی کو دے دی اور ساتھ میں پیغام کہلا بھیجا کہ اس رسید کی رقم آپ کو یعنی مدرسہ کے ذمہ بھرنا ہے، مدرسہ کے متولی صاحب نے مدرسہ کے ٹرسٹیوں کی ایک میٹنگ بولائی اور یہ سوال رکھا کہ اس رسید کی رقم پنچایت میں کون بھرے گا؟ مسجد یا مدرسہ؟

جواب : ۴۵/۸۱ حامدًا و مصلیًا و مسلمًا۔ ھوالموفق للصواب۔

زمین مسجد کی مالکی کی ہے اس لئے زمین کے متعلق جتنے بھی سرکاری ٹیکس آئیں گے اس کی ادائیگی مسجد کے ذمہ رہے گی لیکن زمین مدرسہ کو کرایہ پر دینے کے وقت یہ شرط رکھی ہو کہ جو کچھ سرکاری ٹیکس آئیں گے اس کی ادائیگی مدرسہ کے ذمہ رہے گی تو یہ ٹیکس مدرسہ کے ذمہ ادا کرنا ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

جرمانہ کی رقم مسجد میں دینا۔

سوال : ۴۶/۸۲

دو آدمیوں کے درمیان جھگڑا ہوا کچھ صلح پسند لوگوں نے ان دونوں کے درمیان صلح کرادی جس آدمی کا قصور تھا اس پر جرمانہ عائد کیا کہ اتنی رقم مسجد میں جمع کرانا پڑے گی، تو ایسی جرمانہ کی رقم مسجد میں لے سکتے ہیں؟

جواب : ۴۶/۸۲ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

مذکور آدمی ثواب کی نیت کے ساتھ چاہے صلح ہونے کی وجہ سے یا شکرانہ کے طور پر رقم مسجد میں دے دے تو کوئی حرج کی بات نہیں، مسجد کے لئے لے سکتے ہیں، بلکہ ثواب کا کام ہے۔ لیکن مذکور رقم صلح کرانے کی اجرت کے طور پر مسجد میں دی جائے تو اس طرح مسجد میں رقم لینا جائز نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مسجد کے برتن کرایہ پر دینا۔

سوال : ۴۷/۸۳

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اور علماء عظام مندرجۂ ذیل مسئلہ میں، تفصیل کے ساتھ جواب دے کر مہربانی فرمائیں۔

(۱) ہماری مسجد کے لئے آمدنی آتی رہتی ہے، گاؤں کے لوگوں نے سب کے استعمال کے لئے برتن کی قیمت کے لئے چندہ وصول کرکے برتن خرید کر مسجد کی کمیٹی کو سپرد کر دیئے، جس میں بعض لوگوں نے مسجد میں دینے کی مخالفت کی، مخالفت کی وجہ یہ تھی کہ یہ برتن لوگ شادیوں میں، زیارت، تیجا، گیارویں شریف جیسی رسموں میں کرایہ پر لے جائیں گے تو ایسی کرایہ کی رقم مسجد نہیں لے سکتی، تو سوال یہ ہے کہ اس طور پر اگر مسجد کے لئے رقم ملے تو استعمال کر سکتے ہیں؟ جو لوگ مخالفت کرتے ہیں وہ حق پر ہیں؟

نوٹ : اس رقم کو جمع کرکے برتن خریدنے کا سبب یہ بنا کہ ایک بھائی کے یہاں ولیمہ تھا گاؤں میں ایک آدمی کے پاس چار دیگ کے علاوہ دوسرا کوئی برتن نہیں تھا، اطراف کے گاؤں میں شادی ہونے کی وجہ سے برتن نہ ملنے کی وجہ سے ایک آدمی نے مسجد میں تقریر کی اور لوگوں کو برتن خریدنے پر شوق دلایا اور اس طور پر رقم جمع کرکے برتن خرید کر مسجد میں برتن دیئے۔ تو مذکور مسئلہ کا تفصیلی جواب کتابوں کے حوالہ کے

ساتھ عنایت فرما کر مہربانی فرمائیں۔

جواب : ۲۷/۸۳ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

امام اعظم (ابوحنیفہؒ) کے قول کے مطابق جائز ہے۔ اور امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ کے قول کے مطابق جائز نہیں۔ اس لئے سخت ضرورت کے بغیر ایسے کاموں میں برتن کرایہ پر نہ دیئے جائے اور مسجد کے خرچ کی ادائیگی کے لئے اس کے علاوہ اور دوسری کوئی آمدنی نہ ہو تو یہ بھی ضرورت میں شمار ہوگا، کرایہ لے کر خرچ کر سکتے ہیں، کرایہ پر دینا جائز ہے مگر گناہ کے کاموں میں مددگار بننے کی وجہ سے ایسے کاموں سے بچنا ضروری ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(شامی: ۳۴۵/۵، خلاصہ: ۱۴۹/۳، فتاوی خلیلیہ حصہ: ۱)

مسجد کے نیچے کے کمرے کرایہ پر دینا۔

سوال : ۲۸/۸۴

(۱) ہماری مسجد میں دس بارہ سال پہلے جماعت خانہ کے سامنے جگہ لے کر جماعت خانہ وسیع کیا گیا ہے، اور اس کے نیچے چار کمرے بنائے ہیں تو ان میں سے ایک کمرہ تاجر آدمی کرایہ لے کر اناج کی گوڈاؤن بنانا چاہتا ہے، تو ہم کرایہ پر دے سکتے ہیں؟ یہ جائز ہے یا نہیں؟

(۲) مسجد کی عمارت کو بنائے ہوئے دس بارہ سال ہو چکے ہیں، بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ تعمیر کے وقت کمروں کو کرایہ پر دینے کی نیت کی ہو تو کرایہ پر دے سکتے ہیں، اس کے متعلق بھی تفصیل بیان فرمائیں۔

کمرے جماعت خانہ کے نیچے بنائے ہیں، جماعت خانہ پختہ (آر.سی.سی. کا) بنایا ہوا ہے، اس کے نیچے کمرے ہیں جس کو مدنظر رکھتے ہوئے جواب دے کر مہربانی فرمائیں۔

جواب : ۴۸/۸۴ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

پرانی مسجد کوشہید کر کے مسجد کی نئی تعمیر کے وقت جماعت خانہ وسیع کرنے کے لئے پرانے جماعت خانہ کے آگے والے حصہ میں نئی جگہ لے کر مسجد کے جماعت خانہ میں شامل کردی گئی ہے اس جماعت خانہ میں شامل کی ہوئی جگہ میں تہ خانہ میں جو چار کمرے بنائے گئے اسی وقت اگر ایسی نیت کی گئی ہو کہ یہ چار کمرے کرایہ پر یا مسجد کے متعلق کاموں میں استعمال کریں گے تو استعمال کرنا جائز ہے۔

اور اگر ایسی نیت نہ کی ہو یا صرف مسجد کی نیت کی ہو اور اس وقت کرایہ پر دینے یا مسجد کے متعلق کاموں میں استعمال کرنے کی نیت نہ ہو تو اب اسے کرایہ پر دینا جائز نہیں۔ کیوں کہ مسجد کا اوپر والا حصہ عرش الٰہی تک اور نیچے والا حصہ تحت الثریٰ تک مسجد کے حکم میں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مسجد کے لاؤڈ اسپیکر میں دوسرے اعلانات۔

سوال : ۴۹/۸۵

(۱) مسجد کا لاؤڈ اسپیکر جو اذان دینے کے لئے رکھا اور لگایا گیا ہے، تو اس لاؤڈ اسپیکر میں دوسرے اعلانات کر سکتے ہیں یا پھر اذان کے لئے ہی استعمال کر سکتے ہیں؟ اس کا تفصیل کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں۔ مثال کے طور پر کوئی مسجد سے چپل پہن کر چلا گیا ہو تو اس کا اعلان کر سکتے ہیں؟۔

(۲) میت ہوئی ہو تو اس کے گھر کوئی کھانا لے کر نہ جاوے اس کا اعلان۔

(۳) ٹنکی پر مقرر کیے ہوئے آدمی کو پانی بند کرنے کے متعلق اعلان۔

(۴) فلاں آدمی جہاں ہو وہاں سے مسجد میں حاضر ہو اس کا اعلان۔

اس طرح کے اعلانات ہوتے ہیں تو کیا اذان کے لاؤڈ اسپیکر میں ایسے

اعلانات کرسکتے ہیں؟ اس بات کا تفصیل کے ساتھ جلدی جواب عنایت فرمائیں۔

جواب : ۸۵/۴۹ حامدًا ومصليًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

لاؤڈ اسپیکر وقف کرنے والے نے اگر صرف اذان کے لئے ہی وقف کیا ہوتو اذان کے علاوہ دوسری چیزوں کے اعلان کے لئے اس کو استعمال کرنا جائز نہیں۔ اور اگر واقف نے مسجد کے متعلق کاموں کے لئے وقف کیا ہو جیسا کہ اذان، تقریر، جنازہ کی نماز کا اعلان تو ایسی حالت میں مسجد کے متعلق کاموں کے لئے اس کا استعمال کرنا جائز ہے۔ اور اگر واقف نے اذان اور دینی کاموں کے لئے اور کوئی بھی جائز کام کے استعمال کے لئے وقف کیا ہو تو سوال میں ذکر کردہ کاموں کے لیئے استعمال کرنا جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

باب : ۵
جنائز اور قبرستان

بیری کے پتے ڈال کر پانی گرم کرنا۔

سوال : ۱/۸۶

آدمی کا جب انتقال ہوجاتا ہے تو غسل کے پانی میں بیری کے پتے کیوں ڈالے جاتے ہیں؟

جواب : ۱/۸۶ حامدًا ومصلیًا ومسلمًا۔ ھوالموفق للصواب۔

میت کو غسل دینے کے لئے پانی میں بیری کے پتے ڈال کر گرم کرکے اس پانی سے غسل دینا مستحب ہے، جس سے پانی بھی صاف ہوجاتا ہے اور کیڑوں کا بھی خاتمہ ہوجاتا ہے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(مشکوۃ:۱/۱۴۳، کبیری:۴۹۷، مراقی الفلاح:۱۴۰، شامی:۱/۶۳۲)

شوہر اپنی بیوی کا جنازہ اٹھا سکتا ہے؟

سوال : ۲/۸۷

شوہر اپنی بیوی کا جنازہ اٹھا سکتا ہے یا نہیں؟ اور اپنی بیوی کو دیکھ سکتا ہے یا نہیں؟ اور اس کو چھو سکتا ہے یا نہیں؟ اس کی قبر میں اتر سکتا ہے؟ اسی طرح بیوی اپنے شوہر کے انتقال کے بعد اس کے جنازہ کو اٹھا سکتی ہے یا نہیں؟ اور بیوی اس کو دیکھ سکتی ہے یا نہیں؟ اور اس کو غسل دے سکتی ہے یا نہیں؟

جواب : ۲/۸۷ حامدًا ومصلیًا ومسلمًا۔ ھوالموفق للصواب۔

شوہر اپنی بیوی کا جنازہ اٹھا سکتا ہے اور اس کو دیکھ سکتا ہے اور کپڑے کو آڑ بنا کر اس کو ہاتھ لگا سکتا ہے اور اس کی قبر میں بھی اتر سکتا ہے۔ اسی طرح بیوی اپنے شوہر کا جنازہ اٹھا سکتی ہے اور اسے بغیر کپڑے کی آڑ کے ہاتھ بھی لگا سکتی ہے اور غسل

بھی دے سکتی ہے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(شامی:۳/۹۰،۹۱،بحرالرائق:۲/۳۰۵،۳۰۶)

جنازہ کی نماز میں ہاتھ کب چھوڑ دیں؟

سوال : ۳/۸۸

جنازہ کی نماز میں چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ چھوڑے یا سلام پھیرنے کے بعد ہاتھ چھوڑے؟

جواب : ۳/۸۸ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

دونوں طریقے جائز ہیں؛یعنی ہاتھ چھوڑ کر سلام پھیرے یا سلام پھیر کر ہاتھ چھوڑے،دونوں جائز ہے؛البتہ افضل ہونے میں اختلاف ہے،حضرت تھانویؒ نے چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ چھوڑ کر سلام پھیرنے کو اولی قرار دیا ہے،اور حضرت مفتی عزیز الرحمٰنؒ نے چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ چھوڑے بغیر سلام پھیرنے کو ترجیح دی ہے۔

(امدادالفتاوی:۱/۵۰۳،فتاوی دارالعلوم:۵/۳۱۳)

فتاوی دارالعلوم میں ایسا ہی سوال جواب لکھا ہے جو آپ ملاحظہ کر سکتے ہیں:

سوال: زید کا کہنا ہے کہ جنازہ کی نماز میں چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ چھوڑ کر سلام پھیرنا چاہئے؛جبکہ عمر اس بات کی سخت مخالفت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ہاتھ نہ چھوڑ نا چاہئے،ان دونوں قول میں سے کس کا قول صحیح ہے؟

جواب: زید کا قول فقہاء کے قوانین کے مطابق ہے،حضرت مولانا عبدالحی لکھنویؒ نے سعایہ حصہ۲ صفۃ الصلوۃ میں واضح طور پر ذکر کیا ہے:

ومن هنايخرج الجواب عماسئلت فی سنة ست وثمانين ايضا من انه هل يضع مصلی الجنازة بعدالتكبيرة الأخيرة من تكبيراته ثم يسلم ام يرسل ثم يسلم؟ وهوانه ليس بعدالتكبيرة الأخيرة ذكرمسنون فيسن فيه الارسال انتهى.

(سعايه : ۲/۱۵۹)

جواب قابل تأمل ہے جواب قواعد سے درست ہے جزئی نہیں دیکھی۔ واللہ اعلم
یاد رکھنا چاہئے کہ جنازہ کی ہر تکبیر کے بعد مسنون ذکر ہے، پہلی تکبیر کے بعد ثناء؛ دوسری تکبیر کے بعد درود شریف؛ تیسری تکبیر کے بعد دعاء اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام۔ اس میں ہر ذکر مسنون ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ زید کا قول کہ چوتھی تکبیر میں ہاتھ چھوڑ کر سلام پھیرنا چاہئے یہ قول صحیح نہیں ہے۔ عمر کا قول صحیح ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد ہاتھ چھوڑنا چاہئے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

میت کے احکام

مسلمان کے لئے کافر رشتہ دار کا تجہیز و تکفین۔

سوال : ۴/۸۹

مشرک کے کفن کے لئے مسلمان چندہ کرسکتا ہے یا نہیں؟ اور دینے والے کو ثواب ملے گا یا نہیں؟ قرآن اور حدیث کی روشنی میں جواب اور ثواب نہ ملے اس کی دلیل عنایت فرمائیں۔

جواب : ۴/۸۹ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

شامی میں ہے کہ مسلمان اپنے قریبی کافر رشتہ دار کی ضرورت کے وقت تجہیز وتدفین کا عمل کرسکتا ہے (جیسا کہ کافر رشتہ دار کو کوئی تجہیز وتدفین کرنے والا نہ ہو) اور اس کے جنارہ میں شریک ہوسکتا ہے مگر ضرورت کے بغیر اچھا نہیں ہے، جب قریبی کافر رشتہ دار کے لئے یہ حکم ہے کہ اس کی تجہیز وتدفین کا خرچ اپنے ذمہ لینا اچھا نہیں ہے تو جو کافر رشتہ دار نہ ہو اس کے لئے یہ حکم بطریق اولی ہوگا۔ (شامی: ۸۳۲/۱)

ایک انسانیت کی ہمدردی کے خاطر اس کے ساتھ ہمدردی اور خاطر مدارات کرسکتا ہے، اور یہی اسلامی اخلاق بھی ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

جنازہ کی نماز پڑھنے کے لئے قبرستان میں جگہ بنانا۔

سوال : ۵/۹۰

(۱) ہمارے گاؤں میں جنازہ کی نماز پڑھنے کے لئے کوئی خاص جگہ متعین نہیں ہے اس لئے ہم راستہ پر پڑھتے ہیں، اب ہم نے جہاں قبرستان ہے، بہت پرانی قبریں ہیں جن کے نام ونشان تک نہیں ہے اور ایک جگہ تو ایسی ہے کہ جہاں پہلے سے قبریں ہی نہیں ہیں مگر قبلہ کی جانب کسی اللہ کے ولی کا مقبرہ ہے اس لئے وہاں قبر ستان میں ایک جگہ متعین کرنے کا ارادہ کیا ہے، تو قبرستان میں کوئی خاص جگہ نماز پڑھنے کے لئے بنا سکتے ہیں؟ اور اگر بنا سکتے ہیں تو مذکورہ بالا جگہوں میں سے کس جگہ بناویں؟

جواب : ۵/۹۰ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

(۱) قبرستان میں فقط جنازہ کی نماز ادا کرنے کے لئے کسی جگہ کو متعین کرنے میں کوئی حرج کی بات نہیں، مگر قبرستان میں جنازہ کی نماز پڑھنے کے لئے ضروری ہے کہ سامنے کوئی قبر نہ ہو اور بہتر یہ ہے کہ جنازہ کی نماز دوسری جگہ میں پڑھی جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

قبر پر نام والی تختی لگانا۔

سوال : ۶/۹۱

میری بیوی کا انتقال ہوا ہے مرحومہ کی سب ہی اولاد بیرون ملک رہتی ہیں ان لوگوں کا ملک میں آنا بہت عرصہ کے بعد ہوتا ہے جب وہ لوگ آتے ہیں تو اپنی مرحومہ والدہ کے ایصال ثواب کے لئے درود شریف، فاتحہ، قرآن شریف کی تلاوت مرحومہ کی قبر کے پاس جا کر کر سکیں اس لئے مرحومہ کی قبر پہچاننے کے لئے ہی ایک نام والی تختی یا پتھر کا نشان رکھ سکتے ہیں یا نہیں ایسی تختی یا نشانہ کے لئے رکھا ہوا پتھر مستقبل

میں کسی وجہ سے ہٹانے کی ضرورت پڑے تو اس کو ہٹانے کے لئے ہم سب راضی ہیں۔

جواب : ۶/۹۱ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

سوال میں ذکر کردہ تفصیل کے مطابق آپ اپنی بیوی کی قبر پر نشانی رکھنے کے لئے جو مرحومہ کی اولاد جب جب بھی بیرون ملک سے اپنے وطن واپس آویں تب اپنی مرحومہ والدہ کی قبر پہچان سکیں اس نیت سے پتھر یا تختی لگانا جائز ہے، تاکہ قبر پہچان سکیں، مسائل کی مشہور اور معتبر کتاب شامی میں لکھا ہے لابأس بالکتابۃ ان احتیج الیھا حتی لایذھب الاثر ولایمتھن۔

قبر کی بے حرمتی نہ ہو اور قبر کی جگہ پہچان سکے اس کے خاطر لکھنے میں کوئی حرج کی بات نہیں۔

مذکورہ عربی عبارت کے ماتحت زیادہ وضاحت کرتے ہوئے علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ بیشک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پتھر اٹھایا اور حضرت عثمان بن مظعونؓ کی قبر پر سر کے پاس رکھا اور فرمایا کہ اس سے میں اپنے بھائی کی قبر پہچان سکوں اور میرے رشتہ داروں کو دفن کرسکوں۔ (ابوداؤد شریف)

کتابت سے قبر پہچانی جاسکتی ہے، مذکور چیز ضرورت کے وقت جائز ہے، ضرورت کے بغیر لکھنا نہ چاہئے یہاں تک کہ تختی پر قرآن شریف کی آیات یا اشعار یا مرحوم کے اوصاف یا تعریف لکھنا جائز نہیں۔ (شامی: ۱۴۴/۳)

مذکورہ تفسیر کو مدنظر رکھ کر مرحومہ کی قبر پر پہچان کے خاطر نشانی رکھنا یا تختی لگانا جائز ہے، کوئی حرج نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

قبر میں بیری کی لکڑی رکھنا جائز ہے؟

سوال : ۷/۹۲

ہمارے یہاں ایک آدمی نے سوال کیا کہ جب میت ہوتی ہے تو بیری کے پتہ سے پانی گرم کیا جاتا ہے۔ اور قبر میں بیری کی لکڑی رکھی جاتی ہے تو اس کے متعلق آپ کا کیا کہنا ہے؟ تو میں نے کہا کہ علماء کو پوچھ کر جواب دونگا، تو یہ کیسا ہے؟

جواب : ۷/۹۲ حامدًا ومصليًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

میت کو غسل دینے کے لئے بیری کے پتے ڈال کر پانی گرم کرنا مستحب ہے۔

البتہ قبر میں بیری کی لکڑی رکھنے لئے فقہ کی کتاب میں دیکھا نہیں؛ اگر شرعی طور پر ثابت ہوتا تو فقہاء اس کو ضرور ذکر فرماتے۔ بلکہ فتاوی رشیدیہ میں تو اس کو روافض کا شعار لکھا ہے۔ لہذا اس سے بچنا چاہئے۔ فقط واللہ اعلم۔

(فتاوی محمودیہ: ۳۹۹/۲)

ایصال ثواب کا بیان

بلند آواز سے اجتماعی تلاوت۔

سوال : ۸/۹۳

ایصال ثواب کی مجلس میں قرآن خوانی کا پروگرام رکھا گیا ہے، جس میں بیس، پچیس آدمی ایک ساتھ بلند آواز سے تلاوت کرتے ہیں، اب سوال یہ ہے کہ قرآن اگر کوئی پڑھتا ہو تو دوسروں کے لئے سننا واجب ہے۔ تو یہ سننا نماز میں واجب ہے یا نماز سے باہر بھی واجب ہے؟ اور مذکور مجلس میں سب کو ایک ساتھ تلاوت کرنا درست ہے؟

جواب : ۸/۹۳ حامدًا ومصليًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

فاذا قرء القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے علماء نے لکھا ہے کہ نماز اور خطبہ کے علاوہ عام حالات میں کوئی آدمی تلاوت کر رہا ہو تو دوسرے لوگوں کے لئے دھیان سے سننا واجب ہے یا نہیں؟ اس کے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں:

بعض علماء لکھتے ہیں کہ ایسی حالت میں دھیان سے سننا واجب ہے، اسی لئے ایسی جگہوں میں جہاں پر لوگ اپنے کام میں مشغول ہوں یا آرام کر رہے ہوں کسی کے لئے بلند آواز سے قرآن پڑھنا جائز نہیں، اور ایسی جگہوں پر جو آدمی قرآن شریف پڑھتا ہے اس کو گنہگار قرار دیا گیا ہے۔

جبکہ دوسرے علماء کا قول ہے کہ قرآن شریف ایسی جگہ پر دھیان سے سننا واجب ہے جہاں قرآن شریف سنانے کے لئے پڑھا جاتا ہو جیسا کہ نماز اور خطبہ میں، یا کوئی آدمی اپنے اعتبار سے قرآن پڑھ رہا ہو یا ایک مکان میں سب لوگ مل کر اپنے طور پر قرآن شریف پڑھ رہے ہوں تب دوسرے لوگوں کے لئے دھیان سے سننا اور خاموش رہنا واجب نہیں۔

اس لئے کہ صحیح حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت نماز میں قرآن شریف بلند آواز سے پڑھتے تھے تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات آرام میں ہوتی تھیں اور بعض مرتبہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کے باہر تک بھی آواز جاتی تھی۔

بخاری شریف اور مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سفر کی حالت میں ایک جگہ قیام فرمایا، پھر صبح فرمایا کہ میرے سفر کے اشعری ساتھیوں کو رات کے اندھیرے میں ان کی تلاوت کی آواز سن کر میں نے پہچان لیا کہ خیمہ کہاں ہیں؟ اور کس جہت میں ہیں؟ جبکہ دن کے وقت ان کے قیام کی مجھے اطلاع نہیں تھی!

اس حدیث میں بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اشعری بھائیوں کو یہ نہیں فرمایا کہ تم بلند آواز سے قرآن شریف کیوں پڑھتے تھے؟ اور نہ ہی سونے والے کو اس طرف متوجہ فرمایا کہ جب قرآن شریف پڑھا جائے تو اٹھ کر بیٹھ جاؤ اور قرآن شریف سنو۔

اس قسم کی احادث کی وجہ سے علماء نے نماز سے خارج قرآن شریف تلاوت کرنے کی اجازت دی ہے، مگر افضل اور بہتر سب علماء کے قول کے مطابق یہ ہے کہ نماز سے باہر کسی جگہ بھی قرآن شریف پڑھنے کی آواز سنائی دے تو اس کی طرف توجہ دے اور خاموش رہے، اور اسی وجہ سے ایسی جگہوں میں کہ جہاں لوگ سو رہے ہوں یا اپنے مشغلہ میں مشغول ہوں قرآن شریف بلند آواز سے پڑھنا غیر مناسب قرار دیا ہے۔ (معارف القرآن:۱۶۶/۳)

مفتی شفیع صاحبؒ کی مذکور تفسیر سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جب تمام لوگ جمع ہو کر قرآن شریف پڑھتے ہوں تو اس وقت خاموش رہ کر قرآن شریف پڑھنا واجب نہیں نماز یا نماز سے باہر جب قرآن شریف سنانے ہی کے لئے پڑھا جا رہا ہو اس وقت خاموش رہ کر قرآن شریف سننا واجب ہے۔

عمدۃ الفقہ میں لکھا ہے کہ جب قرآن شریف سننے کے لئے سب لوگ جمع ہوئے ہوں تب قرآن شریف پڑھا جائے تو حاضرین کے لئے قرآن شریف سننا فرض ہے، ورنہ ایک آدمی بھی سن لے گا تو ذمہ ساقط ہو جائے گا چاہے دوسرے لوگ اپنے کام میں مشغول ہوں! مجلس میں سب لوگوں کو جمع ہو کر بلند آواز سے قرآن شریف پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، قرآن شریف کو خاموش رہ کر سننے کے حکم پر عمل نہیں ہوگا۔ (عمدۃ الفقہ :۱۸/۲)

آج کل مسلمانوں میں ایصال ثواب کی مجالس میں قرآن شریف ختم کرنے کا

رواج عام ہو چکا ہے، اب ان کو ایسی چیزوں سے روکنا حرج میں ڈالنے والی چیز ہے اس لئے جائز ہونے والے قول کو ترجیح دی جائے گی اور اس طرح قرآن پڑھنے سے روکا نہیں جائے گا۔ (عمدۃ الفقہ: ۱۸/۲)

امداد الاحکام میں اس طرح کا سوال جواب ہے۔

سوال: اگر ایک ہی جگہ بہت سے لوگ باآواز بلند قرآن مجید کی تلاوت کریں تو واذا قرء القرآن فاستمعوا لہ کے لحاظ سے کیا اس کو اس فعل سے منع کیا جا سکتا ہے اور یہ فعل جائز ہے یا نہیں؟

جواب: حنفیہ نے تعلیم وتعلم میں تو اس طرح اجتماع کے ساتھ قراءت کی اجازت دی ہے مگر تلاوت میں مشہور قول یہ ہے کہ یہ صورت اجتماع جائز نہیں، لیکن بعض فقہاء نے اجازت بھی دی ہے؛ والیہ میلان سیدی حکیم الامت۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (امداد الاحکام: ۲۴۲/۱)

بلند آواز سے قرآن شریف پڑھنا۔

سوال: ۹/۹۴

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارے میں کہ لوگ جمع ہو کر قرآن شریف بلند آواز سے پڑھتے ہیں جسے گجراتی میں دور کہتے ہیں وہ بلند آواز سے ایک ساتھ مل کر پڑھنا کیسا ہے؟ کیا اس میں کوئی گناہ ہے؟ اگر باحوالہ جواب عنایت فرمائیں تو کرم ہوگا۔

جواب: ۹/۹۴ حامدًا ومصلّیا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

سب لوگ جمع ہو کر ختم قرآن کا دور بلند آواز سے کرتے ہیں تو یہ پڑھنا جائز ہے اور اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب دامت برکاتہم کا اس سلسلہ میں ایک فتوی ملاحظہ ہو:

سوال: ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی میں قرآن شریف بلند آواز سے پڑھنا چاہئے یا خاموشی سے؟ ایک صاحب کہتے ہیں کہ امام اہل سنت مولانا عبد الشکور صاحبؒ ایسے موقع پر خاموشی سے پڑھنا کہتے ہیں، صحیح مسئلہ سے مطلع فرمائیں۔

جواب: افضل تو یہی ہے کہ جب ایک جگہ جمع ہو کر قرآن شریف پڑھے تو سب آہستہ پڑھے، لیکن بلند آواز سے پڑھے تب بھی جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (فتاوی محمودیہ: ۲۵/۱)

باب: ۶
زکوۃ اور صدقہ

آئندہ سال کی زکوۃ ادا کرنا۔

سوال: ۱/۹۵

ایک آدمی نے ۵۰۰ روپیہ قرض کے طور پر دوسرے آدمی کو دیئے کچھ مہینوں کے بعد قرضدار نے بمبئی جا کر خط لکھوایا کہ ان پیسوں کی زکوۃ نکال کر وہاں تقسیم کر دینا ،مقروض یہ سمجھا کہ یہ ۵۰۰ روپیہ مکمل زکوۃ کے طور پر ادا کرنے کے لئے کہا ہے، لہذا اس میں سے ۳۵۰ روپیہ زکوۃ کے حقدار لوگوں کو دے دیئے ۱۵۰ روپیہ باقی ہیں، مقروض آدمی بمبئی گیا اور قرضدار کے ساتھ بات چیت ہوئی تو قرضدار نے کہا کہ میں نے خط میں لکھا تھا کہ صرف ۵۰۰ روپیہ پر جتنی زکوۃ واجب ہوتی ہو اتنی نکال دینا، حاصل کلام یہ کہ سمجھنے میں غلطی ہوئی لہذا ۳۵۰ روپیہ زکوۃ کی ادائیگی میں شمار ہونگے یا نہیں؟ اور سال ختم ہونے سے پہلے ہی زکوۃ دے دی تو شریعت کے مطابق جائز ہے یا نہیں؟ اس کی تفصیل سے مطلع فرما کر مہربانی فرمائیں۔

جواب: ۱/۹۵ حامدًا ومصليًا ومسلمًا۔ هوالموفق للصواب۔

(ولو عجل ذو نصاب زكاته(لسنتين اولنصب صح) (در مختار : ۲/۲۶)

جو آدمی صاحب نصاب ہو وہ ایک نصاب کی کئی سال کی زکوۃ ادا کرے یا کئی نصابوں کی زکوۃ ادا کرے تو صحیح ہے، خود ایک نصاب کا مالک ہو تو اس نصاب کی پانچ دس سال کی زکوۃ پیشگی ادا کرے تو ادا ہو جائے گی۔

علماء نے لکھا ہے کہ کسی کے پاس ۴۰۰ درہم تھے اس نے اس خیال سے کہ ۵۰۰ درہم ہے اور ۵۰۰ درہم کی زکوۃ ادا کر دی تو جو زیادہ رقم کی زکوۃ ادا کی ہے اس کو آئندہ سال کی زکوۃ میں شمار کر سکتا ہے، اس مسئلہ کی روشنی میں صورت مسئلہ میں جو زکوۃ

زیادہ دی گئی ہے اس کو آئندہ سال کی زکوۃ میں شمار کر سکتے ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ایک سال گذرنے پر زکوۃ۔

سوال: ۲/۹۶

حاجی علی بھائی حاجی اسماعیل پٹیل عرض کرتے ہیں کہ گاؤں میں میرا خود کا مکان تھا جو بیچ دیا ہے اس کی جو قیمت آئی اس سے دوسرا مکان یا زمین خریدنے کی نیت تھی مگر خریدنے کے لئے حالات مناسب نہ تھے اس لئے وہ رقم بینک میں جمع کر دی ہے، اس کو ابھی ایک سال پورا نہیں ہوا تو مندرجۂ ذیل سوال کا جواب عنایت فرمائیں۔

(۱) مذکور بالا نیت کو مدنظر رکھ کر مکان کی جو قیمت آئی ہے سال گذرنے پر زکوۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

جواب: ۲/۹۶ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

جس کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا یا اس کی قیمت کے برابر نقد روپیہ ہو اور اس پر ایک سال گذر جائے تو زکوۃ کی ادائیگی واجب ہو جاتی ہے۔ (شامی: ۲/۴)

سوال میں ذکر کردہ تفصیل کے مطابق سال ختم ہونے سے پہلے بیچے ہوئے مکان کی قیمت سے دوسرا مکان خرید لیا جائیگا تو زکوۃ واجب نہیں ہوگی۔ اور اگر وہ رقم برسوں تک پڑی رہے گی تو اس پر زکوۃ واجب ہوگی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

جو سونے کا مالک ہو اس کو زکوۃ دینا۔

سوال: ۳/۹۷

(۱) کسی سرکاری محکمہ میں کام کرنے والے آدمی کے پاس پندرہ سے بیس تولہ

سونا ہے اور انہیں حکومت کے پاس سے چالیس ہزار روپیہ سودی قرض لے کر مکان خریدنا ہو اور انہوں نے کھیتی کرنے کے لئے دوسری بینک سے ۲۰۰۰۰ روپیہ سودی قرض لیا ہو تو ایسے آدمی کے لئے زکوۃ کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اور اگر زکوۃ ادا کرنا ضروری ہو تو اس کے ذمہ جو قرض ہے اس کے مطابق شریعت کے اعتبار سے حکم بیان فرمائیں؟ قرض کی رقم منہا کر کے زکوۃ ادا کرنی چاہئے یا پندرہ سے بیس تولہ سونے کی جو قیمت ہو اس کی زکوۃ ادا کرنی چاہئے؟

(۲) ہماری پھوپھی زاد بہن جس کے پاس چھ سات تولہ سونا ہیں دائمی طور پر بیمار رہنے کی وجہ سے ان کے شوہر کے اپنے گھر نہ رکھنے کی وجہ سے وہ اپنے بھائی کے یہاں تین چار بچوں کو لے کر رہتی ہے اور اس کا شوہر نان ونفقہ وغیرہ ادا نہیں کرتا تو ایسے حالات میں پھوپھی زاد بہن کو یا رشتہ داروں کی اولاد کو زکوۃ کی رقم دے سکتے ہیں؟

جواب: ۳/۹۷ حامدا ومصلیا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

(۱) فی الحال سونے کا جو بازاری بھاؤ چلتا ہو وہ اپنے سونے کی قیمت لگا کر جس کا جو بھی قرض ہو اس قرض کی ادائیگی کے بعد بقیہ رقم پر ڈھائی فیصد زکوۃ دے۔

(ہدایہ:۱)

(۲) پھوپھی زاد بہن کے پاس صرف چھ یا پانچ تولہ سونا ہو اور چاندی بالکل نہ ہو اور نقد رقم بھی نہ ہو اسی طرح ضرورت سے زائد کسی بھی قسم کا مال سامان کپڑے وغیرہ نہ ہو تو زکوۃ دینا جائز ہے، اور اگر سونے کے ساتھ مندرجۂ بالا ذکر کردہ چیزوں میں سے کوئی بھی ایک چیز ہوگی تو زکوۃ دینا جائز نہیں اس کے بچے چاہے وہ چھوٹے ہوں ان کو زکوۃ دینا جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مالدار شوہر کی غریب بیوی زکوۃ لے سکتی ہے؟

سوال : ۴/۹۸

ایک غریب لڑکی زکوۃ یا للہ رقم یا چرم قربانی کے پیسے لینے کی حقدار ہے مگر اس لڑکی کا نکاح ایسے لڑکے کے ساتھ کر دیا گیا ہے کہ وہ لڑکا زکوۃ لینے کا حقدار نہیں ہے بلکہ وہ بذات خود زکوۃ ادا کرتا ہے تو وہ لڑکی زکوۃ لے سکتی ہے یا نہیں؟ لڑکی کے رشتہ دار لڑکی کو زکوۃ دینا چاہتے ہیں جبکہ لڑکا زکوۃ لینے کا حقدار نہیں ہے، تفصیل کے ساتھ جواب سے مطلع فرمائیں۔

جواب : ۴/۹۸ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

لڑکی کے شوہر کے مالدار ہونے کی وجہ سے لڑکی کو مالدار نہیں شمار کیا جائیگا، اس لئے اگر وہ بذات خود غریب اور زکوۃ لینے کی حقدار ہو تو زکوۃ دینا جائز ہے۔

فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (ہدایہ:۱)

عورت کی زکوۃ شوہر کو۔

سوال : ۵/۹۹

بیوی پر زکوۃ فرض ہے، جبکہ اس کا شوہر غریب ہے تو کیا بیوی اپنے شوہر کو زکوۃ دے سکتی ہے؟

جواب : ۵/۹۹ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

بیوی اپنے شوہر کو زکوۃ نہیں دے سکتی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(ہدایہ:۱/۲۰۶، شامی:۲/۷۲)

مدرسہ کے کام کے لئے زکوۃ۔

سوال : ۶/۱۰۰

زکوۃ کی رقم مدرسہ کے کسی بھی کام کے لئے استعمال کر سکتے ہیں؟ اور اگر

استعمال کر سکتے ہیں تو مدرسہ کے قرآن شریف ،بچھونے ، استاذ کے بیٹھنے کے لئے گدے اور تکیے اور مدرسہ کی طرف جانے کے لئے راستہ بنانے کے استعمال میں لے سکتے ہیں؟ تفصیل کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں۔

جواب : ۷/۱۰۰ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

زکوۃ کی ادئگی کے لئے ضروری ہے کہ غریب اور زکوۃ کے حقدار مسلمان کو مالک بنایا جائے۔ (ہدایہ:۱/۲۰۴،۲۰۵)

لہذا سوال میں ذکر کردہ چیزوں میں زکوۃ کا مال استعمال کرنے سے زکوۃ ادا نہیں ہوگی ،زکوۃ کی رقم سے قرآن شریف خرید کر زکوۃ کے حقدار غریب بچوں کو مالک بنادینے سے زکوۃ ادا ہو جائے گی۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مقروض کے لئے زکوۃ وصول کرنا۔

سوال : ۷/۱۰۱

ایک شخص قصائی کا پیشہ اختیار کئے ہوئے ہے، کچھ وقت کے بعد اس آدمی نے گوشت کے پیشہ کے ساتھ ساتھ بکرے لاکر بیچنا بھی شروع کر دیا ہے، گوشت اور بکرے کی تجارت میں برکت ہوتی تھی اور اب نقصان ہونے لگا اور قرض بھی زیادہ ہو گیا اور قرض خواہ اس کو زیادہ پریشان کرتے ہیں اب اس مقروض آدمی کا دوست یہ ارادہ کر رہا ہے کہ رمضان کا مہینہ آرہا ہے لوگوں سے زکوۃ کے پیسے وصول کر کے قرضدار دوست کا قرض ادا کرینگے اور جن لوگوں سے زکوۃ لینگے ان کو دوست کا نام نہیں بتائیں گے، کیوں کہ دوست کی عزت بھی بچانا ہے اس لئے اب نیچے بتائے ہوئے سوالوں کا شریعت کے اعتبار سے کیا حکم ہیں؟

(۱) ایسے شخص کے لئے زکوۃ وصول کرنا شریعت کے اعتبار سے کیسا ہے؟ اور ایسا شخص زکوۃ لے کر اپنا قرض ادا کرسکتا ہے؟

(۲) جولوگ اس کو زکوۃ دینگے انکی زکوۃ ادا ہوگی یا نہیں؟

(۳) اس کے لئے زکوۃ وصول کرنے والا شخص خود مالدار ہے اور دوسرے کے لئے نام لیئے بغیر زکوۃ وصول کرتا ہے اس کو زکوۃ دینے میں کوئی حرج تو نہیں؟

(۴) ایسے شخص کو زکوۃ کا مال زیادہ دینے سے جو لوگ زکوۃ کے حقدار اور غریب ہیں ان غریبوں کے حصہ میں مال کی کمی ہوگی تو اب زکوۃ ادا کرنے والے کو کیسا رویہ اختیار کرنا چاہئے؟

جواب: ۱۰۱/۷ حامدًا و مصلیًا و مسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

جس کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا یا اتنی قیمت کا تجارت کا مال ہو اسے شریعت کی اصطلاح میں مالدار کہا جاتا ہے، ایسے آدمی کے لئے زکوۃ کے پیسے لینا اور کھانا حلال نہیں اسی طرح اتنی قیمت کا کوئی مال ہو لیکن تجارت کا نہیں ہے مگر وہ ضرورت سے زیادہ ہے وہ بھی مالدار ہے، ایسے آدمی کو بھی زکوۃ دینا جائز نہیں اگر چہ ایسے مالدار پر زکوۃ بھی واجب نہیں ہوتی۔

(شامی: ۲/۶۴، ۷۰)

مگر جس کے پاس اتنا تو مال نہیں مگر کم ہے یا بالکل نہیں یعنی ایک دن بسر کر سکے اتنا بھی نہیں ہے تو اسے غریب کہا جاتا ہے، ایسے آدمی کو زکوۃ کا مال دینا درست ہے اور ایسے لوگوں کے لئے لینا بھی جائز ہے۔ (شامی: ۲/۶۴)

کسی کے پاس ۱۰۰۰ روپیہ نقد ہے مگر وہ ۱۰۰۰ روپیہ یا اس سے زیادہ کا مقروض ہے تو ایسے آدمی کو بھی زکوۃ دینا جائز ہے اور قرض ۱۰۰۰ روپیہ سے کم ہے تو دیکھو قرض کی ادائیگی کے بعد کتنے روپے بچتے ہیں؟ اگر اتنے بچتے ہیں جتنے پر زکوۃ واجب ہوتی ہے تو اس کو زکوۃ کے پیسے دینا درست نہیں۔ اور اسے کم بچے تو زکوۃ دینا درست ہے۔

مثال کے طور پر ایک آدمی کے پاس ۲۰۰۰۰ ہے اور ۱۵۰۰۰ پر زکوۃ واجب ہوتی ہے اور اس کا قرض پانچ ہزار روپیہ ہے تو ایسے آدمی کو زکوۃ کا مال دینا جائز نہیں اور اس کا قرض ۱۴۰۰۰ ہو تو ایسے آدمی کو زکوۃ دینا مناسب ہے۔

جس مقروض آدمی کے لئے آپ زکوۃ کی رقم وصول کر کے دینا چاہتے ہو اس آدمی کے پاس ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت کے برابر نقد رقم سے زیادہ قرض ہو تو اس آدمی کو زکوۃ دینا درست ہے، اسی طرح اس کے پاس ضرورت سے زائد سامان نہ ہو یا اگر ہے تو ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر نہیں ہے تو ایسی صورت میں زکوۃ دینا درست ہے۔ قرضدار کے قرض کی ادائیگی کے لئے زکوۃ کے پیسے جمع کرنا درست ہے، غریب آدمی زکوۃ کے طور پر ملی ہوئی رقم سے اپنا قرض ادا کر سکتا ہے۔

(۲) زکوۃ کی رقم جس آدمی کے لئے جمع کرنے کے بارے میں سوال کیا گیا ہے وہ آدمی شرعی طور پر غریب ہو تو زکوۃ دینے سے زکوۃ ادا ہو جائیگی، شرعی اعتبار سے غریب کس کو کہتے ہیں وہ اوپر ذکر کیا گیا ہے۔

(۳) جس آدمی پر زکوۃ واجب ہو وہ دوسرے کے لئے زکوۃ جمع کر سکتا ہے۔

(۴) آپ جس تاجر آدمی کے لئے زکوۃ کی رقم جمع کر رہے ہو وہ ہی غریب ہے اس لئے زکوۃ کی رقم غریب ہی کو پہنچ رہی ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نابالغ اپاہج لڑکی کو زکوۃ دینا۔

سوال : ۸/۱۰۲

ایک آدمی کی نابالغ لڑکی اپاہج ہے جس کے علاج کا خرچ اندازاً ۳۵۰۰۰ پاؤنڈ ہے لڑکی کے والدین کے پاس پیسے نہیں ہے کہ علاج کرا سکے! تو اس آدمی کو

مسلمان بھائی زکوۃ ،صدقہ کی رقم علاج کے لئے دے سکتے ہیں؟ یا ایسی لڑکی کے لئے علاج کا طریقہ کیا اپنانا چاہئے؟ امید ہے کہ جلدی جواب عنایت فرمائیں گے۔

جواب : ۸/۱۰۲ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

نابالغ اولاد کا خرچ باپ کے ذمہ ہے اگر نابالغ اولاد کے پاس مال ہو تو خرچ کیا جائے۔ (ہدایہ:۱/۴۴۵)

جب باپ کے پاس لڑکی کے علاج کے لئے ضرورت کی رقم نہ ہو تو ایک طریقہ یہ ہے کہ وہ خرچ کرتا رہے اور جو خرچ کی رسید آتی رہے اسکے مطابق لوگوں کے پاس سے زکوۃ لیتا رہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ بعض حضرات یا ایک آدمی کے پاس سے زکوۃ کی رقم وصول کرلے اور ان کا وکیل بن کر تھوڑا تھوڑا خرچ کے مطابق اس آدمی کو دیتا رہے، تیسرا طریقہ یہ ہے کہ مکمل رقم ایک ساتھ اس آدمی کو دے دے مگر اس شکل میں ظاہری طور پر اس آدمی کو مالدار بنانے کے برابر ہے جس کو فقہاء کرام نے مکروہ لکھا ہے۔

(وکرہ اعطاء فقیر نصابا) اوا اکثر (الااذا کان) المدفوع الیه (مدیونا او) کان (صاحب عیال) وحیث (لو فرقه علیهم لایخص کلا) اولا یفضل بعددینه(نصاب) فلا یکرہ. (شامی : ۲/۷۴)

اگرچہ مذکور حالت میں اس آدمی کے پاس رقم جمع رہنے والی نہیں ہے لہذا مالدار بننے والا نہیں ہے اس لئے کراہت سے بچ جانے کی امید ہے مگر جب تک وہ رقم اس کے پاس میں رہے گی کسی نہ کسی درجہ میں ظاہری طور پر مالدار شمار ہوگا، پھر بھی کراہت کے ساتھ اس کو رقم دینا جائز ہے۔ انما الاعمال بالنیات۔ آپ کی نیت مالدار بنانے کی نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نفلی صدقہ، فطر۔

سوال: ۹/۱۰۳

ہمارے گاؤں میں بعض لوگوں نے گاؤں میں آنے والی آسمانی مصیبتیں جیسا کہ زیادہ بارش سے ہونے والا نقصان، جانوروں میں آنے والی بیماریوں وغیرہ سے بچنے کے لئے صدقہ کر کے غریب لوگوں کو پکا کر کھلانے کے لئے گاؤں ہی میں سے پیسہ اور اناج کا چندہ کیا گیا ہے بعد میں یہ سوال پیدا ہوا کہ اس صدقہ کا کھانا غیر مسلم کو کھلا سکتے ہیں یا نہیں؟ تو آپ حضرت اس کے متعلق قرآن وحدیث کی روشنی میں تفصیلی خلاصہ عطا فرما کر مہربانی فرمائیں۔

جواب: ۹/۱۰۳ حامدًا ومصلیًا ومسلمًا۔ ھوالموفق للصواب۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جو لوگ مذہب کے بارے میں تم سے لڑے نہیں ہیں اور تم کو تمہارے گھروں سے نکالا بھی نہیں ہے ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ تم کو اس بات سے روکتا نہیں ہے کہ تم ان کے ساتھ حسن سلوک کرو اور ان کے ساتھ انصاف سے پیش آؤ بیشک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

(سورۂ ممتحنہ: آیت :۸)

مفتی محمد شفیع صاحبؒ اپنی مشہور تفسیر معارف القرآن میں مذکورہ آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں ان کے الفاظ حسب ذیل ہے:

اس آیت میں ایسے کفار جنہوں نے مسلمانوں سے مقابلہ نہیں کیا اور ان کو گھروں سے نکالنے میں بھی کوئی حصہ نہیں لیا، ان کے ساتھ احسان کا معاملہ اور اچھے سلوک اور عدل وانصاف کرنے کی ہدایت دی گئی ہے۔

مسئلہ اس آیت سے ثابت ہوا کہ نفلی صدقات ذمی اور مصالح کافر (صلح پسند غیر مسلمان) کو بھی دیئے جا سکتے ہیں، صرف حربی (کافر دشمن مسلمانوں کو ظلماً ستانے

والے کافر) کو دینا ممنوع ہے۔ (معارف القرآن:۸/۴۰۵،۴۰۶)

مذکور آیت کی جو تفسیر بیان فرمائی گئی ہے اس میں واضح حکم ہے جو کافرین تمہارے ساتھ نرمی سے سلوک کرے اور ظالم کافروں کو ساتھ نہ دے ایسے کافرین کو زکوۃ، صدقہ فطر اور منت کا صدقہ اور دوسرے واجب صدقات کو چھوڑ کر نفلی صدقات، للہ، خیر خیرات دے سکتے ہیں۔

فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ میں ہے کہ ذمی (صلح پسند کافر) کو زکوۃ دینا جائز نہیں، اور ذمی کو زکوۃ کے علاوہ ہر قسم کی خیرات دینا جائز ہے۔

مذکور مسئلہ کی دلیل یہ دی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب مذہب والوں کو صدقہ دو۔ (ہدایہ:۱/۱۸۵، شامی:۲/۶۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں رحمۃ للعالمین بن کر تشریف لائے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلمین کے ساتھ جو احسان اور ہمدردی کا اور اچھے اخلاق کے ساتھ سلوک کیا ہے، اس کا نمونہ دنیا میں ملنا غیر ممکن ہے۔

مکہ میں جس وقت قحط سالی ہوئی اس وقت دشمنوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے وطن سے نکال دیا تھا ان کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدد فرمائی تھی جیسا کہ روایت میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۵۰۰ دینار مکہ مکرمہ بھیجے تھے جس وقت وہاں قحط ہوا تھا اور دینار ابوسفیان اور سفیان بن امیہ کے ہاتھ دینے کا حکم دیا تھا اور مکہ کے کافروں کو تقسیم کرنے لئے فرمایا تھا۔

جو غیر مسلمین ایسے اداروں سے منسلک ہوں یا ان سے تعلق رکھتے ہوں جو ادارے اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہیں اور ان کا نظریہ ہی اسلام اور مسلمانوں کو ختم کرنے اور نقصان کا ہو ایسے کافروں کو للہ خیر خیرات بھی نہ دی جائے۔ فقط واللہ اعلم۔

باب : ۷

حج

حج کے اقسام۔

سوال : ۱/۱۰۴

حج کے اقسام کتنے ہیں؟ وہ تفصیل کے ساتھ مطلع فرمائیں۔ جو لوگ میقات کے اندر رہتے ہوں یا میقات سے باہر رہتے ہوں اس کا کیا حکم ہے؟

جواب : ۱/۱۰۴ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

جو آدمی حج کرنا چاہتا ہے اس کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ میقات (جس جگہ سے احرام باندھے بغیر حرم میں داخل ہونا جائز نہیں ہے وہاں) سے باہر رہتا ہے، تو ایسے حج کرنے والے آدمی کے لئے مکہ پہنچنے کے بعد اگر وہ حج تمتع یا حج قران کرے تو اس پر ایک قربانی واجب ہو جاتی ہے، مکمل جانور کی قربانی کرے یا بڑے جانور کی قربانی میں ساتواں حصہ رکھے اور اگر قربانی نہ کر سکتا ہو تو دس روزہ رکھے جس کی ترتیب یہ ہے کہ تین روزہ حج کے ارکان ادا کرنے سے پہلے رکھے یعنی ۷، ۸، ۹ ذی الحجہ کے دن روزہ رکھے، بقیہ سات روزہ حج کے ارکان ادا کرنے کے بعد چاہے تو مکہ میں رکھے یا گھر واپس آکر رکھے اور اگر حج افراد (جس میں صرف حج کیا جاتا ہے عمرہ نہیں کیا جاتا) کرے تو اس پر قربانی واجب نہیں ہوتی۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ میقات (جس جگہ سے احرام باندھے بغیر حرم میں داخل ہونا جائز نہیں ہے وہاں) سے اندر رہتا ہے تو اسکے لئے صرف حج افراد کرنے کی گنجائش ہے اور قربانی بھی واجب نہیں ہوتی۔ اب جو آدمی حج کرنے والا میقات کے اندر رہتا ہے اور اس کا مکان منی سے ۷۸ کیلومٹر کی دوری پر ہو تو اس پر حج کی قربانی

واجب نہیں ہوگی؛ مگر اس کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی ہو یا ساڑھے سات تولہ سونے کا مالک ہو یا اپنی ضروریات سے زائد اس کے پاس اتنا سامان ہو جو ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہو تو اس پر صاحب نصاب ہونے کی وجہ سے قربانی واجب ہوگی۔ اور اگر وہ میقات میں ہے لیکن اس کا مکان منی سے ۷۸ کیلومٹر یا اس سے زیادہ دور ہے تو اس پر مالداری کی قربانی بھی واجب نہیں ہوگی۔

جب بھی مذکورہ طریقہ کے مطابق حج ادا کرے گا تب قربانی واجب ہوگی، حج کئے بغیر حج کی قربانی واجب نہیں ہوگی مگر مالداری کی وجہ سے قربانی واجب ہوتی ہو تو جب تک وہ صاحب نصاب رہے گا وہاں تک اس پر قربانی واجب ہوتی رہے گی۔

قران: حج اور عمرہ دونوں کی ایک ساتھ نیت کر کے حج کے دنوں میں احرام باندھنے کو شریعت کی اصطلاح میں قران کہا جاتا ہے۔

تمتع: حج کے دنوں میں عمرہ کا احرام باندھ کر ارکان عمرہ ادا کر کے حلال ہو جانا پھر ساتویں یا آٹھویں ذی الحجہ کے دن حج کی نیت کر کے احرام باندھنے کو شریعت کی اصطلاح میں تمتع کہا جاتا ہے۔

مفرد بالحج: حج کے دنوں میں میقات سے صرف حج کا احرام باندھنے کو شریعت کی اصطلاح میں مفرد بالحج کہا جاتا ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

احرام کے بغیر حرم میں داخل ہونا۔

سوال: ۲/۱۰۵

دمام سے دو آدمی حج کرنے کے لئے گئے، مکہ معظّمہ سے دونوں آدمی مدینہ منورہ گئے وہاں سے طواف وداع کرنے کے لئے پھر مکہ معظّمہ واپس روانا ہوئے میقات کی حدود پر احرام باندھنا بھول گئے، مکہ آنے کے بعد معلوم ہوا کہ احرام

باندھنا ضروری ہے تو وہاں کے باشندوں کے لئے جو میقات ہے بعض بھائیوں کے کہنے پر وہاں جا کر احرام باندھ کر آئے اور طواف وداع کیا۔ اس میں اگر کوئی غلطی ہوئی ہو تو کیا کرنا چاہئے اس کی تفصیل سے مطلع فرمائیں۔ اس میں سے ایک حاجی صاحب آٹھ مہینہ پہلے انتقال کر چکے ہیں۔

جواب : ۲/۱۰۵ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

جو آدمی حرم سے باہر رہتا ہے وہ آدمی مکہ یا حرم میں جانے کا ارادہ رکھتا ہو تو میقات سے احرام باندھے بغیر جانا جائز نہیں، اگر احرام باندھے بغیر میقات سے گذر جائے گا تو اس کے لئے ضروری ہے کہ کسی بھی میقات پر آ کر احرام باندھ لے۔ ورنہ دم واجب ہوگا۔

میقات پر سے احرام باندھے بغیر گذر جانے کے بعد پھر میقات واپس آ کر احرام باندھ لیا گیا ہے اس لئے اب دم واجب نہیں ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(شامی:۱۵۱/۲)

حج میں جانے سے پہلے لوگوں کے حقوق ادا کرنا۔

سوال : ۳/۱۰۶

(۱) اگر خدا کو منظور ہوا تو آئندہ سال حج بیت اللہ کرنے کے لئے خدا پاک سے دعاء کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں، فی الحال میرے پاس مکمل اسباب نہیں ہے لیکن اس مالک مہربان، مسبب الاسباب کی ذات سے اس کی رحمت اور کعبۃ اللہ کے دیدار کا خواہش مند ہوں۔

(۲) میں بہت سے قریبی لوگوں سے ناراض ہوں، اور ان کے بارے میں دلی رنج رکھتا ہوں میں ان سے معافی چاہنا یا معاف کرنا نہیں چاہتا ہوں میدان حشر پر موقوف رکھتا ہوں کیا میں اس طرح کروں تو حج مقبول ہو جائے گا؟ میری زندگی میں

اللہ پاک کے احکام کی اتباع نہ کر سکا مغفرت کی امید رکھتا ہوں تو کیا میں سعادت مند بنوں گا یا نہیں؟

(۳) ارکان حج میں جو کچھ پڑھنا بتایا جاتا ہے کوئی جاہل ہو تو اس کو کیا پڑھنا چاہئے؟ کوئی پڑھا لکھا ہو لیکن روانگی کے ساتھ نہ پڑھ سکتا ہو تو اس کو کیا کرنا چاہئے؟ کچھ چیزیں کچھ جگہوں میں روانگی کے ساتھ پڑھنی پڑتی ہے؛ روانگی کے ساتھ نہ پڑھ سکتا ہو تو ارکان کی ادائیگی میں بڑی تاخیر ہو جائے گی، لہذا آپ جناب ہر ارکان میں جو الگ الگ پڑھنا مسنون ہے اور شریعت میں صحیح طور پر پڑھنا ثابت ہے اس سے مطلع فرمائیں۔

(۴) میرے پاس کچھ رقم ہے لیکن حج کی ادائیگی کے لئے کافی نہیں ہے میرے لڑکے جان بوجھ کر بے کار پھرتے ہیں نہ کمائی کرنا ہے نہ کمانا ہے، شریعت اور سرکاری قانون کے مطابق ۲۰، ۲۵ سال کی عمر والے لڑکوں کے ذمہ اپنے والدین کا نان ونفقہ ہے یا ہوتا ہے، ایسے حالات میں میرے پاس خارج میں کوئی آمدنی نہیں ہے کہ میں سب کی ذمہ داری برداشت کر سکوں اور میں نے لڑکیوں کو ان کا حق دے دیا ہے، اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے میں نے اپنی زمین کو .N.A کرا کر پلاٹ بنا کر بیچی جس میں سے روپیہ ۷۵۰۰۰ لڑکیوں کو دیئے اور فی الحال میرے پاس ۲۰۰۰۰ ہے، دونوں ارادے رکھتا ہوں؛ اگر بد قسمتی سے حج کے اخراجات کا انتظام نہ ہو سکے تو شریعت کا کیا حکم ہے؟ مذکورہ چیزوں کا خلاصہ برائے کرم تحریر فرمائیں۔

جواب: ۳/۱۰۲ حامدًا ومصلیًا ومسلمًا۔ ھوالموفق للصواب۔

(۱) حج میں جانے سے پہلے رشتہ دار اور دوست واحباب سے دنیا ہی میں معافی مانگ لینی چاہئے روز حشر پر موقوف نہیں رکھنا چاہئے، قیامت کے دن کا معاملہ بڑا سخت معاملہ ہے۔

بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: جس آدمی کے ذمہ اپنے کسی مسلمان بھائی کا حق عزت کے قبیل سے یا کسی اور اعتبار سے ہو تو آج ہی دنیا میں صفائی کر لے اس دن سے پہلے جس دن نہ تو دینار کام لگیں گے نہ تو درہم۔ (بخاری شریف)

دوسری بہت وعیدیں ہیں جو احادیث میں ذکر کی گئی ہیں لہذا اللہ کے گھر جانے سے پہلے بندوں کے حقوق کی ادائیگی کر دینا بہتر ہے۔ حج کی جو فضیلتیں وارد ہوئی ہیں ان کا تعلق حقوق کی ادائیگی کے بعد ہے، حج تو ادا ہو جائے گا مگر ثواب اور فضیلت میں کمی آئے گی۔

(۲) بندہ کو ہر حال میں اللہ کی رحمت سے امیدوار رہنا چاہئے، ناامید نہ ہونا چاہئے، ناامیدی تو کفر ہے، قرآن شریف میں ہے کہ: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے ان بندوں کو کہہ دو (جنہوں نے اپنے گناہوں کی وجہ سے اپنے پر ظلم کر رکھا ہے) میری رحمت سے ناامید مت ہو جاؤ اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف کر دے گا۔

(۳) حج کی تمام دعائیں سنت اور مستحب ہے تو اگر یاد ہو یا یاد کر سکتے ہو تو بہتر ہے، اگر یاد نہ ہو تو زیادہ مقدار میں تلبیہ (لبیک اللّٰھم لبیک) اخیر تک پڑھتے رہنا چاہئے، اور زیادہ مقدار میں پہلا کلمہ پڑھ سکتے ہو۔ مدینہ منورہ میں درود شریف بھی زیادہ اور کثرت کے ساتھ پڑھنا چاہئے۔ جس زبان میں دعاء پڑھ سکتا ہو دعاء مانگنا چاہئے۔

(۴) حج کے اخراجات اگر مکمل نہ ہو تو حج فرض نہیں ہوتا حج کی استطاعت کے لئے آپ کے پاس اتنی رقم ہونا ضروری ہے کہ سفر کی ٹکٹ اور کھانے وغیرہ کا خرچ اور آپ کے وطن میں بیوی بچے ہیں جن کا خرچ آپ کے ذمہ ہے اتنی مدت کا خرچ ادا کر سکتا ہو اور اپنے ذمہ کوئی قرض نہ ہو تو حج واجب ہوگا ورنہ حج واجب نہیں ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (شامی: ۱۵۴/۲)

حج کے اخراجات والد صاحب ادا کرے۔

سوال: ۱۰۷/۴

میرے والد صاحب کے پاس زمین جائداد اور نقد رقم موجود ہے اور انہوں نے فریضۂ حج ادا کرلیا ہے، البتہ سوال یہ ہے کہ مجھے حج میں جانا ہے ہم تین بھائی ہیں، ان میں سے دو بھائیوں کو حج میں جانا ہے ہم تینوں بھائی والد صاحب کے ساتھ رہتے ہیں، ابھی تک کوئی جائداد ہم کو بخشش یا ہبہ نہیں کی ہے، اور ہم تینوں بھائی ماشاء اللہ اچھی طرح کماتے ہیں، اس صورت میں ہم پر حج فرض ہے یا نہیں ؟ اور ہم حج میں جانے کا ارادہ رکھتے ہیں، تو رقم والد صاحب کے پاس سے قرض لی جائے گی یا بخشش کریں گے؟ اور اس صورت میں ہمارا فریضہ ادا ہو جائے گا یا نہیں؟

جواب: ۱۰۷/۴ حامدًا و مصلیًا و مسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

والد صاحب کے صاحب نصاب اور دولت مند ہونے سے بالغ اولاد دولت منداور صاحب نصاب نہیں قرار دی جائے گی البتہ والد صاحب کو اللہ تعالیٰ نے دولت زیادہ دی ہے تو ایسی صورت میں اپنی بالغ اولاد میں سے جس لڑکے کو حج میں بھیجنا ہو اس لڑکے کو اتنی رقم بخشش ، ہبہ دیوے کہ جس سے وہ صاحب نصاب ہو جاوے اور اس پر حج کا فریضہ عائد ہو جاوے، انتہائی کار خیر اور ثواب کا کام ہے اور انتہائی درجہ کا احسان ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب وعلمہ اتم و اکمل.

حج کے لئے قرض دینے والا مفقود ہو جائے۔

سوال: ۱۰۸/۵

ایک مسلم بھائی (جو یہاں دمام میں نوکری کرتا ہے اس) نے دو سال پہلے اپنے والدین کو حج کے لئے طلب کیا تھا اس بھائی نے اپنے پہچان والے ایک آدمی سے ۱۸۰۰ سعودی ریال قرض کے طور پر لئے تھے اس بھائی سے صرف اتنی ہی پہچان

تھی کہ وہ انڈین ہے اور ممبئی میں رہتا ہے، لیکن پورا پتہ معلوم نہیں ہے جس کے پاس سے پیسے لئے ہیں وہ بھائی کافی عرصہ سے کمپنی چھوڑ کر چلے گئے ہیں جاتے وقت انہوں نے اطلاع بھی نہیں دی ان کے بارے میں جانچ کی تو پتہ چلا کہ وہ کمپنی چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ کوئی متعین پتہ معلوم نہیں ہے، تو اس بھائی کو رقم کس طرح پہنچائی جائے ؟ یا یہ رقم (قرض) کا کیا کریں؟ ان میں سے ان کی والدہ تین مہینہ پہلے اللہ کی رحمت میں پہنچ گئی ہیں۔

جواب: ۵/۱۰۸ حامدًا ومصليًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

وہ بھائی جس کمپنی میں کام کرتے تھے، وہاں ان کا انڈیا کے ٹھکانے کے بارے میں معلوم کیا جائے اگر وہاں سے پتہ معلوم ہوجائے تو اس پتہ پر خط روانہ کرنے کے بعد ان کی رقم بھیجی جائے اور اگر وہاں سے پتہ معلوم نہ ہو تو ممبئی میں وہاں کی زبان میں جو اخبار شائع ہوتا ہو اس میں ان کا پتہ معلوم کرنے کے بارے میں اشتہار دیا جائے، اور اگر اشتہار کے ذریعہ پتہ معلوم نہ ہو تو اس کے نام سے مسجد، مدرسہ کے غریب آدمیوں کو للہ دے دیئے جائیں، لیکن یہ رقم للہ دینے کے بعد اگر وہ آدمی مل جائے یا اس کے پتہ کے بارے میں معلومات مل جائے تو اس کی رقم واپس کرنی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ آخرت میں قرض ادا نہ کرنے پر پکڑ نہیں ہوگی، اس کی وجہ سے حج کی ادائیگی میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

بیٹے کے ساتھ والدہ کا سفر حج۔

سوال: ۶/۱۰۹

میرے بڑے بھائی خلیج کے ملک میں رہتے ہے، اور میری والدہ کو حج کرانا چاہتے ہیں، بعض پریشانیوں کی وجہ سے وہ میری اماں کے ساتھ حج کے لئے نہیں

جاسکتے؛ اس لئے میری والدہ کے ساتھ حج کے لئے مجھے بھیجنا چاہتے ہیں (میری عمر ۲۰ سال کی ہے اور میں ابھی کالج کرتا ہوں) تو کیا میں اسطرح میری والدہ کے ساتھ حج کے لئے جاسکتا ہوں؟ یا پھر میرے بڑے بھائی ہی کے لئے والدہ کے ساتھ جانا ضروری ہے؟ میرے والد صاحب کا انتقال ہو چکا ہے اس لئے میری اماں کے ساتھ جانے والا دوسرا کوئی نہیں، میرے بڑے بھائی بعد میں حج کرلیں گے تو اس میں کوئی حرج آئے گا؟

آپ سے امید ہے کہ حتی الامکان جلدی جواب دے کر ہمارے خلجان کو دور فرمائیں گے۔

جواب: ۶/۱۰۹ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

سوال میں ذکر کردہ حقیقت کے متعلق عرض ہے کہ عورت پر حج فرض ہو جانے کے بعد حج کی ادائیگی کے لئے شوہر یا محرم کا ہونا شرط ہے اور محرم اس کو کہتے ہیں جس کے ساتھ نکاح کرنا کسی بھی حال میں جائز نہ ہو، اب آپ کی والدہ حج کی ادائیگی کے لئے جانا چاہتی ہے اور آپ کو ساتھ لیجانا چاہتی ہے تو اس طرح حج ادا ہو جائے گا، بڑے بھائی کا جانا ضروری نہیں ہے؛ کسی بھی محرم کا ساتھ میں ہونا ضروری ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (عالمگیری: ۱/۲۱۸)

غریب آدمی حج کی ادائیگی کے بعد مالدار بن جائے تو؟

سوال: ۷/۱۱۰

سلام مسنون بعد! میں دمام، سعودی عربیہ سے یہ خط لکھ رہا ہوں میں کچھ مسائل سے ناواقف ہونے کی وجہ سے ان مسائل کا خلاصہ آپ سے جاننا چاہتا ہوں۔

(۱) فی الحال مجھ پر حج فرض نہیں ہے؛ کیوں کہ میرے پاس اتنا مال نہیں ہے کہ مجھ پر حج فرض ہو۔ اس کے باوجود میں یہاں سعودیہ میں رہ کر کم خرچ سے حج ادا

کرسکتا ہوں اور نیت بھی ہے کہ انشاء اللہ اس سال حج کر آؤں تو مجھے وہاں جا کر قربانی کرنا پڑے گی؟ یا قربانی کی رقم بھروچ میرے گھر پر روانہ کرکے بڑا جانور کے جس میں سات حصوں کی قربانی ہوتی ہے میرے والد پر بھیج دوں؟ مجھے کیا کرنا چاہئے ؟اس کی تفصیل سے مطلع فرما کر مہربانی فرمائیں۔

(۲) اس حج کی ادائیگی کے بعد مستقبل میں اگر میرے پاس اتنی رقم آجائے کہ جس سے حج فرض ہو جاتا ہو تو دوبارہ حج فرض ہوگا؟ اللہ تعالیٰ مال دے تو دوسری مرتبہ حج کرنا پڑے؟ اس کی تفصیل سے مطلع فرمائیں۔

(۳) میں نے ابھی تک ایک بھی حج ادا نہیں کیا ہے اور مجھ پر حج فرض بھی نہیں ہے تو میں میری مرحومہ والدہ کی طرف سے حج بدل ادا کرسکتا ہوں یا نہیں؟ علم کی روشنی میں خلاصہ فرمائیں۔

جواب: ۱۱۰/۷ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

آپ سعودی عرب میں جس جگہ رہتے ہو وہاں سے مکہ مکرمہ ۷۸ کیلومٹر دور ہو اور آپ وہاں سے حج کے لئے جائیں گے تو آپ مسافر کہلائیں گے اور مسافر پر قربانی واجب نہیں ہوتی، (شرعی نصاب کے مالک ہونے پر جو قربانی واجب ہوتی ہے وہ واجب نہیں ہوگی)۔ (شامی: ۳۰۸/۵)

ہاں! اگر آپ حج تمتع یا حج قران کریں گے تو اس کی وجہ سے قربانی واجب ہوگی، جس کا وہیں پر کرنا ضروری ہے اس قربانی میں بڑے جانور کا ساتواں حصہ رکھنا بھی جائز ہے۔

(۲) جو غریب آدمی حج کے لئے جاتا ہے اگر وہ نفل حج کی نیت کرکے حج ادا کرے گا تو مالدار ہونے کے بعد پھر سے حج کرنا ضروری ہے؛ اور اگر فرض حج کی نیت سے حج کرے گا یا صرف حج ہی کی نیت کرے گا تو ایسی حالت میں فرض حج ادا ہوگا۔

مالدار ہونے کے بعد دوبارہ حج فرض نہیں ہوگا۔ (شامی:۲/۱۹۵)

(۳) آپ کی والدہ کے ذمہ حج فرض ہوا اور انہوں نے حج بدل کرانے کی وصیت بھی کی ہو تو ایسی حالت میں ان کی طرف سے حج بدل کرلیا جائے۔ اور اگر ان پر حج فرض نہ ہو یا حج فرض ہو مگر وصیت نہ کی ہو تو اپنا حج کرلینا افضل ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حج کا کوئی واجب ترک ہو جائے تو؟

سوال : ۸/۱۱۱

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان کرام مندرجۂ ذیل مسئلہ میں:

یہاں کولونا کے باشندہ دمام میں رہتے ہیں یہاں سے حج کے لئے گئے تھے وہاں جاکر بیمار ہو جانے کی وجہ سے دوسرے دن رمی جمرات کا عمل چھوٹ گیا تو حج ادا ہوگا؟ اس کے تدارک کے لئے کیا کرنا پڑے گا؟ یہاں دم دینے سے کفارہ ادا ہو جائے گا؟ اگر یہاں دم دے سکتے ہو تو کونسا جانور اور کتنی عمر کا چاہئے؟ اس دم دیئے جانور کے گوشت کا کیا انتظام کرنا چاہئے؟

مذکور مسئلہ درپیش ہے صحیح رہنمائی فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

جواب : ۸/۱۱۱ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

مذکور سوال میں حج ادا سمجھا جائے گا کیوں کہ رمی جمرات حج کے واجبات میں سے ہے۔ (بحر:۲/۳۳۳، ہدایہ جلد دوم)

حج کے واجبات میں سے کوئی بھی واجب چھوٹ جائے گا تو دم دینا پڑے گا۔ (بحر:۲/۳۳۳)

لہذا دسویں، گیارہویں اور بارہویں ذی الحجہ کے تینوں دنوں میں شیطانوں کو

کنکری مارنا واجب ہے، کسی ایک دن اگر شیطان کو کنکری مارنے کا عمل چھوٹ جائے گا تو دم واجب ہوگا۔ (بحر:۲۵/۳، ہدایہ:۲۵۵/۲)

یہ عمل یا کسی بھی واجب چھوٹ جانے کی وجہ سے جو دم واجب ہوگا وہ بکری کی قربانی کرنے کی وجہ سے ادا ہو سکتا ہے، جس جانور کی قربانی کرنا صحیح اور درست ہے اسی جانور کا دم دیا جائے۔ (ہدایہ:۲۵۵/۲، بحر:۲۵/۲)

حج کے واجبات میں سے کسی بھی واجب کے چھوٹ جانے کی وجہ سے یا احرام کی حالت میں محظورات احرام میں سے کسی چیز کے کرنے کی وجہ سے دم دینا پڑے گا۔ یہ تمام دم کی قربانی حدود حرم میں کرنا ضروری ہے، حرم چھوڑ کر کسی اور جگہ قربانی کرے گا تو دم ادا نہیں ہوگا اور اس کا گوشت غریب محتاج کے لئے کھانا حلال ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (ہدایہ:۲۸۰/۲، بحر:۷۷/۳)

ضبط تولید کے آپریشن والے مرد عورت پر حج فرض ہے؟

سوال: ۹/۱۱۲

جس مرد اور عورت کی ضبط تولید آپریشن کے ذریعہ ہو چکی ہو اس کا حج ادا ہو سکتا ہے؟

جواب: ۹/۱۱۲ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

ضبط تولید کا آپریشن ہو چکا ہو ایسی عورت پر حج فرض ہو چکا ہو تو وہ اپنے شوہر یا محرم کے ساتھ حج کے لئے جا سکتی ہے، ضبط تولید حج کے لئے مانع نہیں ہے، ضبط تولید کا آپریشن کرانا گناہ کبیرہ میں سے ہے، اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے اور حج کے لئے جاوے، جیسے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنے والا آدمی حج کے لئے جا سکتا ہے اسی طرح یہ عورت بھی اپنے شوہر یا محرم کے ساتھ جا سکتی ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حج میں طواف زیارت چھوٹ جائے تو؟

سوال : ۱۰/۱۱۳

ناچیز سعودی عرب میں کمانے کے لئے آیا ہے، اللہ پاک نے اپنے پاک گھر کا حج نصیب فرمایا مگر غلطی سے ایک رکن فوت ہوگیا ہے، حج سے واپس آنے کے بعد دل میں ایک خلجان رہتا ہے کہ طواف زیارت نہیں کرسکا جبکہ وہ حج کا آخری رکن ہے اور افضل ہے، میں نے کچھ لوگوں سے مشورہ کرنا چاہا مگر اس کے قابل کوئی آدمی یہاں نہیں مل پایا اس لئے آپ کا پتہ حاصل کرکے آپ سے اس مسئلہ کا حل چاہتا ہوں۔ دم دینا ضروری ہے یا نہیں؟ اس سوال کا حل چاہتا ہوں۔ بے چینی کے ساتھ انتظار کروں گا۔ جبکہ دسویں ذی الحجہ کے دن طواف افضل ہے گیارہویں اور بارہویں کو بھی کرسکتے ہیں؛ ہاں! طواف وداع کرچکا ہوں مگر طواف زیارت نہیں کرسکا تو اس بات کا افسوس ہے اس مسئلہ کا جواب تفصیل کے ساتھ عنایت فرمائیں۔

جواب : ۱۰/۱۱۳ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

طواف زیارت آخری عمر تک کرسکتے ہیں اس لئے طواف زیارت فوت نہیں ہوتا اگر طواف زیارت کئے بغیر مرجائے تو موت سے پہلے وصیت کرنا واجب ہوگا، بغیر عذر کے تاخیر کرنا گناہ ہے۔ (شامی: ۱۸۳/۲)

طواف زیارت کا وقت دسویں ذی الحجہ کی صبح سے ہے اس سے پہلے جائز نہیں اور واجب ہونے کے اعتبار سے نحر کے آخری دن تک ہے اس کے بعد بھی اگر طواف زیارت کیا جائے گا تو ادائیگی صحیح ہوگی مگر دم دینا پڑے گا اور طواف کرنا ضروری ہے اس کا کوئی بدل نہیں ہے؛ طواف قدوم یا طواف وداع یا طواف زیارت کے لئے ایسی کوئی خاص نیت کرنا ضروری نہیں ہے کہ فلاں طواف کرتا ہوں بلکہ ہر ایک طواف میں

مطلق نیت کرنا کافی ہے۔

مثال کے طور پر مکہ میں داخل ہوتے وقت طواف کیا تو طواف قدوم ادا ہوجائے گا، اسی طرح ایام نحر میں طواف کرنے سے طواف زیارت ادا ہوجائے گا، اور واپسی کے وقت طواف کیا تو طواف وداع ادا ہوجائے گا۔ (شامی: ۱۸۴/۲)

صورت مسئلہ میں طواف وداع ایام نحر میں ادا کیا ہے جس کی وجہ سے طواف زیارت ادا ہوجائے گا اور طواف وداع فوت ہوا سمجھا جائے گا، جس کا دم واجب ہوگا اس دم کے لئے کسی آدمی کے ساتھ ایک بکری بھیج دے جو حرم میں ذبح کی جائے۔

(فتح القدیر: ۳۴۸، شامی: ۱۸۷/۲)

اگر ایام نحر کے بعد طواف وداع ادا کردیا گیا ہے ایسی حالت میں طواف زیارت اپنے ذمہ باقی رہے گا؛ لہذا عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ جاکر عمرہ کرنے کے بعد طواف زیارت کی نیت کی جائے اور طواف زیارت ایام نحر کے بعد ادا کرے اور اس کے لئے دم بھی دے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

باب : ۸
نکاح
نکاح صحیح ہے

زنا سے حاملہ ہونے والی عورت۔

سوال : ۱/۱۱۴

میرے نسبتی بھائی کا آج سے تین مہینہ پہلے نکاح ہوا تھا اور ان کی بیوی کو چھے مہینہ کا حمل تھا، اب ان کے والدین کو اطلاع دی تو لڑکی کو اپنے گھر لے گئے تھے اور جو حرام کا حمل تھا اسے ساقط کروادیا گیا ہے؛ اب وہ لڑکی نکاح سے پہلے ہی حاملہ تھی تو کیا وہ نکاح صحیح ہوگا یا پھر سے دوبارہ نکاح کرنا پڑے گا؟ اس کے متعلق فتوی عنایت فرما کر مہربانی فرمائیں۔ نکاح کرنے والا لڑکا بے خبر تھا بعد میں سب معلوم ہوا۔

جواب : ۱/۱۱۴ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

زنا سے حاملہ ہونے والی عورت کے ساتھ نکاح ہوسکتا ہے؛ چاہے اس حمل کا علم ہو یا نہ ہو، اور اگر زنا سے حاملہ ہونے والی عورت سے زنا کرنے والے مرد نے ہی نکاح کیا ہے تو وہ نکاح کے بعد عورت کے ساتھ جماع بھی کرسکتا ہے، اور اگر دوسرے کسی مرد نے نکاح کیا ہے تو شریعت کے مطابق نکاح تو صحیح ہوجاتا ہے لیکن جب تک بچہ کی پیدائش نہ ہوجائے وہاں تک جماع نہیں کرسکتا اور نہ ہی میاں بیوی کی طرح رہ سکتے ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

غیر کفوء میں سیویل میرج۔

سوال : ۲/۱۱۵

مفتی صاحب مندرجۂ ذیل مسئلہ میں رہبری فرمائیں۔

(۱) وہورا خاندان کی بالغ لڑکی اپنے ماں، باپ، بھائی کی اجازت کے بغیر شیخ خاندان کے لڑکے کے ساتھ نکاح کرے تو نکاح صحیح ہوگا یا نہیں؟

نوٹ: وہورا خاندان کی لڑکی شیخ، ملیک یا اور خاندان میں نہیں دی جاتی، شیخ، ملیک برادری کو وہورا خاندان ہلکی ذات مانتے ہیں۔

(۲) اگر مذکورہ بالا نکاح صحیح ہو اور شوہر زبانی طلاق، طلاق، طلاق تین مرتبہ کہے تو کونسی طلاق واقع ہوگی؟

نوٹ: لڑکی خلوت صحیحہ کا انکار کرتی ہے، جبکہ ہمارا ماننا ہے کہ خلوت صحیحہ ہو چکی ہے۔

(۳) اس طلاق کے بعد دوسرے لڑکے سے نکاح کرنے کے لئے کتنی مدت عدت گذارنی پڑے گی؟

(۴) پھر سے دوبارہ اسی لڑکے سے نکاح کرنا چاہے لیکن ماں باپ اس لڑکے کے ساتھ نکاح کے لئے راضی نہ ہوں تو نکاح ہوگا یا نہیں؟ اور کتنی مدت عدت گذارنی پڑے گی؟ کتنی مدت میں نکاح کرسکتے ہیں؟

(۵) سیویل میریج بھی کر لئے ہو تو طلاق کے بعد اس کو باطل کرانا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: ۲/۱۱۵ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

عورت کو حدیث شریف میں ''ناقصات العقل'' کہا گیا ہے، خاص کر کے یہ حدیث ان لڑکیوں پر صادق آتی ہے جو ابھی ابھی بالغ ہوئی ہو اور جوانی کا جوش اور غلبہ ہو اور اپنے نفع اور نقصان کو نہ سمجھ سکتی ہو اسی خاطر شریعت کی طرف سے ان پر ایک نگران متعین کیا گیا ہے جس کو شریعت کی اصطلاح میں ولی کہا جاتا ہے۔

دنیا میں دستور چلتا ہے کہ ہر کفوء اور خاندان والا اپنے کو بڑا سمجھتا ہے اور

دوسرے کو نیچا سمجھتا ہے۔ لڑکی اپنے خاندان اور کفوء کو چھوڑ کر ولی کی اجازت کے بغیر اور اس کی مرضی کے خلاف غیر کفوء میں نکاح کرتی ہے جس کو شرمناک سمجھا جاتا ہے۔ شریعت میں انسان کی اس فطری صفت کو مدنظر رکھتے ہوئے حکم دیا گیا ہے کہ اگر بالغ لڑکی اپنے ولی کی اجازت کے بغیر اپنی مرضی سے والی کی مرضی کے خلاف اپنی برادری اور خاندان سے باہر نکاح کرے تو ایسے نکاح کو منظور نہیں رکھا جاتا۔ (ہدایہ: ۳۲۰/۲)

کفوء یعنی برابری شریعت میں بہت سی چیزوں میں شمار کی جاتی ہے۔ (۱) نسل اور خاندان میں (۲) مسلمان ہونے میں (۳) دینداری میں (۴) مال میں (۵) پیشہ اور تجارت میں۔ (کنز الدقائق: ۱۰۲، بہشتی زیور: ۱۰/۴، شرح وقایہ: ۲۶/۲)

نسل اور خاندان میں برابری ہونے کا مطلب یہ ہے کہ شیخ (شیخ صدیقی، شیخ فاروقی، شیخ عثمانی وغیرہ خاص قریشی خاندان کے شیخ ہیں، ایسے خاندان کے شیخوں کا نسب نامہ محفوظ ہو تو قریشی ہونے کی وجہ سے سید کے کفوء کہلائیں گے)۔ سید، انصاری، علوی وغیرہ کو چھوڑ کر سب عجمی لوگ ہندوستان میں سب خاندان والے ایک ہی کفوء کے لوگ سمجھے جائیں گے جیسے موغل اور پٹھان سب ایک ہیں اسی طرح وہورا اور میاں بھائی سب ایک ہیں، یعنی وہورا نسل کے اعتبار سے اونچے نہیں ہیں اور میاں بھائی نیچے نہیں ہیں، کفوء کے اعتبار سے سب برابر ہیں۔

(شرح وقایہ: ۲۶/۲، قاضی خان: ۴۴۶/۲، شامی: ۳۳۱/۲)

(۱) مذکورہ تفصیل کے بعد سوال نمبر ایک میں ذکر کردہ تفصیل کا حکم یہ ہے کہ وہورا خاندان کی بالغ لڑکی اپنے والی کی اجازت کے بغیر شیخ خاندان کے لڑکے کے ساتھ نکاح کرے گی تو نکاح ہو جائے گا۔

(۲۔۳) ہاں! طلاق واقع ہو جائے گی، لڑکی جب تنہائی میں شوہر کے ساتھ ملنے کا انکار کرتی ہے اس لئے ایک طلاق بائن واقع ہوگی، الفاظ صریحہ کے ذریعہ طلاق

دی گئی ہو یا الفاظ کنایہ سے! (ایسی عورت کے جو ابھی شوہر کے پاس نہ گئی ہو یا شوہر کے گھر تو گئی ہو لیکن دونوں میں خلوت نہ ہوئی ہو اس کی شریعت اعتبار کرتی ہے) تب طلاق بائن واقع ہوتی ہے، اب ایسی عورت کے لئے طلاق کے بعد عدت بھی نہیں ہے، طلاق ملتے ہی دوسرے شوہر کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے۔

(شامی:۴۹۳/۲، شرح وقایہ:۷۵/۲)

(۴) دوبارہ وہ بالغ لڑکی ولی کی اجازت کے بغیر پہلے شوہر سے نکاح کرے گی تو نکاح ہو جائے گا اور عدت گذارنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

(۵) شریعت کے اعتبار سے جب طلاق دیدی اور طلاق واقع ہوگئی تو شریعت کے اعتبار سے اس سیویل میرتج کو رد کرنا ضروری نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

اجباری طور پر نکاح۔

سوال: ۳/۱۱۶

(۱) ایک آدمی کا نکاح تقریبا آج سے آٹھ سال پہلے اپنے رشتہ دار کے یہاں ہوا ایک لڑکا بھی پیدا ہوا ہے جس کی عمر چھے سال کی ہے اور وہ عورت اپنے سسرال میں ساس، سسر کے ساتھ بہت سلیکہ کے ساتھ رہتی ہے وہ آدمی مذکور شادی کے دو سال بعد ایک دوسری لڑکی کی محبت میں پھنس گیا محبت میں مبتلا شدہ لڑکی کے گھر والوں کو محبت کی خبر ہوئی تو ڈرا کر اس لڑکی کے ساتھ نکاح کرنے پر مجبور کیا جبکہ اس کے نکاح میں ایک عورت ہے اور اس کو ایک لڑکا بھی ہے، اس حقیقت کا علم لڑکی کے گھر والوں کو ہے اس کے باوجود ڈرا کر نکاح پڑھا دیا تو یہ نکاح صحیح ہے؟ اور یہ مجبور کرنے والوں کا کام بہتر ہے؟

(۲) یہ آدمی نکاح پڑھ کر ڈر کی وجہ سے بیرون ملک چلا گیا اور وہاں سے اپنی

حیثیت کے مطابق خرچ بھیجتا رہا لڑکی اپنے ماں باپ اور رشتہ داروں کے یہاں رہتی تھی اس عرصہ میں اس لڑکے کو اس لڑکی کے بدچلن کا علم ہوا لڑکے نے نکاح کے چھے سال بعد طلاق نامہ، مہر اور عدت کا خرچ مسلم جماعت پر بھیج دیا مسلم جماعت وہ رقم لے کر طلاق شدہ عورت کے پاس گئی مگر اس نے قبول نہیں کئے اور کہا کہ مجھے چھے سال کا خرچ ملنا چاہئے۔تو یہ خرچ لینے کی وہ حقدار ہے؟

جواب: ۳/۱۱۶ حامدًا ومصليًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

(۱) زبردستی اور ڈرا کر بالغ آدمی کو نکاح کرنے پر مجبور کیا کہ میں فلانی عورت کے ساتھ نکاح کرتا ہوں یا فلانی عورت کو میں نے اپنے نکاح میں قبول کیا اس لئے شریعت کے اعتبار سے نکاح ہوگیا۔

اذحقيقة الرضا غير مشروطة في النكاح لصحته مع الاكراه والهزل.
(شامی: ۲/ ۲۹۴)

(۲) شوہر نے بیرون ملک جانے کے بعد نان ونفقہ نہ بھیجا ہو اور وہ عورت اپنے ماں باپ کے گھر شوہر کی اجازت سے گئی ہو تو وہ نان ونفقہ اور لباس کا خرچ شوہر کے پاس سے لے سکتی ہے۔ (شامی:۲/۶۹۹)

زانیہ عورت کے ساتھ نکاح جائز ہے؟

سوال: ۴/۱۱۷

ایک عورت کو بغیر نکاح کے لڑکی پیدا ہوئی اور وہ جوان ہوگئی، اس نے شادی کر لی اس کو بھی اولاد پیدا ہوئی تو اس اولاد کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ۴/۱۱۷ حامدًا ومصليًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

زانیہ عورت کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے، اس عورت کی وہ اولاد جو نکاح کے بعد پیدا ہوئی ہے اس کے ساتھ نکاح کرنے میں کوئی حرج کی بات نہیں۔فقط واللہ اعلم۔

حاملہ عورت کے ساتھ نکاح۔

سوال : ۵/۱۱۸

کسی آدمی کی شادی ہوئی، بعد میں پتہ چلا کہ عورت حالت حمل میں تھی تو کیا اس آدمی کا نکاح صحیح ہوگا؟

جواب : ۵/۱۱۸ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

جس عورت کو زنا سے حمل رہ گیا ہو اس عورت کے ساتھ حمل کے زمانہ میں نکاح کرلیا تو نکاح تو صحیح ہوگیا لیکن جب تک ولادت نہ ہوجائے وہاں تک اس سے جماع نہ کرے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (ہدایہ:۲۹۲/۲)

اگلی بیوی کے لڑکے کا نئی بیوی کی نواسی کے ساتھ نکاح۔

سوال : ۶/۱۱۹

میری بیوی کی وفات ہوجانے کی وجہ سے دوسری شادی کی اگلے شوہر سے ان کو ایک لڑکی تھی جس کی شادی ہوگئی تھی اس لڑکی کی بھی ایک لڑکی ہے اس کے ساتھ میں اگلی عورت کے لڑکے کے ساتھ نکاح کرانا چاہتا ہوں تو یہ جائز ہے؟ میری نئی بیوی کی نواسی ہوتی ہے۔ اس کے متعلق تفصیل سے مطلع فرمائیں۔

جواب : ۶/۱۱۹ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

نکاح کرنا حلال ہے۔ قرآن شریف میں جن عورتوں کے ساتھ نکاح کرنا حرام قرار دیا گیا ہے ان میں سے یہ نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم۔ (قرآن شریف)

نکاح صحیح نہیں

گواہوں کے بغیر نکاح کرنا۔

سوال : ۷/۱۲۰

مسمی زید اور مسماۃ ہندہ عاقل، بالغ ہیں اور دونوں ایک دوسرے سے شادی

کرنے پر رضامند ہیں ؛لیکن وہ لوگ ایک ایسی جگہ ہے جہاں نہ کوئی نکاح پڑھانے والا ہے اور نہ ہی کوئی مسلمان ہے جو گواہ ہو سکے اور غلط کاری میں مبتلا ہونے کا خطرہ تھا، مجبوراً زید نے مہر مقرر کر کے آپس میں ان دونوں نے ایجاب وقبول کرلیا اب سوال یہ ہے کہ کیا شرعاً یہ نکاح ہوا یا نہیں ؟ اگر نہیں ہوا تو اب کیا صورت اختیار کی جائے؟ از راہ عنایت جلد جواب سے ممنون فرمائیں عند اللہ ماجور ہوں گے۔

جواب : ۷/۱۲۰ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

ایجاب وقبول کے وقت گواہوں کی موجودگی جواز نکاح اور انعقاد کی شرط ہے:

وشرط حضور شاهدين أي يشهدان على العقد. (شامی: ۲/۲۹۵)

صورت مسئولہ میں چونکہ شہادت ارکان عقد کے شرائط میں سے ہیں ،بس جس طرح ایجاب وقبول کے بغیر نکاح کا انعقاد نہیں ہوتا اس طرح شرعاً بغیر شہادت کے نکاح نہیں ہوتا۔

ولا ينعقد نكاح المسلمين الا بحضور شاهدين حرين ، عاقلين ، بالغين ، مسلمين او رجل وامرأتين. (هدايه : ۲/۳۰٦)

اس صورت میں باقاعدہ بحضور شاہدین نکاح ہونا چاہیئے اور جو ہو چکا اس سے توبہ واستغفار کرنا چاہیئے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سالی کے ساتھ نکاح۔

سوال : ۸/۱۲۱

پہلے والی بڑی لڑکی کو طلاق دیکر چھوٹی لڑکی سے نکاح جائز ہے؟

لڑکی کو طلاق دے کر چھوٹی نسبتی بہن کے ساتھ آپ نکاح پڑھوادیں گے؟

جواب : ۸/۱۲۱ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

اپنی بیوی کی بہن کے ساتھ عشق ہونے کی وجہ سے بیوی نکاح میں رہے گی

اور جب تک بیوی اپنے نکاح میں ہے یعنی طلاق دیکر اس کی عدت ختم نہ ہوجاوے وہاں تک شرعی اعتبار سے نکاح حلال نہیں۔ (شامی:۲/۳۹۰، عالمگیری:۲/۲۹۶)

ہاں! جو بہن نکاح میں ہے اسے طلاق دے کر اس کی عدت ختم ہو جانے پر یعنی تین حیض گذر جانے پر اس کی بہن کے ساتھ نکاح کر سکتے ہیں۔ (ہدایہ:۲/۲۹۹)

نکاح شہر قاضی یا کسی اور عالم کے پاس دو گواہوں کی موجودگی میں پڑھوالینا چاہیئے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

شادی شدہ عورت کے ساتھ نکاح۔

سوال: ۹/۱۲۲

میرا نام عثمان رستم سندھی ہے، وطن گاؤں ولن، ضلع بڑودا ہے میں نے آج سے چار سال پہلے نکاح کیا تھا، اس بیوی کے ساتھ اختلاف ہونے کی وجہ سے تقریبا آٹھ نو مہینہ پہلے طلاق دیدی ہے، ایک دوسری عورت جس کا نام فریدہ ہے اس کو لایا ہوں، فریدہ کا نکاح بھی ایک دوسرے بھائی مقبول کے ساتھ ہوا ہے فریدہ کو ایک لڑکا اور ایک لڑکی مقبول بھائی کی شادی سے پیدا ہوا ہے، یہ مقبول بھائی اخیری چار سال سے ایک دوسری لڑکی کو لے کر لاپتہ ہوگیا ہے اور اس عورت کے ساتھ بیوی کی طرح رہتا ہے، مگر فریدہ کو طلاق نہیں دی ہے، یہ فریدہ میرے ساتھ آنے اور رہنے کے لئے تیار ہونے کی وجہ سے اس کے والدین بھی میرے ساتھ رکھنے پر متفق ہیں، فریدہ کو میں دو مہینہ سے لایا ہوں اور میرے ساتھ رکھتا ہوں اور بیوی ہونے کی حیثیت سے اس کے سارے حقوق ادا کرتا ہوں۔

اب سوال یہ ہے کہ فریدہ کو مقبول نے اخیری چار سال سے چھوڑ دیا ہے، بہت تحقیق کے باوجود مقبول بھائی کا کوئی پتہ نہیں چلتا، فریدہ کو باقاعدہ طلاق نہیں دی، فریدہ اخیری چار سال سے بغیر شوہر کے رہتی تھی اور اب زیادہ رہ نہیں سکتی تھی؛ میرے

ساتھ آنے کا ارادہ ظاہر کیا تو میں نے رکھ لی ہے، تو ایسی حالت میں میں اس کے ساتھ شریعت کے مطابق نکاح کرسکتا ہوں یا نہیں؟ مقبول بھائی نے طلاق نہیں دی؛ طلاق کے لئے بارہا تلاش کیا اس کے باوجود مقبول بھائی مل نہیں رہے چار سال سے زیادہ کا عرصہ گذر چکا ہے تو ایسے حالات میں طلاق کے بغیر نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ تحقیق کے ساتھ مطلع فرمائیں۔

جواب: ۹/۱۲۲ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

مقبول بھائی اپنی بیوی کو طلاق دے اس کے بعد بیوی طلاق کی عدت جب تک ختم نہ کرے وہاں تک اس کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ (شامی: ۲/۴۸۴)

بغیر نکاح کے اس کو بیوی کی طرح رکھ کر بیوی جیسا رشتہ رکھنا حرام ہے۔ بیوی کا شوہر لاپتہ ہے تو اس سلسلہ میں مقبول کی بیوی یا اس کے والی شرعی پنچایت ضلع بھروچ کے پاس اپنا مقدمہ دائر کریں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

غیر مسلم جج نکاح باطل کرے تو؟

سوال: ۱۰/۱۲۳

ایک عورت کو ایک آدمی ۵/مئی/۱۹۷۹ء کے روز پالڈی مقام پر بھگا کر لے گیا تھا اور دھرم پور تحصیل کے کسی گاؤں میں جا کر نکاح کرلیا تھا، وہ آدمی فسادی ہے اور کام بھی ایسے کرتا ہے پھر کچھ دنوں کے بعد پولیس کی مدد سے اس لڑکی پر قبضہ پایا گیا اسکے بعد مذکور آدمی نے سیویل کورٹ کا سہارا لے کر جعلی گواہ تیار کر کے اپنی بیوی ہونا ثابت کر کے کورٹ کے ذریعہ قبضہ لینے کا حکم وصول کیا؛ اس کے مقابلہ میں لڑکی کے ابا نے سیشنس کورٹ نوساری ضلع بلسارڈ میں اپیل کی مذکور کورٹ نے اگلی کورٹ کے حکم کو منسوخ کردیا اور بتایا کہ مسلم پرسنل لا (شریعت لا آف انڈیا) کے حنفی مسلک کے مطابق نکاح ہوا نہیں تھا لہذا وہ عورت شرعی طور پر اس کی بیوی نہیں بن سکتی۔ لڑکی کی عمر

بھی اس وقت ۱۸ سال سے کم ہونے کی وجہ سے ریسٹریڈشن آف چیلڈرن میرج ایکٹ کے مطابق بھی یہ غیر قانونی کام تھا یہ حکم ۴/۵/۱۹۸۵ء کے روز سیشنس کورٹ نے فرمایا ہے، لڑکی تاریخ ۴/۵/۱۹۸۵ء کے روز سے مسلسل اپنے والدین کے ساتھ رہتی ہے؛ اوراس عرصہ کے درمیان کورٹ کی کاروائی میں بھی کبھی لڑکی کی طرف سے اپنا نکاح مذکور آدمی کے ساتھ ہونے یا ان کے ساتھ کوئی تعلق ہونے کا تذکرہ نہیں ہے۔

اب اس لڑکی کا نکاح ہمارے یہاں کے ایک لڑکے کے ساتھ تاریخ ۲۷/۱۰/۱۹۸۵ء کے روز ہونا طے پایا ہے؛ قانون کے اعتبار سے جو کچھ ہوسکتا ہے کیا ہے، مگر اس مسئلہ کے متعلق شریعت کا حکم جاننا ضروری سمجھ کر آپ کو مؤدبانہ گذارش کرتے ہیں کہ اس کا تفصیلی جواب عنایت فرما کر مہربانی فرمائیں گے۔

(۲) اس لڑکی ظہیرہ کی شادی دوسرے ایک لڑکے کے ساتھ تاریخ ۲۷/۱۰/۱۹۸۵ء کے روز ہونا طے ہوا ہے، تو شریعت کے حکم کے مطابق شادی کس طور پر ہوسکتی ہے؟ مذکور تفصیل کا فتوی عنایت فرمائیں۔

جواب: ۱۰/۱۲۳ حامدًا ومصليًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

واقعۃً نکاح ہو چکا ہو جس کا علم عورت کو بھی ہو، اب اگر اس نکاح کو کورٹ رد کرنا چاہے تو بھی شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی کہ وہ دوسرے کے ساتھ نکاح کرے، جب تک کے شوہر طلاق نہ دے دے۔ (شامی:۲/ باب العدت)

(۲) ظہیرہ بنت یوسف کا نکاح عبداللطیف شیخ کے ساتھ شرعی قانون کے مطابق ہو چکا ہوگا تو ایسی حالت میں ایک غیر مسلم جج نے نکاح ثابت نہ ہونے کی وجہ سے منظور نہ رکھا ہو تو دوسرا نکاح کرنا جائز نہیں ۔اسی طرح فوجداری کورٹ میں اپنا ذاتی بچاو کرنے کے لئے زبانی طور پر کہا ہے کہ میں نے اس لڑکی کے ساتھ شادی نہیں

کی تو ایسی صورت میں بھی واقعۃً ظہیرہ کا نکاح عبد اللطیف کے ساتھ ہو چکا ہے، جب تک عبد اللطیف طلاق نہ دے وہاں تک نکاح کرنا جائز نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

(شامی: ۲/۳۵۳، فتاوی دار العلوم مکمل مبوب: ۹/۸۴، فتاوی مظاہر العلوم: ۱/۹۶)

صرف کاغذ پر نکاح کا اقرار نامہ لکھنا۔

سوال: ۱۲۴/۱۱

محض ایک خط پر نکاح نامہ ہو تو مسلم شریعت اور حنفی قانون کے مطابق فریقین کے درمیان شادی ہو چکی ہے یا نہیں؟ اور لڑکا اور لڑکی اسلامی شریعت کے مطابق نکاح کر چکے ہیں یا نہیں؟ اس سوال کا جواب فتوی سے دیکر مہربانی فرمائیں۔

جواب: ۱۲۴/۱۱ حامدًا ومصلیًا ومسلمًا۔ ھو الموفق للصواب۔

اسلامی شریعت اور حنفی قانون کے مطابق نکاح ہونے کے لئے ضروری ہے کہ نکاح کرنے کے وقت فریقین کے دو گواہوں کی موجودگی میں گواہ لوگ سنے اس طرح ایجاب اور قبول کرے۔

سوال میں ذکر کردہ تفصیل کے مطابق محض کاغذ ہی پر نکاح کا قرار نامہ ہوا ہے اور فریقین میں دو گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول نہ کیا ہو تو شرعی قانون کے مطابق نکاح نہیں ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

طلاق دے کر حلالہ کئے بغیر دوبارہ نکاح۔

سوال: ۱۲۵/۱۲

ایک عورت کو پانچ چھے سال قبل ڈاک کے ذریعہ طلاق بھیج دی ہے پھر اس بھائی نے دوسری شادی کر لی اس عورت کو ایک لڑکا پیدا ہوا دوسری بیوی نکاح میں تھی اور اس دوسری بہن کو اس کے گھر سے نہیں بولایا اس کے بعد حلالہ کئے بغیر اس بہن کو واپس لے آئے میں خود اس بہن کی اجازت لینے گیا تھا، مسائل کے اعتبار سے میں

نے سنا ہے کہ حلالہ کا نکاح ساڑھے تین مہینہ کے بعد ہوتا ہے، اس کا مجھے علم ہے دوسرے دن چوبیس گھنٹہ کے بعد حلالہ کیا تھا اس کا مجھے علم ہے، اس بھائی نے اس بیوی کو الگ کردی ہے پھر فوراً اصلی شوہر نے چوبیس گھنٹہ کے بعد نکاح کیا پھر اس بہن کی اجازت لینے کے لئے دوبارہ میں ہی گیا تھا مگر نکاح پڑھانے والے قاضی نے اس لڑکے کے باپ سے پوچھا تو لڑکے کے باپ نے جواب دیا کہ میں نے احمد آباد سے فتوی منگوالیا ہے اور وہ صحیح ہے۔ تو یہ نکاح صحیح ہے یا نہیں؟ اور ہم اجازت لینے والے لوگ بھی اللہ کی نظر میں گنہگار رہوں گے یا نہیں؟ اور اس بھائی کا نکاح بھی صحیح ہے یا نہیں؟ اس کے لئے بھول کی تلافی کیا کرنا چاہئے؟ ضرور جواب عنایت فرمائیں۔

جواب: ۱۲/۱۲۵ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

تین طلاق شدہ عورت حلالہ کرنے بعد شوہر اول کے لئے حلال ہوگی۔

حلالہ کا طریقہ: یہ ہے کہ تین طلاق والی عورت اپنی عدت ختم ہونے کے بعد اپنی رضامندی سے کسی شرط اور قرار کے بغیر دوسرے آدمی سے باقاعدہ شرعی طور پر نکاح کرے اور اس کا دوسرا شوہر اس عورت کے ساتھ کم از کم ایک مرتبہ جماع کرے، پھر وہ دوسرا شوہر وفات پا جائے یا اختلاف یا کسی اور وجہ سے طلاق دے دے اور اس کی طلاق کی عدت ختم ہو جائے اور پھر اس کا پہلا شوہر اس کے ساتھ نکاح کرنا چاہے اور وہ عورت بھی اپنی رضامندی سے دوبارہ نکاح کرنے پر راضی ہو تو یہ اپنے پہلے شوہر کے لئے حلال ہوگی۔

(شامی: ۳۹/۲،۷۰۷، فتاوی دار العلوم: ۲۵۸/۳، فتاوی رحیمیہ: ۲۷۶/۵)

صورت مسئلہ میں دوسرے نکاح کے بعد صرف ۲۴ گھنٹے ہی میں طلاق دے کر پہلے شوہر نے نکاح کیا ہے اس لئے نکاح صحیح نہیں ہوا۔ جن لوگوں کو اس مسئلہ کا علم ہونے کے باوجود گواہ اور وکیل بنے ہیں وہ گنہگار رہوں گے توبہ اور استغفار کرے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (ہدایہ: ۲)

طلاق لئے بغیر دوسرے سے نکاح۔

سوال : ۱۳/۱۲۶

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اور مفتیان عظام مندرجۂ ذیل مسئلہ میں:

ایک آدمی اپنی بیوی کو معلق رکھتا ہے، طلاق دیتا ہے اور نہ رکھنا چاہتا ہے، بہت سمجھانے کے باوجود طلاق دینے کے لئے تیار نہیں ہوتا اب وہ عورت اپنے شوہر سے طلاق لیئے بغیر دوسرے آدمی سے نکاح کرسکتی ہے؟

اس حقیقت کو تقریبا ایک سال ہو چکا ہے، دوسرا یہ کہ دوسرے نکاح کے لئے کیا طریقہ ہے؟ تفصیل کے ساتھ جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

جواب : ۱۳/۱۲۶ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

عورت جس کے نکاح میں ہے جہاں تک وہ آدمی عورت کو طلاق نہ دے اس کے نکاح میں رہے گی یعنی جب تک طلاق نہ دے وہاں تک دوسری جگہ نکاح کرنا حرام ہے۔

اما منکوحة الغیر.................. (شامی : ۲/ ۴۸۲)

اگر شوہر رکھنا نہ چاہتا ہو اور طلاق بھی نہ دیتا ہو تو ایسی حالت میں عورت شرعی پنچایت میں جا کر اپنا مقدمہ دائر کرے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نکاح کے وکیل کا بیان

چار لڑکیوں کی طرف سے ایک وکیل۔

سوال : ۱۴/۱۲۷

(۱) ایک آدمی کی چار لڑکیوں کا نکاح ایک ہی دن میں ایک ہی مجلس میں پڑھانا ہے تو ۴ لڑکیوں کی اجازت ایک ہی آدمی لیکر چاروں لڑکیوں کا وکیل بن سکتا ہے یا نہیں؟ یا پھر سب لڑکیوں کے لئے الگ الگ وکیل کا ہونا ضروری ہے؟

(۲) مذکورہ بالا ۴ لڑکیوں کے گواہ دو ہی آدمی رہیں گے تو نکاح صحیح ہوگا یا نہیں؟ مثال کے طور پر صالحہ نام کی لڑکی کے گواہ یوسف اور قاسم بھائی تھے تو آمنہ نام کی لڑکی کی اجازت کے وقت یہی دو گواہ بن سکتے ہیں؟

(۳) گواہ لڑکی کے رشتہ داروں میں سے ہونے چاہئے یا لڑکے کے؟ بہت سی جگہوں پر ایک گواہ لڑکے کے رشتہ دار میں سے اور دوسرا گواہ لڑکی کے رشتہ دار میں سے ہوتے ہیں۔

(۴) بہت سی جگہوں پر نکاح کے وقت لڑکے سے پانچ کلمے سنے جاتے ہیں تو کیا یہ ضروری ہے؟ کلمہ نہ سنے گئے تو نکاح درست ہوگا یا نہیں؟

(۵) چار سے پانچ نکاح ایک ہی مجلس میں پڑھانے ہیں تو چار مرتبہ خطبہ پڑھنا ضروری ہے؟ یا پھر ایک ہی خطبہ پڑھنے سے تمام نکاح درست ہو جائیں گے؟ بہت سی جگہوں پر جتنے نکاح ہوتے ہیں اتنی مرتبہ خطبہ پڑھا جاتا ہے، کیا یہ ضروری ہے؟

جواب: ۱۴/۱۲۷ حامدًا ومصليًا ومسلمًا۔ هوالموفق للصواب۔

ہمارے معاشرے میں نکاح کا طریقہ یہ ہے کہ نکاح سے متعلقہ تمام رسمیں پہلے سے ہو جاتی ہیں، پھر اس کے بعد نکاح ہونے سے پہلے دو آدمی لڑکی کی اجازت لینے کے لئے جاتے ہیں، ان کے ساتھ لڑکی کے رشتہ دار (باپ، دادا، چچا، بھائی وغیرہ) بھی ہوتے ہیں، مذکور دو آدمی (چاہے وہ کسی کے بھی رشتہ دا ہوں) وہ لڑکی کے نکاح کے گواہ نہیں ہے بلکہ لڑکی سے اجازت لینے والے وکیل کے گواہ ہیں، ان گواہوں کا فائدہ اس وقت ہوگا جب لڑکی اجازت کا انکار کرے، تو یہ دو گواہ گواہی دے سکتے ہیں کہ لڑکی نے ہمارے سامنے وکیل کو اجازت دی تھی۔

ایک ہی آدمی چاروں لڑکیوں کی اجازت لے کر نکاح پڑھا سکتا ہے، چار لڑکیوں کے لئے ایک آدمی کا وکیل بننا جائز ہے۔

(۲) گواہوں کے متعلق اوپر ذکر ہو چکا کہ وہ نکاح کے گواہ نہیں ہیں، نکاح کی مجلس میں جتنے بھی لوگ حاضر ہونگے وہ تمام مجلس نکاح کے گواہ ہیں۔ اسکے باوجود آپ کے استفسار کے مطابق چاروں لڑکیوں کے ان کو گواہ بنایا جائے گا تو گواہ بن سکتے ہیں کوئی حرج کی بات نہیں۔

(۳) یہ گواہ لڑکے لڑکی میں سے جن کے بھی رشتہ داروں میں ہونگے گواہ بن سکتے ہیں بلکہ رشتہ داروں میں سے نہ ہوں تو بھی نکاح میں کوئی نقص نہیں آئیگا۔

(۴) نکاح کی مجلس میں کلمے پڑھانا یا سننا ضروری نہیں بلکہ اس کو ضروری سمجھنا اور نہ پڑھنے والے کو برا سمجھنا بدعت ہے۔

(۵) چار سے پانچ نکاح ایک مجلس میں ہونے والے ہوں تو ہر نکاح کے لئے الگ خطبہ پڑھنا ضروری نہیں مگر سنت یہ ہے کہ ہر نکاح کے لئے الگ خطبہ پڑھا جائے۔

مہر کا بیان

مہر کے متعلق۔

سوال : ۱۵/۱۲۸

ایک مسلمان بھائی کی شادی ۱۸ مئی ۱۹۷۵ء بروز اتوار ہوئی تھی اس وقت مہر میں ۲۷ روپے ۵۰ پیسے لکھائے گئے تھے، جو ایک پرانا رواج چلا آرہا ہے مگر اب یہ علم ہوا کہ بازار کی قیمت کے مطابق مہر رکھوا سکتے ہیں، ۱۹۷۵ء میں تقریباً ۸ روپیہ تولہ چاندی کا بھاؤ ہو یہ غیر ممکن ہے لہذا کیا کرنا چاہئے ابھی تک ان کے لڑکے بھی جوان ہونے والے ہیں ایک بھائی کا کہنا ہے کہ ان کا نکاح صحیح نہیں ہوا اور دوسری بات یہ ہے کہ اس بھائی کے نکاح پڑھانے والے بڑے عالم تھے فی الحال وہ دنیا میں نہیں ہیں لہذا تفصیلی جواب سے مطلع فرمائیں۔

جواب: ۱۵/۱۲۸ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

نکاح کے وقت مہر کے متعلق صراحت کرے یا نہ کرے نکاح ہو جائیگا مگر مہر دینا ضروری ہے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر نکاح کے وقت یہ شرط لگائے کہ ہم مہر نہیں دینگے، مہر کے بغیر ہم نکاح کرتے ہیں تب بھی مہر دینا ضروری ہے۔

(ہدایہ:۲/۳۲۳،۳۲۴)

سوال میں ذکر کردہ حقیقت کے مطابق نکاح صحیح ہے، اور فی الحال چاندی کی جو قیمت چلتی ہو اس کے مطابق پونے تین تولہ چاندی کی قیمت کے برابر مہر ادا کرے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

شوہر کو آدھا مہر واپس ملے گا۔

سوال: ۱۶/۱۲۹

ایک مسلم لڑکے نے ایک لڑکی کے ساتھ اسلامی شریعت کے مطابق نکاح کر لیا ہے اور مہر میں ڈیڑھ تولہ سونے کا زیور دیا ہے۔

اب لڑکی بذات خود لڑکے کے ساتھ رہنے سے انکار کرتی ہے، اسے بہت سے لوگوں نے سمجھایا مگر وہ کسی بھی صورت میں ماننے کے لئے تیار نہیں۔

تو ایسے حالات میں لڑکے نے جو مہر (زیور) لڑکی کو دیا ہے وہ واپس لینے کا حقدار ہے؟ اور کیا لڑکی زیور واپس کرنے کی ذمہ دار ہے؟ اس سوال کا جواب اسلامی شریعت کے مطابق عنایت فرمائیں۔

جواب: ۱۶/۱۲۹ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

سوال میں ذکر کردہ تفصیل کے مطابق شوہر جماع کرنے سے پہلے طلاق دیگا تو عورت آدھی مہر کی حقدار ہوگی، اور اگر رخصتی ہونے کے بعد خلوت صحیحہ ہوئی ہو یعنی دونوں کو تنہائی میں ایسا موقع ملا ہو کہ جماع کرنے سے مانع کوئی شرعی یا طبعی عذر نہ ہو

ایسی حالت میں پوری مہر واجب ہوگی۔

مذکورہ سوال میں لڑکی شوہر کے پاس جانے سے انکار کرتی ہے لڑکا اسے طلاق دیدے گا تو لڑکی آدھے مہر کی حقدار ہے، شوہر کو آدھا مہر واپس ملے گا۔ فقط واللہ اعلم۔

مقررہ مہر سے زیادہ مہر دینا۔

سوال : ۱۷/۱۳۰

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے متعلق کہ ایک لڑکی ہے اس کی شادی لنڈن ہو چکی ہے جس وقت شادی ہوئی اس وقت مہر ادا کیا گیا تھا، سسرال والے مہر کی زیادتی کا مطالبہ کر رہے ہیں، لڑکی زیادہ مہر لینے سے انکار کرتی ہے تو اس حالت میں مہر سے زیادہ رقم لڑکی لے سکتی ہے یا نہیں؟ یا سسرال والے لڑکی کو دے سکتے ہیں یا نہیں؟ اس سے مطلع فرمائیں۔

جواب : ۱۷/۱۳۰ حامدًا ومصليًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

عورت کو مہر ادا کرنے کے بعد شوہر مہر کے طور پر زیادہ رقم دینا چاہتا ہے وہ لڑکی کے لئے لینا جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم۔ (ہدایہ:۳۲۵/۲، شامی:۴۶۳/۲)

طلاق کے وقت مہر معاف کرنا۔

سوال : ۱۸/۱۳۱

سیف اللہ خان اسماعیل خان پٹھان کی بیوی خالدہ بی بی سیف اللہ خان اپنے شوہر کے پاس طلاق اور مہر کا مطالبہ کر رہی ہے، مہر ۷۵۰ روپیہ ہے اور سیف اللہ خان کا لڑکا تقریبا پانچ سال کا ہے اس کا بھی مطالبہ کر رہی ہے، لڑکے کی پرورش کا حق کس کو ہے؟ اور طلاق کے وقت مہر ادا کرنا چاہئے یا معاف کروانا چاہئے؟

(۱) مہر اسکی باقی ہے، طلاق کا مطالبہ لڑکی کرتی ہے تو مہر دینا چاہئے یا پھر تحریری طور پر معاف کرانا چاہئے۔

(۲) اسلامی شریعت کے مطابق لڑکا کتنی عمر کا ہو جاوے تو باپ لے سکتا ہے؟
(۳) عدت کا خرچ دینا چاہئے یا نہیں وہ شریعت کے مطابق مطلع فرمائیں۔

جواب : ۱۸/۱۳۱ حامدًا و مصلیًا و مسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

(۱) شوہر بیوی کے طلاق کے مطالبہ سے، خلع کئے بغیر طلاق دے دے، (خلع شریعت میں اس کو کہتے ہیں کہ مرد یا عورت دونوں میں سے کوئی ایک یوں کہے کہ میں تجھ سے مہر کی رقم کے بدلے میں خلع کرتا ہوں اسی مجلس میں یہ بات منظور رکھی جائے) اس طرح خلع کرنے سے عورت کو طلاق واقع ہو جاتی ہے اور مہر شوہر کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا اور عورت مہر کی حقدار نہیں رہے گی۔ (شامی:۲/۶۱۷)

(۲) عورت کی طرف سے طلاق کا مطالبہ ہونے پر مرد طلاق دیگا تو اس عورت کو جو لڑکا ہے اس کی پرورش کا حق سب سے پہلے اس کی ماں کو حاصل ہوگا جب تک کہ وہ اجنبی (غیر محرم) سے نکاح نہ کرلے، اور یہ لڑکے کی پرورش کا حق ماں کو سات سال کی عمر تک رہے گا، سات سال کی عمر ہو جانے پر ماں کی پرورش کا حق ختم ہو جائیگا، پھر پرورش کا حق باپ کو ملے گا۔ (شامی:۲/۶۸۷)

(۳) عدت کے درمیان نان نفقہ دینا پڑیگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔
(شامی:۲/۶۹۹)

نکاح کے مختلف مسائل

ایک ساتھ دو عورتوں کو رکھنے والے کو ہدایت۔

سوال : ۱۹/۱۳۲

آج سے بارہ سال پہلے میرے حقیقی چچا کی لڑکی کے ساتھ اجتماع میں میری شادی ہوئی تھی جس سے چار لڑکیاں پیدا ہوئی ہیں سب سے چھوٹی لڑکی ایک مہینہ کی ہے اب حالت یہ ہے کہ میں گھریلو کام کاج کے بارے میں اپنی بیوی سے مطمئن نہیں

ہوں اگر چہ یہ چیز ایسی ہے کہ رشتہ داروں کی ثالثی کی وجہ سے معاملہ درست ہو سکتا ہے مگر مجھے جماع سے تسکین نہیں ہوتی ہے وہ جماع سے کبھی انکار نہیں کرتی مگر مجھے تسکین نہیں ہوتی مجھے عرصہ دراز سے دوسری بیوی یا اجنبیہ عورت کی خواہشات دل میں پیدا ہوتی رہتی ہے، میں محبت کا بہت زیادہ طلب گار ہوں مجھے فی الحال اطمینان کی بہت ضرورت ہے، میں ایسا تو نہیں کہتا کہ میں بہت پرہیز گار ہوں مگر تبلیغی جماعت میں نکلنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھے کچھ دین کی سمجھ عطا فرمائی ہے گناہ کو گناہ سمجھتا ہوں، عمل میں کمزور ہوں ورنہ شریعت کو ضرور مانتا ہوں، ہاں! تو میں اپنی بیوی کو نکال دینا نہیں چاہتا یا طلاق دینا بھی نہیں چاہتا، مگر مجھے اخیری چار مہینہ سے ہمارے ہی قریبی رشتہ دار کی ۱۸ سال کی لڑکی کے ساتھ محبت ہو چکی ہے اس نے مجھے خوب محبت دی ہے ہم جماع کی حد تک نہیں پہنچے ہیں، مگر اس کی محبت میرے دل میں اتنی راسخ ہو چکی ہے کہ اگر وہ لڑکی مجھے نہ ملے تو میں پاگل ہو جاؤں یا خودکشی کرلوں۔ مفتی صاحب! مجھے اس کے ساتھ شادی کرنا ہے اس کو حلال طور پر بیوی بنا کر اپنی خواہشات کو پورا کرنا ہے، مگر دوست احباب اور رشتہ دار یہ شادی نہیں ہونے دینگے؛ میری بیوی ان تمام حالات سے بالکل واقف ہے اخیری تین مہینوں سے ہمارے دونوں کے مابین جھگڑے بھی ہوتے ہیں، اس کے باوجود تھوڑے دن پہلے ناراضگی کے انداز میں اس نے دوسری شادی کرنے کی اجازت دی ہے تو اب مجھے کیا کرنا چاہئے؟ نئی بیوی لانے کے لئے چپکے سے شادی کرنے کے بارے میں شریعت کا کیا طریقہ اپنانا چاہئے؟ چپکے سے شادی کرنے کے بعد ملکیت کی وصیت شریعت کے مطابق لکھنی چاہئے؟ مہربانی فرما کر کوئی حل بتائیں۔

محترم جناب مفتی صاحب! مجھے بہت سے لوگوں نے کورٹ میں شادی (سیویل میرتج) کرنے کا مشورہ دیا مگر میرا دل گوارہ نہیں کرتا، آنے والی بیوی بھی

آپ کے بتائے ہوئے راستہ کو انشاء اللہ قبول کرے گی، مجھے فی الحال دوسری شادی کی سخت ضرورت ہے، آپ مذکورہ مکمل تفصیل کو سامنے رکھکر ساری الجھنوں کا حل اسلامی شریعت کی روشنی میں نکال کر مطلع فرمائیں۔

دوسرا نکاح کرنے سے پہلے اور بعد میں دونوں بیویوں کو ایک ہی گھر میں ایک ساتھ رکھنے میں شریعت کے احکام اور ہم تینوں (۱) میری (۲) میری اگلی بیوی (۳) آنے والی نئی بیوی کی ذمہ داریاں بھی بتادیں آپ کی بہت ہی عنایت اور نظر کرم ہوگی اور آپ اپنی نیک دعاؤں میں بھی یاد فرمائیں۔

جواب : ۱۹/۱۳۲ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ھوالموفق للصواب۔

شریعت نے ضرورت کے وقت آدمی کو ایک سے چار تک بیویاں کرنے کی اجازت دی ہے، مگر شرط یہ ہے کہ ہر ایک کا حق شریعت کے مطابق ادا کرے اور حقوق ادا کرنے کی اس میں طاقت بھی ہو اور کسی پر ظلم نہ کرے تو چار تک بیویاں کرنیکا اس کو حق ہے، یعنی کے ایک بیوی کو جتنا زیور، کپڑے وغیرہ دیئے ہوں اتنا ہی دوسری کو یا تیسری کو یا چوتھی کو بھی دینا چاہئے، اور ایک کے ساتھ جتنا وقت بسر کیا ہو اتنا ہی وقت دوسری کے ساتھ نا چاہئے، چاہے وہ بیمار کیوں نہ ہو، مزید یہ کہ جو وقت ایک بیوی کے لئے نکالا ہو وہ ہی وقت دوسری بیوی کے لئے نکالنا چاہئے۔

آپ کو دوسری بیوی کی ضرورت ہو اور آپ دونوں کے حقوق مکمل طور پر ادا کر سکتے ہو ایسا مکمل اپنی ذات پر اعتماد ہو تو دوسری شادی کرلو، اس کے لئے پہلی بیوی کی اجازت لینا ضروری نہیں ہے، اجازت کے بغیر دوسرا نکاح نہیں ہوسکتا یہ ماننا شریعت کے خلاف ہے۔ علماء نے یہاں تک لکھا ہے کہ ایک بیوی کے ہوتے ہوئے دوسرے شادی کرنے والے کو شادی کے متعلق ملامت کرے گا تو ملامت کرنے والے کے لئے کفر کا خطرہ ہے۔

خلوت میں دو گواہوں کی موجودگی میں مرد عورت سے کہے کہ میں نے تیرے ساتھ نکاح کیا اس کے جواب میں عورت کہے کہ مجھے قبول ہے، شریعت کے اعتبار سے یہ نکاح معتبر ہے لیکن یہ نکاح فاسد کہلاتا ہے اس طرح چپکے سے نکاح کرنا شریعت میں پسندیدہ نہیں۔

حدیث شریف میں ہے نکاح علی الاعلان کرو۔ (مشکوۃ:۲/۲۷۲)

اسی وجہ سے امام مالکؒ چپکے سے کئے ہوئے نکاح کو معتبر نہیں سمجھتے، اسی لئے اس طرح کے نکاح سے دور رہنا چاہیئے۔

آپ کی والدہ اور آپ کے نکاح میں جو عورت ہے وہ اور آپ جس عورت کے ساتھ نکاح کرنا چاہتے ہو، سب ایک ساتھ ایک مکان میں رہنا چاہیں تو شریعت کے اعتبار سے کوئی حرج کی بات نہیں لیکن آپ کی بیویاں اگر ایک مکان میں رہنے کے لئے راضی نہ ہوں اور اپنے لئے الگ الگ مکان کا مطالبہ کرے تو الگ مکان دینا آپ کے لئے ضروری ہے۔

اگر آپ کو یہ خطرہ ہو کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کے ورثاء ایک دوسرے کا حق ادا نہیں کریں گے اور شریعت کے مطابق آپ کی ملکیت کی تقسیم نہیں کریں گے تو ایسے وقت اپنی ملکیت کی تقسیم کا شریعت کے مطابق ویل نامہ لکھ دینا بہتر ہے۔

آپ ہر اعتبار سے دوسری بیوی کے حقوق ادا کرنے کی استطاعت رکھتے ہو اور دونوں بیویاں کے درمیان عدل و انصاف اور برابری اور شریعت کے بتائے ہوئے حقوق ادا کرنے کی طاقت رکھتے ہو تو رشتہ داروں کو بیچ میں حائل نہ ہونا چاہیئے، مگر موجودہ دور میں مسلم معاشرہ میں بہت سے ناجائز کام وجود میں آچکے ہیں ایک سے زیادہ بیوی کرنے والا آدمی چاہے دوسری بیوی کی ضرورت ہو یا نہ ہو عدل و انصاف کرنے کی حیثیت ہو یا نہ ہو پھر بھی دوسری شادی کر لیتا ہے اور پرانی بیوی کو حیران پریشان کر ڈالتا ہے، اسی لئے جو آدمی ایک سے زیادہ بیویاں کرنے کا ارادہ

کرے اور مسلم معاشرہ میں بے انصافی کی برائی راسخ ہوچکی ہوتو رشتہ دار ایک بیوی ہوتے ہوئے دوسری بیوی کرنے سے روک سکتے ہیں، مگر ایک کے ہوتے ہوئے دوسری بیوی کرنے کی ضرورت ہواور ہر اعتبار سے نئی اور پرانی بیویوں کے حقوق پورا کرنے اور انصاف کے ساتھ برتاؤ کرنے کی حیثیت ہواور رشتہ داروں کو بھی دوسری شادی کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہواس کے باوجود رشتہ داروں کی طرف سے روکا جائیگا تو اس طرح کی روک ٹوک لگانا جائز نہیں ہے۔

نابالغ کا نکاح باپ دادانے کرادیا۔

سوال : ۲۰/۱۳۳

نابالغ لڑکے اور لڑکی کا نکاح بالغ ہونے سے پہلے ان کے والدین نے کرادیا تھا، لڑکی سمجھدار ہوئی تو اس کے والدین نے اطلاع دی کہ تیرا نکاح فلاں لڑکے کے ساتھ کردیا گیا ہے، لڑکی نے والدین کی بات کو منظور نہیں رکھا اور کہنے لگی کہ مجھے منظور نہیں ہے، بالغ ہونے کے بعد پھر دوبارہ والدین نے لڑکی سے کہا کہ تیرا نکاح ہم نے فلاں لڑکے سے کردیا ہے، لیکن لڑکی ہے کہ انکار کرتی ہے اس کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟ اس کے جواب سے مطلع فرمائیں۔

جواب : ۲۰/۱۳۳ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ھوالموفق للصواب۔

حنفی مذہب کے مطابق اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح باپ یا دادانے کرادیا ہو وہ لڑکی بالغ ہونے کے بعد اس نکاح کو فسخ نہیں کرسکتی۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(شامی :۴۲۰/۲، ہدایہ:۳۱۷/۲)

تعویذات کے ذریعہ شادی کے لئے تیار کرنا۔

سوال : ۲۱/۱۳۴

ایک بھائی کا کہنا ہے کہ مان لو مجھے ایک لڑکی کے ساتھ نکاح کرنا ہے لیکن ان

کے سامنے بات رکھنے سے شرم محسوس کرتا ہوں اور مجھے ڈر ہے کہ وہ میری شادی کے پیغام کا انکار کردینگے تو میں کچھ علم تعویذ فلیتہ کے ذریعہ یا کسی دوسری چیز دیکر ہاں کہنے کے لئے تیار کروں اور شادی کرلوں اس کے متعلق کیا فتوی ہے؟

اگر میں شادی کرنے کے بعد اس عورت کے ساتھ میاں بیوی کی طرح رہوں اور مجھے صرف شادی کر کے اس کے ساتھ زندگی بسر کرنا ہے، باقی کسی بھی چیز کے متعلق حرص اور لالچ کے بغیر انکو تیار نہیں کیا جا سکتا تو اس کے متعلق علماء کرام کیا فتوی دینگے، تا کہ میں اس بھائی کو مطلع کرسکوں۔

اگر چہ اس بھائی کو اس عورت کے ساتھ شادی کرنا ہے، مگر شاید اگر وہ لوگ انکار کردے، تعویذ یا کسی اور طریقہ سے تیار کرسکتا ہوں یا نہیں؟ بات واضح ہوجائے اس طور پر جلدی جواب مرحمت فرمائیں۔ اور اس آدمی کا کہنا ہے کہ شادی اسی سے کرنا ہے اور تادم حیات اسے نکاح میں باقی رکھنا ہے۔ جواب تفصیل کے ساتھ عنایت فرمائیں۔

جواب : ۲۱/۱۳۴ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

اس قسم کے سوال کے جواب میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ تحریر فرماتے ہیں کہ عمل باعتبار اثر کے دو قسم کے ہیں: ایکقسم یہ ہے کہ جس پر عمل کیا جائے وہ مسخر اور مغلوب المحبت ومغلوب العقل ہوجاوے ایسا عمل اس مقصود کے لئے جائز نہیں، جو شرعا واجب نہ ہو جیسے نکاح کرنا کسی معین مرد سے کہ شرعاً واجب نہیں، اس کے لئے ایسا عمل جائز نہیں۔

دوسری قسم یہ کہ صرف معمول کو اس مقصود کی طرف توجہ بلا مغلوبیت ہوجاوے ، پھر بصیرت کے ساتھ اپنے لئے مصلحت تجویز کرے، ایسا عمل ایسے مقصود کے لئے جائز ہے اس حکم میں قرآن وغیر قرآن مشترک ہیں۔ لہذا لڑکی کے ولی کو نکاح پڑھنے پڑھانے پر راضی کرنے کے لئے دوسری قسم کے تعویذ کرنا جائز ہے۔

(امداد الفتاوی:۴/۸۹)

باب : ۹
طلاق
تحریری طلاق

حاملہ عورت کو تحریری طلاق۔

سوال : ۱/۱۳۵

میں ماہ جون ۱۹۸۴ء میں انگلینڈ سے انڈیا آیا تھا تب سے نومبر تک میری بیوی کی اصلاح کے لئے کوششیں جاری رکھی تھی اپنی عادت کو نہ بدلنے کی وجہ سے مجبور ہو کر تاریخ ۱۷/۱۱/۱۹۸۴ء کے دن یہاں انڈیا سے لنڈن طلاق لکھ کر بھیج دی تھی طلاق حالت حمل میں دی ہے۔تو اس بات کا خلاصہ بیان فرمائیں حالت حمل میں طلاق دینے سے شریعت کے اعتبار سے کوئی فساد تو نہیں آتا؟

(۲) حالت حمل میں طلاق دی تو عدت کا کیا حکم ہے؟ عدت کا کتنا وقت ہے؟

(۳) عدت کے درمیان نان ونفقہ کا کیا حکم ہے؟ اگر وضع حمل کی وجہ سے عدت ختم ہو جاتی ہو تو اب نان ونفقہ دینا چاہئے یا نہیں؟

(۴) میری عورت کو تاریخ ۲۵/۱۲/۱۹۸۴ء کو لڑکی پیدا ہوئی ہے تو اس لڑکی کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟ نان ونفقہ اور پرورش کے متعلق تفصیل بیان فرمائیں۔

(۵) انگلینڈ کی حکومت لڑکی کا نان ونفقہ خود دیتی ہے اور عورت کو طلاق واقع ہوگئی ہو اور شوہر ساتھ نہ رہتا ہو تو اس کو بھی نان ونفقہ دیتی ہے ایسی حالت میں شوہر کے لئے نان ونفقہ دینا ضروری ہے یا نہیں؟ فی الحال میں انڈیا میں ہوں اور یہاں

سے وہاں رقم پہنچانا بھی غیر ممکن ہے جو اطلاعاً عرض ہے۔

جواب: ۱/۱۳۵ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

(۱) حالت حمل میں طلاق دینا جائز ہے۔ شرعی اعتبار سے اس میں کوئی حرج نہیں طلاق دینے سے طلاق واقع ہوجاتی ہے۔ (ہدایہ:۳۵۴/۲)

(۲) حاملہ عورت کے لئے طلاق کی عدت گذارنا ضروری ہے اور اس کی عدت وضع حمل ہوتے ہی ختم ہوجائے گی۔ (ہدایہ:۴۲۳/۲)

(۳) طلاق شدہ حاملہ عورت کو عدت ختم ہونے تک نان ونفقہ دینا ضروری ہے، عدت پوری ہونے کے بعد کوئی بھی عدت گذارنے والی عورت شریعت کی نظر میں نان ونفقہ کی حقدار نہیں رہتی؛ اور اگر کوئی سرکاری قوانین کا سہارا لے کر نان و نفقہ لے گی تو اس کے لئے حرام ہے۔ (ہدایہ:۴۴۳/۲)

(۴) میاں بیوی طلاق کی وجہ سے الگ ہوگئے اور چھوٹا بچہ ہے جس کی پرورش ماں کرنا چاہتی ہے ماں کے لئے پرورش کا حق ملے گا مگر یہ حق ماں کو وہاں تک حاصل رہے گا جب تک ماں بچے کے غیر محرم سے شادی نہ کرے اگر بچے کے غیر محرم سے شادی کرلی تو پرورش کا حق سات سال تک رہے گا پھر بچہ باپ کو حوالہ کردیا جائے گا۔ (ہدایہ:۴۳۴/۲، ۴۳۶، شامی:۸۷۱/۲، ۸۷۲، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲)

بچے کی پرورش کا مناسب خرچ باپ کے ذمہ واجب ہے۔
(ہدایہ:۴۳۴/۲، ۴۴۴)

انگلینڈ کی حکومت جب بچہ کا نان ونفقہ وغیرہ خرچ دیتی ہو اور ماں وصول کرتی ہو تو ماں کے لئے بچے کے باپ سے نان ونفقہ کا خرچ لینا مناسب نہیں، مگر عورت کو اس کی عدت کا خرچ دینا چاہئے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

تحریری تین طلاق۔

سوال: ۲/۱۳۶

ایک آدمی نے وکیل کے ذریعہ اپنی عورت کو تین طلاق لکھ کر بھیج دی جس کو تقریباً چھے مہینہ ہو گئے، لڑکی والے فریق کا کہنا ہے کہ لڑکے نے تحریری طلاق دے رکھی ہے اس کو ہم منظور نہیں رکھتے اور کہتے ہیں کہ ''جو کچھ گناہ ہو گا وہ ہمارے ذمہ'' اور لڑکا بھی واپس لانے کے لئے رضامند ہے، تو ایسی حالت میں کیا کرنا چاہئے؟ آپ حضرت کتاب کے حوالہ سے ہمیں جواب عطا فرمائیں اور کیا گناہ ہوتا ہے؟ اس سے مطلع فرمائیں۔

جواب: ۲/۱۳۶ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

صورت مسئولہ میں تین طلاق واقع ہو جائے گی اور بیوی شوہر کے لئے حرام ہو جائے گی جو شرعی حلالہ کے بغیر حلال نہیں ہوگی۔ (شامی: ۴۶۵/۲)

تین طلاق واقع ہو جانے کے بعد میاں بیوی کی طرح رہنا ناجائز اور حرام ہے دونوں زناکار اور بدکار سمجھے جائیں گے لڑکی والے فریق کا منظور نہ رکھنا مناسب نہیں ان کے منظور نہ رکھنے کی وجہ سے شریعت کے حکم میں تبدیلی نہیں آئے گی۔

جس وقت طلاق دی جاتی ہے اسی وقت طلاق واقع ہو جاتی ہے؛ لہذا آپ کے کہنے کے مطابق اس آدمی نے چھے مہینہ پہلے طلاق دی ہے تو عدت بھی اسی وقت سے شروع ہو چکی ہے اگر عورت اس وقت حاملہ تھی تو وضع حمل ہوتے ہی عدت پوری ہو جائے گی اور اگر حیض آتا تھا تو تین حیض کے گذر جانے سے اور اگر حیض نہ آتا تھا تو تین مہینہ ختم ہونے پر عدت ختم ہو جائے گی۔

حلالہ کا طریقہ: یہ ہے کہ تین طلاق والی عورت اپنی عدت ختم ہونے کے بعد اپنی رضامندی سے کسی شرط اور قرار کے بغیر دوسرے آدمی سے باقاعدہ شرعی طور پر

نکاح کرے اور اس کا دوسرا شوہر اس عورت کے ساتھ کم از کم ایک مرتبہ جماع کرے، پھر وہ دوسرا شوہر وفات پا جائے یا اختلاف یا کسی اور وجہ سے طلاق دے دے اور اس کی طلاق کی عدت ختم ہو جائے اور پھر اس کا پہلا شوہر اس کے ساتھ نکاح کرنا چاہے اور وہ عورت بھی اپنی رضامندی سے دوبارہ نکاح کرنے پر راضی ہو تو یہ اپنے پہلے شوہر کے لئے حلال ہوگی۔

(شامی:۲/۳۹/۷،۴۰۷،فتاوی دارالعلوم:۳/۲۵۸،فتاوی رحیمیہ:۵/۲۷۶)

بالجبر تحریری طلاق دینا۔

سوال: ۳/۱۳۷

ایک لڑکی کو سات مہینہ کا حمل ہونے کے بعد رضامندی کے ساتھ سسرال سے میکہ لائی گئی یہاں آکر اس لڑکی کو لڑکا پیدا ہوا جس کا نام دادا، دادی اور گھر کے تمام افراد کی خوشی سے یاسین رکھا گیا آج بچہ پانچ مہینہ کا ہوگیا اور پھر لڑکی کے شوہر سے جبری طور پر طلاق لکھائی گئی، لڑکا طلاق دینے پر بالکل راضی نہیں تھا طلاق بھیج دی مگر لڑکی کے گھر والوں نے ابھی تک طلاق نامہ لیا نہیں ہے؛ لڑکی کو طلاق دی یا ایسے کوئی الفاظ زبان سے تلفظ نہیں کیئے، لڑکی اپنی ماں کے ساتھ رہتی ہے اس کے بعد نو آدمیوں کے سامنے لڑکے نے کہا کہ میں نے اپنی رضامندی سے طلاق نہیں لکھی تھی میری ماں اور میرے ان دو رشتہ دار جو حاضر ہیں انہوں نے مجبوراً لکھوائی ہے اور طلاق نامہ لڑکی کے فریق والوں نے ابھی تک لیا نہیں ہے تو اب وہ طلاق کو منظور رکھے تو طلاق واقع ہو جائے گی؟ یا نئے طور پر لکھ کر بھیجنا پڑے گی؟ اس بات کا تفصیلی جواب عنایت فرما کر مہربانی فرمائیں، وہ لڑکا دوبارہ طلاق لکھنے پر تیار نہیں ہے، وہ تو یوں ہی کہتا ہے کہ میں بار بار طلاق نہیں لکھوں گا تو کیا کرنا چاہیئے؟ طلاق لکھ دے تو اس میں کتنے آدمیوں کی دستخط چاہیئے؟ لڑکے کے کہنے کے مطابق جو طلاق لکھی گئی اس پر لڑکے کے علاوہ کسی کا

دستخط نہیں ہے۔

جواب: ۳/۱۳۷ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

بالجبر طلاق لکھ دینے سے طلاق واقع نہیں ہوتی لہذا واقعۃً اسی طور پر طلاق لکھوائی ہوگی اور زبان سے طلاق کے الفاظ تلفظ نہیں کئے ہوں گے تو طلاق واقع نہیں ہوگی اور مذکورہ بیوی مذکور شوہر کے نکاح میں سمجھی جائے گی۔ (شامی: ۲/۴۵۷)

جبری طور پر لکھی گئی طلاق فریق مقابل قبول کرے یا نہ کرے طلاق واقع نہیں ہوگی۔ (شامی: ۲/۴۵۷)

ہاں! اگر وہ اپنی رضامندی کے ساتھ بغیر کسی جبر کے طلاق لکھ دے چاہے زبان سے تلفظ نہ کرے طلاق واقع ہوجائے گی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ڈاک کے ذریعہ تحریری تین طلاق۔

سوال: ۴/۱۳۸

(۱) ہماری لڑکی مسماۃ زرینہ متوطن اسوریا کا نکاح احمد عمر پٹیل متوطن اکوٹا کے ساتھ ہوا تھا، احمد عمر پٹیل گذشتہ تاریخ ۴/۳/۱۹۸۵ء کے روز طلاق، طلاق، طلاق، بول چکا ہوں ایسا لکھ کر رجسٹر ڈ اے۔ڈی۔ کے ذریعہ زرینہ موسی پٹیل کے نام بھیجا ہے؛ تو یہ تحریری طلاق زبان سے بولنے کے ساتھ روانہ کی ہے؛ اسلامی قانون کے مطابق شریعت میں یہ طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ اس کا فتوی لکھ کر بھیجنے کی مہربانی فرمائیں۔ طلاق لکھنے والے نے اپنا ہی دستخط کیا ہے جو دوسرے خط کے ذریعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ احمد عمر پٹیل ہی کا دستخط ہے، اس سوال کے ساتھ اصل طلاق نامہ کی نقل اس کے ہمراہ بھیج رہا ہوں۔

(۲) میں نیچے دستخط کرنے والا باشندہ اکوٹا ضلع بڑودا مسمی احمد بھائی عمر بھائی پٹیل میری بیوی زرینہ، موسی حاجی اسماعیل پٹیل کی لڑکی متوطن آسوریا پوسٹ نبی پور

ضلع بھروچ کو ان کے والد وغیرہ کی کہنے کی وجہ سے کہ ''ڈاک کے ذریعہ سے بھیج دو'' تو ان کے کہنے کے مطابق آج روز ذہنی پریشانیوں سے پریشان ہو کر میں ان کو (میری بیوی زرینہ کو) میرے نکاح میں سے الگ کرتا ہوں اور طلاق دیتا ہوں اسلامی قانون کو مدنظر رکھتے ہوئے میں تین مرتبہ طلاق، طلاق، طلاق بول چکا ہوں اس لئے وہ اسی وقت میرے نکاح سے الگ ہے۔

جواب: ۴/۱۳۸ حامدًا ومصليًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

طلاق تحریری طور پر دینے سے اور زبان سے بولنے سے واقع ہو جاتی ہے سوال میں ذکر کردہ تفصیل کے مطابق احمد عمر پٹیل اس طلاق نامہ کے ذریعہ اپنی بیوی زرینہ موسیٰ کو تین طلاق زبان سے دے چکا ہے اس کی اطلاع دے رہا ہے جس سے زرینہ موسیٰ کو تین طلاق واقع ہوگئی ہے؛ اب احمد عمر کا زرینہ کے ساتھ میاں بیوی کے تعلق سے رہنا حرام ہے۔ جب تک کہ شرعی طور پر حلالہ نہ کیا جائے (حلالہ کا طریقہ گاؤں کے علماء سے دریافت کرلیا جائے)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(ہدایہ:۲/ کتاب الطلاق، شامی:۲/۵۸۹)

ایک تحریری طلاق بائن۔

سوال: ۵/۱۳۹

میں عرفان ابوبکر فروٹ والا اپنے تمام ہوش وحواس کے ساتھ اپنی گھر والی مسماۃ روشن، محمد صدیق حاجی حسین بھروچ والے کی لڑکی کو آج روز مندرجہ ذیل دستخط کرنے والے گواہ کی موجودگی میں طلاق بائن دیتا ہوں۔

عدت کے ۵۰۰ روپیہ بھاؤنگری ہلائی میمن جماعت بمبئی کو دیئے ہیں۔

(۱) عرفان ابوبکر (دستخط) (۱) KHALRI M.ZUBAIR (۲) تار محمد عبدالستار۔

مذکور تحریر کے مطابق شوہر نے اپنی بیوی کو طلاق بائن دی ہے تو عورت کو طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ اگر طلاق واقع ہوگئی ہو اور شوہر اپنی بیوی کو دوبارہ اپنے نکاح میں لانا چاہتا ہو تو کس طور پر؟ وہ لکھ کر مطلع فرمائیں۔

جواب: ۵/۱۳۹ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

طلاق جس طرح زبانی طور پر بولنے سے ہو جاتی ہے اسی طرح لکھنے سے بھی واقع ہو جاتی ہے، اور طلاق دینے کے لئے بیوی کا سامنے ہونا یا اس کو مخاطب کر کے کہنا شرط نہیں ہے، اس کو مخاطب کئے بغیر اور وہ سامنے نہ ہو اور طلاق دے تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ (شامی:۵۹۰،۵۸۹/۲)

لہٰذا مذکور تحریر سے عورت کو ایک طلاق بائن واقع ہو جائے گی، اور شوہر دوبارہ اس عورت کو لانا چاہے تو تجدید نکاح کرنا پڑے گا اور دوبارہ مہر بھی ادا کرنا پڑے گا؛ اگر عورت عدت میں ہو تو عدت میں بھی نکاح کر سکتے ہیں اور عدت کے بعد بھی نکاح کر سکتے ہیں۔ فقط واللہ اعلم۔ (ہدایہ:۴۰۶/۲)

طلاق نامہ سے کون سی طلاق واقع ہوگی؟

سوال: ۶/۱۴۰

اس طلاق نامہ سے کون سی طلاق واقع ہوتی ہے؟ تفصیل کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں۔

جواب: ۶/۱۴۰ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

طلاق نامہ میں لکھا ہے کہ ''زلیخاں میری عورت نہیں'' زلیخاں کو معلوم ہو کہ تو میری بیوی نہیں ہے، میرے گھر کی مختار نہیں ہے، ان الفاظ سے طلاق بائن واقع ہوگی۔ اگر شوہر کی نیت طلاق دینے کی ہوگی تو طلاق واقع ہوگی اور طلاق کی نیت نہیں ہوگی تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (شامی:۶۲۳/۲)

سوال: استفسار کردہ سوال کا جواب موصول ہوا مگر میرے خیال کے مطابق سوال سمجھنے میں آپ سے تسامح ہوا ہے، بلکہ اصل میں آپ سے سوال پوچھنے میں غلطی میں نے کی ہے، خیر! (ا) خط میں جس زلیخاں کا تذکرہ کیا ہے وہ میری بیوی یعنی حاجی احمد ہنگلوٹ والے کی (۲) عائشہ بہن جو مہودھلا کے ہیں ان کی لڑکی کے ساتھ میرے بہنوئی اسماعیل بھائی ہے (۳) انہوں نے منگنی طے کی تھی اس کی اطلاع ہونے پر ہم مہودھلا گئے اور ہم نے ان کو سمجھایا کہ یہ چیز نہ کرو تو اچھا کیوں کہ اسماعیل بھائی کے نکاح میں میری بہن حوری ہے اور ان کو پانچ چھے لڑکے ہیں اس بات کی اطلاع اسماعیل بھائی کو خط کے ذریعہ مہودھلا سے ہوئی ہوگی اس لئے انہوں نے یہ خط مجھ پر لکھا ہے اب جن حوری بہن کا تذکرہ خط میں کیا ہے اس کے متعلق آپ تفصیل کے ساتھ عنایت فرمائیں کہ اس طلاق نامہ سے کون سی طلاق واقع ہوگی؟

جواب: آپ کو خبر ہوگی کہ حوری کو افریقہ میں طلاق دی گئی تھی مگر بچے چھوٹے ہونے کی وجہ سے بغیر نکاح کے ہم نے رکھا تھا؛ اس تحریر سے اسماعیل اپنی بیوی کو طلاق دے چکے ہیں اگر یہ بات صحیح ہے تو دیانۃً وقضاءً دونوں اعتبار سے طلاق واقع ہو چکی ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (شامی: ۵۸۹/۲)

دو قسم کی تحریری طلاق۔

سوال: ۱۴۱/۷

حمیدہ بہن جو رحیم خان اگھرادار پٹھان کی لڑکی اور شریف خان داؤد خان کی بیوی متوطن پالیج تحصیل، ضلع بھروچ۔ میں نیچے دستخط کرنے والا پٹھان شریف خان داؤد خان متوطن گاؤں پالیج تحصیل، ضلع بھروچ، "میں بیوی حمیدہ کو آج روز سے میرے نکاح سے الگ کرتا ہوں یعنی طلاق بائن دیتا ہوں آج کے بعد ہمارے دونوں کے درمیان میاں بیوی کا تعلق باقی رہتا نہیں ہے آج روز یہ تعلق ختم ہو جاتا ہے امروز

تاریخ ۷/۱/۱۹۸۵ء سے نیچے دستخط کرنے والے دو گواہوں کی موجودگی میں طلاق، طلاق، طلاق، دے کر الگ کرتا ہوں"۔

گواہوں کے دستخط	طلاق دینے والے کی دستخط
(۱) ابراھیم آدم	شریف خان داؤد خان پٹھان
(۲) اسماعیل	

جواب: ۷/۱۴۱ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

مذکورہ طلاق نامہ میں طلاق دینے کے لئے جن الفاظ کو استعمال کیا گیا ہے جس کی شروع میں جو الفاظ ہیں "میں بیوی حمیدہ کو آج روز سے میرے نکاح سے الگ کرتا ہوں یعنی طلاق بائن دیتا ہوں آج کے بعد ہمارے دونوں کے درمیان میاں بیوی کا تعلق باقی رہتا نہیں ہے آج روز یہ تعلق ختم ہوجاتا ہے" ان الفاظ سے نیت کے بغیر ایک طلاق بائن واقع ہوجائے گی۔

امداد الفتاوی میں لکھا ہے کہ فارغطی لفظ کنایہ ہے جس سے طلاق بائن ثابت ہوتی ہے یہ متعارف ہے اس وجہ سے بغیر نیت کے طلاق بائن واقع ہوجائے گی۔

(امداد الفتاوی:۲/۴۴۷)

ان الفاظ کو لکھنے کے بعد تین الفاظ طلاق صریح کے لکھ دیئے گئے ہیں جس کی وجہ سے بعد والی دو طلاق ملکر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی کیوں کہ اصول ہے کہ مدخول بھا عورت کو طلاق بائن دی جائے اس کے ساتھ طلاق صریح مل جائے گی۔

(شامی:۲/۶۴۵)

اب اگر اس عورت کے ساتھ دوبارہ نکاح کرنا ہو تو شرعی حلالہ کے بغیر اس کے ساتھ نکاح نہیں کرسکتے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

زبانی طلاق

حاملہ عورت کو "تُو تو الگ ہے" کہنا۔

سوال: ۸/۱۴۲

(۱) میری بیوی کو جب میں نے مزاق میں کہا کہ "تُو تو الگ ہے" ایک ہی مرتبہ کہا ہے تو میری بیوی کو ایک طلاق ہوئی یا تین طلاق ہوئی؟

(۲) میری بیوی کو جب میں نے کہا کہ "تُو تو الگ ہے" اس دن میری بیوی حالت حمل میں تھی تو ایسے وقت میں طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں؟ تفصیل کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں۔

(۳) بیوی اگر عدت میں نہ بیٹھے تو اس کو عدت کے پیسے دینے چاہئے یا نہیں؟

جواب: ۸/۱۴۲ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

(۱) "تُو تو الگ ہے" ایک مرتبہ کہا ہے اس لئے ایک طلاق رجعی واقع ہوگی۔

(۲) حالت حمل میں طلاق دینے سے طلاق واقع ہو جائے گی۔

(۳) طلاق رجعی واقع ہوگئی ہے تو آپ جب تک بچہ پیدا نہ ہو وہاں تک اس سے رجوع کرنا چاہے تو رجوع کر سکتے ہو، دو گواہوں کی حاضری میں کہو کہ میں رجوع کرتا ہوں یا بوسہ دینے یا جماع کر لینے سے بھی رجوع ہو جاتا ہے۔

طلاق کی عدت میں بیوی کو عدت کا خرچ دینا ضروری ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

آئندہ کل مزدوروں کا کھانا نہ پکاوے تو تجھے طلاق۔

سوال: ۹/۱۴۳

ایک شوہر اور بیوی کے درمیان لڑائی ہوئی تو لڑائی کی تفصیل یہ ہے کہ شوہر

کے یہاں مزدور کام کرنے کے لئے آنے والے تھے تو عورت نے ان مزدوروں کا کھانا پکانے سے انکار کر دیا شوہر نے غصہ میں آکر یوں کہا کہ اگر صبح (آئندہ کل) آنے والے مزدوروں کا کھانا نہیں پکائے گی تو تجھے طلاق ہے، مگر آئندہ کل عورت نے مزدوروں کا کھانا پکایا تو اس حالت میں شوہر اور بیوی کے تعلقات کے درمیان میں شرعی اعتبار سے کوئی حرج ہوگا؟ اس سلسلہ میں شریعت کے اعتبار سے خلاصہ عنایت فرما کر مہربانی فرمائیں۔

جواب :۹/۱۴۳ حامدًا ومصلیًا ومسلمًا۔ ھوالموفق للصواب۔

سوال میں ذکر کردہ حقیقت کے مطابق طلاق واقع نہیں ہوگی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (ہدایہ: باب تعلیق الطلاق)

بلاوجہ طلاق دینا۔

سوال : ۱۰/۱۴۴

(۱) ہماری لڑکی کی شادی اس کے پھوپھی زاد بھائی کے ساتھ کرادی ہے ان کو چار لڑکے ہیں اور چار سال ختم ہو چکے ہیں، اب اس لڑکے نے کاولی والے باپو سے استفسار کرنے پر باپو نے بتایا کہ اس لڑکی کو کسی نے سفلی علم کر دیا ہے وہ سفلی علم کی وجہ سے اجمیر چلے گئے تھے اس درمیان طلاق واقع ہوگئی تھی اب وہ اپنی رضامندی سے نکاح کرنے کے لئے تیار ہے تو یہ نکاح کس طور پر ہوسکتا ہے؟ اس کی تفصیل سے مطلع فرمائیں۔

(۲) اس لڑکی کا باپ حلالہ کرانے سے انکار کرتا ہے تو اب نکاح کس طور پر کرے؟

(۳) اس لڑکی کو طلاق دینے کے بعد اس لڑکے نے دوسری عورت سے شادی کر لی ہے اس کو بھی لڑکا ہے اب وہ لڑکا اس نئی عورت کو طلاق دینا چاہتا ہے تو اس

کے متعلق شریعت کا حکم کیا ہے؟

(۴) شاید حلالہ کرنے کی ضرورت پڑے تو اس کی مدت کتنی ہے؟ اس سے بھی مطلع فرمائیں۔

جواب: ۱۰/۱۴۴ حامدًا و مصلیًا و مسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

(۱۔۲) شوہر نے اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاق دی ہوگی تو حلالہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اسی طرح تو میرے گھر سے چلی جا، آج سے تیرے ساتھ میرا کوئی تعلق نہیں ہے یا اس قسم کے دوسرے الفاظ بول کر اگر طلاق کی نیت کی ہو تو بھی حلالہ کی ضرورت نہیں ہے، مگر اس عورت کو بیک وقت تین طلاق دیدی ہو اور طلاق دینے والا آدمی اسی عورت کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے تو جب تک حلالہ نہ کرے وہاں تک نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ وہ مطلقہ عورت اس کے لئے حرام ہے، اس عورت کے ساتھ نکاح جائز ہونے کے لئے حلالہ کے بغیر کوئی دوسرا طریقہ نہیں ہے، لہذا اگر وہ طلاق دینے والا مرد اپنی مطلقہ کو اپنے نکاح میں لانا چاہتا ہے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ عورت اگر حاملہ نہ ہو تو طلاق دینے کے بعد تین مرتبہ حیض آگیا ہو تو اس کی عدت ختم ہوئی سمجھی جائے گی عدت ختم ہونے کے بعد دوسرے سے نکاح کرے نکاح کے بعد نکاح پڑھنے والا مرد اس کے ساتھ جماع بھی کرے پھر اس عورت کو طلاق دے دے تب اس دوسرے نکاح کی عدت ختم ہو جانے پر پہلا شوہر نکاح پڑھ سکتا ہے۔

(۳) اپنی پہلی بیوی کے ساتھ نکاح کرنے کے بعد فی الحال جو عورت نکاح میں ہے اس کو معقول سبب کے بغیر طلاق دینا بہت ہی ناپسندیدہ چیز ہے، حدیث شریف میں ہے کہ سخت ضرورت کے وقت جن چیزوں کو اپنانے کی ضرورت ہے ان میں طلاق ایک ایسی چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بہت ہی ناپسند ہے۔

(ابوداؤد شریف: ۳۱۲/۱)

لہذا میاں بیوی کے درمیان میں تعلقات اچھے ہوتو طلاق نہ دیناہی بہتر ہے فی الحال جوعورت نکاح میں ہے اس کو اپنے نکاح میں باقی رکھے اور پہلی عورت سے بھی نکاح کرلے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

تین طلاق دینا۔

سوال: ۱۱/۱۴۵

زید اور ہندہ جو میاں بیوی ہے اور کئی سالوں سے پیار محبت سے اپنی زندگی بسر کررہے ہیں، کچھ عرصہ پہلے چھوٹی سی بات پر دونوں میاں بیوی میں سخت لڑائی ہوگئی اور لڑائی بڑھتی رہی تو ہندہ نے بجلی کا تار پکڑ کر خودکشی کرنا چاہا لیکن اس کو بچالیا گیا اس کے بعد زید بھی پریشان ہوگیا تھا اور اس نے طلاق، طلاق، طلاق، طلاق، یوں چار مرتبہ زبان سے بول دیا، لیکن اب وہ ان بولے ہوئے الفاظ پر نادم ہے اور اپنی بیوی ہندہ کے ساتھ مل کر رہنا چاہتا ہے اور ہندہ بھی زید کو چھوڑنے اور اس سے الگ رہے نے کے لئے تیار نہیں ہے اور فی الحال بھی وہ ساتھ میں ہی رہتے ہیں تو کیا یہ طلاق شریعت کے اعتبار سے ہوئی یا نہیں؟ اور اگر طلاق واقع ہوگئی ہو اور وہ میاں بیوی کی طرح رہنا چاہتے ہوں تو کیا شریعت اس کی اجازت دے گی؟ اور اگر طلاق واقع نہ ہوئی ہو تو کیا طلاق کہنے والے کو ''کفارہ'' ادا کرنا پڑے گا؟

جواب: ۱۱/۱۴۵ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ھوالموفق للصواب۔

زید کی بیوی ہندہ اپنے شوہر کے لئے حرام ہوچکی ہے جو حلالہ کے بغیر حلال نہیں ہوسکتی۔

حلالہ کا طریقہ: یہ ہے کہ تین طلاق والی عورت اپنی عدت ختم ہونے کے بعد اپنی رضامندی سے کسی شرط اور قرار کے بغیر دوسرے آدمی سے باقاعدہ شرعی طور پر نکاح کرے اور اس کا دوسرا شوہر اس عورت کے ساتھ کم از کم ایک مرتبہ جماع کرے،

پھر وہ دوسرا شوہر وفات پا جائے یا اختلاف یا کسی اور وجہ سے طلاق دے دے اور اس کی طلاق کی عدت ختم ہو جائے اور پھر اس کا پہلا شوہر اس کے ساتھ نکاح کرنا چاہے اور وہ عورت بھی اپنی رضامندی سے دوبارہ نکاح کرنے پر راضی ہو تو یہ اپنے پہلے شوہر کے لئے حلال ہوگی۔ (ہدایہ: حصہ: ۲)

طلاق بولنے والے پر کسی طرح کا کفارہ لازم نہیں ہوتا۔ توبہ اور استغفار کرے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

بیوی نے طلاق کے الفاظ نہ سنے ہوں؟

سوال: ۱۲/۱۴۶

بیوی نے سنا نہ ہو اور شوہر دوسرے کسی کے سامنے طلاق بولا ہو؛ تو کیا طلاق ہوگی؟

اگر ایک یا دو مرتبہ بولا ہو تو اس کے لئے کیا کیا جائے؟ اسلامی قانون کے مطابق مجھے صحیح جواب عنایت فرما کر مہربانی فرمائیں۔

پھر اگر عورت کے ساتھ دوبارہ نکاح کرنا ہو تو اس کی تفصیل سے مطلع فرمائیں۔

میری بیٹی کے ساتھ آنند کے اللہ والے مالدار گھرانہ میں ایسا ہوا ہے۔ اب میں نے لڑکی سے پوچھا تو اس نے کہا کہ مجھے ایسا کچھ کہا نہیں، میں نے سنا نہیں ہم ہمارے رشتہ داروں سے ملے تو وہ کیا ہوا ہے اس کے بارے میں کچھ تفصیل بتاتے نہیں ہے اور کہتے ہیں کہ اس کے ماں باپ پھر سے نکاح کرنے کو کہتے ہیں، فی الحال لڑکی میرے گھر پر ہے، تو مجھے مکمل تحقیق اور تفصیل کے ساتھ فورا جواب عنایت فرما کر مہربانی فرمائیں۔

جواب: ۱۲/۱۴۲ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

جب شوہر خود کہتا ہے کہ میں نے میری بیوی کو طلاق دیدی اور اتنے بلند آواز سے کہا کہ خود نے وہ الفاظ سن لئے تو صرف اتنا کہنے سے طلاق واقع ہوگئی، چاہے کسی آدمی کی موجودگی میں کہا ہو یا تنہائی میں بولا ہو! اور چاہے بیوی نے سنا ہو یا نہ سنا ہو ہر حال میں طلاق واقع ہو جائے گی۔

کوئی آدمی اپنی بیوی کو ایک یا دو مرتبہ طلاق صاف الفاظ میں یعنی کہ طلاق کے الفاظ استعمال کر کے دے تو رجعی قسم کی طلاق واقع ہوگی، ایسی طلاق میں عدت کے اندر اصل طلاق دینے والا شوہر اس کے ساتھ از سر نو نکاح کئے بغیر رجوع کر کے اس عورت کو رکھ سکتا ہے۔

رجوع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ زبان سے کہہ دے کہ میں تجھے دوبارہ رجوع کر کے میرے ساتھ رکھتا ہوں یا بوسہ دے دے یا جماع کر لے یا عدت ختم ہو جانے کے بعد حلالہ کئے بغیر پھر سے میاں بیوی اپنی رضامندی سے دوبارہ شرعی طریقہ کے مطابق نکاح کر سکتے ہیں۔

شوہر نے جب طلاق دی ہے تو چاہے بیوی سنے یا نہ سنے طلاق واقع ہو جائے گی، اور ایک مرتبہ کہا ہو تو ایک طلاق واقع ہوگی اور دو مرتبہ کہا ہو تو دو طلاق واقع ہوگی، عدت میں بھی از سر نو نکاح کئے بغیر رجوع کر کے نکاح میں رکھ سکتا ہے اور عدت ختم ہوگئی ہو تو از سر نو نکاح پڑھنا پڑے گا۔ حلالہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(شامی: ۲/۶۶۲)

غصہ اور نشہ یا بیہوشی میں طلاق

غصہ میں ایک طلاق بائن واقع ہوگی۔

سوال : ۱۳/۱۴۷

میں شادی شدہ ہوں مجھے احتلام کی شکایت ہوچکی ہے جس کے بارے میں مجھے شک ہے کہ مجھے یہ پریشانی میری بیوی نے تعویذ وغیرہ کے ذریعہ کروائی ہے۔ اسی عرصہ میں رات کو مجھے احتلام ہوگیا جس کی وجہ سے مجھے میری بیوی پر غصہ آیا، فجر کی نماز کے بعد میں نے اس سے کہا کہ نہ رہنا ہوتو چلی جا، پھر میں ناشتہ کرکے نوکری کے لئے چلا گیا، جب میں نوکری سے واپس آیا تو میری بیوی گھر پر نہیں تھی اپنے میکہ جاچکی تھی تو اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ طلاق واقع ہوگی؟ اگر واقع ہوگی تو کونسی؟ اور عدت گذارنی پڑے گی؟ اور پھر دوبارہ اس کے ساتھ میاں بیوی کا رشتہ رکھ سکتا ہوں؟

جواب : ۱۳/۱۴۷ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

آپ کے ذکر کردہ تمام الفاظ کنایہ میں سے ہیں، جس کا دارومدار آپ کی نیت پر ہے، اگر طلاق کی نیت سے کہا ہوگا تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی، دوبارہ حلالہ کئے بغیر نکاح کرسکتے ہیں، اور اگر طلاق کی نیت نہ ہو تو طلاق واقع نہیں ہوگی، پہلا نکاح برقرار رہے گا۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

غصہ اور نشہ کی حالت میں طلاق دینا۔

سوال : ۱۴/۱۴۸

ہماری آپ سے عاجزانہ عرض ہے کہ مندرجۂ ذیل سوالوں کے صحیح جواب دیں۔

(۱) ایک مسلمان مرد نے اپنی بیوی کو غصہ اور شراب کے نشہ میں کہہ دیا کہ آج

سے تو میری بیوی نہیں، گھر سے چلی جا، آج سے تیرے ساتھ میرا کوئی رشتہ نہیں اور اس کے بعد طلاق کے دولفظ بول دیئے۔

(۲) صبح میں مذکور شوہر اپنی بیوی سے کہتا ہے کہ یہ گھر اور سامان سب تیرا ہی ہے اور تجھے اسی گھر میں رہنا ہے میں اب اس گھر میں نہیں رہوں گا اور نہ ہی آؤں گا۔

مذکورہ واقعہ کے سبب عورت کو طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟ اگر طلاق واقع ہوگئی ہو اور میاں بیوی ساتھ میں رہنا چاہتے ہوں تو رہ سکتے ہیں یا نہیں؟ اس سے مطلع فرمانے کی آپ صاحب سے عاجزانہ عرض ہے۔

نوٹ: مذکورہ حقیقت کی گواہی عورت خود بھی دیتی ہے اور سننے والے دو مرد بھی گواہی دیتے ہیں۔

جواب: ۱۴/۱۴۸ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

غصہ اور شراب کے نشہ کی حالت میں پہلے جو تین الفاظ بولے ہیں وہ الفاظ کنایہ میں سے ہیں، اگر اس میں طلاق کی نیت ہوگی تو طلاق واقع ہوجائے گی ورنہ طلاق واقع نہیں ہوگی۔ (عالمگیری:۱/۳۷۶)

اور ان تین الفاظ کے بعد جو "طلاق" کے الفاظ بولے ہیں اس سے دو طلاق رجعی واقع ہوگی اب یہ دو طلاق رجعی اور پہلے والے الفاظ کنایہ سے طلاق کی نیت ہوگی تو دونوں ملکر طلاق مغلظہ واقع ہوجائے گی اب عورت اپنے شوہر کے لئے حلالہ کے بغیر حلال نہیں ہوگی لہذا اب طلاق دینے والا شوہر اپنی بیوی کے ساتھ نہیں رہ سکتا ۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (شامی:۲/۵۰۲، ہدایہ:۲/۳۷۸)

حلالہ کا طریقہ: یہ ہے کہ تین طلاق والی عورت اپنی عدت ختم ہونے کے بعد اپنی رضامندی سے کسی شرط اور قرار کے بغیر دوسرے آدمی سے باقاعدہ شرعی طور پر نکاح کرے اور اس کا دوسرا شوہر اس عورت کے ساتھ کم از کم ایک مرتبہ جماع کرے،

پھر وہ دوسرا شوہر وفات پا جائے یا اختلاف یا کسی اور وجہ سے طلاق دے دے اور اس کی طلاق کی عدت ختم ہو جائے اور پھر اس کا پہلا شوہر اس کے ساتھ نکاح کرنا چاہے اور وہ عورت بھی اپنی رضامندی سے دوبارہ نکاح کرنے پر راضی ہو تو یہ اپنے پہلے شوہر کے لئے حلال ہوگی۔

(شامی: ۲/۷۳۹، ۷۴۰، فتاوی دار العلوم: ۳/۲۵۸، فتاوی رحیمیہ: ۵/۲۷۶)

نشہ میں تین طلاق۔

سوال: ۱۵/۱۴۹

میاں بیوی کے مابین بہت جھگڑا ہو رہا تھا میاں نے بہت شراب پی رکھی تھی زمین پر پاؤں بھی نہیں ٹھہرتا تھا اس نے تین مرتبہ طلاق، طلاق، طلاق، بول دیا تھا اب اس کا کیا نتیجہ ہوا؟

جواب: ۱۵/۱۴۹ حامدًا ومصلیًا ومسلمًا۔ ھوالموفق للصواب۔

تین طلاق واقع ہوگئی، نشہ کرنے والا نشہ میں طلاق دے تو شریعت کے اعتبار سے طلاق واقع ہو جاتی ہے، حلالہ کئے بغیر دوبارہ نکاح نہیں ہوسکتا۔

حلالہ کا طریقہ: یہ ہے کہ تین طلاق والی عورت اپنی عدت ختم ہونے کے بعد اپنی رضامندی سے کسی شرط اور قرار کے بغیر دوسرے آدمی سے باقاعدہ شرعی طور پر نکاح کرے اور اس کا دوسرا شوہر اس عورت کے ساتھ کم از کم ایک مرتبہ جماع کرے، پھر وہ دوسرا شوہر وفات پا جائے یا اختلاف یا کسی اور وجہ سے طلاق دے دے اور اس کی طلاق کی عدت ختم ہو جائے اور پھر اس کا پہلا شوہر اس کے ساتھ نکاح کرنا چاہے اور وہ عورت بھی اپنی رضامندی سے دوبارہ نکاح کرنے پر راضی ہو تو یہ اپنے پہلے شوہر کے لئے حلال ہوگی۔ (شامی: ۲/۴۵۳، ۴۵۶)

بلڈ پریشر کی وجہ سے بیہوشی میں طلاق۔

سوال : ۱۶/۱۵۰

گھر میں جھگڑا ہونے کی وجہ سے مجھے بلڈ پیشر کی بیماری کی وجہ سے میں نے کیا کہہ دیا وہ مجھے معلوم نہیں مگر بیماری سے ہوش میں آنے کے بعد بہت سے لوگوں نے مجھے کہا کہ آپ طلاق کے الفاظ بول چکے ہو، ان میں بعض لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ تم نے دو طلاق کے الفاظ کہے تھے دوسرے لوگوں کا کہنا ہے کہ تین طلاق کے الفاظ کہے تھے، تو شریعت کے اعتبار سے طلاق ہو جائے گی یا نہیں؟ اگر طلاق واقع ہو جائے تو حلالہ کرنا ضروری ہے، حوالہ کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں۔

نوٹ: مجھے سات سال سے بیہوشی کی بیماری ہے۔

جواب : ۱۶/۱۵۰ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

آپ نے جو حقیقت ذکر کی ہے اگر وہ صحیح ہو اور بیماری کی وجہ سے بیہوشی میں آپ کو خود پتہ نہ ہو کہ آپ نے کیا بولا تھا تو شرعی اعتبار سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔

لایقع طلاق المولی علی امرأة عبده والمجنون والمعتوه والمغمی علیه و المدهوش والنائم. (شامی: ۲/ ۴۶۱)

ولا یقع طلاق الصبی وان یعقل والمجنون والنائم والمبرسم والمغمی علیه والمدهوش . ھکذافی فتح القدیر. (عالم گیری: ۱/ ۳۷۶)

اور اگر کوئی نشہ آور دوا خود بخود پی لینے کے بعد نشہ کی حالت میں طلاق دے تو طلاق واقع ہو جائے گی، مگر نشہ آور دوا دھوکہ سے یا انجانے میں پی لینے کے بعد طلاق دے تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔ (کفایت المفتی: ۶/۷۲)

لہذا آپ کی ذکر کردہ تفصیل کے مطابق طلاق واقع نہیں ہوگی اس لئے حلالہ کی ضرورت نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مجنون کی طلاق

حالت جنون میں طلاق دینا۔

سوال : ۱۵۱/۱۷

ہمارا لڑکا اشفاق حسین احمد بھائی پٹیل کافی عرصہ سے ملک کے باہر رہتا تھا وہاں سے وہ حج میں گیا تھا، دماغی توازن نہ ہونے کی وجہ سے حج میں لاپتہ ہوگیا تھا وہاں ان کے دوست واحباب تھے ان کے خط سے پتہ چلا کہ ان کی دماغی حالت خراب ہوچکی ہے اور ہم سے بچھڑ گیا ہے اور ہم حج ادا کر کے واپس آکر دس دن ہوگئے اس کے باوجود اشفاق حسین واپس نہیں آیا؛ اس بات کی اطلاع انہوں نے ہم کو ۱۰/۹/۱۹۸۶ء کے روز دی؛ ہم نے فون کر کے جان پہچان والوں کو خبر دی تو وہ بھائی جدہ میں سے مل گئے پھر وہ جہاں نوکری کرتے تھے ان کمپنی والوں نے انڈیا بھیج دیا یہاں جمبوسر آنے کے بعد ہم نے دماغ کے ماہر ڈاکٹر کے پاس ان کا علاج کروایا۔ علاج کے درمیان تاریخ ۲۰/۱۰/۱۹۸۶ء کے روز بہن اور گھر والوں کے ساتھ پاگل پنہ کیا اور اپنی عورت سے کہا کہ میں تجھے ایک مرتبہ طلاق دیتا ہو اور خط میں لکھ کر دیا اور جو لوگ بیٹھے ہوئے تھے ان سے کہا کہ تم میرے گواہ ہو میں ایک بار طلاق دیتا ہو۔ تو آپ صاحب سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ شرعی اعتبار سے رہنمائی فرمائیں۔

جواب : ۱۵۱/۱۷ حامدًا ومصليًا ومسلمًا۔ هوالموفق للصواب۔

آدمی پاگل اور مجنون ہو جس کی عقل کا ٹھکانہ نہ ہو اگر وہ طلاق دیگا تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔

سوال میں ذکر کردہ تفصیل کے مطابق اشفاق حسین ماہر ڈاکٹر کی تشخیص کے مطابق پاگل ہو تو طلاق واقع نہیں ہوگی؛ فقہ کی کتابوں میں آتا ہے کہ معتوہ کی طلاق واقع نہیں ہوگی۔ شریعت کی اصطلاح میں معتوہ اسے کہا جاتا ہے جس کی عقل ٹھکانے

نہ ہو الٹی سیدھی باتیں کرتا ہو اور کیا بولتا ہے اس کا بھی اس کو ہوش نہ ہو۔ لیکن اگر دماغی بیماری کی وجہ سے ایسا پاگل پنہ کیا ہو تو ایسی حالت میں ایک طلاق رجعی واقع ہوگی، اس لئے جب تک عدت ختم نہیں ہوگی وہاں تک نکاح میں باقی رہے گی، عدت ختم ہونے سے پہلے زبانی طور پر کہے کہ میں رجوع کرتا ہو یا اپنی بیوی سے جماع کر لے یا بوسہ دے دے تو وہ نکاح میں باقی رہے گی۔ اگر عدت کے درمیان قولی یا عملی طور پر رجوع نہ کرے تو عدت ختم ہونے کے ساتھ نکاح سے نکل جائے گی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مجنونہ عورت کو طلاق۔

سوال : ۱۸/۱۵۲

میں نیچے دستخط کرنے والا مولوی حافظ عثمان غنی متوطن حاجی پورا وایا کچھولی ضلع سورت کی درخواست ہے کہ اس کے ہمراہ میری لڑکی کو دی گئی طلاق کا طلاق نامہ بھیج رہا ہوں اس طلاق نامہ میں میری لڑکی کو پاگل بتایا گیا ہے تو کیا مجنون ہونے کی حالت میں میری لڑکی کو طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟ اس کے متعلق فتوی دینے کی گذارش ہے۔ معاشرتی کام کے لئے یہ فتوی ہمارے لئے بہت ضروری ہے۔

جواب : ۱۸/۱۵۲ حامدًا ومصلیًا ومسلمًا۔ ھوالموفق للصواب۔

شوہر جب اپنی بیوی کو طلاق دے تو طلاق واقع ہو جائے گی، عورت چاہے تندرست ہو یا مجنون ہو۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (شامی: ۲/۴۵۶)

اجباری طلاق

مجبور کر کے طلاق دینا۔

سوال : ۱۹/۱۵۳

ہمارے بھائی نے اپنی مرضی سے دوسرا نکاح ایک بیوہ عورت کے ساتھ

اسلامی شریعت کے مطابق کیا ہے اور دونوں میاں بیوی بخوشی رہتے ہیں اور اپنی زندگی گذار رہے ہیں مگر ہمارے گھر میں دوسرے بھائی اس نکاح کو ناپسند کرتے ہیں اور گھر میں جھگڑا اور اختلاف کرتے رہتے ہیں دوسرے بھائی نکاح کرنے والے بھائی پر دباوڈالتے ہیں کہ کسی بھی طرح اس عورت کو طلاق دے دو، مگر نکاح کرنے والا بھائی انکار کرتا ہے تو بھائیوں کا دباوڈالنا اور طلاق دلانا شرعی اعتبار سے کیسا ہے ؟اس کے لئے گنہگار کون؟

جواب: ۱۹/۱۵۳ حامدًا ومصلیًا ومسلمًا۔ھوالموفق للصواب۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو آدمی میاں بیوی کے تعلقات میں بگاڑ پیدا کرے گا وہ ہم میں سے نہیں۔ (مشکوۃ:۲/۲۸۲)

مذکور حدیث کی وجہ سے ذکر کردہ سوال میں جب میاں بیوی خود راضی ،خوشی سے زندگی بسر کر رہے ہیں اور ان کے درمیان کسی قسم کے اختلاف اور شرعی عذر کے بغیر طلاق دینے پر جبر کرنا اللہ کے احکام کے ساتھ کھیلنے کے برابر ہے اور قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

اللہ تعالیٰ کے احکام کو کھلونا مت بناؤ۔ (سورۂ بقرہ: آیت:۲۳۱)

لہذا اس طرح جبر کر کے طلاق دلانا قرآن کے احکام کی مخالفت کرنے کے برابر ہے اور قرآن کے احکام کی مخالفت کرنا حرام ہے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

طلاق دینے پر مجبور کرنا۔

سوال: ۲۰/۱۵۴

ایک عورت اپنے شوہر سے طلاق لینا چاہتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ شوہر عربستان رہتا ہے اور وہ خاص کچھ کماتا نہیں اور پیسے بھی ۶ ،۷ سال سے نہیں بھیجے عربستان میں رہنے کے باوجود خود کا مکان نہیں بنایا اور خاص کچھ کمائی نظر نہیں آتی اور

تین سال کے بعد جب یہاں آیا تھا تو طلاق نامہ طلب کیا گیا تھا جس کا کوئی جواب نہیں دیا اور بیوی کو عربستان لے جانے کے بھی پیسے نہیں اور بیوی کا خرچ بھی نہیں دیتا تو ایسی حالت میں بیوی کو طلاق مل سکتی ہے؟ فقط والسلام۔

جواب : ۲۰/۱۵۴ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

اگر شوہر اپنی بیوی کا نان ونفقہ اور لباس کی ذمہ داری ادا نہ کرتا ہو اور شوہر بیوی کے جو حقوق ہیں وہ ادا نہ کرسکتا ہو تو شوہر کے لئے ضروری ہے کہ اپنی بیوی کو طلاق دیدے، اور اسے طلاق دینے پر مجبور کیا جائے۔ (شامی:۲/۴۵۱)

حنفی مذہب کے مطابق طلاق کے بغیر، نان ونفقہ کے ادا نہ کرنے کی وجہ سے میاں بیوی الگ نہیں ہوسکتے۔ (شامی:۲/۷۱۲)

مگر عورت جوان ہو اور گناہ میں ملوث ہوجانے کا اندیشہ ہو تو عورت کو چاہئے کہ اسلامی پنچایت میں نکاح باطل کرنے کا دعوی دائر کرے۔ شرعی پنچایت کے سامنے اگر عورت کا دعوی ثابت ہوجائے تو شوہر کو طلاق دینے یا خرچ کی ادائیگی کا حکم کرے؛ اگر شوہر دونوں باتوں میں سے ایک بھی بات پر عمل کرنے کے لئے راضی نہ ہو تو شرعی پنچایت نکاح ختم کرسکتی ہے، اس کے بعد مذکورہ عورت عدت ختم کرنے کے بعد دوسرا نکاح کرسکتی ہے اس سے پہلے نہیں، شرعی پنچایت کے نکاح ختم کرنے کے بعد نکاح کے ختم ہونے کی اطلاع کورٹ میں بھی کردے جس کی وجہ سے بعد میں قانون کا سوال نہ رہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حلالہ کا شرعی طریقہ

پچاس مرتبہ طلاق اور حلالہ کا طریقہ

سوال : ۲۱/۱۵۵

ایک بھائی نے اپنی بیوی کو تقریبا ۵۰ مرتبہ طلاق دی ہوگی۔ اب اس عورت کو

تقریبا تین ماہ کا حمل ہے۔تو آپ تفصیل کے ساتھ جواب عطا فرمائیں۔مزید یہ کہ اس عورت کا اپنے اصلی شوہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کروانا ہو تو کیا کرنا چاہیئے؟ کتنا وقفہ ہونا چاہیئے؟ مفصل تحریر فرمائیں۔

جواب: ۲۱/۱۵۵ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

تین طلاق واقع ہوجائے گی۔ (ہدایہ: ۳۵۰/۲)

حمل والی عورت کو طلاق دینے سے طلاق واقع ہوجائے گی اور وضع حمل پر اس کی عدت ختم ہوئی سمجھی جائے گی۔ (ہدایہ: ۳۰۴/۲)

مذکورہ عورت مذکور شوہر کے لئے حرام ہوگئی اب حلالہ کے بغیر حلال نہیں ہوسکتی۔ کیوں کہ پچاس مرتبہ طلاق دینے سے طلاق مغلظہ واقع ہوگئی، جب تک پیٹ میں حمل ہے وہاں تک مذکور شوہر کی عدت میں شمار ہوگی، بچے کی پیدائش کے بعد عدت ختم ہوجائے گی، لہذا مذکور شوہر اسی عورت کے ساتھ رہنا اور نکاح کرنا چاہتا ہو تو صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ سب سے پہلے کسی دوسرے شوہر سے نکاح کر کے جماع کراوے پھر دوسرے شوہر کا انتقال ہوجائے یا طلاق دے دے اور اس کی عدت ختم ہوجائے پھر پہلے شوہر سے نکاح کرسکتی ہے۔ دوسرے شوہر سے نکاح کئے بغیر پہلے شوہر سے نکاح نہیں کرسکتی اور دوسرے شوہر کا جماع کرنا بھی ضروری ہے، جماع کئے بغیر پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (ہدایہ: ۳۷۹/۲)

طلاق کے مختلف مسائل

وکیل کے ذریعہ طلاق

سوال: ۲۲/۱۵۶

میں نے اپنے وکیل کو طلاق نامہ تیار کرنے کے لئے کہا اور کہا کہ میرا طلاق

دینے کا ارادہ نہیں ہے لہذا اس پر تاریخ نہ لکھے اور واقعۃً میرا طلاق دینے کا ارادہ بالکل نہیں تھا، تو کیا طلاق واقع ہوجائے گی؟

جواب: ۲۲/۱۵۶ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

طلاق واقع نہیں ہوگی کیوں کہ جب شوہر نے خود طلاق نامہ نہیں لکھا بلکہ دوسرے کے پاس لکھوایا ہے تو اس طلاق نامہ کے متعلق جب تک شوہر اس طلاق نامہ کو قبول نہ کرے کہ یہ میرا ہی لکھا ہوا ہے یا یہ میں نے ہی لکھوایا ہے اور اس پر دستخط نہیں کیا ہے اس لئے طلاق واقع نہیں ہوگی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

کورٹ کے حکم سے طلاق واقع ہوگی؟

سوال: ۲۳/۱۵۷

شریفہ کی شادی انیس کے ساتھ ہوئی، دونوں کے درمیان اتفاق نہ رہنے کی وجہ سے شریفہ طلاق لینے کے لئے کورٹ میں گئی، جس ملک میں شریفہ رہتی ہے وہاں کورٹ ہی سے طلاق لینا ضروری ہے کورٹ میں شریفہ کی موافقت میں فیصلہ کردیا اور حکم لگایا کہ شریفہ کے مذہب کے مطابق بھی طلاق سمجھ لینا چاہئے۔

انیس نے کورٹ کا مذکور حکم لے لیا اور حکم ملنے کے متعلق دستخط بھی کردی انیس مذکور حکم کے خلاف دعوی دائر نہیں کرتا کیوں کہ مذکور حکم اس کو منظور ہے۔

مذکور حالات میں انیس کی طرف سے شریفہ کو طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ جلدی جواب مرحمت فرمائیں۔

جواب: ۲۳/۱۵۷ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

مذکور کورٹ کے طلاق کا حکم پڑھنے کے بعد وہ حکم اس کو منظور ہے اس طور پر دستخط کرکے کورٹ کے اس حکم کو برضا ورغبت دستخط کرکے لیا ہو تو طلاق واقع ہوجائے گی۔ (شامی: ۲/۵۸۵، کتاب الطلاق)

اور اگر کورٹ کے حکم کو کورٹ کا کوئی حکم سمجھ کر پڑھے بغیر دستخط کر کے اس کو قبول کرلیا تو ایسی حالت میں طلاق واقع نہیں ہوگی۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(ابن ماجہ:۱۵۱،شامی:۵۸۵/۲)

تین طلاق دینا بدعت ہے۔

سوال : ۲۴/۱۵۸

ہماری بہن کو اس کے شوہر نے تقریبا ساڑھے تین مہینہ پہلے بیک وقت تین طلاق دی تھی، فی الحال میرے بہنوئی میری بہن کو لے جانے کے لئے آئے ہیں، ہم اس کے لئے کیا کریں؟ اس کا صحیح جواب عنایت فرمائیں۔

ابھی بعض لوگ کہتے ہیں کہ بیک وقت تین طلاق دینے کی وجہ سے طلاق واقع نہیں ہوتی ؛ ہر مہینہ ایک ایک کر کے تین مرتبہ طلاق دے تب واقع ہوتی ہے، کیا یہ صحیح ہے؟ وہ بھی تفصیل کے ساتھ سمجھائیں۔

عدت کی مدت کتنی ہے؟ اور اس کے بعد کتنی مدت کے بعد دوسرے کے ساتھ حلالہ کر سکتے ہیں؟ اور وہ اپنی رضامندی سے الگ کرے اس کے بعد کتنی مدت کے بعد بھیج سکتے ہیں؟ وہ سب مفصل آپ کے لیٹر پیڈ کے اوپر لکھ کر مطلع فرمائیں اور جلدی جواب عنایت فرمائیں۔

جواب : ۲۴/۱۵۸ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

ہدایہ میں ہے کہ بیک وقت تین طلاق دینا بدعت ہے، لیکن تین طلاق واقع ہوجائے گی اور بیک وقت طلاق دینے والا بدعت کا کام کرنے کی وجہ سے گنہگار ہوگا، توبہ کرے۔

وطلاق البدعة ان يطلقها ثلثًا بكلمة واحدة او ثلاثًا فى طهر واحد فاذا فعل ذلك وقع الطلاق وكان عاصيًا. (هدايه: ۳۳۵/۲)

ہدایہ کی مذکورہ عبارت سے بالکل واضح ہوتا ہے کہ: بیک وقت تین طلاق دینے سے تین طلاق واقع ہوجاتی ہے، لیکن وہ سنت کی مخالفت کرنے کی وجہ سے گنہگار ہوگا، فقہ کی تمام کتابوں میں تحریر کیا گیا ہے کہ بیک وقت تین طلاق دینے سے تین طلاق واقع ہوجائے گی۔ (بخاری شریف: ۲/۷۹۱) اور مسلم شریف: ۱/۴۶۴ میں ایک حدیث میں حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی پھر اس عورت کی عدت ختم ہونے کے بعد دوسرے آدمی نے اس کے ساتھ نکاح کیا پھر دوسرے شوہر نے جماع کرنے سے پہلے طلاق دیدی پھر اس کے پہلے شوہر نے اس کے ساتھ نکاح کرنے کا ارادہ کیا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ جب تک دوسرا شوہر تیرے ساتھ جماع نہ کرلے (مزہ نہ چکھ لے) جائز نہیں۔

دار قطنی کے صفحہ نمبر ۴۳۸ پر لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی اپنی عورت کو تین طلاق دے تو اس کے ساتھ دوبارہ نکاح کرنا جائز نہیں جب تک وہ عورت دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے اور دونو جماع نہ کرلے۔

امام نوویؒ مسلم شریف کی مذکور حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ تمام صحابہؓ اور تابعین اس بات پر متفق ہیں کہ تین طلاق دینے سے تین واقع ہوجائے گی۔

امام نوویؒ دوسری جگہ مزید تصریح کرتے ہوئے لکھتے ہے کہ:

قد اختلف العلماء فیمن قال لامرأته انت طالق ثلاثًا، فقال الشافعیؒ و مالکؒ و ابو حنیفةؒ و احمد و جماهیر العلماء من السلف و الخلف یقع الثلاث.

(مسلم: ۱/۴۷۸)

علماء کا اس کے متعلق اختلاف ہے کہ کسی آدمی نے اپنی بیوی کو کہا کہ تجھے تین طلاق ہے تو امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام احمدؒ اور آج تک کے تمام علماء

نے لکھا ہے کہ تین طلاق واقع ہو جائے گی۔

ہدایہ کی شرح کے مشہور مصنف امام ابن ہمامؒ ایک ساتھ تین طلاق دی جائے تو تین واقع ہو جائے گی کے عنوان پر مفصل بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: علامہ شامیؒ کے مذکور بیان سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس مسئلہ میں کسی کے لئے بھی اختلاف کرنا جائز نہیں ہے، علماء متقدمین اور علماء متاخرین اور تمام ائمہ کا اتفاق ہو جانے کے بعد اس مسئلہ میں کوئی بھی مخالف نہیں رہا، جو اختلاف تھا وہ پہلے تھا، غیر مقلدین کی جماعت جو اس زمانہ میں نص قطعی اور علماء سلف کے اجماع کی مخالفت کرتے ہیں وہ صریح گمراہی پر ہیں۔

سوال میں ذکر کردہ تفصیل کے مطابق شوہر اپنی بیوی کو تین طلاق دے چکا ہے اب وہ بیوی حلالہ کئے بغیر اپنے شوہر کے لئے حلال نہیں ہو سکتی ۔ ہاں ! حلالہ کرنے کے بعد اپنے اگلے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے۔

حلالہ کا طریقہ: یہ ہے کہ تین طلاق والی عورت اپنی عدت ختم ہونے کے بعد اپنی رضامندی سے کسی شرط اور قرار کے بغیر دوسرے آدمی سے باقاعدہ شرعی طور پر نکاح کرے اور اس کا دوسرا شوہر اس عورت کے ساتھ کم از کم ایک مرتبہ جماع کرے، پھر وہ دوسرا شوہر وفات پا جائے یا اختلاف یا کسی اور وجہ سے طلاق دے دے اور اس کی طلاق کی عدت ختم ہو جائے اور پھر اس کا پہلا شوہر اس کے ساتھ نکاح کرنا چاہے اور وہ عورت بھی اپنی رضامندی سے دوبارہ نکاح کرنے پر راضی ہو تو یہ اپنے پہلے شوہر کے لئے حلال ہوگی۔

(شامی: ۲/۳۹۷، ۴۰۷، فتاوی دارالعلوم: ۳/۲۵۸، فتاوی رحیمیہ: ۵/۲۷۶)

عدت کی مدت: طلاق شدہ عورت حاملہ نہ ہو اور حیض بھی نہ آتا ہو تو تین مہینہ اور اگر حیض آتا ہو تو تین حیض اور اگر حاملہ ہو تو وضع حمل تک عدت شمار ہوگی۔ فقط واللہ

اعلم بالصواب۔ (ہدایہ:۲/۴۰۲،۴۰۳)

طلاق سے رجوع کرنا

عدت کے درمیان رجوع کرنا۔

سوال: ۲۵/۱۵۹

زید نے ہندہ سے نکاح کیا چار ماہ حالات اچھے رہے، مگر بعد میں کشیدہ ہوگئے اور کشیدگی بڑھتی رہی۔ تاہم ایک سال کے عرصہ تک ہندہ صبر وتحمل سے کام لیتی رہی بالآخر ہندہ نے اپنے والد سے اپنی تکلیف کی شکایت کی۔

(۱) خاوند کی بے اتفاقی، بے چینی، ہندہ کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا نہ کھانا اور اس سے علیحدہ رہنا، ناراض رہنا، وغیرہ۔

(۲) مکان کے برآمدہ کے حصہ میں کھڑکی پر خاوند کے بھائیوں کا چارپائی بچھا کر سونا جو کہ خلوت کے منافی ہے۔ اس کے علاوہ بہت سی چیزیں دل شکنی کی پیدا ہوئیں۔ اس پر ہندہ کے والد نے ہندہ کے سسر سے ان تکالیف کے دفعیہ کے لئے کہا سنا، لیکن زید کے والد سے کوئی تسکین بخش جواب نہ ملا، بجائے ان تکالیف کو دفع کرنے کے زید کے والد نے کہا کہ تمہاری لڑکی کے واسطے میرے پاس کوئی گھر نہیں ہے، آپ کی لڑکی کو رکھنا ہو تو دوسرا کوئی گھر یا چھپر بنا کر رکھو، اور میرے مکان کے اندر داخل نہیں ہونے دونگا، پھر اس کے خاوند زید نے بھی ہندہ کے رہنے کے انتظام میں کوئی پیش قدمی نہ کی، جس کے بنا پر ہندہ کو اس کا باپ اپنے گھر لے گیا، اس حالت پر تقریبا آٹھ نو سال گذر گئے اور بعض لوگوں نے زید سے بھی کہا کہ تو اپنی بیوی کو لانا چاہتا ہے تو ہم لوگ سفارش کر کے بلوا سکتے ہیں، اور جو شکایتیں اور تکالیف ہیں ان کو دفع کر دیں گے اس پر بھی زید نے کوئی توجہ نہ دی اور ایک طلاق صریح لکھ کر ہندہ کے والد پر بھیج دی، اس پر خود زید کی دستخط ہے اور بعضوں کے سامنے اس نے ایک طلاق کا

اقرار بھی کیا ہے اور اپنی مطلقہ بیوی کی عدت گذارنے کے لئے اپنی تحریر میں اپنے مکان پر بلوانے کی کوئی صراحت نہیں کی اور کسی معتمد شخص کے ہمراہ اپنے گھر آکر عدت گذارنے کی خبر بھی نہ بھیجی اور ہندہ اس کے گھر جاکر عدت گذار سکے ایسی اطمینان بخش صورت بھی نہ تھی، لہذا ہندہ اپنے باپ کے گھر رہ کر عدت پوری کرچکی۔ طلاق دینے کے بعد سے دو ماہ اور نو دن میں عدت تین حیض ختم ہو چکی اس کے بعد طرفین کی طرف سے پنچوں نے جمع ہوکر ہندہ کا سامان وغیرہ جو زید کے گھر تھا اس کو ہندہ کے فریق کو سپرد کیا، اور مہر کی رقم ادا کی اور عدت کے اندر زید نے رجوع نہ کیا، اور جب سامان لینے کے لئے پنچ جمع ہوئے اس وقت بھی رجوع کا دعوی نہیں کیا، لہذا اب اگر آئندہ زید رجوع طلاق کا دعوی کرے تو قابل قبول ہوگا یا نہیں؟

دیگر خاص قابل استفسار ہے کہ ہندہ نے مذکور تحریر کے مطابق عدت اپنے میکہ میں گذاری تو شرعاً عدت کے خرچ کی مستحق ہوگی یا نہیں؟

جواب: ۲۵/۱۵۹ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

وفی الھدایہ واذاانقضت العدۃ فقال کنت راجعتھا فی العدۃ. فصدقتہ فھی رجعۃ وان کذبتہ فالقول قولھا......

عدت ختم ہونے کے بعد شوہر کہے کہ میں نے عدت کے درمیان اس سے رجوع کرلیا تھا اور بیوی اس کی بات کی تصدیق کرے تو شوہر کی بات مان لی جائے گی۔ اور اگر بیوی اس کی بات کی تکذیب کرے تو شوہر کی بات کا اعتبار نہیں کیا جائے گا؛ کیوں کہ یہ اس وقت خبر دے رہا ہے کہ اس کے لئے رجوع کرنے کا وقت نہیں ہے۔

حقیقت میں کہ عدت ختم ہوچکی ہے اور عدت کے متعلق جو چیزیں ہیں وہ بھی آپس میں متعین کی گئی ہیں تو اب شوہر کے رجوع کرنے کا دعوی قبول نہیں ہوگا۔

صورت مسئولہ میں جب عورت نے عدت کا وقت چاہے اپنے والد کے گھر گذارا پھر بھی عدت کا خرچ لینے کی حقدار ہے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(شامی:۲/۶۷۴)

عدت کے درمیان نکاح کرنا۔

سوال: ۲۶/۱۲۰

ایک آدمی نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی پھر وہ عورت ایک آدمی کے ساتھ بھاگ گئی اب اس عورت کو اس کے ماں باپ اپنے گھر رکھنا نہیں چاہتے اور دیگر رشتہ دار بھی مرد اور عورت دونوں کو اپنانے سے انکار کرتے ہیں تو مذکور حالت میں یہ دونوں مرد اور عورت عدت میں ایک دوسرے کے ساتھ نکاح کر سکتے ہیں؟ نکاح کیسے کر سکتے ہیں؟ جواب دیکر مہربانی فرمائیں۔

جواب: ۲۶/۱۲۰ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ھوالموفق للصواب۔

عورت کے ساتھ عدت کے درمیان نکاح کرنا جائز نہیں ہے، عدت ختم ہونے کے بعد نکاح کیا جائے۔

عورت کو جب طلاق دی گئی اس وقت اگر عورت حاملہ ہوگی تو اس کی عدت وضع حمل ہے، اور اگر حاملہ نہ ہو اور اس کو حیض آتا ہو تو تین حیض آنے پر اس کی عدت پوری ہوگی اور اگر حیض نہ آتا ہو اور طلاق دی گئی ہو تو تین مہینہ گذرنے پر اس کی عدت ختم سمجھی جائے گی۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

باب : ۱۰
خلع

طلاق کے بجائے خلع کرنا بہتر۔

سوال : ۱/۱۶۱

مندرجۂ ذیل مسئلہ کا شرعی طور پر خلاصہ فرما کر مہربانی فرمائیں

میاں بیوی کے مابین سخت اختلاف ہے، مصالحت کے تمام اسباب اختیار کرنے کے باوجود دونوں میں صلح ممکن نہیں ہے، اور بیوی طلاق لینا چاہتی ہے شوہر کے یہاں رہنا نہیں چاہتی مگر شوہر اس کو لاکر اپنا گھر آباد کرنا چاہتا ہے اور ایک بات کی وجہ سے شوہر سخت ناراض ہے اور وہ یہ ہے کہ بیوی بدچلن ہے۔ ان حالات میں معاملہ اگر طلاق تک پہنچے تو مہر کی رقم، عدت کے نان ونفقہ کا خرچ وغیرہ حقوق کی شرعی تفصیل بیان فرمائیں۔

دونوں کی مالی حالت کمزور ہے اگر طلاق ہو تو شوہر والا فریق عورت کے حقوق جیسا کہ مہر، عدت کا خرچ وغیرہ معاف کرالے اور بیوی اور شوہر کے دونوں فریق معاف کرنے کے لئے رضامند ہوں تو چل سکتا ہے؟ اس سے بھی مطلع فرمائیں۔

طلاق ہو جائے تو دونوں فریق ایک دوسرے کی چیزیں جیسے زیورات، برتن وغیرہ دینے پر رضامند ہے، مہر روپیہ ۱۲۷.۵۰ ہے، عدت کی کتنی رقم دی جائے؟

جواب : ۱/۱۶۱ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

سوال میں ذکر کردہ تفصیل کے مطابق معاملہ اگر طلاق کی حد تک پہنچ جائے تو شوہر کے لئے اپنی بیوی کا جو مہر متعین کیا ہو وہ ادا کرنا ضروری ہے، طلاق کے وقت عورت حاملہ نہ ہو اور حیض آتا ہو تو تین حیض اور اگر حیض نہ آتا ہو تو تین ماہ اور حاملہ ہو تو

وضع حمل تک نان ونفقہ اور رہنے کے لئے مکان دینا ضروری ہے۔ (ہدایہ: حصہ:۲)

بیوی اپنے شوہر کے ساتھ مصالحت کے لئے تیار نہ ہو اور طلاق چاہتی ہو اور دونوں میں اختلاف ہو تو بہتر یہ ہے کہ خلع کر لیا جائے، مگر خلع کرنے پر میاں، بیوی کی رضامندی ضروری ہے۔ شوہر اپنی بیوی سے کہے کہ تو مہر اور عدت کا نان ونفقہ چھوڑ دے تو میں تجھے چھوڑ دوں اور بیوی کہے مجھے منظور ہے اس کو شریعت کی اصطلاح میں خلع کہا جاتا ہے، لہذا بیوی اس طرح رہنے کے لئے تیار نہ ہو تو خلع کر لینا بہتر ہے۔ (ہدایہ:۲/۴۰۴)

دو دیندار آدمی جو نان ونفقہ متعین کریں وہ دیا جائے گا۔ فقط واللہ اعلم۔

شوہر طلاق نہ دے تو؟

سوال: ۲/۱۶۲

ایک بیوی اپنے شوہر سے ناراض رہتی ہے اور وہ اپنے شوہر سے علیحدہ ہونا چاہتی ہے اور شوہر اسے طلاق دینا نہیں چاہتا ایسی حالت میں عورت کو کیا کرنا چاہئے؟

جواب: ۲/۱۶۲ حامدًا ومصلیًا ومسلمًا۔ ھوالموفق للصواب۔

نکاح ہمیشہ کے لئے کیا جاتا ہے توڑنے کے لئے نہیں کیا جاتا مگر میاں بیوی کے درمیان میں اتفاق نہ ہو اور زندگی مشکل بن جائے تو شریعت نے الگ ہونے کے لئے طلاق اور خلع کا طریقہ بتایا ہے۔

لہذا شرعی طور پر نکاح ہو جانے کے بعد جب تک میاں بیوی کے درمیان کوئی مشکل کھڑی نہ ہو تب تک طلاق دینا اور لینا شرعاً مناسب نہیں ہے گنہ کے قابل ہے۔

شادی ہونے کے بعد میاں بیوی کے درمیان میں اختلاف چلتا رہتا ہے اور ازدواجی زندگی خراب ہو چکی ہے اور بیوی اپنے شوہر کا گھر بسانا نہ چاہتی ہو ایسے وقت

خلع کر سکتے ہیں، مگر خلع کرنے میں دونوں کا رضامند ہونا ضروری ہے۔ میاں اور بیوی میں سے کوئی ایک کہے کہ مہر کے عوض یا بعض رقم کے عوض خلع کرتا ہو مجھے چھوڑ دو یا میں چھوڑ دیتا ہوں دوسرا فریق بیوی یا شوہر اسی مجلس میں اس بات کو منظور رکھے اسلامی شریعت میں اس کو خلع کہتے ہیں۔ (شامی:۲/۶۰۷)

اس طرح خلع کرنے سے عورت پر طلاق واقع ہو جاتی ہے اور جو مال یا رقم لینے کی شرط لگائی ہو وہ دینا پڑے گا، مگر قصور شوہر کی طرف سے ہو تو شوہر مال نہ لے، اگر قصور عورت کی طرف سے ہو تو مہر یا اس سے زیادہ لینا مناسب نہیں۔

(شامی:۲/۶۰۹)

مشکوۃ شریف کی ایک حدیث شریف میں ہے کہ قیس کے بیٹے ثابت کی بیوی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتی ہے کہ میں اپنے شوہر سے کسی دینی یا اخلاق کی بنیاد پر ناراض نہیں ہوں مگر میں اس کے ساتھ زندگی بسر نہیں کر سکتی اور ان کی نافرمانی کر کے میں گنہگار بھی بننا نہیں چاہتی لہذا میرے لئے کوئی حل نکالیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تمہارے شوہر نے تم کو جو مال بخشش دیا ہے اس کو واپس کرنے پر راضی ہو؟ انہوں نے عرض کیا ہاں! تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شوہر کو فرمایا کہ باغ لے لے اور ایک طلاق دے کر اس کو علیحدہ کر دو تمہارے لئے یہ بہتر ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(مشکوۃ:۲/۲۸۳)

باب : ۱۱
عدت

طلاق کے بعد عدت کا وقت۔

سوال : ۱/۱۶۳

ایوب کا نکاح فاطمہ کے ساتھ ہوا تھا، اب ایوب نے دو تین سال گذارنے کے بعد فاطمہ کو تین طلاق دے دی ہے تو فاطمہ شریعت کے حکم کے مطابق کتنے مہینوں کے بعد یوسف کے ساتھ نکاح کرے؟ اس کا جواب عنایت فرماویں۔

اب دوسری بات یہ کہ فاطمہ کا دوسرا نکاح یوسف کے ساتھ ہوا اور یوسف نے دو تین سال کے بعد فاطمہ کو تین طلاق دے دی ہے تو اب فاطمہ اپنے شوہر اول ایوب کے ساتھ شادی کرنا چاہتی ہے تو فاطمہ کتنے مہینہ کے بعد ایوب کے ساتھ شادی کرے؟ اس کا جواب فوراً عنایت فرماویں۔

جواب: ۱/۱۶۳ حامداً ومصلیاً ومسلماً۔ ھوالموفق للصواب۔

فاطمہ کو اگر حیض آتا ہو تو تین حیض آنے کے بعد اور اگر حیض نہ آتا ہو تو اسلامی تین مہینے گذرنے کے بعد اور اگر حاملہ ہو تو وضع حمل کے بعد یوسف کے ساتھ شادی کرے۔

یوسف کے ساتھ شادی کرنے کے بعد یوسف اپنے اعتبار سے طلاق دے اور مذکورہ بالا طور پر اس کی بھی عدت ختم ہو جائے تو اپنے پہلے شوہر ایوب کے ساتھ نکاح کرنا چاہے تو کر سکتی ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(ہدایہ:۲/۴۷۹، ۴۰۲، ۴۰۳)

طلاق کے بعد عدت کا نفقہ ملے گا؟

سوال : ۲/۱۶۴

ایک آدمی اپنی لڑکی کی طلاق کا بذات خود مطالبہ کرتا ہے تو کیا اس لڑکی کی عدت کا نفقہ دینا ضروری ہے؟

جواب : ۲/۱۶۴ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

عدت کا نفقہ عورت کا شرعی حق ہے، جو شوہر کے ذمہ ایک صورت کے علاوہ کسی بھی حالت میں معاف نہیں ہوتا، چاہے شوہر عورت کی رضا مندی سے طلاق دے یا عورت کی رضامندی کے بغیر طلاق دے، اور عورت بذات خود مطالبہ کرے یا شوہر بذات خود عورت کے مطالبہ کے بغیر طلاق دے۔

صرف ایک حالت میں عدت کا خرچ معاف ہوسکتا ہے جبکہ عورت خود طلاق کا مطالبہ کرے (جس کو شریعت کی اصطلاح میں خلع کہتے ہیں) اور خلع اس شرط پر کرے کہ طلاق کے بدلہ میں شوہر کے پاس سے عدت کے خرچ کا مطالبہ نہیں کروں گی اور معاف کردیتی ہوں تو عدت کا خرچ معاف ہو جائے گا، دوسری کسی حالت میں معاف نہیں ہوگا۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

عدت کے درمیان کھیت میں جاسکتی ہے؟

سوال : ۳/۱۶۵

میرے شوہر کا تقریبا چالیس دن پہلے انتقال ہوگیا ہے، میری عمر ساٹھ برس سے زیادہ ہے اور مجھے ایک ہی لڑکا ہے ابھی کھیت میں فصل جاری ہے اور کھیت کی نگرانی میرے علاوہ کوئی نہیں کرسکتا مذکور حالات میں عدت کے درمیان میں اپنے گھر سے میرے کھیت تک جاسکتی ہوں؟ مطلع فرماویں۔

جواب : ۴/۱۶۵ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

آپ اپنی کھیتی کی نگرانی کے لئے عدت ختم ہونے سے پہلے کھیت جاسکتی ہو، شریعت نے آپ کو اجازت دی ہے مگر بہتر یہ ہے کہ آپ دن کی روشنی ہوتے ہی گھر سے نکل جاویں اور اندھیرا ہوتے ہی گھر واپس آجاویں اگرچہ ضروری کام کے لئے رات کے کچھ حصہ میں گھر سے باہر نکل سکتی ہو مگر رات اپنے گھر ہی گذارنا چاہیئے۔

وَالمتوفی عنها زوجها تخرج نهاراوبعض اللیل ولاتبیت فی غیر منزلها. اما المتوفی عنها زوجهافلانه لانفقة لها فیحتاج الی الخروج نهارا لطلب المعاش. (هدایه اولین : ۴۲۸)

مذکورہ عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جس عورت کے شوہر کا انتقال ہوگیا ہو اس کے لئے روزی روٹی کمانے کے لئے دن میں اور رات کے کچھ حصہ میں گھر سے باہر نکلنا جائز ہے، مگر رات اپنے ہی گھر میں گذارے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

شوہر جہاں کہے وہاں عدت گذارے۔

سوال : ۴/۱۶۶

ایک مسلم بھائی نے ایک مسلم عورت کے ساتھ اسلامی شریعت کے مطابق نکاح کیا تھا۔ شادی کے بعد اس عورت کو ایک لڑکا پیدا ہوا تھا اور کچھ عرصہ کے بعد میاں بیوی کے درمیان جھگڑا ہونے کی وجہ سے شوہر نے بیوی کو تین طلاق دے دی تھی، طلاق کے وقت بیوی حاملہ تھی، اور پہلے بچہ کو ٹی بی کی بیماری ہوگئی ہے اور یہ عورت اس بچہ کو اپنے گھر پر رکھ کر دوسرے لوگوں کے گھر کام کرنے جاتی ہے اور اس بچہ کا اچھی طرح خیال نہیں رکھتی اور وقت پر دوا بھی نہیں پلاتی تو یہ شوہر اپنے کسی تعلق والے کے یہاں عدت ختم ہونے تک رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ جس کی صرف ایک ہی وجہ ہے کہ بچہ کا اور بچہ کو دوا پلانے کا خیال رکھے، تو اس عورت کے لئے شریعت کا کیا حکم

ہے؟تفصیل کے ساتھ جواب عنایت فرماویں۔

جواب: ۴/۱۶۶ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

طلاق شدہ عورت کے لئے ضروری ہے کہ طلاق سے پہلے جس مکان میں رہتی تھی اسی مکان میں طلاق کے بعد عدت گذارے اور اس کو عدت کے زمانہ کا خرچ ملتا ہے لہذا گھر سے باہر کمانے کے لئے نکلنا جائز نہیں ہے۔

مذکور سوال کے مطابق شوہر جہاں کہے وہاں عدت گذارے اور بچہ کی تربیت عدت کے زمانہ میں شوہر کی نگرانی میں کرے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (ہدایہ:۲)

حیض نہ آتا ہوایسی عورت کی عدت۔

سوال: ۵/۱۶۷

زید نے اپنی عورت کوطلاق دی جس کے گواہ موجود ہے۔زید جانتا ہے کہ طلاق کی عدت ختم ہونے کے بعد دوسرے شوہر سے نکاح کرے اور دوسرا شوہر بھی طلاق دے اس کی عدت بھی ختم ہوجائے پھر اگلے شوہر کے ساتھ بشرطیکہ وہ رضامند ہو نکاح کرسکتے ہیں۔مگر زید کہتا ہے کہ میری عورت کا آپریشن ہوا ہے لہذا بچہ پیدا ہونے کا امکان نہیں ہے تو شریعت کے حکم کے مطابق حلالہ تو کرنا پڑے گا مگر عدت کے متعلق کیا حکم ہے؟ کوئی گنجائش نکل سکتی ہے؟

جواب: ۵/۱۶۷ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

صورت مذکورہ میں آپریشن والی عورت کے لئے بھی عدت گذارنا ضروری ہے۔حیض آتا ہوتو تین حیض اور اگر حیض نہ آتا ہوتو تین مہینہ تک عدت گذارنا ضروری ہے۔کیوں کہ یہ مسئلہ نص سے ثابت ہے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

باب : ۱۲
بچہ کی پرورش اور نان و نفقہ

بچہ کی پرورش۔

سوال : ۱۶۸/۱

ایک لڑکی کو جماعت کی طرف سے اس کے خاوند کے یہاں بھیجی تھی وہ لڑکی چھ مہینے اس کے خاوند کے یہاں رہی پھر بھی ۶ مہینہ تک لڑکی کے ساتھ بالکل کسی طرح کی بات چیت نہیں کی، لڑکی نے بہت ہی اپنے خاوند سے بات کرنے کی کوشش کی پھر بھی بات نہیں کی اور خاوند سے معافی مانگی پھر بھی بات نہیں کی تھوڑا عرصہ گذر جانے کے بعد لڑکی نے خاوند کو کہا کہ بچوں کے لئے میرے ساتھ بات چیت کرو، خاوند نے کہا کہ مجھے تیری اور بچوں کی پروانہیں۔ چلی جا یہاں سے، بعد میں اس نے خود کے دوست کو کہا کہ میرے ماں باپ کو کہو کہ میری شادی دوسری عورت کے ساتھ کرادے، تو یہ حقیقت لڑکی نے سن لی، بعد میں تو ساس اور نند بھی برابر بولتی نہیں تھی، لڑکی یہ بات سن کر رنجیدہ ہوئی اور سوچا کہ یہاں میرا رہنا ٹھیک نہیں، اس کے بعد لڑکی اپنے ماں باپ کے یہاں چلی آئی تب لڑکی کو طلاق ہوئی نہیں تھی، لڑکی کو شوہر فی الحال ایک طلاق دے چکا ہے۔ دو طلاق باقی ہے، دوسری بات یہ ہے کہ پانچ سال اور دس ماہ کا بچہ حال میں باپ کے پاس ہے۔ اور ساڑھے تین سال کا بچہ ماں کے پاس ہے، تو ماں ان دونوں بچوں کی حقدار ہے یا نہیں؟ اور ماں حقدار ہے تو کتنے سال تک حقدار ہے؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ باپ کا حق بچہ پیدا ہوتے ہی ہمیشہ کے لئے لگ جاتا ہے، تو ماں کا حق بچوں پر بالکل نہیں لگتا، ان سوالات کے جوابات آپ محترم تفصیل سے عنایت فرمائیں۔

لڑکی کا شوہر دوسری عورت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور لڑکی پر تین سال سے ظلم ستم کرتا ہے۔

جواب: ۱/۱۶۸ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

مرد نے ایک طلاق اپنی بیوی کو دی ہے، اور مرد عدت ختم ہونے تک اپنی عورت کی طلاق سے رجوع نہیں کریگا تو عورت اور مرد میں جدائی ہو جائیگی ایسی صورت میں جس لڑکے کی عمر ساڑے تین سال ہے اس لڑکے کی پرورش کا حق عورت (ماں) کو ہے، ماں کو یہ پرورش کا حق سات سال کی عمر تک رہے گا اور جب بچہ سات سال کا ہو جائیگا تو ماں کا حق ختم ہو جائیگا، اور جس لڑکے کی عمر سات سال یا اس سے زائد ہے تو اس کی پرورش کا حق ماں کو نہیں ہے۔ (شامی: ۶۸۷/۲، ۶۹۵)

بچے کی پرورش کے لئے ماں کا عاقل، بالغ، آزاد ہونا اور فاسقہ نہ ہونا شرط ہے۔ (بدائع الصنائع: ۴۱/۳)

ان شرائط کے ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ بچے کے ماں باپ کے درمیان جدائیگی کے بعد ماں نے کسی اجنبی (بچے کے غیر محرم) سے شادی نہ کی ہو اور وہ مرتد نہ ہوگئی ہو، البتہ بچوں کی ماں نے بچے کے کسی ایسے رشتہ دار سے شادی کی جو بچے کا محرم ہے تو ایسی صورت میں ماں کا پرورش کا حق ختم نہیں ہوگا، جیسے چچا کے ساتھ شادی کی ہو۔
(فتح القدیر: ۳۱۴/۳)

(۲) آپ کا یہ سوال کہ باپ کا حق بچہ کے پیدا ہوتے ہی لگتا ہے ہمیشہ کے لئے، ماں کا حق بچوں پر بالکل نہیں لگتا، تو آپ کا یہ سوال علم دین سے ناواقفیت کی وجہ سے ہے۔ قرآن اور حدیث میں ماں اور باپ کے حقوق جو اولاد پر ہیں اس کو ادا کرنے کی تعلیم دی ہے۔ بلکہ ایک حدیث شریف میں تو ماں کا حق باپ سے بھی زیادہ بیان کیا گیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ مجھ پر خدمت اور حسن سلوک کا سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری ماں، میں پھر سے کہتا ہوں کے تمہاری ماں، میں پھر سے کہتا ہوں کے تمہاری ماں، اس کے بعد تمہارے باپ کا حق ہے، اس کے بعد تمہارے قریبی رشتہ دار ہو، پھر جو اس کے بعد قریبی رشتہ دار ہو۔

(معارف الحدیث:۶/۴۶)

بچے کے معاملہ میں جس طرح باپ کا حق لگتا ہے اس طرح ماں کا حق لگتا ہے باپ اگر بے سہارا ہے تو باپ کی پرورش اور ذمہ دار بچے کو ٹھہرایا ہے، اس طرح سے ماں اگر بے سہارا ہے تو اس کی پرورش کرنے کا ذمہ دار بچہ کو ٹھہرایا ہے۔

اب رہا یہ کہ ۶ سال کے بعد یعنی کہ بچہ بذات خود کھانے، پینے، لباس پہننے اور استنجاء کرنے لگے تو اس کی پرورش کا حق ماں سے باپ کی طرف کیوں منتقل ہو جاتا ہے؟ کیوں کہ بچہ تعلیم اور تربیت کا محتاج ہوتا ہے اور تعلیم اور تربیت کی ذمہ داری باپ کے ذمہ ہے جو باپ ہی اچھے طریقہ سے ادا کرسکتا ہے۔ ماں کا صرف پرورش ہی کا حق ختم ہوتا ہے نہ کہ دوسرے حقوق۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

بچے کی پرورش کا حق کس کا؟

سوال: ۲/۱۶۹

ایک لڑکے کی ایک لڑکی کے ساتھ اسلامی شریعت کے مطابق تقریباً آٹھ نو سال پہلے شادی ہوگئی تھی اور اللہ تعالیٰ نے دو لڑکے عطا فرمائے ہیں ایک عمر سات سال کی ہے اور دوسرے کی عمر ڈھائی سے تین سال کی ہے۔ سوئے اتفاق سے برسوں سے ان میاں بیوی کے درمیان میں تعلقات کشیدگی کے ساتھ چل رہے ہیں، ان کے جھگڑے کو دور کر کے ان کی زندگی خوش گوار گزرے اس کے لئے جماعت کے ذمہ داروں نے تین چار مرتبہ کوشش کی لڑکی کو لڑکے کے گھر بھیجنے کے لئے مجبور کیا اس کے

باوجود تقریبا سات آٹھ مہینہ سے ان میاں بیوی کے تعلقات بہت ہی زیادہ ناخوش گوار ہو جانے کی وجہ سے اور ان دونوں کو یقین ہے کہ ہماری ازدواجی زندگی اب آگے نہیں بسر ہو سکتی اور دونوں کے درمیان کوئی اتفاق اور مصالحت کا بھی امکان نہیں اور دونوں فریق طلاق لینے دینے پر تیار ہے ایسے حالات میں ان کے بچوں کی ذمہ داری شریعت کے اعتبار سے کن کو سپرد کی جائے؟ اور کون حقدار ہے؟ اس کا تفصیلی جواب آپ کی مہر کے ساتھ عطا فرمانے کی عاجزانہ گذارش ہے۔

جواب : ۲/۱۶۹ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

سوال میں ذکر کردہ تفصیل کے مطابق میاں بیوی کے درمیان اتفاق کی کوئی صورت نہ نکلے اور میاں بیوی میں تفریق ہو جائے تو ایسی صورت میں تین سال کا لڑکا جو بیوی کی گود میں ہے اس کی پرورش کا حق ماں کو ہے باپ اس کو چھین نہیں سکتا لیکن بچہ کے نان ونفقہ اور لباس کا خرچ باپ کے ذمہ ہے پرورش کا حق بچہ جب سات سال کی عمر کا ہو جاوے وہاں تک ماں کو حاصل رہے گا۔ سات سال کی عمر کے بعد ماں کا حق ختم ہو جائے گا اس وقت باپ بالجبر بھی لے سکتا ہے۔ (ہدایہ: ۲/۴۱۴)

اور اگر لڑکا سات سال کی عمر کا ہو گیا ہو تو اس کا حقدار باپ ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ماں اپنے بچے کی پرورش کی حقدار ہے۔

سوال : ۳/۱۷۰

ایک میاں بیوی کو دو لڑکے ہیں، کسی وجہ سے شوہر نے بیوی کو نکال دیا ہے۔ (ابھی طلاق نہیں دی ہے) فی الحال ایسا ماحول ہے (خدانخواستہ) طلاق بھی دے دے دو لڑکوں میں سے ایک کی عمر دو سال اور دوسرے کی عمر چار سال کی ہے۔ جس میں سے ایک لڑکا اس کی ماں کے پاس ہے اور دوسرا لڑکا اس کے باپ کے ساتھ رہتا

ہے، بیوی کو اپنے لڑکے کی فرقت کا بہت زیادہ غم ہے۔ اور غم کی وجہ سے کبھی تناو میں آجاتی ہے اور کبھی بے ہوش ہوجاتی ہے تو ایسی حالات میں شرعی اعتبار سے یہ لڑکے کس کے پاس رہے اور کب تک رہے؟ اس کی تفصیل بھیجنے کی درخواست کرتا ہوں۔

جواب : ۳/۱۷۰ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

ماں اپنے بچوں کی پرورش اور تربیت کی حقدار ہے۔ نکاح میں ہوتب اور طلاق ہوجانے کے بعد بھی؛ بالغ ہوجانے تک بہ شرطیکہ شریعت نے کسی وجہ سے ماں کو پرورش کے حق سے محروم نہ کیا ہو۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (شامی: ۲/۸۷۱،۸۸۱)

نان ونفقہ کا حق۔

سوال : ۴/۱۷۱

میری لڑکی کو تقریبا ڈیڑھ سال پہلے طلاق ہوچکی ہے، مہر اور نان ونفقہ وغیرہ کا خرچ پنچایت والوں نے متعین کردیا ہے مگر اس کی ایک چھوٹی لڑکی (میری نواسی) تقریبا ایک سال سے میرے پاس ہے، اس کا باپ اس معصوم بچی کو ہمیشہ کے لئے لے جانا چاہتا ہے مگر اس کی ماں اس کو چھوڑنا نہیں چاہتی، ایسے حالات میں ہم نے چھوٹی بچی کا نان ونفقہ نہ ملنے کی وجہ سے کورٹ کے واسطہ سے نان ونفقہ کا مطالبہ رکھا ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ اس کی ماں کے پاس اس چھوٹی بچی کو شریعت کے مطابق کتنے سال کی عمر تک رکھنے کا حکم ہے؟ سب سے آخری حد کتنے سال تک ہے؟ تو آپ براہ کرم صحیح جواب عنایت فرما کر مہربانی فرمائیں گے ہوسکتا ہے کہ آپ کا جواب کورٹ میں پیش کیا جاسکے۔

جواب : ۴/۱۷۱ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

میاں بیوی کے درمیان میں فرقت ہوگئی اور طلاق ہوگئی میاں بیوی کے اس بچے کی پرورش کا حق ماں کو ہے باپ اس کو چھین نہیں سکتا مگر نان ونفقہ کا خرچ باپ کے

ذمہ ہوگا۔

اگر ماں نے بچے کے غیر محرم کے ساتھ نکاح کرلیا ہو تو اب اس بچے کی پرورش کا حق ماں کو حاصل نہیں رہے گا البتہ اگر اسی بچے کے کسی ایسے رشتہ دار کے ساتھ نکاح کیا کہ جو بچہ کا محرم ہو۔ مثال کے طور پر لڑکے کے چچا کے ساتھ نکاح کیا یا کسی ایسے رشتہ دار ہی کے ساتھ نکاح کیا تو پرورش کا حق ماں کا باقی رہے گا۔

(شامی:۲/۶۸۷)

بیوی کی دوائی کا خرچ۔

سوال : ۵/۱۷۲

(۱) ہماری لڑکی کی شادی ۱۴؍فروری کو ہوئی تھی۔ شادی کے بعد لڑکی سسرال گئی اور پانچ دن میں بیمار ہوگئی سسرال والوں نے ایک ہفتہ تک دوائی کی پھر ہمارے یہاں بھیج دی بہانہ یوں بتایا کہ ہمارے یہاں لوگ بہت آتے ہیں اور جگہ تنگ ہے۔ اس کے بعد ہم نے لڑکی کی صحت یابی کے لئے ۱۴۰۰ سے ۱۵۰۰ روپیہ کی دوا اور عامل لوگوں کے پاس علاج بھی کروائے ہیں، لڑکی کو فی الحال پچھتر فی صد راحت ہے لڑکی کی دوائی کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ ماں باپ کے ذمہ یا سسرال والوں کے ذمہ؟ تفصیل عنایت فرمائیں۔

(۲) فی الحال لڑکی کا علاج دوا ہمارے یہاں جاری ہے سسرال والوں کی طرف سے ایک مہینہ گذر جانے کے بعد بھی کوئی اعادت کے لئے آتا نہیں ہے، دو تین مرتبہ سسرال والے لے گئے اور دوسرے تیسرے دن واپس رکھ گئے اور یہ کہہ کر چلے گئے کہ صحت مند ہو جائے گی تو لے جائیں گے فی الحال ہمارے یہاں رہتی ہے۔ ابھی کسی بھی وجہ اور مشورہ کے بغیر لڑکی کو طلاق دے کر ڈاک سے روانہ کی ہمارا ارادہ طلاق لینے کا نہیں تھا۔ ہمیں وہ طلاق لینی چاہیئے یا نہیں؟ اس کی تفصیل تحریر فرمائیں۔

(۳) ہم نے طلاق کا مطالبہ نہیں کیا تھا، اور لڑکی کا ارادہ سسرال میں جانے کا ہے پھر بھی ان لوگوں نے طلاق نامہ میں لکھا ہے کہ آپ کی مرضی کے مطابق یہ کام ہوا ہے، ایسے غلط بہانہ کے تحت طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ اس کی تفصیل تحریر فرمائیں۔

(۴) ہمارے خاندان کے بڑوں یا والیوں کو کچھ بھی اطلاع نہیں دی اور مشورہ بھی نہیں کیا اس کے باوجود ایسا لکھا ہے کہ آپ کے بڑوں کی مرضی کے مطابق یہ کام ہوا ہے، تو ایسے غلط بیانی کے متعلق ہماری شریعت کیا کہتی ہے؟

(۵) ہماری چیزیں اور ڈھائی تولہ سونے کا زیور لڑکی کے سسرال میں ہے پھر بھی لکھا ہے کہ ہم نے دیدیا ہے تو نہ ملنے کے باوجود دیدیا ہے ایسا لکھا ہے، اور لکھا ہے تم لوگ پھر کورٹ جاؤ گے تو آپ کی بات سنی نہیں جائے گی تو اس کے متعلق ہماری شریعت کیا خلاصہ کرتی ہے؟

(٦) منگنی ہو جانے بعد لڑکا پندرہ دن میں سعودی چلا جانے والا ہے اس لئے پندرہ دن میں جلدی شادی کرا کے جھوٹ بول کر زیادہ خرچ کروایا اور آج تک لڑکا سعودی گیا نہیں ہے تو شادی کا خرچ پچیس ہزار روپیہ کا مطالبہ کر سکتے ہیں؟ اس کے متعلق شریعت کیا کہتی ہے؟

(۷) لڑکی کو ۲۵۱ روپیہ مہر دی ہے، مہر کی رقم کو عدت کا خرچ لکھا ہے اور یوں کہتے ہیں کہ آپ لوگوں کو مہر اور عدت کا خرچ نقد دیدیا ہے، تو مہر اور عدت کی رقم ایک ہے یا الگ؟ اس کی تفصیل تحریر فرمائے۔

(۸) ہماری شریعت صلاح و مشورہ اور اطمینان و بھائی چارگی کا حکم دیتی ہے اس کے باوجود کسی قسم کے جھگڑے اور لڑکی کی اخلاقی حالات یا کسی اور قسم کی فریاد نہ ہونے کے باوجود ہم کو خسارہ میں ڈال کر لڑکی کی طبیعت خراب کر کے یعنی لڑکے نے لڑکی کو حیض روکنے کی دوا کی اور اس دوا کی گرمی دماغ پر چڑھ گئی جس سے لڑکی کو

اختناق الرحم جیسی بیماری ہوگئی ہے اور لڑکے نے بے پرواہو کر لڑکی کی زندگی کی فکر کئے بغیر طلاق دے دی تو ایسے لوگوں کی اصلاح کے خاطر کورٹ میں مقدمہ دائر کرنے کے لئے شریعت کیا کہتی ہے؟ ایک دو دن میں تفصیلی جواب دے کر مہربانی فرماویں، کیوں کہ انصاف حاصل کرنے کے خاطر ہمیں آگے قدم اٹھانے کی ضرورت ہے لہذا شریعت کی روشنی میں رہنمائیں فرمائیں۔

(۹) اور جناب مولانا صاحب! ہمارا معاشرہ شریعت کو پس پشت ڈال کر معاف کر دے تو انصاف کے لئے کورٹ میں جانا چاہیئے یا نہیں؟ شریعت کیا کہتی ہے؟

جواب: ۵/۱۷۲ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

(۱) عورت بیمار ہوگئی تو بیماری کے درمیان کا نان ونفقہ اور لباس کا خرچ لینے کی حق دار ہے، چاہے وہ کہیں پر بھی رہتی ہو! شوہر کے گھر پر ہو یا اپنے میکہ میں ہو! لیکن اگر بیماری کی حالت میں شوہر اس کو اپنے یہاں بولاوے پھر بھی وہ سسرال نہ جائے تو اب نان ونفقہ اور لباس کے خرچہ کا حق ساقط ہو جائے گا، بیماری کی حالت میں صرف نان ونفقہ اور لباس کا خرچ اس کو ملے گا دوائی علاج وغیرہ کا خرچ شوہر کے ذمہ واجب نہیں، وہ اپنی طرف سے خرچ کرے شوہر اگر دوائی کا خرچ دے تو اس کا احسان ہوگا۔ بیمار ہونے کے بعد جتنی مدت لڑکی آپ کے گھر رہی ہے اس کے نان ونفقہ اور لباس کا خرچ آپ شوہر کے پاس سے وصول کر سکتے ہو، شوہر کے ذمہ دوائی کے خرچ کی ادائیگی ضروری نہیں ہے۔

(شامی: ۲/۱۰۷، ۲۰۲، بحر: ۴/۱۹۷، ۱۹۸، فتاوی قاضی خان: ۱/۱۹۴، ۱۹۵)

(۲۔۳۔۴) طلاق دینے کا اختیار صرف اور صرف مرد ہی کو ہے، جب مرد نے طلاق دے دی تو طلاق واقع ہوگئی، چاہے کسی معقول عذر کی وجہ سے طلاق

دے یا بغیر کسی عذر کے! مرد اور عورت کے فریقین کے مشورہ سے طلاق دے یا بغیر مشورہ کے! عورت طلاق کو منظور رکھے یا نہ رکھے! بہرصورت طلاق واقع ہوگئی، عورت کے لئے کسی قسم کا اختیار نہیں ہے۔ (شامی: ۴۶۱/۲، عالمگیری: ۳۵۴/۱)

(۵) اسلامی عدالت میں (ہمارے بھروچ ضلع میں بھی اسلامی عدالت کا مرکز، دار العلوم عربیہ اسلامیہ ماٹلی والا بھروچ ہے) صرف شوہر کے کہنے سے کہ میں نے آپ کا سونا، زیور اور سامان دے دیا ہے بات تسلیم نہیں کی جائے گی، بلکہ اس کے پاس گواہوں کا مطالبہ کیا جائے گا، گواہ (جو دو دین دار مرد یا ایک دین دار مرد اور دو عورتیں) اسلامی عدالت میں گواہی دے کہ ہماری موجودگی میں فلاں وقت اور فلاں جگہ عورت کے ہاتھ میں یا عورت کے فلاں رشتہ داروں کے ہاتھ جن کو عورت نے اپنے چیزوں پر قبضہ کرنے کا اختیار دیا ہو ان کو حوالہ کیا ہو؛ اس طرح کی گواہی دے۔

اسلامی عدالت شرعی گواہوں کی بات کا اعتبار کر کے شوہر کے حق میں فیصلہ کرے گی، اور اگر شوہر گواہوں کو پیش نہ کر سکے تو عورت سے قسم کا مطالبہ کیا جائے گا، اور عورت قسم کھالے گی تو اسلامی عدالت عورت کے دعوی کو مان لے گی اور مرد کو عورت کی چیزیں سپرد کرنے کا حکم دے گی اور اگر عورت قسم کھانے سے انکار کرے گی تو مرد کے حق میں فیصلہ کرے گی۔

(۶) مرد کے فریق نے جلدی شادی کرنے کے لئے غلط باتیں پیش کی ہوگی تو وہ لوگ گنہگار ہوں گے، شادی جلدی کرا کے زیادہ خرچ کروایا شرعی اعتبار سے وہ حق وصول نہیں کیا جائے گا۔

(۷) مہر اس مال کا نام ہے کہ نکاح کی وجہ سے عورت کی ذات سے فائدہ اٹھانے کے بدلہ میں دیا جاتا ہے، چاہے نکاح صحیح ہو یا نکاح فاسد!

علامہ شامیؒ نے مہر کو ملک بضعہ کا عوض قرار دیا ہے۔ (شامی: ۳۷۵/۲)

اور مطلقہ عورت کو عدت کے درمیان میں جو خرچ ملتا ہے وہ بھی نفقہ ہے۔ عورت مرد کے یہاں محبوس رہتی ہے اس کی وجہ سے نفقہ واجب ہوتا ہے۔ طلاق کی عدت میں بھی عورت مرد کے حق کے خاطر محبوس رہتی ہے، نکاح کے مقاصد میں سے ایک مقصد اولاد بھی ہے اور اولاد کی حفاظت کے خاطر عدت واجب ہے۔

(شامی: ۷۲۶/۲)

فقہاء کرام کے مذکورہ بالا اقوال کے پیش نظر مطلقہ عورت کی مکمل مہر (اگر اس کے ساتھ صحبت کی ہو یا خلوت صحیحہ پائی گئی ہو) اور عدت کے درمیان کا نان ونفقہ اور لباس کا خرچ مرد کے ذمہ واجب ہے۔ عدت کی رقم میں مہر شامل نہیں ہے، عدت کا خرچ الگ دیا جائے گا۔

(۸) آپ کی بات بالکل صحیح ہے اسلام صلاح ومشورہ امن وامان اور بھائی چارگی کی تعلیم دیتا ہے، مگر اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اسلامی تعلیمات کو اگر کوئی چھوڑ دے تو ہم بھی چھوڑ دیں، بلکہ ایسے مواقع ہی کے لئے اسلام نے تعلیم دی ہے کہ بدلہ لینے کا جذبہ چھوڑ کر عفو ودرگذر کر کے امن وامان سے کام لیا جائے اور شیطان کو ہنسنے کا موقع نہ دیا جائے ان اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کی وجہ سے اللہ پاک دنیا اور آخرت میں بہت بڑا بدلہ عنایت فرمائے گا۔

(۹) فریق مقابل اسلامی احکام پر عمل کرنے کے لئے تیار نہ ہو جس کی وجہ سے ہم بھی شریعت کا دامن چھوڑ دیں وہ اسلام اور ایمان کا کون سا تقاضا ہے؟ ہمیں اسلامی تعلیمات کے مطابق عمل کرنا چاہیئے، کورٹ کچہری جانا چھوڑ کر مسلمان فیصلوں یا محکمہ شرعیہ ضلع بھروچ کے ذریعہ اپنے اختلافات کا حل کرانے میں بھلائی ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مطلقہ ٹیچر کا نان ونفقہ۔

سوال : ۶/۱۷۳

موضوع: طلاق شدہ عورت کے نان ونفقہ کے مطابق:-

ایک لڑکی پرائمری اسکول میں پڑھانے کا فریضہ انجام دیتی ہے، اس کو طلاق ہونے کی وجہ سے عدت کا خرچ وصول کر سکتے ہیں؟ اگر وصول کر سکتیں ہیں تو ماہانہ کتنا خرچ؟ مطلع فرمائے۔

موضوع: ولادت کے بعد کا خرچ لینے کے متعلق:-

پہلی بار ولادت کے لئے نوکری کرنے والی لڑکی اپنے باپ کے گھر آتی ہے۔ تین ماہ جتنا عرصہ باپ کے یہاں گذارتی ہے اس مدت کے درمیان جو اس کی تنخواہ آتی ہے وہ کس کا حق ہے؟

موضوع: گھریلو مال سامان کی تقسیم کے متعلق:-

میری لڑکی جب نکاح میں تھی تب دونوں کی تنخواہ میں سے کباٹ، پنکھا، ٹیبل، برتن رکھنے کا کباٹ وغیرہ چیزیں بسائی تھیں اس میں آدھا حصہ ملے گا یا نہیں؟

جواب : ۶/۱۷۳ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

پڑھانے والی عورت کو نوکری کے درمیان طلاق ملے وہ عورت جتنی مدت عدت میں بیٹھے گی وہاں تک کا نان ونفقہ، لباس اور سکنی لینے کی حقدار ہے۔

(ہدایہ: ۴۴۳/۲، شامی: ۱۰۷/۲)

(۲) پڑھانے والی عورت کو جو کچھ تنخواہ ملتی ہے اس کی حقدار وہی ہے چاہے اپنے باپ کے گھر رہے یا اپنے شوہر کے گھر رہے اور شوہر کے ذمہ اس کا نان ونفقہ اور لباس کا خرچ دینا ضروری ہے، ہاں اگر وہ شوہر کے گھر پر ہو اور شوہر کے منع کرنے کے باوجود نوکری نہ چھوڑے تو ایسی حالت میں ناشزہ کہلائے گی، جس کو نان ونفقہ نہیں

ملے گا لیکن تنخواہ کی حقدار تو پڑھانے والی عورت ہی ہے۔ (شامی:۲/۷۰۳)

(۳) مرد اور عورت نے گھر کی استعمال کرنے کی جو چیزیں خریدی ہیں ان میں سے ہر ایک نے جتنی رقم دی ہوگی اتنا حصہ اس کو ملے گا۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نان ونفقہ کے متعلق تفصیلی مضمون۔

سوال : ۷/۱۷۴

کیا شریعت اسلامیہ میں شوہر پر بیوی کا نفقہ و مسکن کی ذمہ داری ہوتی ہے؟ خواہ بیوہ ہو یا محتاج یا مالدار ہو اور غیر ضرورت مند ہو!

یہ ذمہ داری کن وجوہ سے عائد ہوتی ہے اس کی بنیاد کیا ہے؟ اور اس کی مدت کتنی ہے؟ کیا بعد طلاق وانقضاء مدت عدت بھی یہ ذمہ داری باقی رہتی ہے؟ اگر نہیں تو کیوں؟

اگر مطلقہ انقضاء مدت عدت کے بعد نفقہ اور سکنی کی مستحق نہیں رہتی جیسا کہ کتب فقہ کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے، تو یہ سوال اپنی جگہ پر باقی رہتا ہے کہ اسلام کا قانون ازدواج جس کے متعلق مسلمانوں کا ایمان ہے کہ وہ تمام افراد معاشرہ کے لئے عادلانہ ومنصفانہ ورحیمانہ قانون ہے اور عورتوں کے لئے کیا انتظام کرنا ہے جن کو انکے شوہروں نے ایسی عمر میں طلاق دی ہو کہ وہ نکاح کے قابل نہ ہو اور نہ ان کے گذر بسر کا سروسامان ہو اور جن کا ہوا بنا کر سپریم کورٹ نے حالیہ فیصلہ میں قانون فوجداری دفع نمبر ۱۲۵ کو اس کی مشکلات کا حل قرار دیا ہے، حالانکہ یہ دفع اسلام کے پرسنل لا کے صریح طور پر متصادم ہے۔

فقہاء اسلام ذی رحم محرم پر (اولاد اور والدین و بھائی بہن) محتاج رشتہ داروں کی کفالت کی ذمہ داری عائد کرتے ہیں لیکن موجودہ حالات کے پیش نظر اگر رشتہ دار کفالت کے قابل نہ ہو تو اسلامی نقطۂ نظر سے مطلقہ عورت کے گذر و بسر کا کیا کوئی

انتظام ہوسکتا ہے؟

قرآن کریم سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۴۱

وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ ، حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ

جس سے سپریم کورٹ نے بعد عدت کے بھی وجوب نفقہ کے سلسلہ میں استدلال کیا ہے اس میں ہر مطلقہ کو متاع دینے کا حکم ہے یہ متاع ایک قسم کی یک مشت امداد ہے۔جس کا مقصد تالیف قلب ہے اس سے نان ونفقہ مراد نہیں لیا جاسکتا، مگر اس کی مقدار میں بڑا توسع ہے حضرت حسن وحضرت مغیرہ بن شعبہؓ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ اپنی مطلقہ بیویوں کو دس ہزار دیا کرتے تھے؛ یہ دس ہزار دینار ہوتے تھے یا درہم! اس کی کوئی تصریح نہیں ہے۔ بہر حال ان روایت کے پیش نظر اگر عدالت محتاج مطلقات کے لئے یک مشت کوئی بڑی رقم ادا کرنا شوہر پر لازم کردے کہ بعض اکابرین نے متاع کو ہر مطلقہ کے لئے واجب قرار دیا ہے تو کیا شریعت اسلامیہ کی رو سے یہ عمل قابل نہ ہوگا؟

جواب : ۷/۱۷۴ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

نفقہ حبس زوجہ کا ہے جس میں خوراک،لباس اور مکان شامل ہے۔شوہر کو شریعت نے یہ حق دیا ہے کہ وہ اپنی زوجہ کو روکے رکھے اپنے پاس،جس کا معاوضہ نفقہ کی صورت میں ادا کرنا واجب ہے،اس کا وجوب قرآن کریم سے ثابت ہے:

لِيُنْفِقْ ذُوْسَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ، وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا اٰتٰهُ اللّٰهُ،

(سورۂ طلاق پارہ :۲۸، رکوع: ۱)

''خرچ کرے وسعت والا آدمی اپنی وسعت کے مطابق اور جس شخص پر رزق تنگ ہو وہ اپنی آمدنی کے مطابق خرچ کرے''

اس سے معلوم ہوا کے بیوی کے حالات کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، بلکہ شوہر کی

حالت کے مطابق نفقہ دینا واجب ہوگا۔ اگر شوہر مالدار ہے تو امیرانہ نفقہ دینا واجب ہے۔ اگرچہ بیوی مالدار نہ ہو بلکہ تنگ دست فقیر ہو، اور اگر شوہر غریب ہے تو غریبانہ نفقہ اس کے مقدور کے مطابق واجب ہوگا اگرچہ بیوی مالدار ہو۔ اور دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے:

وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف.

(سورۂ بقرہ: آیت: ۲۳۳)

باپوں کے ذمہ ہے ماؤں کا کھانا اور کپڑا قائدہ کے موافق، ماں کا نفقہ اور ضروریات زندگی باپ کے ذمہ ہے اور یہ ذمہ داری جس وقت تک بچہ کی ماں اس کے نکاح یا عدت میں ہو اس وقت تک ہے۔ اور طلاق اور عدت پوری ہونے کے بعد نفقہ زوجیت تو ختم ہو جائے گا۔ (معارف: ۱/۵۸۱)

قرآن کی آیت سے معلوم ہوا کہ بیوی کا نفقہ شوہر پر ہے۔ شوہر کے ذمہ اپنی زوجہ کے نفقہ کی ادائیگی مقاصد نکاح کی تکمیل کا ایک ذریعہ ہے جو مصلحت شرعی پر مبنی ہے۔

اس لئے کوئی ایسا معاہدہ جو عورت کو اس کے حق کو متأثر کرتا ہو غیر نافذ قرار پائیگا، کیوں کہ ایسا معاہدہ مصلحت عامہ کے منافی ہے۔

واشار المصنف الى ان الابراء عن النفقة قبل القضاء والصلح باطل لما في الواقعات وغيرها المرأة اِذا برأت الزوج عن النفقة بان قالت انت برئ من النفقة ابدًا ماكنت امرأتك فان لم يعرض القاضي كالنفقة فالبراء ة باطلة لانها ابرأته قبل الوجوب. (بحر الرائق: ۴/۲۰۳)

اطلق الزوجة فشمل المسلمة والكافرة اي الكتابية الغنية والفقيرة

(بحر الرائق: ۴/۱۸۸، هدايه: ۲/۴۱۷)

شوہر پر اپنی بیوی کا نفقہ واجب ہے چاہے زوجہ مسلمہ ہو یا کتابیہ! مالدار ہو یا غریب! اس کی مندرجۂ ذیل صورتیں ہیں۔

(۱) جبکہ نکاح صحیح ہو۔ (کتاب الفقہ فی مذاہب الاربعہ: ۵۶۵/۴)

(۲) جبکہ عورت نے خود مرد کو اختیار دیا ہو۔ (بحر الرائق: ۱۹۴/۴)

(۳) جبکہ زوجہ مشقت جماع کو برداشت کرسکتی ہو خواہ شوہر نابالغ ہو یا اس سے صحبت کرنے پر قادر نہ ہو۔ (قدوری: ۱۷۳، ہدایہ: ۴۱۸/۲)

(۴) جبکہ زوجہ اپنے گھر میں ہو مگر شوہر نے اس سے اپنے گھر آنے کی دعوت نہ دی ہو اور بغیر وجہ جائز کے گھر بلانے سے منع کرتا ہو۔

(۵) جبکہ عورت بربناء عدم ادائیگی مہر معجّل یا کسی دیگر جائز سبب کے بنا پر شوہر کے گھر آنے سے انکار کرتی ہو خواہ صحبت ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔

(ہدایہ: ۴۱۷/۲، بحر: ۱۹۴/۴)

نفقہ عورت کا حق ہے شوہر کی طرف سے کوئی تبرع اور احسان نہیں ہے اس بنا پر فقہاء کرام نے یہاں تک لکھا ہے کہ بیوی اگر مالدار ہے اور اس کا شوہر غریب تنگ دست ہے تب بھی بیوی اپنا نفقہ اپنے شوہر سے وصول کرسکتی ہے اور نفقہ وصول کرنا اس کا حق ہے۔ (عالمگیری: ۲۹۶/۲، شامی: ۴۴۴/۲)

نفقہ کے واجب ہونے کے لئے تین اسباب ہے: (۱) ازدواج (۲) قرابت (۳) ملک۔

نفقة الغير على الغير تجب باسباب ثلاثة بالزوجية والقرابة والملك. (بحر: ۱۸۸/۴)

شوہر پر نفقہ کا وجوب ازدواج سے پیدا ہوتا ہے، زوجہ کے نفقہ کی بنیاد یہ ہے کہ وہ محض نکاح ہو جانے سے لازم نہیں ہوتا بلکہ عورت کے تسلیم نفس سے واجب ہوتا

ہے۔

جواب کے شروع میں تحریر کیا گیا تھا کہ شوہر کو شریعت نے یہ حق دیا ہے کہ وہ اپنی زوجہ کو اپنے پاس روکے رکھے اور جس کا معاوضہ نفقہ کی صورت میں ادا کرنا واجب ہے، نفقہ کی بنیاد احتباس پر ہے اگر عورت بالغ ہو خواہ اس کا شوہر اس سے صحبت پر قادر ہو یا نہ ہو اس کا نفقہ شوہر کے ذمہ واجب ہوگا، لیکن اگر زوجہ سے اس کی عمر کم ہونے کے سبب مجامعت ممکن نہ ہو تو شوہر پر اس کا نفقہ واجب نہ ہوگا۔ اس وجہ سے نفقہ کا موجب احتباس ہے جو مقاصد نکاح کی تکمیل کا ذریعہ ہو اور یہ احتباس یہاں مفقود ہے۔

وان كانت صغيرة لايستمتع بها فلا نفقة لها. (ہدایہ:۲/۴۱۸)

فان كانت لا يجامع لانفقة لها. (فتاوی قاضی خان:۱/۱۹۴)

لانفقة للصغيرة اذا كانت لاتطيق الجماع . (بحر الرائق: ۴/۱۹۶)

مطلقہ عورتوں کی عدت اور ان کے نفقہ کے متعلق قانون شریعت کی بنیاد سورۂ طلاق کی آیت نمبر ۶ میں بیان کیا گیا ہے:

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ .

تم ان عورتوں کو اپنی وسعت کے موافق رہنے کا مکان دو، جہاں تم رہتے ہو اور ان کو تنگ کرنے کے لئے سکنی کے بارے میں تکلیف مت پہنچاؤ، اور اگر وہ مطلقہ عورتیں حمل والیاں ہو تو حمل پیدا ہونے تک ان کو خرچ دو۔

اس آیت میں ایک تو یہ حکم ہے کہ ان کو عدت پوری ہونے تک اپنی وسعت اور قدرت کے مطابق رہنے کا مکان دو، جہاں تم خود رہتے ہو، اسی مکان کے کسی حصہ میں رکھو۔

دوسرا حکم یہ دیا گیا ہے کہ ایام عدت میں جبکہ مطلقہ عورت تمہارے ساتھ رہے تو طعن و تشنیع کر کے یا اس کی ضرورت میں تنگی کر کے اس کو پریشان نہ کرو کہ وہ نکلنے پر مجبور ہو جائے۔

تیسرا حکم یہ دیا گیا ہے کہ اگر مطلقہ عورتیں اگر حاملہ ہوں تو ان کا نفقہ اس وقت تک شوہر پر لازم ہے جب تک حمل پیدا ہو، اس لئے مطلقہ حاملہ کے متعلق پوری امت کا اجماع ہے کہ اس کا نفقہ اس کی عدت جو وضع حمل ہے پوری ہونے تک شوہر پر واجب ہے۔

اب رہی وہ مطلقہ جو حاملہ نہیں ہے، تو اگر اس کو طلاق رجعی دی گئی تو اس کا نفقہ عدت بھی شوہر پر باجماع امت واجب ہے۔ اب رہی وہ مطلقہ جس کو طلاق بائن یا تین طلاق دی گئی ہے یا جس سے خلع وغیرہ کے ذریعہ اپنا نکاح فسخ کر دیا گیا ہو ان کا نفقہ بھی شوہر پر واجب ہے، خواہ حالت حمل میں ہو یا نہ ہو، امام اعظم امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

باب : ۱۳
قسم

کورٹ میں قرآن کی قسم کھانا۔

سوال : ۱/۱۷۵

میرا اور میرے سامنے والے مکان والے بھائی کے ساتھ راستہ کے بارے میں محترم جج صاحب کی کورٹ میں مقدمہ چلتا ہے۔

محترم جج صاحب کی کورٹ میں ہم دونوں فریقوں کو کہا گیا کہ تمہاری مذہبی کتاب قرآن شریف ہے، اس کی قسم کھالو تو سچی اور حق بات پر قرآن شریف کی قسم کھا سکتے ہیں؟ اس کا تفصیلی جواب مہر و ختم کے ساتھ عنایت فرمائیں۔

جواب : ۱/۱۷۵ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

قرآن شریف کے لفظ سے اللہ کی خاص صفت کلام اللہ مراد ہو تو حق بات پر قرآن شریف کی قسم کھانا جائز ہے۔ اور قرآن شریف کے لفظ سے مراد اس کے الفاظ اور کاغذ (کتاب) مراد لی جائے تو ایسی حالت میں سچی اور حق بات پر قسم کھانا جائز نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(شامی: ۵۱/۴، عزیز الفتاوی: ۸۳/۵، بحر: ۳۱۱/۴)

باب : ۱۴
شرکت

شرکت میں رأس المال کے مطابق نفع۔

سوال : ۱/۱۷۶

سفری اور پٹیل دونوں مسلم دوست ہیں۔ سفری سعودی عرب میں نوکری کرتا ہے اور ہر سال ایک مہینہ کے لئے اپنے وطن آتا ہے۔ جنوری ۱۹۸۱ء میں سفری پٹیل کو شرکت میں تجارت کرنے کو کہتا ہے۔ اور کتنا رأس المال ہونا چاہیئے وہ پوچھتا ہے، پٹیل جواب دیتا ہے کہ ابھی ابھی اس کی زمین ۱۶۵۰۰ کے عوض بیچی ہے۔ جس کے بیعانہ کے طور پر ۲۰۰۰ روپیہ وصول ہوئے ہیں۔ اور مارچ ۸۱ میں دوسرے ۳۰۰۰، اور جون ۸۱ میں بھی ۵۰۰۰۔ اس طرح امسال دس ہزار روپیہ آئیں گے اور جنوری ۸۲ سے جون ۸۲ تک بقیہ ۶۵۰۰ آئیں گے۔

سفری کہتا ہے کہ اس کے پاس ۶۰۰۰ روپیہ ہے اور کچھ عرصہ کے بعد ۹۰۰۰ ہزار روپیہ کا انتظام کرے گا اور ایک سال کے بعد دوسرے دس ہزار کا انتظام کرے گا۔ اس طرح سفری پٹیل کو اطلاع دیتا ہے کہ میرے (سفری کے) ۲۵۰۰۰ ہزار اور تمہارے (پٹیل کے) ۱۶۵۰۰۔ میری رقم جو زائد رہے گی وہ قرض حسنہ شمار ہوگی۔

شرکت کی شرطیں: نفع نقصان میں شرکت، ایسی نیت اور ارادہ اور زبانی قبولیت اور شرکت کا رجسٹریشن کروایا اس میں بھی نفع اور نقصان میں بھی برابر طور پر حصہ داری کی بات لکھوائی۔

تجارت کے لئے ایک زمین کا معاملہ ہوا اور دنوں کی شرکت کے روپیوں میں سے ۸۰۰۰ بیعانہ کے طور پر ادا کئے گئے اور بقیہ قیمت کی ادائیگی ۱۱ مہینہ میں ہوگی۔

اس کے بعد سفری سعودیہ جاتا ہے۔ تجارت کا انتظام پٹیل اور سفری کے ایک آدمی کے ذریعہ ہوتا ہے، تجارت کی ترقی کی اطلاع پٹیل سفری کو خط کے ذریعہ دیتا رہتا ہے۔

پہلے سال کے درمیان جیسے جیسے وقت گذرتا ہے ویسے ویسے دونوں شریک تجارت کے لئے رقم روکتے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ سفری کے ۱۴۷۰۰ اور پٹیل کے ۱۰۰۰۰ روپیہ جمع ہوتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ زمین کی قیمت کا پیشگی حصہ بھی آنے لگتا ہے، اتنے ہی رأس المال سے دس گیارہ مہینہ میں زمین کے مالک کو مکمل قیمت ادا کی جاتی ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ تجارت کی دوسری ضرورتوں کا خرچ بھی ادا کیا جاتا ہے۔ یعنی تجارت کے شروع میں جو اندازہ لگا کر سفری نے روپیہ ۲۵۰۰۰ اور پٹیل نے روپیہ ۱۴۵۰۰ تک لگانے کا ارادہ کیا تھا اس کی بھی ضرورت پیش نہیں آتی فقط سفری کے ۱۴۷۰۰ روپیہ اور پٹیل کے ۱۰۰۰۰ روپیہ جتنا رأس المال آجانے کے بعد تجارت میں اور زیادہ مال لگانے کی ضرورت نہیں پڑتی کیوں کہ تجارت ہی سے نفع آنا شروع ہو جاتا ہے۔

ایک سال گذرنے پر سفری وطن آتا ہے، تجارت میں ہاتھ پر اچھی خاصی رقم تھی وہ اس طور پر لین دین کا معاملہ صاف کر دیا جاتا ہے کہ اب کے بعد تجارت میں جو رقم لگی ہوئی ہے وہ دونوں شرکت میں برابر طور پر رہتے ہیں یعنی سفری نے پٹیل سے زیادہ جو رأس المال لگایا تھا وہ زیادتی سفری اٹھالیتا ہے۔

دوسرے سال سفری ایک مہینہ وطن میں رہ کر سعودی واپس چلا جاتا ہے، تجارت میں دونوں شریکوں کو رأس المال ۳۵۰۰، ۳۵۰۰ روپیہ لگے ہوئے ہیں، اب تجارت میں سے آمدنی آرہی ہے۔ تجارت کے متعلق خرچ نکالنے کے بعد موقع بہ موقع ضرورت کے علاوہ باقی رقم دونوں شریکوں کے گھر پہنچائی جاتی ہے۔ دوسرا سال

ختم ہونے سے پہلے تقریبا تجارت ختم ہوجاتی ہے۔تب سفری پٹیل پر خط لکھتا ہے کہ پٹیل نے ۵۰ فیصد رأس المال روکنے کی ذمہ داری لی تھی وہ نبھا نہیں سکا مزید یہ کہ سفری کے خیال کے مطابق پٹیل نے سفری کے مقابلہ میں فقط آدھا رأس المال روکا تھالہذا نفع میں سفری کو ۶۷ فیصد اور پٹیل کو ۳۳ فیصد حصہ ہونا چاہیئے۔

پٹیل خط کا جواب لکھتا ہے کہ پچاس فیصد رأس المال کی ذمہ داری کی بات صحیح نہیں ،دیگر یہ کہ پٹیل نے صرف سفری کے مقابلہ میں آدھاہی رأس المال دیا ہے وہ بھی سچ نہیں ، بلکہ یہ تو سفری کی طرف سے پٹیل پر غلط بہتان ہے۔اور یہ بھی غلط ہے کہ رأس المال کی وجہ سے تجارت میں کوئی ترقی نہیں ہوئی بلکہ اللہ کے فضل وکرم سے جتنا رأس المال نکالنے کا اندازہ لگایا گیا تھا اس سے بہت کم رأس المال میں تجارت کی کفایت ہوگئی تھی مزید یہ کہ رأس المال کی کمی وبیشی پر نفع کا دارومدار نہیں رکھا گیا تھا۔ بلکہ نفع اور نقصان میں شروع ہی سے آج تک برابر کا حصہ متعین کیا گیا تھا ،اور تجارت شروع ہونے کے ایک سال بعد نفع تقسیم کیا گیا تھا اس وقت بھی نفع ونقصان میں برابر کی شرکت ہے اس طور پر نفع تقسیم کیا گیا تھا اور اب جبکہ تجارت ختم ہونے کے قریب ہے اس طرح کی بات کرنا درست نہیں۔ یہ وعدہ خلافی کے برابر ہے،دوسرے سال کے اختتام پر سفری اپنے وطن آتا ہے تجارت ختم ہوگئی ہے،سفری پٹیل کے ساتھ مندرجۂ ذیل باتیں پیش کرتا ہے:

(۱) سفری کا رأس المال زیادہ تھا اس لئے اس کا نفع میں زیادہ حصہ ہونا چاہیئے۔

(۲) سفری نے پٹیل کے مقابلہ میں زیادہ رأس المال دیا تھا ان روپیوں میں سے کچھ روپیہ، ریال کو روپیہ میں تبدیل کر کے بھیجے تھے اس وقت ریال کا بھاؤ کم تھا اس وقت اس کے مقابلہ میں زیادہ ہے تو فرق کے مطابق سفری کو اتنے پیسے زیادہ ملنے

چاہیئے۔

(۳) دوسرے سال کے درمیان تجارت میں سے جو آمدنی وصول ہوتی رہی اس میں سے کچھ رقم سفری کے گھر کچھ مہینہ دیر سے پہنچائی گئی تھی اگر وہ رقم جلدی پہنچائی گئی ہوتی تو سفری کے بینک کے حساب میں جلدی جمع ہوگئی ہوتی تو اس کا سود زیادہ آتا رقم دیر سے ملنے کی وجہ سے اتنا سود جاتا رہا لہذا یہ رقم پٹیل کو ادا کرنی چاہیئے ؛ سفری کا نظریہ ہے کہ سود کی رقم سے انکم ٹیکس بھر سکتے ہیں اسی لئے وہ شروع ہی سے سود کی رقم جمع کرتا رہتا ہے۔

نوٹ :شرکت جب شروع کی اسی وقت رأس المال کے کم وبیش ہونے پر نفع نقصان میں حصے متعین نہیں کیئے گئے تھے بلکہ ہر ایک کی استطاعت کے مطابق تجارت کو کامیاب کرنے کے لئے رأس المال روکنے کی بات تھی اور نفع ونقصان میں برابری کا حصہ متعین کیا گیا تھا۔ ایسا عہدو معاہدہ زبانی وتحریری کیا گیا تھا، دو باتوں کے بارے میں خلاصہ مطلوب ہے کہ شرکت شروع ہوئی تب اور درمیان میں ایک سال کے اختتام پر جب حساب کیا تب ریال کے بھاؤ کے فرق کی بات کا تذکرہ تک نہیں تھا، نفع کی رقم روک دی جائے گی اور تاخیر سے دی جائے گی اس کا سود دینا پڑے گا اس کا تذکرہ بھی شروع معاملہ میں اور درمیان میں نہیں تھا۔

تجارت میں وہم وگمان کے خلاف کچھ اسباب پیدا ہوجانے کی وجہ سے شریک سفری کے یہاں پہنچانے میں تاخیر ہوئی تھی جس کی بنیاد پر سفری سود کا مطالبہ کرتا ہے سوال طویل اور تفصیلی کیا گیا ہے جس سے آپ محترم کا قیمتی وقت لیا جائے گا مگر اللہ کے واسطہ اس کو برداشت کر کے شرعی طور پر کس کے حصہ میں کتنا نفع جاتا ہے اور کتنا نہیں جاتا؟ اس کی رہنمائی فرما کر مہربانی فرمائیں تو ایک دینی کام ہوگا اور اس کا بدلہ اللہ تعالیٰ آپ کو عطا فرمائے ایسی ہم دعاء کرتے ہیں۔ آمین۔

جواب: ۱/۱۷۶ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

سوال میں ذکر کردہ تفصیل کے مطابق جس شریک نے رأس المال زیادہ روکا ہے وہ نفع کی زیادتی کا مطالبہ نہیں کر سکتا جبکہ اس نے کہہ بھی دیا ہے کہ میری زیادہ رقم دوسرے شریک کے لئے قرض سمجھا جائے گا کیوں کہ دونوں کا رأس المال برابر رہے گا اور نفع بھی برابر لینے کی بات شرکت کے شروع ہی میں متعین کی گئی تھی۔

دوسرے نمبر کا اعتراض بھی مناسب نہیں ہے کیوں کہ سفری شریک نے جو بھی رقم بھیجی ہے وہ اپنے کیئے ہوئے وعدہ کے مطابق اور اپنے حصہ میں آنے والے رأس المال کے خاطر بھیجی ہے۔

تیسرا: اعتراض جو ایک مسلمان کے لائق نہیں ہے کہ وہ اس طور پر حرام کمائی کے بارے میں سوچے، ناجائز ٹیکس کی ادائیگی میں سود کی رقم دینا جائز ہے، لیکن اسی مقصد کے خاطر بینک میں روپیہ جمع کرنا جائز نہیں۔ حفاظت کے خاطر یا کسی اور مجبوری کی وجہ سے روپیہ بینک میں جمع کرنا پڑے اور اس کا سود جمع ہو اس سود کو بینک میں جمع نہ رکھتے ہوئے اس کو حاصل کر کے غریب محتاج کو ثواب کی نیت کے بغیر دے دے یا ناجائز ٹیکس میں ادا کر سکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نفع میں شرکت نقصان میں نہیں۔

سوال: ۲/۱۷۷

(۱) ہمارے مرحوم دادا نے اپنی حقیقی بہن (ہمارے والد کی پھوپھی) کو بطور احسان کے اپنی ہوٹل میں تین فیصد حصہ اس طور پر دیا تھا کہ اگر خدا تعالیٰ نے مجھے نفع دیا تو میں تجھ کو پہنچاتا رہوں گا اور نقصان ہو تو نہیں لوں گا۔ جبکہ یہ حصہ میراث کے علاوہ تھا اس شرط پر آج تک ہوتا رہا نفع ہوا تو ہم نے ان کو دیا اور نقصان ہوا تو ہم نے آج تک نہیں لیا ہے، جبکہ پھوپھی بھی انتقال کر چکی ہے تو کیا اس طرح حصہ دینے سے ان

کا اصلیت میں حصہ ہوسکتا ہے؟ اگر ہوتا ہے تو کیوں؟ اور نہیں ہوتا تو کیوں؟ تحریر فرمائیں۔

(۲) ایک شخص کو ہمارے والد مرحوم نے محنت کا شریک (ورکینگ پارٹنر) بنایا تھا جب تک آدمی محنت کرتا رہے گا شرکت کا حصہ ملتا رہے گا اور جب وہ اصل جگہ کو چھوڑ کر دوسری دوکان میں چلا گیا یا اس دنیائے فانی سے چل بسا تو اس کا حصہ نہیں رہے گا۔ اور عرفاً ایسا ہی ہوتا ہے، لیکن ہماری اس صورت میں ورکینگ والا ہمارے والد کی موجودگی میں اس کا کسی اجنبی نے خون کردیا اور وہ اس دنیا سے رحلت کر گیا جس وقت اس کا انتقال ہوگیا اس وقت اس کے بچے چھوٹے تھے تو ہمارے والد نے اس کا حصہ بطور احسان کے جاری رکھا تو کیا اس کا حصہ اصلیت میں ہوسکتا ہے؟ کہ اصل شئی یعنی ہوٹل کا مالک نہیں بنایا، نیز نفع ہونے پر اس کے وارثوں کو پہنچایا ہے، اور نقصان ہوا تو ہم نے ان سے کبھی نہیں لیا، نیز اس شخص کے وارثین ہوٹل کی قیمت کر کے اپنا حصہ نکال سکتے ہیں؟

جواب: ۲/۱۷۷ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

آپ کے دادا مرحوم آپ کے والد کے پھوپھی کو اپنے کاروبار کے منافع میں سے تین فیصد حصہ دیتے تھے وہ از راہ شرع تبرع واحسان تھا ان کو شرکت کے طور پر نہیں دیتے تھے، اس بنا پر آپ کے والد کی پھوپھی صاحبہ (دادا مرحوم کی بہن) نے اس کاروبار میں کوئی محنت اور مال بھی نہیں لگایا ہے، اس وجہ سے اصل رأس المال میں انکی شرکت نہ ہوگی اور نہ ہی ان کے ورثاء کو اصل ملکیت کی قیمت وغیرہ ٹھہرانے کا حق ہے اور دادا مرحوم کی بہن کے ورثاء اس تین فیصد حصہ کے بھی مستحق وحقدار نہیں ہے آپ لوگ از راہ تبرع واحسان دیں تو لے سکتے ہیں۔

(۲) اس صورت میں بھی ورکینگ پاٹنر کے ورثاء کو ان کے قتل کے بعد جو کچھ

دیا جارہا ہے وہ تبرع واحسان ہے، اس وجہ سے اس مقتول ورکینگ پاٹنر کے ورثاء کو ہوٹل کی قیمت طے کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے، اور نہ ان کو ہوٹل کی قیمت سے کوئی حصہ ملے گا۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

شرکت میں حساب کے وقت اختلاف۔

سوال: ۳/۱۷۸

ہماری شرکت میں حساب کے وقت اختلاف ہوا ہے لہذا فقہی جواب عنایت فرما کر ممنون فرمائیں گے۔

تفصیلات

غلام اور محمد نام کے دو شخصوں نے شرکت کے طور پر ایک تجارت شروع کی جس کی شرطیں حسب ذیل تھیں۔

(۱) دونوں فریق ڈیڑھ، ڈیڑھ لاکھ روپیہ رأس المال روکیں گے۔

(۲) نفع ونقصان میں دونوں پچاس فیصد شریک رہیں گے۔

(۳) غلام اپنا رأس المال نقد دے گا۔ کہ محمد اس میں اپنا کھیت ایک لاکھ پیسٹھ ہزار میں بیچا ہے وہ رقم ڈیڑھ دو مہینہ کی قسط سے آتی رہے گی وہ دیتا رہے گا۔ مکمل رقم آٹھ نو مہینہ کے عرصہ میں پوری ہو جائے گی (کھیت کی قیمت آجائے گی)۔

ان شرطوں کو بنیاد بنا کر ایک بڑے وکیل کے پاس جا کر ہم دونوں شریکوں نے ایک شرکت نامہ سٹیم پیپر پر لکھوایا۔ غلام تجارت کا انتظام محمد کو سپرد کر کے چلا گیا۔ تجارت کی روزانہ آمد ورفت کی ذمہ دری محمد کے لڑکے کو سپرد کی اور دونوں شریکوں نے تنخواہ دینا متعین فرمایا مزید امداد کے لئے غلام نے اپنے بھائی کو اپنی طرف سے تنخواہ دے کر روکا۔ نیز آفس کے لئے پندرہ ہزار روپیہ پگھڑی اور دوسو روپیہ کرایہ پر ایک کمرہ لیا۔ مستقبل میں کسی قسم کا فتنہ نہ ہو اس لئے پڑوس کا کمرہ بھی لیا گیا۔

اب دو سال کے بعد غلام نے حساب میں فساد نظر آنے پر مندرجۂ ذیل اختلاف ظاہر کیا، اس کا فقہی جواب عطا فرما کر شرعی طور پر حل لانا مطلوب ہے۔

اختلاف (۱) جو رأس المال روکا گیا اس کی تفصیل (اندازہ کے طور پر) (نقد رأس المال)

مدت	غلام کی رقم	محمد کی رقم
۷ ماہ تک	۲۶۶۰۰	۲۵۰۰۰
بعد کے دو مہینہ تک	۱۴۸۰۰۰	۷۲۳۰۰
بعد کے ڈھائی مہینہ تک	۱۲۲۰۰۰	۶۳۰۰
دو مہینہ تک	۹۷۰۰۰	۶۳۰۰

ان ساڑھے تیرا مہینہ کا تخمینہ لگانے سے غلام کے ۹۶۰۰۰، اور محمد کے ۲۶۶۰۰ رأس المال کے طور پر روکا گیا جس کا فیصد ۷۹ اور ۲۱ فیصد ہوا آپ دیکھیں گے کہ محمد نے ہمارے مشترکہ رأس المال میں سے ۹ مہینہ کے بعد ۶۶۰۰۰ روپیہ لے لئے، جس سے ہمارے رأس المال کی فیصدی میں بہت زیادہ عدم توازن پیدا ہو گیا۔ یہ یاد رہے کہ نفع کی آمدنی ۱۵، ۱۶ مہینہ کے بعد شروع ہوئی تھی، غلام کا کہنا ہے کہ ایسا کرنے سے ہماری شرکت فاسد ہو گئی جس سے اب محمد کو ۵۰ فیصد نفع لینے کا حق نہیں مگر رأس المال کے لگنے کی بقدر نفع کا حقدار رہے گا۔

اختلاف (۲) غلام نے محمد کو زبانی طور پر کہا تھا کہ حقیقی شریک تو ہم دونوں ہی ہے، جبکہ بقیہ چار شرکاء تو برائے نام ہی ہیں وہ پیسہ بھی نہیں روکیں گے صرف انکم ٹیکس سے بچنے کے لئے یہ مصلحتی انتظام ہے لہذا جو کچھ بھی اصول اور قوانین متعین کئے جائیں وہ ہم دونوں مل کر کریں گے (جو شرکاء برائے نام ہیں وہ نہیں) اس کے باوجود

محمد نے مجھے پوچھے بغیر برائے نام شرکاء کی دست خط لے کر ایک نیا شرکت نامہ آٹھ مہینہ کے بعد بنایا اور پرانے شرکت نامہ میں بہت سی اصولی تبدیلیاں کر ڈالی۔

میرا اعتراض اس بات پر نہیں ہے کہ محمد نے معاہدہ کے مطابق ڈیڑھ لاکھ روپیہ کیوں نہیں روکا، سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ جو اختلاف نمبر ایک والا ہے کہ اس نے ۶۶۰۰۰ روپیہ کیوں اٹھالیا، جبکہ ہماری تجارت ابھی ۷۰۰۰۰ مقروض تھی (بلکہ تقریبا ڈیڑھ لاکھ مقروض تھی) تو اس اختلاف نمبر ایک کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟ وہ تفصیل کے ساتھ مطلع فرمانے کی عرض ہے۔

صرف ایک ہی سوال آپ سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ محمد پچاس فیصد نفع کا مستحق رہے گا یا رأس المال کے مطابق اس کو (جو ۲۱ فیصد تقریبا ہوتا ہے) حصہ ملے گا، خرچ کی تفصیل (اندازہ کے طور پر)

کھیت کی قیمت	۴۲۰۰۰۰
دوسرا خرچ	۹۰۰۰۰
دو دو کانوں کی پگڑھی	۳۰۰۰۰
مجموعی طور پر خرچ ہوا	۵۴۰۰۰۰

جس میں ہمارا نقد رأس المال جو اصلی رأس المال شمار کیا جائے، جن کی تفصیلات کا خلاصہ آگے درج کیا گیا ہے جو زیادہ سے زیادہ ۱۴۸۰۰۰+ ۷۲۳۰۰= ۲۲۰۳۰۰ تخمینا ہوگا اس طرح ۵۴۰۰۰۰-۲۲۰۳۰۰ نقد رأس المال=۳۲۰۰۰۰ تقریبا زمین کی آمدنی میں سے جیسے جیسے پیشہ آتا گیا ویسے ویسے ہم ہمارے کھیت کا دستاویز پانچ حصوں میں کرتے گئے، محمد کا کہنا ہے کہ اگر شروع ہی سے ایسی ہی شرط کی ہوتی کہ رأس المال کے مطابق نفع میں حصہ رہے گا تو یہ ۲۱ فیصد اور ۷۹ فیصد کی بات معاملہ کو واضح کردینے والی تھی، اب بعد میں اس بات کو وہ لوگ موضوع اور من گڑت مانتے

ہیں، جبکہ غلام کی دلیل ایسی ہے کہ ایسی ہی شرط بذات خود معاملہ سے مفہوم ہوتی ہے، اور عرف میں مقبول ہونے کی وجہ سے تاکید کے ساتھ تحقیق کرنے کی ضرورت نہ تھی ہماری شرکت کا مفہوم واضح ہے کہ ۵۰ فی صد رأس المال اور اتنا ہی نفع میں حصہ احقر غلام۔

نوٹ: ہم نے جو ۴۲۰۰۰۰ کا کھیت لیا تھا سب سے پہلے ۸۰۰۰۰ روپیہ دے کر بیعانہ نامہ لکھ لیا تھا اور بیعانہ نامہ لکھ کر ۱۱ مہینہ کے اندر بقیہ رقم ادا کر کے پورے کھیت کا دستاویز کر لینا تھا مگر ہمارے پاس اتنا نقد مال نہیں تھا، جس لئے ہم نے پانچ حصوں میں رفتہ رفتہ (کھیت کا) دستاویز کر لیا، ہم سے کھیت کا دستاویز نہ ہو سکے تو کھیت کے مالک کو بیعانہ ضبط کر کے معاملہ منسوخ کرنا مشروط تھا تو زمین کی جیسے جیسے آمدنی آتی گئی ہم نے کھیت کے پانچ حصے کر کے دستاویز کر کے ۴۲۰۰۰۰ روپیہ ادا کر دیئے۔

جواب: ۳/۱۷۸ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

سوال میں ذکر کردہ تفصیل کے مطابق ایسی شرکت کو شریعت کی اصطلاح میں شرکت مفاوضت کہتے ہیں، جس میں سب شرکاء کا رأس المال، نفع اور تمام ذمہ داریوں میں یکساں ہونا ضروری ہے، ابتداء سے لے کر انتہاء تک رأس المال یا نفع یا ذمہ داری میں مساوات نہ رہے تو ایسی صورت میں شرکت باطل ہو جائے گی۔

(بحر الرائق: ۱۸۲/۵)

مباح چیزوں کی شرکت چھوڑ کر شرکت کی دوسری صورتوں میں جب باطل کا لفظ اطلاق کیا جائے گا تو اس سے مراد فاسد لیا جائے گا۔

سوال میں ذکر کردہ تفصیل اگر صحیح ہو تو شرکت کے رأس المال میں مساوات نہ رہنے کی وجہ سے کمی وبیشی ہوئی، مساوات نہ رہنے کی وجہ سے شرکت فاسد ہوگئی،

شرکت فاسد کے متعلق شریعت کا حکم یہ ہے کہ رأس المال کے مطابق نفع کی تقسیم کی جائے گی۔ (بحر:۱۹۸/۵،شامی:۳۴۹/۳)

غلام بھائی کے دو نمبر کے اختلاف کی وجہ سے فساد پیدا ہوگا، محمد نے جو رقم اٹھالی ہے اس سے شرکت میں کسی قسم کا فساد نہیں آئے گا، کیوں کہ شریک وہ امین بھی ہے اور امانت میں خیانت کرنے سے ضمان عائد ہوگا۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

انعام کے طور پر ملی ہوئی چیز میں دوسرے کا حصہ۔

سوال : ۴/۱۷۹

ہم چار بھائی ہیں اور ہم سب ساتھ میں رہتے تھے یعنی مشترکہ طور پر کام چلتا تھا، تمام بھائی علاحدہ طور پر کام کرتے تھے، ان میں سے بڑے بھائی ہوٹل کا کاروبار کرتے تھے، مشترکہ طور پر چاروں بھائی جو کچھ کماتے تھے مشترکہ طور پر استعمال کرتے تھے، اب بڑے بھائی (یعنی ہوٹل کے مالک) کو کچھ محنت کے عوض کچھ حصہ وصول کرنے کی بات ہوئی تھی۔ خیر! اب ہوٹل کی ۲۵ فیصد جتنی رأس المال کی مقدار وصول ہوگئی تمام بھائی الگ ہوگئے، بقیہ ۷۵ فیصد ہوٹل کا رأس المال وصول ہونے کے بعد ہم کو ملکیت میں اور ہر سال جو نفع ہوٹل سے ملے اس میں ہماری محنت کے عوض جو حصہ لینا طے ہوا ہو ملے گا؟

اب ہمارے چھوٹے بھائی کا کہنا ہے کہ جب بھی ہوٹل کا رأس المال وصول ہوجاوے اور آپ کو ملکیت کا حصہ اور ہر سال محنت کے عوض کے حصہ میں جو روپیہ ملے یعنی ۲۵ فیصد شرکت میں محنت ہوئی جس میں ہمارا بھی حق بنے گا ہم کو جو حصہ دیا گیا ہے یہ محنت کے عوض ہے، پیسہ دیا نہیں ہمارے بھائیوں کا مطالبہ ہے کہ ۲۵ فیصد مشترکہ حصہ میں نفع ہوا اس میں ہم کو حصہ ملنا چاہیئے، تو شریعت کے اعتبار سے تین

چھوٹے بھائی بڑے بھائی سے کیا مطالبہ کر سکتے ہیں؟ اس کا جواب عنایت فرمائے۔

جواب : ۴/۱۷۹ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

ہوٹل کا رأس المال وصول ہونے پر جو حصہ بڑے بھائی نے دینے کے لئے کہا ہے وہ ایک انعام دینے کا وعدہ ہے، جو رأس المال کے وصول ہونے تک ان کے یہاں نوکری کرے گا اسے بطور انعام دیا جائے گا، جس میں آپ بھائیوں کی محنت یا رأس المال میں بھی حصہ نہ ہو اس لئے اس حصہ میں سب بھائیوں کا حصہ لگے گا۔

تجارت باپ کی سمجھی جائے گی۔

سوال : ۵/۱۸۰

ایک باپ اپنے بڑے بیٹے کو کچھ رقم دے کر جہاں وہ رہتا ہے وہاں سے تقریباً ۱۵۹۰ کیلومٹر دور تجارت کرنے کے لئے بھیجتا ہے لڑکے کو پورا مال سامان وہاں سے باپ خرید دیتا ہے اپنے یہاں سے خرید کر بھیجتا ہے لڑکے کا اور باپ کا مکان کا خرچ دوکان میں سے وصول کیا جاتا ہے، باپ کی ذمہ داری صرف مال خریدنے کی ہے اور لڑکا مال بیچ کر باپ کو پیسہ دیتا ہے، کچھ رقم تاجروں کو بھی دینا ہوتی ہے باپ کے پاس وقت زیادہ رہتا ہے اس لئے باپ ملازمت کرنا طے کرتا ہے تاکہ دوکان پر زیادہ بوجھ نہ پڑے، ہاں نوکری کرتا ہے وہاں بھی یہ شرط رکھی ہے کہ وہ اپنی دوکان کے لئے مال خریدنے اور تاجروں کو رقم ادا کرنے کے لئے کام چھوڑ کر جائے گا، اس کے بعد تقریباً دو سال گذرنے پر دوسرا لڑکا جو بیرون ملک تعلیم حاصل کر رہا ہے وہ دوکان پر آ کر بیٹھتا ہے، باپ اس کو اپنے پاس رکھ لیتا ہے اور مال خریدنے کی پوری ذمہ داری سپرد کر دیتا ہے، باپ اور لڑکا جہاں رہتے ہیں اس مکان، گاڑی اور کھانے کا خرچ باپ جہاں نوکری کرتا ہے وہ لوگ دیتے ہیں، کم پڑنے پر دوکان کی آمدنی میں سے کچھ حصہ وصول کیا جاتا ہے، پھر اور ایک سال کے بعد تیسرا لڑکا بھی آتا ہے، وہ تین

سال رہ کر واپس جس ملک سے آیا تھا چلا جاتا ہے، اس کو بھی وہاں تجارت کرنے کے لئے اور دوسری امداد کے لئے بڑا بھائی خرچ دیتا ہے، چھے سال کے بعد بڑے لڑکے کا (اپنے باپ کو) کہنا ہے کہ یہ سب میری ملکیت ہے جس میں بھائیوں اور آپ (باپ) کا کوئی حق نہیں، اس تجارت میں سب سے زیادہ محنت بڑے لڑکے کی ہے۔ مذکور دونوں بھائی اور ایک بہن کا شادی کا تمام خرچ دوکان کی آمدنی میں سے لیا گیا ہے۔(جو اطلاعا عرض ہے)

باپ نے جس وقت تجارت کرنے کے لئے رقم دی اس وقت ایسی کوئی نیت نہیں کی تھی کہ لڑکے کو یہ رقم دے کر اپنی ملکیت میں سے الگ کر دیا گیا ہے۔ امید رکھتے ہیں کہ شریعت کے اعتبار سے اس تجارت میں کس کا کتنا حصہ اور حق بنتا ہے یا نہیں؟ اس کی تفصیل بیان فرما کر مہربانی فرمائیں۔

مزید یہ کہ لڑکا جہاں دوکان کرتا ہے وہاں کسی قسم کا مال خریدا نہ جاتا تھا، جہاں باپ رہتا ہے وہیں سے پورا مال باپ خرید کر بھیجتا تھا۔

جواب : ۵/۱۸۰ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

باپ نے جب لڑکے کو تجارت کرنے کے لئے رقم دی ہے، نہ کے بیرون ملک جانے کے لئے! اور اس رقم سے باپ بیٹا دونوں تجارت کرتے ہیں اور لڑکا مال بیچ کر باپ کو پیسہ دیتا ہے، اس تجارت میں جو آمدنی یا نفع ہوتا ہوگا یہ تجارت باپ کی سمجھی جائے گی۔ شریعت کے اعتبار سے یہ تجارت باپ کی ہے اس لئے باپ کی وفات کے بعد شرعی ورثاء کو حصہ ملے گا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

لڑکے کی ملکیت میں باپ کو اختیار ہے یا نہیں؟

سوال : ۶/۱۸۱

(۱) ایک باپ کے دو لڑکے ہیں دونوں الگ الگ تجارت کر کے اپنا نفع الگ

الگ جمع رکھتے ہیں تو اتفاق سے باپ دونوں لڑکوں کی آمدنی کو برابر طور پر تقسیم کرنے کا اختیار رکھتا ہے یا نہیں؟

(۲) باپ کا خود کا ایک مکان ہے اور پھر دوسرا لڑکا محنت کر کے دوسرا مکان اس کے ساتھ بناتا ہے، تو کیا باپ کو یہ اختیار ہے کہ اس مکان میں دوسرے لڑکے کو بھی شریک بنادے۔

(۳) ایک لڑکا بڑی تجارت کرتا ہے اور دوسرے بھائی کو ضرورت پڑنے پر اپنی دوکان پر دیکھ بھال کرنے کے خاطر دوکان پر بٹھاتا ہے اب وہ بھائی اس دوکان پر قبضہ کرلے تو اس کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۴) ایک لڑکے کی تجارت اور روزگار ختم ہوجاوے اور گھر سے باہر چلا جائے ایسے حالات میں لڑکا باپ کا سہارہ لینے پر ظلم ہو تو کیا کرنا چاہیئے؟

(۵) دوکان کی دیکھ بھال کرنے والے بھائی نے ضرورت کے مطابق پیسوں کی امداد کی ہو اور دوکان میں پیسے لگائے ہوں تو اس بھائی کو مجھے کس طرح حصہ دینا چاہیئے؟ اس کا جواب عنایت فرمائیے۔

جواب: ۱۸۱/۶ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

ماں باپ کے اپنی اولاد پر بہت سے حقوق ہیں، اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اپنی عبادت کے ساتھ ساتھ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک اور احسان کرنے کا بہت تاکید کے ساتھ حکم فرمایا ہے اور حدیث شریف میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ماں باپ کے حقوق کا خیال رکھنے کا اور ان کو راضی رکھنے کا حکم دیا ہے۔ اس لئے حتی الامکان ماں باپ کو راضی رکھنے کی کوشش کرنی چاہیئے، بشرطیکہ ماں باپ کی اطاعت میں اللہ کی نافرمانی نہ ہوتی ہو۔

مفتیان کرام نے لکھا ہے کہ باپ اور بیٹے ساتھ مل کر ایک ہی تجارت ایک

ساتھ کرتے ہوں اوران کا کھانا، پینا بھی ایک ساتھ ہوتو پوری کمائی اور تجارت باپ کی سمجھی جائے گی باپ کی وفات کے بعد اس ملکیت میں ان کے شرعی ورثاء میں شریعت نے بتائے ہوئے حصوں کے مطابق تقسیم کیا جائے گا۔ (شامی:۲۸۳/۳)

اور باپ کی حیاتی میں دینا چاہے تو سب کو برابر طور پر حصہ دینا چاہیئے۔
(فتاوی محمودیہ:۶۰/۵)

اگر لڑکا باپ سے الگ ہوکر اپنی تجارت روزگار کرتا ہے اور کھانے پینے کا حساب بھی الگ رکھتا ہے یا ماں باپ کے ساتھ رہتا ہے مگر باپ اس کے کاروبار میں معین و مددگار نہیں تو ایسی حالت میں یہ کمائی خود کی سمجھی جائے گی اور اس کمائی میں باپ کا حصہ نہیں لگے گا۔ (فتاوی رحیمہ:۱۶۰/۶)

(۱) فتاوی کی کتابوں میں ذکر کیا گیا ہے کہ لڑکے خود کماتے ہوں اور ہر ایک کا کاروبار اور تجارت الگ ہوں تو باپ کے لئے لڑکوں کی ملکیت برابر طور پر تقسیم کرنے کا اختیار نہیں۔

(۲) اپنی کمائی اور محنت سے لڑکے نے جو مکان بنایا ہے وہ اسی کا سمجھا جائے گا، باپ کے لئے وہ مکان دوسرے لڑکے کو دینے کے لئے اختیار نہیں۔

(۳) بڑے لڑکے نے واقعۃً اپنے بھائی کو اپنی دوکان پر دیکھ بھال رکھنے کے لئے بٹھایا ہو اور شریک نہ بنایا ہو تو اس بھائی کا دوکان پر قبضہ کر لینا ظلم ہے۔

(۴) اچھے دین دار لوگوں کی پنچایت بنا کر اس کا حل نکالنا چاہیئے اور جو بھی بھائی بے انصافی اور ظلم سے کام لیگا اور جو معین ہوگا وہ گنہگار اور ظالم سمجھا جائے گا۔

(۵) جس بھائی کو تجارت پر دیکھ بھال رکھنے ہی کے لئے بٹھایا ہے اور اس نے اپنی رقم اپنے بھائی کو تجارت کرنے کے لئے قرض کے طور پر ہی دی ہے تو ایسی حالت میں اس کو اس تجارت پر بیٹھ کر نوکری کرنے والے کو جو تنخواہ مل سکتی ہو اس تنخواہ

جتنی رقم اس بھائی کو دینی چاہیئے۔ اور اگر بھائی نے اپنی رقم شرکت کے طور پر دی ہو تو جو نفع متعین کیا گیا ہو اس کے مطابق نفع دیا جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔
(تاریخ: ۱۴۰۹/۴/۱۰)

شرکت میں سے کوئی ایک شریک کرایہ کی ملکیت خرید لے۔

سوال: ۷/۱۸۲

ایک ملکیت جس کے کرایہ دار ہمارے والد صاحب تقریباً پچیس تیس سال سے پرانے کرایہ دار تھے اس مکان کو ہمارے والد صاحب تجارت کے کام کے لئے استعمال کرتے تھے، ہمارے والد صاحب کے دو بیٹے تھے۔ (۱) اسماعیل حسین بادشاہ۔ عمر ۴۸ سال (۲) مولانا ایوب حسین بادشاہ۔ عمر ۴۴ سال ہے۔ ہمارے والد صاحب کے انتقال کے بعد وہ ملکیت ہمارے دونوں بھائیوں کے حصہ میں آئی، یعنی کہ ہم دونوں بھائی مشترکہ طور پر رہتے ہیں یعنی اس ملکیت پر ہم دونوں بھائیوں کا قبضہ ہے۔

مکان مالک نے اس مکان کو بیچنے کا ارادہ فرمایا اور ہمارے بڑے بھائی اسماعیل حسین بادشاہ نے مجھے یعنی چھوٹے بھائی کو اطلاع کیئے بغیر اپنے لڑکے کے نام اس ملکیت کا بیعانہ خط کر لیا، پیسے بھی ان کا لڑکا جو سعودی ہے اس سے وصول کر لیئے تو اس ملکیت میں میرا یعنی چھوٹے بھائی کا حق لگے گا یا نہیں؟ یا ہم ملکیت کی قیمت کا آدھا حصہ بڑے بھائی کو دے دے تو شرعی اعتبار سے اس ملکیت میں ہمارا حق لگے گا یا نہیں؟ وہ آپ مطلع فرمائیں، فی الحال اس ملکیت کا دستاویز نہیں ہوا ہے۔

جواب: ۷/۱۸۲ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

کرایہ کی ملکیت جو مشترکہ تھی اس ملکیت کو ایک شریک اگر خرید لے تو اس میں دوسرے کرایہ دار کا حق نہیں لگے گا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

باب : ۱۵
وقف
قبرستان کے مسائل

حرام مال سے قبرستان کی دیوار بنانا۔

سوال : ۱/۱۸۳

گاؤں کے مؤمن بھائیوں کے حالت غریب ہے، اور قبرستان کے چاروں طرف دیوار بنانا چاہتے ہیں، جس کا اندازہ ۷۵۰۰۰ کے قریب ہے، قبرستان میں غیر مسلم آ کر رات کو زنا کاری، پیشاب۔ پاخانہ کرتے ہیں، اور قبرستان کے درختوں کو کاٹ کر لے جاتے ہیں اس لئے اگر مؤمن جادوگر اس میں چندہ دیوے تو جائز ہے یا نہیں؟ اور زکوۃ کی رقم اس میں لگانا جائز ہے یا نہیں ؟ تفصیل سے جواب ارسال فرمائیں۔

جواب : ۱/۱۸۳ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

جادوگر کی وہ کمائی ہو یا ہاتھ چالاکی سے حاصل ہوئی ہو وہ حرام ہے، حرام مال جس کے پاس سے آیا ہو، اگر وہ معلوم ہو تو اس کو واپس کر دینا چاہیئے، جادوگر کے پاس جو مال حرام ہے ان کے مالک کا پتہ نہ ہونے کی وجہ سے اس کا حکم سود کی رقم جیسا ہے، اس کو غریب محتاج کو ثواب کی نیت کے بغیر دے دیں۔ اور مفتیان کرام نے رفاہ عام کے کاموں میں خرچ کرنے کی اجازت دی ہے، اس بنا پر صورت مسئلہ میں جادوگر کی آمدنی سے قبرستان کی دیوار بنانے کی گنجائش ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

غیر مستعمل قبرستان کے مختلف مسائل۔

سوال : ۲/۱۸۴

ہمارے گاؤں میں چار قبرستان ہیں، جن کے چاروں طرف تار لگائے گئے

ہیں، ان میں سے ایک قبرستان ایسا ہے کہ جس کا استعمال آج تک نہیں ہوا ہے، یعنی اس میں آج تک ایک میت کو بھی دفنایا نہیں گیا ہے، اور اس قبرستان کے بعض حصہ پر گاؤں کے کچھ مسلم لوگوں نے قبضہ کر کے گھر بنا لیئے ہیں، تقریباً پندرہ، بیس سال سے گاؤں کے لڑکے کریکیٹ کھیلتے ہیں۔

ہمارے گاؤں کی ایک مسلم ویلفیر سوسائٹی اور گاؤں کے بڑے لوگ اور گاؤں کے سرپنچ جو مسلمان ہیں، سب نے ملکر قبرستان میں ہائی اسکول کا مکان بنانے کے لئے متفقہ طور پر فیصلہ کیا اور گاؤں کے ذمہ دار لوگوں نے دستخط کر دیئے، اس کے بعد گاؤں پنچایت سے منظوری لے کر، ضلع کلکٹر کے پاس اس جگہ کا مطالبہ کیا گیا، (کیوں کہ یہ جگہ سرکاری ملکیت ہے) اس لئے محترم کلکٹر کی طرف سے ہائی اسکول بنانے کے لئے یہ جگہ مسلم ویلفیر سوسائٹی کو دی گئی ہے، جس کی زیروکس اس کے ہمراہ شامل ہے۔

یہ قبرستان کی جگہ کسی مسلمان بھائی نے اپنی ملکیت میں سے وقف کی ہوئی نہیں ہے، بلکہ تقریباً چالیس سال پہلے حکومت کی طرف سے گاؤں والوں کو ملی تھی، جس میں آج دن تک ایک میت بھی دفن نہیں کی گئی، اس جگہ کے بدلہ میں مسلم ویلفیر سوسائٹی اپنی مالکی کی جگہ قبرستان کو دینے کے لئے رضامند ہیں اور مہربان کلکٹر صاحب کے حکم کے مطابق یہ جگہ اب مسلم ویلفیر سوسائٹی کے نام ہو جاوے اس کا امکان ہے، اگر اس جگہ میں ہائی اسکول کی عمارت تعمیر نہ کی جائے تو حکومت دوبارہ اس زمین کو واپس لے لے گی۔ گاؤں کی مسلم سوسائٹی کے پاس جو زمین ہے وہ گاؤں کے بالکل قریب ہے مگر یہ زمین تعمیر کے قابل نہیں ہے، زمین زیادہ نرم ہونے کی وجہ سے اس میں کچھ حرج آنے کا امکان ہے، اور ایک سے ڈیڑھ لاکھ روپیہ تک خرچہ زیادہ ہونے

کا تخمینہ ہے، اور گاؤں کے مسلمانوں کے پاس اتنی زیادہ رقم کا انتظام نہیں ہے، اور گاؤں کے جن مسلمان بھائیوں نے پیسہ دیا ہے، وہ غلط طور پر استعمال ہونے کا امکان ہے۔ گاؤں کے قریب ہائی اسکول کے مناسب ایسی کوئی جگہ نہیں ہے، اور ملنے کا امکان بھی نہیں ہے۔

ان تمام وجوہات کو مدنظر رکھتے ہوئے قبرستان والی زمین جس میں ابھی تک ایک میت کو بھی دفنایا نہیں گیا ہے، اسی لئے محترم کلکٹر صاحب نے ہائی اسکول کا مکان تعمیر کرنے کے لئے مسلم ویلفیر سوسائٹی کو دی ہے؛ تو اس جگہ میں ہائی اسکول کا مکان تعمیر کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب : ۲/۱۸۴ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

سوال میں جو تفصیل درج کی گئی ہے اگر وہ بالکل صحیح ہے اور وہ زمین کسی کی طرف سے میت کو دفنانے کے لئے وقف بھی نہیں کی گئی ہے اور وہ سرکاری ہی زمین ہے جس کو سرکار نے مسلموں کے قبرستان کے استعمال کے لئے دی تھی مگر مسلمانوں نے اس جگہ کا استعمال قبرستان کی حیثیت سے آج تک نہیں کیا یعنی آج تک اس قبرستان میں کسی کی تدفین نہیں ہوئی اس لئے گاؤں کے مسلمان اس جگہ پر ہائی اسکول کی عمارت تعمیر کرنا چاہتے ہیں جس کی اجازت حکومت کی طرف سے دی گئی ہے تو اس جگہ کا استعمال سرکاری اجازت سے ہائی اسکول کی عمارت تعمیر کرنے کے لئے جائز ہے۔

اور اگر یہ جگہ قبرستان کے لئے وقف ہوگی تو قبرستان کے علاوہ کسی دوسرے کام میں اس کا استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(عزیز الفتاوی: ۱/۵۶۹، کفایت المفتی: ۷/۱۳۹)

گاؤں لوگوں کے پانی کے لئے قبرستان میں کنواں کھودنا۔

سوال : ۳/۱۸۵

امید ہے کہ مندرجۂ ذیل دوسوالوں کے جواب شریعت کی روشنی میں عطا فرمائیں گے، اللہ آپ کے علم میں زیادتی عطا فرما کر اس کی روشنی سے تمام امت کو فائدہ پہنچائے۔

(۱) قبرستان میں کنواں کھودنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) قبرستان کے کنویں کا پانی گاؤں کے لوگ اپنے استعمال میں لے سکتے ہیں یا نہیں؟ پانی کے استعمال کے مطابق جو خرچ ہو وہ خرچ قبرستان کمیٹی کو گاؤں والے ادا کریں یا نہ کریں دونوں صورتوں میں کیا حکم ہے؟

جواب : ۳/۱۸۵ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

(۱) جو جگہ میت کو دفن کرنے کے لئے دی گئی ہو (قبرستان کے لئے جو جگہ وقف ہو) تو اس قبرستان میں قبرستان کے کام کے لئے کنواں کھودنا جائز ہے۔

(۲) گاؤں کے لوگوں کو پانی دینے کے لئے وقف قبرستان میں کنواں کھودنا جائز نہیں، کیوں کہ وقف کے مقاصد اور اس کی شرائط میں تبدیلی کرنا جائز نہیں ہے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

قبرستان میں مسجد بنانا۔

سوال : ۴/۱۸۶

ہماری شیخ مسلم برادری کے چار قبرستان ہیں جن کو (۱) (۲) (۳) (۴) نمبر دیئے گئے ہیں، جن کا انتظام ہمارے چار محلوں کے ایک ایک ذمہ دار کرتے ہیں۔
(۱) تقریبا ۱۵۰ سال سے ہے، (۲) ۱۰۰ سال سے ہے، (۳) ۷۰ سال سے ہے،

(۴)۵۰سال سے ہے۔

ہمارے یہاں قبریں اینٹوں سے تعمیر کی جاتی تھی اس لئے ہر ایک قبرستان میں کونے میں مٹی کھود کر اینٹیں بنائی جاتی تھی، جس کی وجہ سے زمین میں کھڈے ہوجانے کی وجہ سے ایک قبر بھی وہاں پر بنائی نہیں گئی، نمبر (۳) میں دوسو پچاس فٹ لمبا اور ایک سو پچاس فٹ چوڑا، اینٹیں بنانے والوں نے کھڈا کر دیا ہے اس میں بھی آج تک ایک میت کو دفن نہیں کیا گیا ہے، اور اب کے بعد وہاں کوئی قبر بھی نہیں بنے گی کیوں کہ ۵۔۶ فٹ گہرا کھڈا ہے، نمبر (۳) میں ایک ایکر جتنی زمین ۷۰ سال سے کرایہ پر دی ہے۔ نمبر (۴) میں دو ایکڑ جتنی زمین ۵۰ سال سے کرایہ پر دی ہے۔ نمبر (۳) کے اطراف میں اچھی خاصی بستی آباد ہو چکی ہے، اس لئے ہم نے وہاں مسجد کی ضرورت ہونے کی وجہ سے ٹرسٹی صاحبان کو عرض کیا کہ آپ لوگ نمبر (۳) میں ۲۵۰ فٹ لمبا اور ۱۵۰ فٹ چوڑا کھڈا ہے اس میں ۴۰×۴۰ کی مسجد تعمیر کرنے کی اجازت دیں تاکہ ہم مسجد بنائیں، اس لئے ٹرسٹی صاحبان نے مشورہ کر کے باتفاق آراء مسجد بنانے کی اجازت دی، تو اس میں شریعت کے حکم کے مطابق مسجد بنا سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: ۱۸۶/۴ حامدًا ومصلیًا ومسلمًا۔ ھوالموفق للصواب۔

نمبر (۳) والے قبرستان کے جس حصہ میں آج تک تدفین نہیں ہوئی ہے اور دوسرے قبرستان ہونے کی وجہ سے مستقبل میں بھی تدفین کا امکان نہیں ہے تو ایسی خصوصیت کی وجہ سے نمبر (۳) والے قبرستان کی اس جگہ میں مسجد بنانا مناسب ہے، شریعت کے اعتبار سے کوئی حرج نہیں ہے۔

ٹرسٹی صاحبان نے متفقہ طور پر اپنا فیصلہ بھی لکھ کر دے دیا ہے اس لئے اس جگہ پر مسجد بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(فتاوی محمدیہ:۶/۱۹۸)

قبرستان کو دوسرے استعمال میں لینا۔

سوال : ۵/۱۸۷

سورت بڑے خاں چکلہ، قاضی غلام علی مسجد وقبرستان شہر میں مشہور ہے، مسجد پرانی ہونے کی وجہ سے نئی تعمیرات کا کام شروع کیا، اور محلّہ میں مسجد کمیٹی بنی، مسجد کے ٹرسٹیوں کے پاس سے مسجد کمیٹی نے اختیارات حاصل کر کے مسجد کا کام شروع کیا، مسجد کا جو احاطہ تھا اس احاطہ سے جو پرانی مسجد کا محراب تھا اس سے آگے معلق قریب ڈیڑھ فٹ اونچا محراب قبرستان کے احاطہ میں بنادیا، محراب کے نیچے اولیاء کی قبر آ گئی، قبر سے ایک فٹ اور کچھ اوپر محراب بنایا، محراب کے نیچے ایک قبر پوری ڈھک گئی اور دو قبروں کا پائتی والا حصہ آ گیا ہے، جو قبریں ہیں ان میں ایک قبر حضرت حافظ بڑے خاں صاحبؒ کی ہے، جن کے نام سے یہ محلّہ مشہور ہے، پرانے زمانہ سے مسجد اور قبرستان کے حصے الگ ہیں لیکن بنے ہوئے قبرستان میں دو حصے ہیں (۱) بزرگوں کے مزارات ہیں، (۲) عام لوگوں کے لئے ہیں۔

نوٹ: محلّہ میں مخالفت ہے، نفاق پیدا ہو گیا ہے۔

جواب : ۵/۱۸۷ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

واقف نے مسجد وقبرستان کے پورے احاطہ کو مسجد اور مردے دفنانے کے لئے دیا ہو تو ایسی صورت میں مسجد شہید کرنے کے بعد مسجد کشادہ کرنے کے لئے ان قبروں کی جگہ جو جہاں پر مردے مرور زمانہ کی وجہ سے گل سڑ کے مٹی ہو گئے ہوں تو اس جگہ پر تعمیر کرنا جائز ہے۔

كماجاز زرعه والبناء عليه اذا بلي وصار ترابا. (شامی: ۱/۶۶۲)

اور اگر یہ جگہ مسجد کے لئے وقف ہو، قبروں کے لئے وقف نہ ہو تو جب سے

میت کے اجزاء باقی نہ رہنے کا ظن غالب ہو جائے تو قبروں پر تعمیر یا زراعت یا وہ کام کرنا جس کے لئے وہ زمین وقف کی گئی ہے وہ جائز ہے۔ ہاں! اگر یہ قبروں والی جگہ صرف قبروں کے لئے وقف کی گئی ہو تو ایسی صورت میں میت دفنانے کے علاوہ دوسرے کام میں استعمال کرنا منع ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

قبرستان میں بولڈوزر پھرانا۔

سوال : ۶/۱۸۸

قبرستان کی زمین جس میں برسوں سے قبرستان کے بعض حصوں میں میت کو دفنایا نہ جاتا ہو اور افتادہ زمین ہو اس پر بولڈوزر پھرا کر ہموار کر سکتے ہیں؟

جواب : ۶/۱۸۸ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

قبرستان کی وہ زمین جس میں برسوں سے میت کو دفنایا نہ جاتا ہو اور قبروں کے آثار بھی معلوم نہ پڑتے ہوں ایسی زمین میں بولڈوزر پھرا کر ہموار کر سکتے ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

قبرستان کی مرمت کے لئے اسٹیج شو کرنا۔

سوال : ۷/۱۸۹

ایک قبرستان جو ممبر صاحبان کی جہالت اور کم علمی کے بسبب سرکاری دفتر میں سرکاری نام پر چلتا ہے، مذکور قبرستان میں غیر مسلموں نے غیر قانونی طور پر جھونپڑے بنا کر پیشاب پاخانہ کرتے ہوں اور مورتیاں رکھ کر بت پرستی بھی کرتے ہیں اس قبرستان کے لئے چاروں طرف دیوار اور مسجد بنانے کے لئے بڑی مقدار میں رقم کی ضرورت ہونے پر قبرستان کے نام سے اسٹیج شو رکھ کر اس کی آمدنی سے مذکورہ بالا کام کر سکتے ہیں یا نہیں؟

حدیث کی روشنی میں مذکورہ بالا دونوں سوالوں کے جواب تفصیل کے ساتھ

بیان فرمانے کی عاجزانہ گذارش ہے۔

جواب: ۷/۱۸۹ حامدًا ومصليًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

قبرستان کی دیوار کو پکی بنا کر اس کی حفاظت کرنا بہت اچھا کام ہے، وقف کی حفاظت کرنا ہماری دینی ذمہ داری ہے، لہذا آپ نے جو کام اٹھایا ہے وہ قابل تعریف ہے۔

مگر اسٹیج شو کرنے کے بارے میں آپ کیا کہنا چاہتے ہو؟ اس کی وضاحت کرنا ضروری ہے، اگر کسی فلمی اداکار کو بولا کر ناچ گان کی محفل کر کے رقم جمع کرنا چاہتے ہو تو اس طور پر کرنا بہت بڑا گناہ کا کام ہے اور اگر دین کی مجلس کا انعقاد کر کے لوگوں میں وقف کی حفاظت کے متعلق بیداری پیدا کرنا چاہتے ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

تعاونوا على البر و التقوى ولا تعاونوا على الاثم والعدوان.

قبرستان میں مکان بنا کر رہ سکتے ہیں ؟

سوال: ۸/۱۹۰

ہمارے گاؤں میں مسلم جماعت نے ایک بھائی کو درگاہ اور قبرستان کی حفاظت کے لئے متعین کیا ہے، اس بھائی کو قبرستان کے احاطہ میں ایک چھوٹا سا روم بنادیا ہے، مذکور روم کی چاروں طرف قبریں ہیں، جس روم میں مذکور بھائی رہتے ہیں فی الحال ان کی شادی کرنا ہے تو کیا وہ اس روم میں اپنی بیوی کے ساتھ اور مستقبل میں ہونے والی اولاد کے ساتھ رہ سکتے ہیں؟ اس کے متعلق شرعی اعتبار سے کوئی حرج ہوگا یا نہیں؟

جواب: ۸/۱۹۰ حامدًا ومصليًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

قبرستان میں قبرستان کی حفاظت کے خاطر حفاظت کرنے والے آدمی کے لئے جو روم بنایا ہے اس میں شادی ہونے کے بعد اور اپنی بیوی اور اولاد کے ساتھ رہنا

جائز ہے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مسجد کے مسائل

مسجد کا کھیت تبدیل کرنا۔

سوال : ۹/۱۹۱

ہمارے گاؤں کی مسجد میں دو بھائیوں نے اپنے والد صاحب کے انتقال کے بعدان کے ایصال ثواب کے لئے کھیت بخشش کیا تھا،جس کا بلوک نمبر۱۸۳ ہے،کھیت اپنے اصلی مالکوں کے نام پر ہے؛مسجد نے اس پر قبضہ کیا ہے،جس کی سالانہ آمدنی تقریبا ۹۰۰ روپیہ ہے، اب مذکور کھیت کے مقابلہ میں اچھا کھیت دوسرے علاقہ پڑتا ہےاس کے مالک مسجد والے کھیت کے ساتھ تبدیلی کرنا چاہتے ہیں جس میں مسجد کا فائدہ ہے،مزید براں مسجد کے ٹرسٹی صاحبان بھی متفق ہیں،مسجد میں بخشش دینے والے دو آدمیوں میں سے ایک حیات ہے،وہ اور مرحوم کے ورثاء تبدیلی کرنے پر متفق ہیں اور مسجد کے ٹرسٹی صاحبان کو کسی بھی قسم کی تبدیلی کرنے کے لئے مکمل اختیار دیتے ہیں؛تو شریعت کے اعتبار سے اس کی تفصیل عنایت فرما کر مہربانی فرمائیں۔

جواب : ۹/۱۹۱ حامدًا ومصليًا ومسلما۔هوالموفق للصواب۔

جس آدمی نے کوئی زمین،مکان وغیرہ وقف کیا ہو اور وقف کرنے کے وقت وقف نامہ میں ضرورت کے وقت اسے بیچ کر دوسری ملکیت لینے کے بارے میں شرط نہ رکھی ہو تو ایسی صورت میں اس کو بیچ کر دوسری ملکیت لینا جائز نہیں ہے۔

مگر وہ زمین یا مکان کسی بھی فائدہ کی نہ رہے تو جماعت کے مشورہ سے دوسرا مکان خرید کر سکتے ہیں اور اگر وہ زمین یا مکان کار آمد تو ہو اور اس کی آمدنی بھی آتی ہو

لیکن کم ہوتو اس کو بیچ کر بدلہ میں دوسرا لینا جائز نہیں۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مسجد کے اخراجات اور تنخواہ کے لئے فرضی طور پر چندہ وصول کرنا۔

سوال: ۱۰/۱۹۲

ہمارے گاؤں میں مسجد کا لائٹ بل اور مؤذن کی تنخواہ اور مدرسہ کے مدرسین کی تنخواہ گاؤں میں چندہ وصول کر کے دیا جاتا ہے، وہ چندہ گاؤں کی کمیٹی نے شادی شدہ ہر فرد پر ۲۰۰ روپیہ فرض کر رکھا ہے، جو سالانہ ان کے پاس سے لئے جاتے ہیں، جن کی مرضی نہ ہو وہ کم بھی دیتے ہیں، تو ضروری طور پر جو ۲۰۰ روپیہ لئے جاتے ہیں اس طور پر لینا جائز ہے یا نہیں؟ ضروری طور پر اگر وصول نہ کیا جائے تو مسجد کے لائٹ بل اور دیگر چیزوں کا خرچ مؤذن اور مدرسہ کے مدرسین کی تنخواہ بھی وصول نہیں ہوتی، مدرسہ بند ہو جائے ایسا خطرہ ہے، تو ایسے حالت میں ہر کام جاری رکھنے کے لئے ضروری طور پر چندہ وصول کرنا جو گاؤں کی کمیٹی والوں نے متعین کیا ہے اس کا لینا کیسا ہے؟ جواب دیکر مہربانی فرمائیں۔

(۲) فقط مدرسہ کے جاری رہنے کے لئے اور مدرسین کی تنخواہ میں خرچ کرنے کے لئے گاؤں کی کمیٹی نے ہر شادی شدہ پر ۲۰۰ روپیہ ضروری کر رکھا ہے، جس کا بچہ مدرسہ میں پڑھتا ہو یا نہ پڑھتا ہو، اور گاؤں کے دستور کے مطابق ۲۰۰ روپیہ ضروری کر رکھے ہیں تو اس طور پر ضروری ٹھہرا کر روپیہ لینا کیسا ہے؟ اگر ضروری طور پر چندہ وصول نہ کیا جائے تو مدرسہ بند ہونے کا خطرہ ہے، مدرسہ بند ہو جائے تو دینی کام بھی رک جائے وہ بھی مناسب نہیں ہے، تو اس طور پر کرنا کیسا ہے؟ جواب دیکر مہربانی فرمائیں۔

مذکورہ مسئلہ میں مسجد کے خرچ کے ساتھ مسجد کا لائٹ بل اور مؤذن کی تنخواہ بھی داخل ہے اور اس مسئلہ میں صرف مدرسہ اور مدرسین کی تنخواہ کے لئے ضروری طور پر

چندہ وصول کرنے کی شکل ہے۔ جواب کا منتظر۔

جواب: ۱۰/۱۹۲ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

آپ کے سوال کے جواب لکھنے سے پہلے قرآن کریم اور حدیث شریف اور مسائل کی معتبر کتابوں کی روشنی میں کچھ باتیں ذکر کرتا ہوں:

(۱) دینی تعلیم یا علم حاصل کرنے کے دو درجے ہیں، فرض عین اور فرض کفایہ۔ ہر مسلمان کے لئے اپنے سے متعلق مسائل کا جاننا فرض عین ہے، فرض عین ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اپنے سے متعلق مسائل کو نہ سیکھے تو گنہگار ہوگا، جیسے بالغ ہوتے ہی اس پر نماز فرض ہوتی ہے، اس پر نماز کے متعلق علم اور مسائل کا جاننا فرض عین ہے، ایسے ہی اگر کوئی مالدار ہو جس پر زکوۃ اور حج فرض ہوتا ہو تو اس پر حج اور زکوۃ کے مسائل جاننا فرض ہے، ایسے ہی روزہ اور ہر وہ عمل جس کو مؤمن کرنا چاہتا ہو اس کے متعلقات کا علم حاصل کرنا فرض ہے۔ جس کو دوسرے الفاظ میں یوں تعبیر کر سکتے ہیں کہ جو بھی حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اس حکم کو ادا کرنے کا علم حاصل کرنا فرض عین ہے۔

مذکورہ تفصیل کے ساتھ کسی بھی چیز کے مسائل کا ضرورت سے زیادہ علم حاصل کرنا یعنی اللہ کا حکم اس کی طرف متوجہ ہوتا ہو یا نہ ہوتا ہو اس کو ضرورت سے زیادہ حاصل کرنا یا دوسرے لوگوں کو بھی ضرورت نہ پڑتی ہو ایسی چیزوں کا علم حاصل کرنا یا دوسرے لوگوں کو ضرورت پڑتی ہو ان کی رہنمائی کرنے کے لئے علم حاصل کرنا فرض کفایہ ہے۔ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

واعلم أن تعلم العلم يكون فرض عين، وهو بقدرمايحتاج لدينه وفرض كفاية، وهو مازاد عليه لنفع غيره، وهو مندوباً وهو التبحر فى الفقه.

مزید اس کی تشریح میں ارشاد فرماتے ہیں:

من فرائض الاسلام تعلم مایحتاج الیه العبد فی اقامة دینه و اخلاص عمله للّٰہ تعالیٰ ومعاشرة عباده، وفرض علی کل مکلف ومکلفة بعد تعلمه علم الدین والحمایة تعلم علم الوضوء والغسل والصلوة والصوم وعلم الزکاة لمن له نصاب والحج لمن وجب علیه، والبیوع علی التجار لیحترز عنه الشبهات و المکروهات فی سائر المعاملات، وکذااصل الحرف، وکل من اشتغل بشئی یفرض علیه علمه وحکمه یمتنع عنه الحرام فیه. (شامی: ۱/۱۲۵، ۱۲۶)

مدرسہ کے مسائل

مدرسہ کی عمارت میں لڑکیوں کو متوسط درجہ کی تعلیم دینا۔

سوال: ۱۱/۱۹۳

آپ حضرت کی خدمت میں عرض یہ ہے کہ انگلینڈ میں متوسط درجہ کی تعلیم ۱۶ سال کی عمر تک فرض ہے، اور اکثر اسکولیں مخلوط (لڑکے، لڑکیاں ساتھ تعلیم لیتے) ہیں جس سے لڑکے اور لڑکیوں کے کچھ مسائل وجود میں آتے ہے مزید برآں وہ اسکولیں جنس کی تعلیم، گانا، ناچنا وغیرہ کی اجتماعی تعلیم دیتی ہیں، ایسے ماحول میں کیا کیا مسائل اور سوال پیدا ہوسکتے ہیں وہ آپ اچھی طرح سمجھ سکتے ہو ان چیزوں کو مدنظر رکھ کر اخیری ۱۴ سال سے اسکول شروع کی گئی تھی اس مدرسہ کی عمارت میں صرف شام ۵ بجے سے ۷ بجے تک مدرسہ کی تعلیم دی جاتی ہے، بقیہ ۲۲ گھنٹے مدرسہ کی عمارت بند رہتی ہے، تو صبح ۹ سے ۳:۳۰ بجے تک اسکول میں مسلم لڑکیوں کو تعلیم دی جارہی ہے، اور صبح و شام جو کلاس چلتے ہیں اس میں لائٹ، گیس، کاؤنسیل ٹیکس، بیمہ، مرمت وغیرہ کے اخراجات اسکول برداشت کرتی ہے، مدرسہ کی رقم میں سے کوئی رقم استعمال میں نہیں لائی جاتی، مطلب یہ کہ عمارت کا پورا انتظامی خرچ اسکول برداشت کرتی ہے، مذکورہ

لڑکیوں کی حفاظت کی نیت سے اس مدرسہ کی عمارت میں تعلیم دے سکتے ہیں یا نہیں؟ اس کی مکمل رہنمائی فرمائیں۔

جواب : ۱۱/۱۹۳ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

مدرسہ کی عمارت جس وقت مدرسہ کے استعمال میں نہ آتی ہو اس وقت مدرسہ کا احترام باقی رکھتے ہوئے اسکول کو کرایہ پر دینے میں کوئی حرج نہیں، اس کا کرایہ مدرسہ میں استعمال کیا جائے، بغیر کرایہ اسکول یا کسی اور کو دینا درست نہیں ہے، اسکول کے وقت استعمال ہونے والی لائٹ، گیس وغیرہ خرچ بھی اسکول سے وصول کیا جائے ۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مدرسہ کے لئے عمارت تعمیر کرنا۔

سوال : ۱۲/۱۹۴

مدرسہ کی عمارت بہت ہی قابل مرمت ہے، از سر نو تعمیر کرنے کی ضرورت ہے، اس مقصد کے خاطر للہ رقم وصول کر کے عمارت تعمیر کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اس کے متعلق ضروری رہنمائی فرمائیں۔

نوٹ: وقف کی ملکیت کے دستور میں چیریٹی کمیشن کو دیئے ہوئے کاغذات میں مذھبی اور دنیوی تعلیم دونوں ذکر کیا گیا ہے۔

جواب : ۱۲/۱۹۴ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

مدرسہ کی عمارت از سر نو تعمیر کی جائے یا مرمت کی جاوے بہر کیف مدرسہ کے نام سے چندہ وصول کیا جائے اور تعمیر کی جائے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

گاؤں کے لوگوں کے اتفاق کے بغیر مدرسہ کے دو حصے۔

سوال : ۱۳/۱۹۵

(۱) ہمارے گاؤں میں دو حصے ہیں، گاؤں میں تمام لوگوں کے اتفاق سے

گاؤں کے بیچ ایک مدرسہ چلتا ہے، گاؤں میں نااتفاقی پیدا کر کے گاؤں کے ایک حصہ میں گاؤں کے ایک آدمی کی رضامندی کے ساتھ دوسرا مدرسہ شروع کیا ہے، مسجد کے پڑوس میں جو مسجد کی جگہ تھی جس میں مسجد کے امام صاحب، مؤذن اور مدرسہ کے اساتذہ کے لئے مکان بنائے گئے تھے، اس مکان میں شروع کیا ہے۔ تو کیا اس مکان میں دوسرا مدرسہ چالو کر سکتے ہیں؟ اور اصلی مدرسہ کی آمدنی سے اس مدرسہ کے اساتذہ کی تنخواہ دی جاسکتی ہے؟

(۲) جو الگ مدرسہ چلتا ہے اس میں جو پڑھاتے ہیں وہ اصلی مدرسہ کے صدر مدرس، اور گاؤں کی مسجد کے امام تھے، اور گاؤں کے دو متولیوں میں سے ایک کے انکار کرنے کے باوجود (پرایویٹ) مدرسہ میں استاذ کی حیثیت سے مل گئے۔

ہمارے یہاں جو مدرسہ میں صدر مدرس ہوتے ہیں گاؤں کی مسجد میں امامت کرانے کی ذمہ داری بھی ان کی ہوتی ہے، یہ دستور برسوں سے چلتا ہے اور مسجد کی آمدنی میں سے ۱۵۰ روپیہ اور مدرسہ کی آمدنی میں سے ۴۵۰ ملکر ۶۰۰ روپیہ تنخواہ دی جاتی ہے۔

جب یہ امام صاحب اصلی مدرسہ کو چھوڑ کر دوسرے مدرسہ میں استاذ کی حیثیت سے چلے گئے ہو ان کے اس برتاؤ سے گاؤں کے تقریبا پچاس فیصد لوگوں کو ناراض کر کے ہم کو تکلیف پہنچائی ہو تو ہمارے لئے ان کے پیچھے نماز پڑھنا مناسب نہیں سمجھتے تو ایسے حالات میں ان امام صاحب کو امامت کرنا چاہیئے؟

جواب: ۱۳/۱۹۵ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ مسلمانوں کا آپس میں لڑنا جھگڑنا یہ دین کو برباد کرنے والی چیز ہے، اس لئے ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ ہر مسلمان لڑائی جھگڑے سے دور رہے اور ایسا کوئی کام نہ کرے جس سے مسلمانوں کا اتحاد اور اتفاق

ختم ہو جائے۔

صورت مسئولہ میں کوئی ٹرسٹی جہاں ایک ٹرسٹ کے ماتحت گاؤں میں ایک مدرسہ چلتا ہو اس وقت کسی شرعی عذر اور سبب کے بغیر اس ٹرسٹ کے اتفاق کے بغیر اس ٹرسٹ کی جگہ میں دوسرا مدرسہ جاری کرنا صحیح نہیں۔ مذکور ٹرسٹ کے ماتحت جو مدرسہ چلتا ہے اس میں پڑھانے والے مدرسین کو اس کی وقف کی ملکیت سے تنخواہ دے سکتے ہیں۔

دوسرا مدرسہ جو ٹرسٹیوں کے اتفاق کے بغیر اور شرعی عذر کے بغیر شروع کیا گیا ہے اس میں تعلیم دینے والے مدرسین کو اصلی مدرسہ کی وقف کی ملکیت سے تنخواہ دینا جائز نہیں۔

(۲) مذکور امام کے پیچھے کسی بھی قسم کی کراہت کے بغیر نماز ادا ہو جائے گی۔

فقط واللہ اعلم بالصواب۔

وقف کے مختلف مسائل

وقف کی محض نیت کرنا۔

سوال: ۱۴/۱۹۶

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے متعلق کہ ایک آدمی نے اپنی ملکیت کے ۳ حصہ والا مکان جس کے نیچے اوپر ملکر ۶ گھر ہوتے ہیں اس میں سے دو گھر کے نیچے فی الحال مدرسہ چلتا ہے باقی چار حصوں میں کرایہ دار رہتے ہیں، جس کا کرایہ مدرسہ کے مدرسین کو دیا جاتا ہے، تنخواہ میں اگر رقم کم بھی پڑتی ہے تو یہ آدمی اپنی طرف سے اضافہ کر دیتا ہے اور گھر کا ٹیکس بھی مکان مالک اپنے پاس سے ادا کر دیتا ہے، مذکور مکان کے بغل میں ایک کھلی جگہ ہے وہ بھی مکان مالک کی ہے، اس جگہ کے لئے

مکان کے ساتھ ساتھ مدرسہ میں وقف کر دینے کی نیت تقریبا چار، پانچ سال سے کر رکھی ہے۔ اب فی الحال مذکور مکان کے نیچے والے حصہ میں رہنے والے ایک کرایہ دار مذکور مکان اور اس کے ساتھ والی کھلی زمین مکان مالک کے پاس سے خریدنا چاہتے ہیں تو مکان مالک اس حالت میں مکان بیچ کر جو رقم آوے اس مکمل رقم سے دوسری جگہ مکان تعمیر کر کے مدرسہ کو وقف کر دے تو شریعت کے اعتبار سے اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: ۱۴/۱۹۶ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

صرف وقف کی نیت کرنے کی وجہ سے وقف کا حکم جاری نہیں کیا جاتا۔ جب تک ان الفاظ کا تلفظ نہ کرے جن الفاظ کو بولنے سے وقف ثابت ہوتا ہے۔

(شامی: ۵۲۲/۶)

ذکر کردہ سوال میں صرف وقف ہی کی نیت کی ہے جس کی وجہ سے مکان اور زمین پر وقف کا حکم جاری نہیں کیا جائے گا۔ لہذا مذکور مکان اور پڑوس والی زمین بیچ کر دوسری جگہ زمین خرید کر وقف کرنا درست ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

اپنی حیات میں ملکیت وقف کرنا۔

سوال: ۱۵/۱۹۷

ایک آدمی کی بیوی اور چار لڑکے اور چار لڑکیاں حیات ہیں، عورت کا شوہر اپنے بیٹے، بیٹیوں کو کچھ رقم مساوی طور پر حج کی نیت سے سب کو ہدیہ کرتا ہے۔

اس کے علاوہ وہ آدمی اپنے پوتے اور پوتیوں کو دینی تعلیم یا دوسرے تبلیغی کاموں کے لئے (۱) فیمیلی ٹرسٹ بنادے یا قانونی طور پر مشکل پیش آنے کی وجہ سے ٹرسٹ بنانے کے بجائے اپنے تمام بیٹوں اور پوتوں اور پوتیوں کو دینی کاموں میں خرچ کرنے کے لئے اپنی ملکیت میں سے کچھ حصہ اپنی حیات ہی میں دینا چاہتے ہیں، اب یہ رقم صرف نرینہ اولاد ہی کو دے اور لڑکیوں کو نہ دے تو جائز ہے؟ اس طور پر

کر سکتے ہیں؟ بقیہ ملکیت بہت زیادہ ہے اس میں شریعت کے مطابق وصیت کرنا چاہتا ہے تو یہ جائز ہے؟

جواب: ۱۵/۱۹۷ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

شریعت کے اعتبار سے جس طور پر بھی وقف کیا جائے ثواب کا کام ہے، مگر اپنی اولاد، خاندان والوں اور رشتہ داروں کے لئے وقف کرنا دوسرے لوگوں کے نام وقف کرنے سے افضل ہے اور بہت زیادہ ثواب کا کام ہے۔

(فتاوی عالمگیری: ۱/۲۹۷)

سوال میں ذکر کردہ تفصیل کے مطابق وقف ٹرسٹ بنانا جائز اور کار خیر ہے اور قانونی طور پر مشکلات پیش آنے کی وجہ سے ہر لڑکے کو وہ رقم اس کار خیر کے لئے اپنی حیات ہی میں دینا چاہے تو دے سکتے ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

متولی کا اپنی حیات میں دوسرے کو متولی بنانا۔

سوال: ۱۶/۱۹۸

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ زید ایک مسجد کا جانشین ومتولی تھا، زید اس مسجد و درگاہ کا واحد بااختیار حسب دستور سابق بذریعۂ تولیت نامہ منتخب کردہ تھا، زید جو کہ بذریعہ تولیت نامہ باضابطہ منتخب کردہ تھا اس کو اپنی جانب سے متولی و جانشین مسجد اور سجادہ نشین ومتولی درگاہ کے لئے اپنی جانب سے مناسب شخص کو اپنی حیات میں مقرر کرنے کے لئے اختیارات دیئے تھے اور اسے یہ حق حاصل تھا کہ بموجب اپنے اختیارات سونپیں؛ لہذا زید متولی و جانشین مسجد اور سجادہ نشین ومتولی درگاہ مذکورہ نے ضعیف عمری کی وجہ سے اپنی حیات میں اپنی جانب سے حسب دستور سابق بذریعہ تولیت نامہ مؤرخہ ۳/۱۲/۱۹۷۰ء کو اس مسجد ودرگاہ کا اپنی جانب سے باضابطہ سجادہ نشین ومتولی درگاہ اور جانشین ومتولی مسجد مذکور مقرر کر دیا۔

اس سے پہلے بھی اس طرح باضابطہ مسجد و درگاہ مذکورہ کے جانشین ومتولیان اورسجادگاں ومتولیان، بموجب تولیت ناماجات ایک کے بعد دوسرے کو اس طرح اختیارات دیتے چلے آئے ہیں، زید کا منتخب کردہ موجودہ متولی جانشین مسجد اور سجادہ نشین ومتولی درگاہ مذکورہ بموجب تولیت نامہ مؤرخہ ۱۲/۳/۱۹۷۰ء حسب سابق دستور باضابطہ قائم ہے، مسجد و درگاہ کا جانشین ومتولی وسجادہ نشین ومتولی بہ روئے شریعت محمدیہ مقرر کیا جاسکتا ہے؟

جواب: ۱۶/۱۹۸ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

زید اگر اس مسجد وخانقاہ کا بااختیار متولی تھا اور اس سے پیشتر بھی اس طرح اس درگاہ اور مسجد کے بااختیار متولی رہے اور انہوں نے تولیت دوسرے کو سونپ دی اس طرح زید نے اپنا جانشین اور متولی مقرر کردیا، تو جس کو انہوں نے متولی مقرر کیا ہے وہ اس درگاہ اور مسجد کا متولی ہے اس کو اس درگاہ ومسجد کے انتظام کا حق حاصل ہے، بہ شرطیکہ وہ دیندار، صاحب بصیرت شخص ہو اور تولیت کی اہلیت رکھتا ہو۔

صورت مسئلہ میں وقف نامہ تو ضائع ہو چکا ہے جیسا کہ آپ نے تحریر کیا ہے اس لئے وقف نامہ کو دیکھ کر معلوم کرنا واقف نے متولی کو کیا کیا اختیارات دیئے تھے ممکن نہیں لیکن اگر اس سے پہلے کہ متولی حضرات بھی اپنی حیات میں دوسروں کو متولی بناتے آئے ہوں، ایسی صورت میں جبکہ وقف نامہ موجود نہیں ہے ماقبل کے متولی کے عمل کے مطابق ہی عمل کیا جائے گا۔

علامہ ابن عابدین شامی کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

اما لو اقتطع ثبوته ففي الخصاف ان الاوقاف. الخ استحسانا. (۳۹۴)

لہذا صورت مسئولہ میں بھی اگر اس سے قبل کے متولی حضرات بھی مسجد و درگاہ کے متولی اپنی زندگی میں بناتے آئے ہیں تو زید کو بھی اپنی زندگی میں دوسرے شخص کو

متولی بنانا جائز تھا، اگر زید نے کسی دیندار جو تولیت کا اہل ہو اس کو متولی بنا دیا تو زید کا یہ فعل شرعا درست ہے اور اب زید کا بنایا ہوا شخص ہی متولی ہے اور اس کے لئے تمام جائز تصرفات شریعت کے حدود میں کرنا درست ہے۔

درمختار میں لکھا ہیں:

اراد المتولی اقامة غیره مقامه فی حیاته وصحته کان التفویض عام صح. والالایصح .

اور شامی میں ہیں:

وشمل کلام المصنف المتولی من جهة القاضی .واللّٰه اعلم بالصواب. (۴۱۱/۳)

دارالافتاء امارت شرعیہ، بہار، اوڑیسہ۔

دارالافتاء شاہی مسجد مراداباد، یو. پی. جواب صحیح ہے۔ (عبدالرحمٰن غفرلہ)

جواب ہمارے نزدیک بھی امارت شرعیہ، بہار، اوڑیسہ کے دارالافتاء کا مذکورہ بالا جواب صحیح ہے۔ واللہ اعلم۔

(حررہ: محمد نصیر غفرلہ۔ مدرسہ جامع العلوم جامع مسجد، پٹکاپور، کانپور)

وقف نامہ میں تولیت کی شرط تبدیل ہو یا نہ ہو با قائدہ اہلیت تولیت و جانشین تبدیل جائز ہے، اگر تعامل اس پر ہے جو زید نے کیا تو زید کا منتخب متولی و سجادہ نشین کی تولیت و سجادہ نشینی جبکہ اس کی اہلیت رکھتا ہو۔ بحرالرائق میں ہے:

التولیة من الواقف خارجه من حکم سائر الشرائط لان له فیها التغیر و التبدیل کلما بداله من غیر الشرط الخ.

(خادم دارالافتاء:عبدالواجد آدری غفرلہ)

بندہ کے نزدیک مذکورہ بالا جوابات وتصویب درست ہیں۔
(کتبہ العبد:سراج احمد ملی، دارالافتاء والقضاء، مالیگاؤں)

اگر حسب دستور سابق زید کو یہ اختیار دیا گیا تھا کہ وہ اپنی حیاتی میں کسی مناسب شخص کو مسجد اور درگاہ کا متولی بنانا چاہے تو بنا سکتا ہے،تو ایسی صورت میں اس کا یہ متولی بنانا ازروئے شرع درست ہے،تنویرالأبصار میں ہیں:

ارادالمتولی اقامة غیره فی مقامه فی حیاته ان کان التفویض عاما صح والا لا .
(شامی : ۴۱۱/۳)

ردالمحتار میں ذخیرہ کے حوالہ سے لکھا ہے:

مثل شیخ الاسلام عن وقف مشهور اشتبهت تصارفه وقلر مایصرف الی مستحقیه الی فیعمل الی ذالک. (شامی: ۴۰۴/۳)

کتبہ:محمد عبدالرحمٰن غفرلہ۔
خادم دارالعلوم اہل سنت شمس العلوم غوث اعظم ؛اعظم گڈھ، یو. پی.

احقر کے نزدیک امارت شرعیہ، بہار، اوڑیسہ کے دارالافتاء کا جواب صحیح ہے۔
واللہ اعلم۔

حررہ العبد:احمد دیولوی
خادم :دارالافتاء، دارالعلوم عربیہ اسلامیہ ماٹلی والا، بھروچ

باب : ۱۶
تجارت

فروخت کیا ہوا مال واپس نہیں لیا جائیگا۔

سوال : ۱/۱۹۹

بھروچ کتوپور بازار میں میری کپڑے کی دوکان ہے، لہٰذا مندرجۂ ذیل مسائل پیش کرتا ہوں تفصیل کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں: مندرجۂ ذیل وجوہات کی بنیاد پر ہم نے دوکان میں تختی لگائی ہے کہ ’’فروخت کیا ہوا مال واپس نہیں لیا جائیگا‘‘

(۱) خریدار جو مال لے جاتا ہے وہ مال تھان میں سے کٹوا کر لے جاتا ہے اور کٹا ہوا مال واپس لاتا ہے اور وہ واپس آیا ہوا مال بیچنے میں تکلیف پڑتی ہے اور نقصان ہوتا ہے بسا اوقات رأس المال میں بھی بکتا نہیں ہے۔

(۲) بسا اوقات ایسا ہوتا ہے گاہک مال لیجانے کے بعد دوسرے آدمی کے بھڑکانے سے یا دوسرے تاجر کے کہنے کی وجہ سے کہ تم نے زیادہ قیمت دیدی ہے، وہاں کا مال اچھا نہیں ہے، جو واقعۃً جھوٹ ہوتا ہے اور مال بھی بہت اچھا ہوتا ہے پھر بھی دوسرے کے کہنے کی وجہ سے مال واپس لاتا ہے، ایسے واقعات روزانہ بنتے رہتے ہیں۔

(۳) بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ گاہک وہ مال لے جاتا ہے، گھر جا کر پسند نہ آنے کی وجہ سے واپس لاتا ہے۔

(۴) بسا اوقات گاہک کو مکمل اطمینان نہیں ہوتا اس لئے بھی واپس لاتا ہے، اسلئے ہم نے جو تختی لگائی ہے وہ اور گاہک کو کہہ کر دیتے ہیں یہ مال واپس نہیں لینگے، تو شریعت کے اعتبار سے مناسب ہے یا نہیں؟ وہ مطلع فرمائیں۔

جواب: ۱/۱۹۹ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

جب ایک چیز کا معاملہ (خرید یا فروخت) ہو گیا پھر وہ چیز دوسری جگہ میں سستی ملنے کی وجہ سے گاہک (خریدنے والا) اس چیز کو واپس کرنا چاہتا ہے تو تاجر کے لئے اس چیز کو واپس لینا شریعت کے اعتبار سے جائز ہے ضروری نہیں ہے۔ تاجر اپنی خوشی سے واپس لے لے وہ الگ بات ہے یا تاجر نے گاہک کو کہا کہ یہ مال ہے پسند پڑے تو لو بعد میں کوئی اعتراض نہیں کر سکتے اور فروخت کیا ہوا مال واپس نہیں لیا جائے گا تو گھر جانے کے بعد پسند نہ آیا یا کوئی عیب نکل آیا تو ایسا مال تاجر کے لئے واپس لینا شریعت کے اعتبار سے جائز نہیں ہے۔ ہاں! اپنی رضامندی سے اگر واپس لے لے تو جائز ہے۔ فروخت کیا ہوا مال واپس نہیں لیا جائے گا اس طرح کی تختی لگانا شرعی اعتبار سے کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔ گاہک کسی چیز کو خرید لینے کے بعد وہ چیز واپس کرنا چاہتا ہے اور تاجر اس چیز کو اصلی قیمت ہی سے واپس لے لے تو شریعت کی اصطلاح میں اس کو ''اقالہ'' کہا جاتا ہے جس کی حدیث شریف میں بہت فضیلت آئی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تاجر گاہک کے نادم ہونے پر فروخت کیا ہوا مال واپس لے لے گا اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف فرمادیں گے۔

ہاں! اگر خریدتے وقت یوں کہا کہ مجھے دو تین دن کا لینے نہ لینے کا اختیار ہے، اگر چاہیں گے تو رکھ لیں گے ورنہ واپس کر دیں گے۔ اس طرح اگر شرط لگائی گئی ہو تو جتنے دن کی شرط لگائی ہو اتنے دن تک واپس کرنا چاہے تو واپس کر سکتا ہے۔

اسی طرح اگر کوئی چیز بغیر دیکھے خریدی تو جب دیکھے تو اس کو اختیار ہے؛ پسند آئے تو رکھے نہیں تو واپس کرے چاہے اس میں کسی قسم کا عیب نہ ہو۔ (ہدایہ: ۱۹/۳۰)

اسی طرح کسی چیز کو خرید لینے کے بعد کسی عیب پر مطلع ہوں جیسے تھان کے اندر والے حصہ میں کپڑا خراب ہو تو گاہک کو اسی وقت واپس کرنے کا اختیار ہے اور

اگراس چیز کورکھنا چاہے تو رکھ سکتا ہے، مگر عیب کے بدلہ میں اگر قیمت کم کرنا چاہے تو جائز نہیں ہے، جو ثمن متعین ہوا ہے وہی دینا پڑے گا۔ ہاں ! اگر تاجر بذات خود کم قیمت لینے پر تیار ہو جائے تو کم قیمت دینا جائز ہے۔فقط واللہ اعلم۔ (ہدایہ:۲۳/۳)

ایک چیز دو آدمیوں کے ہاتھ بیچنا۔

سوال : ۲/۲۰۰

زید نے عمرو سے ایک درخت خریدا اور اسکی کل قیمت بھی ادا کر دی اور اس میں سے تھوڑا تھوڑا کاٹ کر کام میں لاتا رہا، اور درخت اپنی جگہ پر قائم رہا، ایک عرصہ گذرنے کے بعد عمرو کو بکر نے بہکایا اور کہا کہ تمہاری زمین پر درخت موٹا ہو گیا ہے اور اب اس کی قیمت بہت زیادہ ہو گئی ہے اس کو کسی کو فروخت کر دو، لے کر میرے ہاتھ فروخت کر دو اور میں اس کو دیکھ لوں گا وہ کیا کرتا ہے یعنی پہلا خریدار، بکر چوں کہ گاؤں میں با اثر آدمی ہے عمرو اس کے بہکاوے میں آ گیا اور بکر کے ہاتھ چپکے سے درخت کو فروخت کر دیا، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ بکر کا دوسرے کے خریدے ہوئے درخت کو خریدنا جائز ہے؟ اور اس کی قیمت عمرو کے لئے جائز ہوگی ؟ شریعت کی رو سے اس کا کیا حکم ہے؟

جواب : ۲/۲۰۰ حامدًا ومصليًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

صورت مسؤلہ میں آپ کے لکھنے کے مطابق جب پہلے خریدار نے اسکو شرعی اعتبار سے خرید لیا ہے اور اسکی قیمت بھی ادا کر دی ہے تو وہی اسکا مالک ہوا، دوسرے آدمی کے بہکانے سے بیع میں کوئی خرابی نہیں آئیگی بلکہ ایک آدمی کی خریداری اور بیع پر دوسرے کے بھاؤ تال کرنے سے حدیث شریف میں منع فرمایا گیا ہے۔

نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن النجش الخ وعن السوم على سوم غيره. (هدايه: ۵۰/۲)

مذکورہ صورت میں جب اول خریدار مالک ہوگیا اور اس نے قبضہ کر کے استعمال بھی کیا تو اول مالک کا اس درخت سے کوئی تعلق نہیں رہا اور اس کو یہ درخت دوسرے آدمی کے ہاتھ فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

کیا کمیشن لینا جائز ہے؟

سوال : ۳/۲۰۱

میں کپاس کی تجارت کرتا ہوں ، کپاس کی تجارت میں پیسوں کی زیادہ ضرورت پڑتی ہے اس لئے جمبوسر یا آمود (CCI) سرکاری لوگ کپاس خریدتے ہیں اگر پیسہ نقد ادا نہیں کرتے بارہ پندرہ دن کے وعدے پر رسید لکھ دیتے ہیں اس رسید سے پندرہ دن کے بعد بینک میں سے پیسہ ملتے ہیں مگر تاجر کو اگر پیسہ نقد چاہئے تو صراف لوگ وہ رسید لے لیتے ہیں ایک کونٹل پر ۸ سے ۱۰ روپیہ کمیشن لے کہ نقد روپیہ دے دیتے ہیں تو یہ کمیشن لینا جائز ہے؟

بہت سے پیسہ والے مسلم لوگ اس طرح کمیشن لیتے ہیں تو یہ کمیشن لینا اور دینا جائز ہے؟

جواب : ۳/۲۰۱ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

نقد پیسہ لینے کے لئے صراف لوگ ہر کوینٹل پر ۸ سے ۱۰ روپیہ وصول کر لیتے ہیں یہ مناسب نہیں جیسا کہ آپ نے سوال میں دریافت کیا ہے البتہ صراف کو وکیل بنایا جائے اور یہ رسید دے کر کہا جائے یہ پیسہ آپ وصول کر لیں آپ کو اجرت دوں گا اور ان کو یوں کہا جاوے کہ آپ مجھے اتنا قرض دیں آپ کا قرض اور اجرت اس رسید کی رقم سے وصول کر لیں اس طرح کا جواب امداد الفتاوی میں حکیم الأمت حضرت مولانا تھانویؒ نے لکھا ہے۔حضرت مولانا تھانویؒ کو سوال کیا گیا کہ زید نے بعوض کچھ اپنے گذشتہ حساب کتاب کے مثلاً ۴۵۰ روپیہ نقد دلا پانے کی ڈگری ایک انگریز پر

باقاعدہ حاصل کرلی ہے، انگریز چند ماہ میں بالاقساط مبلغان مذکورہ ادا کرے گا زید چوں کہ کسی دور، دراز کا باشندہ ہے یہاں مقیم نہیں رہ سکتا لہذا وہ کسی دوسرے شخص مثلا خالد کو جو یہاں کا مقیم ہے وہ ڈگری منظور بایں شرط حوالہ کرتا ہے کہ خالد اس کو دوصد روپیہ نقد یک مشت ابھی ادا کرے اور بعد میں دوصد روپیہ بالاقساط وصول کر کے اپنے قبض اور تصرف میں لاوے زید کو اس رقم سے کچھ واستہ نہ ہوگا، آیا خالد جو یہاں کا مقیم ہے زید کی شرط مذکورہ بالا کو شرعا کر لینے کا مجاز ہے یا نہیں؟ اس کاروائی میں کوئی امر خلاف شریعت تو نہیں؟

جواب: یہ تو جائز ہے، مگر یوں کر کے خالد کو وکیل بناوے کہ تم اس انگریز سے تقاضا کر کے وصول کرو اور ڈھائی سو روپیہ اس کام پر تمہاری اجرت ہے اور دوسو روپیہ تم ہم کو قرض دے دو، وہ بھی وصول کر کے اپنے قرض میں رکھ لینا۔فقط واللہ اعلم۔

(امداد الفتاوی:۳/۳۲۲)

بیعانہ کی رقم کا حکم۔

سوال: ۴/۲۰۲

زمین یا مکانوں کے دستاویز کرنے سے پہلے خریدنے والا زمین یا مکان کے مالک کو قیمت میں سے دس فیصد رقم کا بیعانہ خط لکھ دیتا ہے بیعانہ خط میں مکمل دستاویز کرنے کی مدت ہوتی ہے یہ مدت ختم ہونے پر خریدنے والا دستاویز نہ کرے تو مالک اس بیعانہ والی دس فی صد رقم کا حقدار بن جائیگا؟

جواب: ۴/۲۰۲ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

بیچنے والا بیعانہ کی رقم خریدنے والے کو واپس کردے، زمین کا مالک (بیچنے والا) اس کا حقدار نہیں ہے بیعانہ کے طور پر جو قیمت دی جاتی ہے وہ ثمن کا ایک حصہ ہے، جو مقدم دی جاتی پھر معاملہ مکمل ہو جانے کے بعد بقیہ قیمت لی جاتی ہے، اب

اگر معاملہ مکمل نہ ہوسکا تو بیعانہ کی رقم واپس کرنا ضروری ہے، اسے روک لینا یا نہ دینا جائز نہیں ہے۔ وفقط واللہ اعلم۔ (فتاوی محمودیہ:۳۰۷/۱۷، کفایت المفتی: ۴۳/۸)

مکان کا اوپر والا حصہ تعمیر سے پہلے بیچنا۔

سوال : ۵/۲۰۳

ایک آدمی مکان بناتا ہے اور نیچے والا حصہ بیچنا چاہتا ہے اس شرط پر کہ نیچے کا گھر اور زمین بیچتا ہے اور اگر اوپر مکان بناؤں تو اوپر والا مکان بھی دوسرے آدمی کو بیچ دوں، اس طور پر اوپر والا مکان بیچنا چاہتا ہے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ اس کی تفصیل سے مطلع فرمائیں۔

جواب : ۵/۲۰۳ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

دومنزلہ مکان بنانے کے بعد اس کے نیچے والے حصہ کو زمین کے ساتھ بیچ دے اور دوسرے آدمی کو صرف اوپر والا حصہ بیچے تو یہ جائز ہے، مگر اوپر والا حصہ بننے سے پہلے بیچ دے تو یہ جائز نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (ہدایہ:۳۴۰)

قربانی کے جانور کے چمڑے نکالنے سے پہلے بیچنا۔

سوال : ۶/۲۰۴

ہمارے یہاں قربانی کے چمڑے مدرسہ میں لیئے جاتے ہیں سب سے پہلے کمیٹی کے ممبران صاحبان گاؤں میں پھر کر نام لکھتے ہیں، عید کے اگلے دن زبانی طور پر نیلامی کی جاتی ہے اور جانور کے ذبح ہونے کے بعد چمڑے مدرسہ میں جمع کیئے جاتے ہیں، جن لوگوں نے چمڑے خریدے ہوتے ہیں وہ آکر چمڑے لے جاتے ہیں، اس طور پر نیلام کرنا اور چمڑے بیچنا شرعا جائز ہے؟ مہربانی فرما کر مطلع فرمائیں۔

جواب : ۶/۲۰۴ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

قربانی ہونے سے پہلے اور چمڑا جانور سے الگ کرنے سے پہلے زبانی طور پر

بیچنا جائز نہیں ہے، ذبح کرکے جانور کے جسم سے چمڑا الگ کرنے کے بعد ہی چمڑوں کا نیلام کرنا جائز ہے۔ (شامی:۱۰۸/۴، امداد الفتاوی:۶۱/۳)

مگر یہ طریقہ اختیار کیا جائے تو قربانی کے جانور کے چمڑے اس کے جسم سے اتارنے کے بعد جمع کرنے سے پہلے صرف چھوٹے بڑے چمڑوں کے بھاؤ متعین کرنے کے بعد جو تاجر بھاؤ زیارہ دینے کے لئے تیار ہو اس تاجر کے ساتھ بیع کا فقط وعدہ کیا جائے کہ قربانی کے دنوں میں روزانہ جتنے چمڑے ہمارے پاس آئیں گے وہ اتنے دام میں ہم آپ کو دیں گے، اور چمڑے آجانے کے بعد معاملہ کیا جائے، اس طور پر نیلام کرنا جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (امداد الفتاوی:۱۳۵/۳)

چمڑے کی فروخت جائز ہے؟

سوال : ۷/۲۰۵

مردار کے چمڑے اور چربی کی بیع جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز ہے تو بیع کس طرح ہوگی؟ دباغت کے ساتھ یا بغیر دباغت کے؟

جواب : ۷/۲۰۵ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

مردار کے چمڑے کی خرید وفروخت دباغت سے پہلے جائز نہیں ہے۔

قَالَ وَلَا یَبِعُ جُلُوْدَ الْمَیْتَةِ قَبْلَ اَنْ تُدْبَغَ لِاَنَّهٗ غَیْرُ مُنْتَفِعٍ بِهٖ ، قَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ لَا تَنْتَفِعُوْا مِنَ الْمَیْتَةِ وَهُوَ اِسْمٌ لِغَیْرِ الْمَدْبُوْغِ .

(ہدایہ:۹۳/۳۔۴۵۲/۴، شامی:۱۲۷/۴)

دباغت دینے کے بعد بیع کرنا جائز ہے۔

وَلَابَاسَ بِبَیْعِهَا و الانْتِفَاعِ بِهَابَعْدَ الدِّبَاغِ لِاَنَّهَا طَهُرَتْ بِالدِّبَاغِ.

(ہدایہ:۹۳/۳)

مرے ہوئے حلال جانور کی چربی کی بیع اور اس سے ہر قسم کا انتفاع حرام ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (شامی:۱۲۶/۴، ۱۲۸)

اپنے نام پر مکان خریدنا۔

سوال : ۸/۲۰۲

محمد اسماعیل شیخ کے چار لڑکے ہیں لڑکوں کے نام (۱) غلام حسین (۲) غلام رسول (۳) غلام محی الدین (۴) غلام عبدالقادر ہیں جن کے والد محمد اسماعیل شیخ ہیں، مکان کا قبضہ تقریباً ساٹھ سال کا ہے، اور بڑے لڑکے نے اپنے ابا کو اور بھائیوں کو اطلاع کئے بغیر اپنے نام پر مکان خرید لیا ہے تو شریعت کے مطابق بھائیوں کو حصہ ملے گا یا نہیں؟ مزید یہ کہ باپ سب کو حق دینے کے لئے تیار ہے، کرایہ کا حق محمد اسماعیل شیخ کا ہے مکان ۲۰۰۰ میں خرید لیا ہے اس مکان میں محمد اسماعیل رہتے تھے۔ مگر تجارت کی وجہ سے دوہ لوگ احمد آباد چلے گئے تھے، اس کا فائدہ اٹھا کر بڑے لڑکے نے اپنے نام پر مکان خرید کر لیا ہے۔

جواب : ۸/۲۰۲ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

مکان کے مالک نے اپنی رضامندی سے وہ مکان محمد اسماعیل شیخ کے بڑے لڑکے کو فروخت کر دیا ہو تو اب وہ مکان اس کی مالکی کا ہو گیا اس میں دوسروں کا حق نہیں لگے گا کیوں کہ وہ باپ کی ملکیت نہیں ہے، رہی بات کرایہ کے حق کی تو جب مکان مالک نے اس کو بیچ دیا تو کرایہ پر دینے کا حق ختم ہو گیا اور کرایہ کا حق ایسا ہے کہ اس میں وراثت نہیں چلتی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (ہدایہ، باب الاجرت)

باب : ۱۷
سود اور بیمہ

سود کی رقم کس کو دے سکتے ہیں؟

سوال : ۱/۲۰۷

سود کی رقم مندرجہ ذیل کن کاموں میں استعمال کر سکتے ہیں؟ تفصیل کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں۔

(۱) دار العلوم میں تعلیم لینے والے بچوں کو کپڑے اور خرچ کے لئے پیسہ دینا۔

(۲) اسکول اور کالیج میں دنیوی تعلیم لینے والے بچوں کو وظیفہ دینا۔

(۳) گجراتی اسکول اور انگریزی اسکول یا ٹریننگ کالیج کے مکان تعمیر کرنے کے لئے۔

(۴) گاؤں یا ضلع کے راستہ بنانے کے لئے۔

(۵) گاؤں میں گندگی دور کرنے کے لئے نالیاں بنانے میں۔

(۶) گاؤں میں عام راستوں پر لائٹیں لگانا یا لائٹ کا کرایہ دینا۔

(۷) عام ہسپتال کی عمارت کے لئے۔

(۸) قرض دار کو اس کے قرض سے پانچ سے دس گنا زیادہ رقم دے کر اس کو یوں کہنا کہ تیرا قرض ادا کر دے اور جو زیادہ رقم بچے اس میں سے اپنی مرضی کے مطابق اپنے پاس رکھ لے اور بقیہ رقم تیرے ہی ہاتھ سے کسی جائز کام میں یا فلانہ کام میں دینے کی درخواست ہے، اس طور پر رقم دیکر اسے مالک بنادے پھر اس کو دینی و دنیوی کام میں لگانے کی التماس کرنا اور ایسی دی ہوئی رقم استعمال کرنا جائز ہے؟ اور مذکور درخواست کرنے کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟

جواب: ۱/۲۰۷ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

سودی لین دین کرنا حرام ہے، سود کا حرام ہونا اسلام کے ان احکامات میں سے ہیں جن کا حرام ہونا واضح ہے اور قرآن کریم سے ثابت ہے، نیز حدیث شریف میں جس کے متعلق سخت وعید آئی ہوئی ہے، ۳۶ مرتبہ زنا کرنے سے بدتر ہے؛ ماں کے ساتھ زنا کرنے سے بھی سخت بتایا گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو! ان میں سے ایک سود بھی ہے۔

سوال میں ذکر کردہ تفصیل کے متعلق بینکوں میں جو پیسہ جمع ہے اس کا سود لیکر بہتر یہ ہے کہ کسی غریب محتاج، ضرورت مند کو خیرات کر دے اس نیت سے کہ اللہ تعالی اس کے وبال سے حفاظت فرماوے۔

(۱) دار العلوم میں تعلیم لینے والے بچے غریب ہوں تو ان کو ثواب کی نیت کے بغیر سود کی رقم دے سکتے ہیں۔

(۲) اسکول اور کالیج میں تعلیم لینے والے طلباء کو وظیفہ کے طور پر بھی دے سکتے ہیں اور اسکول کی فیس اور کتابیں لینے کے لئے بھی دے سکتے ہیں، مالدار کو نہ دی جائے؛ اسی طرح ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، میں ذکر کردہ کاموں میں استعمال کر سکتے ہیں۔

(۸) قرضدار کو اس کے قرض سے زیادہ سودی رقم ہدیہ کر کے درخواست کے طور پر کسی قسم کی شرط لگائے بغیر کسی بھی جائز کام میں خرچ کرنے کی درخواست کے ساتھ دینا جائز ہے۔ غریب محتاج کو ثواب کی نیت کے بغیر دیا جائے اور وہ جس کام میں خرچ کرنا چاہے خرچ کر سکتا ہے۔

بینک کے سود کے متعلق مفتی اعظم حضرت مولانا کفایت اللہ صاحبؒ کا فتوی:

جو روپیہ بینکوں میں جمع کیا جائے اس کا سود بینکوں سے وصول کر لیا جائے، تاکہ اس کے ذریعہ سے مسیحی مذہب کی تبلیغ اور مسلمانوں کو مرتد بنانے کا گناہ نہ ہو،

وصول کرنے کے بعد اس روپیہ کو امور خیر جو رفاہ عام سے تعلق رکھتے ہوں یا فقراء و مساکین کی رفع حاجت کے لئے مفید ہو مثلاً یتامی و مساکین اور غریب طلبہ مدرسہ اسلامیہ کے وظائف اور امداد کتب وغیرہ میں خرچ کرنا یا مسافر خانہ بنوانا یا کنواں، اور سڑکوں پر روشنی کرنا وغیرہ یہ سب صورتیں جائز ہیں۔

البتہ مسجد پر خرچ نہ کیا جائے کہ یہ تقدس مسجد کے لئے مناسب نہیں ہے۔

واللہ اعلم بالصواب۔ (کفایت المفتی: ۸/۴۷)

بینک کا سود کہاں استعمال کرے؟

سوال : ۲/۲۰۸

میرے پڑھنے میں آیا ہے کہ سود لینے والا، دینے والا اور کھانے والا گنہگار ہوتا ہے، بڑے عذاب کی وعید آئی ہوئی ہے تو اس سود کی رقم کو کہاں استعمال کریں؟ اس سود کی رقم پریشان حال مسلمان کو دے سکتے ہیں؟ اگر دے سکتے ہیں تو سود لینے والے اور دینے والے کے متعلق تو وعید آئی ہوئی ہے!

جواب : ۲/۲۰۸ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

سود کی رقم اگر کسی قرضدار کے پاس سے لی ہو تو اس کو واپس کر دینا چاہیئے، اور اگر سود کی رقم بینک سے لی ہو تو اس کا شرعی حکم یہ ہے کہ بینک میں جو رقم رکھی جاتی ہے یہ امانت نہیں ہوتی بلکہ اس کو استعمال کیا جاتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بینک میں رقم رکھنا گناہ کے کام میں مددگار بننا ہے؛ اور قرآن شریف میں فرمایا گیا ہے کہ: "**ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان**" اگر نا علمی میں رقم رکھی گئی ہو یا قانونی مجبوری کی وجہ سے رکھی ہو تو سود کی رقم اٹھا کر غریب محتاج کو دے دی جائے، (ثواب کی نیت نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ سود کی مصیبت کو دور کرنے کی نیت کرنا چاہئے) خود استعمال نہ کرے، بینک سے لے لینے کا حکم اس لئے دیا جاتا ہے کہ اگر آپ نہیں لیں گے تو یہ رقم

اسلام کے خلاف استعمال کی جائے گی۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

زکوۃ کے حقدار سودی رقم لے سکتے ہیں؟

سوال : ۳/۲۰۹

میں ایک مزدور آدمی ہوں، مزدوری کر کے گھر چلاتا ہوں، ابھی میں پریشان ہوں میرا گھر گر گیا ہے اور اس کے بنانے کے لئے پیسہ کی ضرورت ہے اور میرے پاس نہیں ؛ تو مجھ کو ایک آدمی سود کی کچھ رقم دیتا ہے کہ تم اس سے تمہارا گھر بنوالو، تو کیا میں اس رقم سے میرا گھر بنوا سکتا ہوں؟ اس کا آپ سے قوی امید کے ساتھ جواب چاہتا ہوں تو مہربانی کرتے ہوئے جلدی جواب دیں۔

جواب : ۳/۲۰۹ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

سود لینا، دینا حرام ہے، مگر فقہاء امت نے بینک کی سودی رقم بینک میں نہ چھوڑتے ہوئے اٹھا کر کسی غریب محتاج مسلمان کو ثواب کی نیت کئے بغیر دے دے، اس لئے اگر آپ واقعۃً زکوۃ کے حقدار ہو تو اس سودی رقم کو آپ لے کر اپنے گھر کی تعمیر میں استعمال کر سکتے ہو۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سودی رقم سے طلبہ کو کپڑے بنا دینا۔

سوال : ۴/۲۱۰

یو.کے. سے ایک بھائی فتوی پوچھتے ہیں کہ میرے پاس سودی رقم ہے اس رقم میں سے وہ بھائی مکتب کے ایک طالب علم کو کپڑے بنا دینا چاہتے ہیں اس مکتب میں تعلیم لینے والے تقریبا ۹۰ فیصد طلبہ غریب ہیں اور بقیہ طلبہ کی مالی حالت اچھی ہے تو یہ مذکورہ کپڑے ہر طالب علم کو انعام کے طور پر دینا چاہتے ہیں تو شریعت میں اس کا کیا حکم ہے؟ اس کا تفصیل کے ساتھ جواب دیں۔تکلیف معاف فرمائیں۔ دعاء میں ضرور یاد فرمائیں۔

جواب : ۴/۲۱۰ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

سودی رقم کوثواب کی نیت کے بغیر صدقہ کردیا جائے اور وہ رقم ہی کی صورت میں ہی دی جائے اور ساتھ ساتھ دینے والے آدمی کا نام ظاہر کئے بغیر یہ کہہ کردیا جائے کہ ایک آدمی کی طرف سے ہے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سودی رقم سے لہوولعب کا سامان خریدنا۔

سوال : ۵/۲۱۱

ایک آدمی کے پاس سود کی رقم ہے اور وہ سود کی رقم سے کھیل،کود کے آلات لاتا ہے تو ان آلات سے کھیلنا جائز ہے؟ اور ایسی رقم سے کھیل کود کے آلات لانا جائز ہے یانہیں؟تفصیل کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں۔

جواب : ۵/۲۱۱ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

سودی رقم سے کھیل کود کے آلات لانا جائز نہیں،سودی رقم سے خریدے گئے کھیل کود کے آلات سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں،سود لینا اور دینا حرام ہے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سودی رقم اپنے استعمال میں لانا۔

سوال : ۶/۲۱۲

سودی رقم سے اپنا ذاتی بیت الخلاء بنا سکتے ہیں؟

جواب : ۶/۲۱۲ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

سودی رقم سے اپنا ذاتی بیت الخلاء بنانا حرام ہے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سودی رقم سے اپنا بیت الخلاء اور غسل خانہ بنانا۔

سوال : ۷/۲۱۳

مجھے ضرورت کی وجہ سے مکان بنانا ہے فی الحال میرے پاس بینک میں

۱۸۰۰۰ روپیہ ہے اور مکان بنانے کا تخمینی خرچ ۲۰۰۰۰ روپیہ ہے اور بیت الخلاء اور غسل خانہ وغیرہ کا علیحدہ خرچ ہوگا اب تو مجھے مکان اور بیت الخلاء اور غسل خانہ بنانے کے لئے بھی قرض لینا پڑے گا۔ مگر بینک میں جو رقم پڑی ہے اس کا تقریبا ۲۵۰۰ روپیہ سود جمع ہوا ہے تو اس سودی رقم کو میں اپنے بیت الخلاء اور غسل خانہ کے لئے استعمال کرسکتا ہوں یا نہیں ؟ اس کی تفصیل سے مطلع فرمائیں، اگر سودی رقم شریعت کے مطابق میں استعمال نہ کرسکوں تو فی الحال وہ رقم قرض کے طور پر استعمال کرسکتا ہوں ؟ شریعت کے اعتبار سے اس کا تفصیلی حکم تحریر فرما کر مہربانی فرمائیں۔

جواب : ۷/۲۱۳ حامدًا و مصلیًا و مسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

بینک کے سود کا حکم یہ ہے کہ کسی غریب مسلمان کو ثواب کی نیت کے بغیر دے دیا جائے ،سودی رقم کو اپنے ذاتی کام میں استعمال کرنا حرام ہے اور اپنے ذاتی کام کے لئے قرض کے طور پر لینا اور دینا یہ دونوں درست نہیں ہے، سودی رقم کو صدقہ کردینے کا حکم شریعت میں وارد ہوا ہے، لہذا اس پر عمل کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم۔

اپنی گاڑی کی مرمت میں سودی رقم استعمال کرنا۔

سوال : ۸/۲۱۴

بینک میں میرے پیسے جمع ہیں اس رقم پر بینک جو سود دیتی ہے وہ سودی رقم میرے لئے مندرجۂ ذیل کاموں میں استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۱) سائیکل کی مرمت کرانے میں ۔ (۲) اسکوٹر کی مرمت کرانے اور بیمہ۔ ٹیکس بھرنے میں ۔ (۳) ریل کے سفر کے لئے ریل کی ٹکٹ خریدنے میں ۔ (۴) ہندو دوست کو کسی خوشی کی تقریب میں ہدیہ کے طور پر دینے میں ۔

جواب : ۸/۲۱۴ حامدًا و مصلیًا و مسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

سود کی رقم آپ نے جتنے کام ذکر کیئے ہیں ان میں سے کسی ایک کام میں بھی استعمال نہیں کر سکتے۔ سود کا شرعی حکم یہ ہے کہ اس کے دینے والا اور لینے والا دونوں گنہگار ہے، شریعت کے اعتبار سے سودی رقم کسی بھی حال میں جائز نہیں مگر اسلام کے خلاف سودی رقم کے استعمال کو روکنے کے لئے علماء کرام نے غریب یا رفاہی کاموں میں ثواب کی نیت کے بغیر استعمال کرنے کو جائز ٹھہرایا ہے۔

لہذا آپ بھی بینک کے سود کو ثواب کی نیت کے بغیر کسی غریب کو دے سکتے ہو، اس کے علاوہ جو کام آپ نے ذکر کیئے ہیں ان میں استعمال نہیں کر سکتے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مسجد، مدرسہ، قبرستان میں سودی رقم۔

سوال : ۹/۲۱۵

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین! مندرجہ ذیل مسائل کا جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع عطا فرمائیں۔

(۱) سودی رقم کو مسجد اور مدرسہ کے بیت الخلاء اور قبرستان کی دیوار بنانے کے لئے استعمال کر سکتے ہیں؟ اور دوسرا یہ کہ ادارہ کے سرکاری کاموں کے حل کے لئے سرکاری حکمران جو رشوت لئے بغیر کام نہیں کرتے تو یہ رقم اس کام کرنے والے کو اصل خرچ چھوڑ کر رشوت کے طور پر دے سکتے ہیں یا نہیں؟ حوالہ کے ساتھ جواب مرحمت فرما کر ممنون فرمائیں۔

(۲) سود کی رقم مدرسہ کے غریب طلباء کو کسی بھی کام کے لئے دے سکتے ہیں؟ یا غریب بیوہ عورت کے کسی بھی کام میں استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ یا غریب بچوں کے لئے کتابیں یا کاپیاں یا کپڑے خرید سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر آپ کی رائی کے مطابق

کوئی حقدار جگہ ہوتو مطلع فرمائیں۔

جواب: ۹/۲۱۵ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

(۱۔۲) سودی رقم مسجد، مدرسہ یا ان کے متعلق کسی بھی کام میں استعمال کرنا جائز نہیں۔سودی رقم سے قبرستان کی دیوار بنانے کی اجازت ہے۔

سوال میں ذکر کردہ تفصیل کے مطابق اگر ادارہ کے حکومت کی سطح کا کام ہو اور وہ کام ہمارا حق ہوتو رشوت کے طور پر سود کی رقم دینا جائز ہے۔

(فتاوی رحیمیہ: ۱۹۲/۲، ۱۳۶/۶، فتاوی محمودیہ: ۳۷۷/۱۳)

سودی رقم مسجد کے غسل خانہ، بیت الخلاء وغیرہ میں استعمال کرنا۔

سوال: ۱۰/۲۱۶

بھروچ شہر میں واقع مسجد بادشاہی چار راستہ کی تعمیر نو کے سلسلہ میں چند صاحبان خیر سودی رقم دینا چاہتے ہیں، آیا یہ رقم مسجد مذکورہ سے متصل بیت الخلاء، پیشاب خانہ، غسل خانہ وغیرہ بنانے کے لئے استعمال کرنا شرعا جائز ہے یا نہیں؟ معتبر کتابوں کے حوالہ سے تشریح فرمائیں۔

جواب: ۱۰/۲۱۶ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

جو روپیہ بنیت حفاظت سرکاری بینک میں جمع کیا گیا ہو اس کا سود بینک سے وصول کر لینا چاہیئے وصول کر کے اس رقم کو قومی اور رفاہ عام کے کاموں میں بنیت رفع وبال خرچ کر دینا چاہیئے، سود کی رقم کو مسجد کے بیت الخلاء، پیشاب خانہ، غسل خانہ اور گندے پانی کی نالی بنانے میں خرچ کر سکتے ہیں اور اس کے لئے بہتر طریقہ یہ ہے کہ ثواب کی نیت کے بغیر غریب، مسکین کو دے دے اس کے بعد وہ غریب مسجد کے غسل خانہ، بیت الخلاء اور پیشاب خانہ بنانے کے لئے دیوے، اس کی وجہ سے یہ نہ سمجھا جائے کہ سود حلال ہو گیا، مجبوری کی وجہ سے علماء نے اس کی گنجائش دی ہے، چونکہ

بینک کا سود لینے میں زیادہ خرابی ہے لہذا اس کو پلید اور ناپاک سمجھ کر مذکورہ صورت پر عمل کریں۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (فتاوی اشرفیہ:۱۹۹/۳)

مسجد سے متعلق کاموں میں سودی رقم۔

سوال: ۱۱/۲۱۷

یو.کے. جامع مسجد کے کمیٹی کے ممبران ہم آپ کو اطلاع دیتے ہیں کہ ہم نے تاریخ ۱۱رشوال ر۱۴۰۳ھ مطابق ۲۲ر۷ر۱۹۸۳ء بروز جمعہ ہماری کمیٹی نے مسجد کے پڑوس میں جگہ لے کر باقاعدہ جامع مسجد بنانے کے لئے علماء کرام کے مبارک ہاتھوں سنگ بنیاد رکھی گئی، مکمل مسجد کی تعمیر کا تخمینی خرچ ۲ کروڑ ۳۵ ہزار پاؤنڈ ہیں، جس میں سے پہلے طبقہ کا کام یعنی باہر کی دیواریں اور دروازے اور کھڑکیاں اور چھت کا کام ایک لاکھ ۷۰ ہزار پاؤنڈ میں دیا ہوا ہے اور اللہ کے فضل وکرم سے دوسری اگست سے شروع ہوگیا ہے اور فی الحال بھی جاری ہے۔ یہ کام ختم ہونے کے بعد دوسرے طبقہ میں اندر کی دوسری تمام ضروریات جیسے کہ وضوء خانہ، بیت الخلاء، بجلی کی کاروائی، اندر کے دروزے کھڑکیاں اور جماعت خانہ کا صحن وغیرہ کام کونٹراکٹر کو دیا جائے گا، جس کا تخمینی خرچ موجودہ حالت کے مطابق ۶۰ ہزار پاؤنڈ کہہ سکتے ہیں۔

یہ کام جب ہم نے شروع کیا تب پہلے طبقہ کے کام کے لئے بھی کافی ہو جاوے اتنی رقم ہمارے پاس نہیں تھی مگر اللہ پر بھروسہ کر کے علماء کرام کے مشورہ سے اللہ کے گھر کی تعمیر شروع کردی گئی اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ اپنے گھر کا کام مکمل فرمائے گا۔آپ سے بھی دعاء کی درخواست ہے۔

مزید اطلاعا یہ عرض ہے کہ اس تعمیری کام کے لئے کچھ رقم ہمارے پاس پانچ سال سے جمع تھی جو بینک میں جمع ہونے کی وجہ سے اصل رقم کا سود اور سود کا سود مل کر رقم جمع ہوگئی ہے اور چندہ وصول کر کے جو رقم جمع کی گئی ہے اس رقم میں سے ہر مہینہ جتنا

تعمیری کام ہوتا ہے اتنے پیسے کونٹراکٹر کو دیئے جاتے ہیں، چندہ وصولی کا کام ماشاء اللہ جاری ہی ہے، مگر خدانخواستہ ایسے حالات پیدا ہوں کہ ہمارے پاس سودی رقم کے علاوہ کوئی دوسری رقم نہ ہو اور خرچ ادا نہ کر سکتے ہوں تو ایسے حالات میں ہمارے لئے بڑی مصیبت کھڑی ہو سکتی ہے اس کی وجہ سے مسائل درپیش ہیں مندرجہ ذیل باتوں کا شریعت کے قانون کے مطابق جواب عنایت فرمائیں:

(۱) ہمارے پاس فی الحال جو سودی رقم کے علاوہ رقم ہے وہ ختم ہو جانے پر سود کی رقم میں سے مسجد کے تعمیری خرچ میں ہر مہینہ استعمال کریں، اب اس کے درمیان جو چندہ کی رقم وصول ہوا سے سود کی استعمال شدہ رقم بھر دیں تو ایسا کرنے سے مسجد کا پہلے طبقہ کا کام آسانی کے ساتھ مکمل ہو سکے اور قرض لینے کی ضرورت بھی نہ پڑے تو کیا اس طرح کرنے کی شریعت میں گنجائش ہے؟

(۲) یہ بھی ممکن ہے کہ بعض مسلمان بھائی اپنی کمائی میں سے سودی رقم کے علاوہ مسجد کی تعمیر کے لئے قرض کے طور پر دینے کے لئے تیار ہوں مگر اس کے عوض زمین گروی مانگتے ہیں ایسے حالات میں مسجد کی کمیٹی زمین گروی رکھنے کے لئے سودی رقم میں سے گروی زمین رکھیں اور جب کمیٹی کے پاس چندہ کی رقم وصول ہو اس وقت جمع کرا دے اس طرح کا معاملہ کرنے کی شریعت اجازت دیتی ہے؟

(۳) بعض مسلمان بھائیوں کو سود کی رقم میں سے مسجد کی کمیٹی قرض کے طور پر دے اور سود کی رقم قرض کے طور پر لینے والا اپنی کمائی کے سودی رقم کے علاوہ حلال کمائی میں سے مسجد کو قرض دے دے تو ایسی واپس آئی ہوئی رقم کے ذریعہ مسجد کی تعمیر کر سکتے ہیں؟ مطلب یہ کہ اس طور پر حیلہ کر کے سود کی رقم حلال ہو جائے گی؟

(۴) نئی تعمیر ہونے والی مسجد کا پلان (نقشہ) وغیرہ بنانے کے لئے ایک آرکیٹیکٹ انجنیر متعین کیا ہوا ہے اور ہر مہینہ تعمیر کے بل جو کونٹراکٹر کی طرف سے آتے

ہیں اس کی تحقیق کرنے کے لئے ایک آدمی کو اور ایک اسٹرکچرل انجینئر متعین کیا ہوا ہے جس کا کام تعمیر کی مضبوطی وغیرہ دیکھنا ہے اس طور پر تین غیر مسلم آدمیوں کو متعین کیا ہے اور تینوں کی فیس علیحدہ علیحدہ ہے تو یہ اجرت سود کی رقم میں سے ادا کرنے کے متعلق شریعت کیا کہتی ہے؟

(۵) آرکیٹیکٹ عمارت بنانے یا مرمت کرنے کے لئے جو بھی ڈیزائن بناوے اس کو نافذ اور اصلاح کرنے کے لئے اخیری دو سالوں سے تعمیر کے تخمینی خرچ کے دو فیصد حکومت لیتی ہے اس سے پہلے ایسی کوئی فیس نہیں لی جاتی تھی تو سود کی رقم میں سے یہ فیس ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(۶) دوسرے ملکوں کی طرح یہاں پر بھی غیر منقولہ جائداد خریدنے یا بیچنے کے لئے دستاویز کیا جاتا ہے ہمارے ملک میں دستاویز لکھنے والے آدمی معمولی ہوتے ہیں یہاں مخصوص قسم کے وکیل ہوتے ہیں جو اس قسم کے دستاویز اور آپس کے معاملات کے کاغذات تیار کرتے ہیں وہ لوگ بڑی بڑی آفسیں بنا کر دو سے زائد آدمیوں کی کمپنی بنا کر لوگوں کے کام فی صد یا بڑی اجرت لے کر کام کرتے ہیں یہ وکیل بھی غیر مسلم ہوتے ہیں تو سود کی رقم سے اس فیس کو دے سکتے ہیں؟

(۷) نئی مسجد میں عمارت کی تعمیر کے علاوہ دوسرے مندرجہ ذیل کام کرانے ہیں:

(الف) مسجد کا استعمال کرنے والوں کی سہولت کے لئے ۸ بیت الخلاء بنانے ہیں۔ (با) مسجد میں عبادت یا کسی کام سے آنے والے لوگ گاڑی لے کر آوے چاہے وہ مسلم ہو یا غیر مسلم ہو ان کی کاریں ٹھہرانے کے لئے تقریبا ۵۰ موٹر کار ٹھہر سکے ایسا کار پارکنگ بنایا جائے گا، یہ کار پارکنگ حکومت کے قانون کے

مطابق بنایا جائے گا، جس کا بڑا خرچ ہوتا ہے۔ (جیم) یہاں سال بھر بارش سا موسم ہونے کی وجہ سے راستے اور کار پارکنگ پکے بنانے ہوتے ہیں اس میں بھی بڑی رقم خرچ ہوگی۔ (دال) عام طور پر ہماری مسجد اور مدرسہ کی مذہبی عمارتیں مشترکہ بستی میں یا تو صرف غیر مسلم یعنی جہاں پر عیسائیوں کی آبادی بڑے پیمانہ پر ہو ایسی جگہوں میں بنائی جاتی ہے ایسے حالات میں غیر مناسب چیزیں عمارتوں کی دیواروں پر لکھی جاتی ہے اور دروازے اور کھڑکیوں کے شیشے توڑ دیئے جاتے ہیں، ایسے لوگوں سے عمارت کو محفوظ رکھنے کے لئے عمارت کے چاروں طرف دیوار بنائی جاتی ہے، جگہ بڑی ہونے کی وجہ سے خرچ زیادہ ہوگا۔

سات نمبر کے تمام کاموں میں سودی رقم استعمال کرنے کا شریعت کے نزدیک کیا حکم ہے؟ اس کا بالترتیب اور تفصیل کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں۔

(۸) سودی رقم مسجد کی عمارت یا مسجد کی ملکیت کے کن کاموں میں استعمال کرسکتے ہیں؟

فی الحال بیکاری جیسے حالات ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کی اقتصادیات پر نظر رکھتے ہوئے مندرجۂ بالا مسائل پیش آرہے ہیں تو آپ سے عاجزانہ گذارش ہے کہ آپ تمام مسائل کا ترتیب اور تفصیل کے ساتھ شریعت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دونوں جہاں میں بہترین بدلہ عطا فرمائیں۔ (آمین)

جواب: ۱۱/۲۱۷ حامدًا ومصلیًا ومسلمًا۔ ھوالموفق للصواب۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ پاک ہے اور پاک مال کو قبول کرتا ہے، اسی طرح فقہ کی کتابوں میں ہے کہ حرام مال سے کسی بھی طرح کا فائدہ اٹھانا جائز نہیں۔ لہذا جو چیز اللہ کی عبادت کرنے کا ذریعہ ہو اس میں حرام مال سے فائدہ اٹھانا کسی بھی طرح جائز نہیں۔

سود کی حرمت قرآن وحدیث سے ثابت ہے، سودی رقم لینا اور دینا دونوں جائز نہیں، اب بینک سے سودی رقم اٹھا لینے کا جو فتوی دیا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر سودی رقم نہ اٹھالی جائے تو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف وہ رقم استعمال کی جائے گی، اس وبال سے بچنے کے لئے سود اٹھا لینے کا حکم دیا گیا کہ ثواب کی نیت کے بغیر کسی غریب محتاج کو دیدیا جائے۔ اب آپ نے سوال میں ذکر کیا ہے کہ سود کی رقم کون کون سے کام میں استعمال کر سکتے ہیں؟ تو نمبر ۵ اور مسجد کے متعلق جو کام ہے ان کاموں میں خرچ کرنے کے مفتیان کرام نے اجازت دی ہے۔

حکومت جو ظلماً ٹیکس وصول کرتی ہے اس میں اور رفاہ عام کے کاموں میں سود کی رقم استعمال کرنے کی گنجائش ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

قبرستان کی دیوار کے لئے سودی رقم۔

سوال: ۱۲/۲۱۸

ہمارے یہاں داہود شہر میں گھانچی مسلم برادری کے دو قبرستان ہیں، ایک بڑا (جو ایکیس ایکڑ کا ہے) اور دوسرا چھوٹا (جو آٹھ ایکڑ کا ہے) دونوں قبرستان کے چاروں طرف کوئی دیوار وغیرہ نہیں ہیں جس سے قبرستان کے درخت وغیرہ کی حفاظت نہیں ہوتی؛ بارش کی موسم کے علاوہ قبرستان میں لوگوں کے جانور پھرتے رہتے ہیں اور قبروں پر چرتے اور پیشاب پاخانہ کرتے ہیں تو قبرستان کی دیوار بنانا کس حد درجہ ضروری ہے؟

اس صورت حال کو دیکھ کر شہر کے ذمہ داروں نے بڑے قبرستان کے چاروں طرف دیوار بنانے کا ارادہ فرمایا اور لوگوں میں جانی و مالی قربانی دینے کا اظہار فرمایا، من جملہ اس کام کے لئے ایک آدمی کی طرف سے بڑی رقم ملنے کی امید ہے، تاکہ قبرستان اور قبروں کی بے حرمتی سے حفاظت ہو جائے، مگر بعض بھائیوں کا یہ کہنا ہے کہ

یہ کام بہت بڑا ہے اور وقت آنے پر بڑی رقم کی ضرورت پڑے گی اس لئے فی الحال اس رقم کے ذریعہ سے کوئی عمارت بنا کر قبرستان کی آمدنی کا ذریعہ بنانا چاہئے ، قبرستان کی دیوار بنانے سے کوئی آمدنی اور فائدہ نہیں ہوگا، تو کیا اس طور پر سوچنے والا شریعت کی نظر میں گنہگار ہوگا؟ اس کے متعلق ضروری خلاصہ تحریر فرمائیں، اور وہ آدمی کس درجہ کا گنہگار ہوگا؟

(۲) قبرستان کی دیوار بنانے میں سود کی رقم اور غیر مسلم کی رقم استعمال کر سکتے ہیں؟ جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

جواب : ۱۲/۲۱۸ حامدًا ومصليًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

مسلم قبروں کی حفاظت اور اس کا احترام کرنا ضروری ہے اور قبروں کی بے حرمتی کرنا گناہ کا کام ہے۔ لہذا قبرستان کے چاروں طرف دیوار بنانے کے لئے جو رقم آئی ہے اس سے دیوار بنانی چاہئے۔

(۲) قبرستان کا کوٹ بنانے کے لئے سود کی رقم اور حکومت اور غیر مسلم کی طرف سے ملنے والی رقم کو کوٹ بنانے میں استعمال کرنے کی گنجائش ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

قبرستان کی دیوار کے لئے سودی رقم۔

سوال : ۱۳/۲۱۹

قبرستان کے چاروں طرف دیوار بنانے کے لئے سود کی رقم استعمال کر سکتے ہیں؟ اس کا خلاصہ عطا فرما کر مہربانی فرمائیں۔

جواب : ۱۳/۲۱۹ حامدًا ومصليًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

سودی معاملہ کرنے کے بارے میں قرآن اور حدیث میں واضح حکم دیا گیا ہے کہ: سود لینا اور دینا حرام ہے، اس کے بارے میں سخت وعیدیں آئی ہوئی ہیں، ۳۶

مرتبہ زنا کرنے سے بھی زیادہ خراب ہے، اور حدیث شریف میں بتایا گیا کہ اپنی ماں کے ساتھ زنا کرنے سے بھی سخت گناہ ہے، دین اور دنیا برباد کرنے والی چیزوں میں سے ہے؛ ایسی ساری وعیدیں سودی کاروبار کرنے والے کے متعلق وارد ہوئی ہیں، لہذا ایک مؤمن کو اس سے بچنے کی کوشش کرنا چاہئے، مگر بینک میں حفاظت کے خاطر یا حکومت کے قانون کے ماتحت رقم جمع کی جائے اس کا جو سود ملے اسے بینک سے لے لینا چاہئے، کیوں کہ وہ سود کی رقم اسلام اور مسلمانوں کے خلاف تبلیغ اور کوشش میں استعمال کرتے ہیں نقصان اور ظلم سے بچنا اور بچانا قرآن اور حدیث کا حکم ہے، اس وبال سے بچنے کے لئے سودی رقم بینک سے اٹھا کر غریب محتاج کو ثواب کی نیت کے بغیر دے دینی چاہئے، اسی طرح رفاہی کاموں میں بھی استعمال کر سکتے ہیں۔

(کفایت المفتی: ۸/۶۰)

قبرستان کے چاروں طرف سود کی رقم سے پختہ دیوار بنا سکتے ہیں کیوں کہ وہ رفاہی کاموں میں سے ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

غیر سودی ادارہ۔

سوال: ۱۴/۲۲۰

مندرجۂ ذیل تفصیل کے مطابق وصول ہونے والی آمدنی حدیث کے اعتبار سے سودی رقم سمجھی جائے گی یا نہیں؟ اس کے متعلق فتوی عنایت فرمائیں۔

ہم ایک امدادی ادارہ چلاتے ہیں ادارہ کا مقصد ان کے ممبران کو تجارت کرنے کے لئے غیر سودی قرض قسطوں پر دینا ہے، اس ادارہ کی آج تک اپنی کوئی ذاتی آمدنی نہیں ہے، مگر آمدنی کا ذریعہ بنانے کے لئے ہمارے دوست واحباب کے پاس سے بینک کی طرح یومیہ کچھ رقم لینا جاری کیا ہے، جو لوگ رقم دیتے ہیں وہ لوگ امداد ہی کی نیت سے دیتے ہیں جس کے بدلہ میں ان کو کوئی عوض نہیں دیا جاتا اس طرح

جمع شدہ رقم سے ہم نے ہاتھ لاری کی اصل قیمت سے زیادہ ۵۷۵ روپیہ زیادہ لے کر دینا شروع کیا یعنی لاری کی اصلی قیمت ۹۲۵ روپیہ ہوتی ہے ہم نے ۱۵۰۰ روپیہ میں آسان قسطوں پر یعنی روزانہ پانچ روپیہ ہفتہ وصول کر کے مسلمانوں کو دینا شروع کیا معمولی طور پر بازار میں نئی ہاتھ لاری کا کرایہ روزانہ پانچ روپیہ وصول کیا جاتا ہے، مگر مذکور اسکیم کے ماتحت کرایہ ہی کی رقم میں آدمی لاری کا مالک بن جاتا ہے، دوسری طرف ایک لاری بیچنے پر ادارہ کو بھی ۵۷۵ روپیہ نفع ملتا ہے، اس طرح ادارہ کے نفع کا معیار بڑھا کر قرض زیادہ دینے کا مقصد ہوتا ہے، مگر یہ قرض ادارہ کے ممبروں ہی کو دیا جاتا ہے۔ مختصر یہ کہ مذکورہ اسکیم سے آنے والی آمدنی کو حدیث کے اعتبار سے حلال کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ آپ صاحب ہماری ضرور رہنمائی فرمائیں اور ہمیں حق کی راہ بتائیں، کبھی کبھی مذکور اسکیم کے ماتحت لاری خریدنے والے اپنی مالی کمزوری کی وجہ سے قیمت کی قسطیں بھی نہیں بھر پاتے جس سے ادارہ کو نفع نہیں ہوتا۔

جواب: ۱۴/۲۲۰ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

ادارہ بذات خود ہاتھ لاری اور ممبر صاحبان کو ضروری سامان خرید کر ادارہ کے لئے نفع لینا متعین کریں اور خریدنے والا آسان قسطوں پر اس کی ادائیگی کرے یہ جائز ہے، شریعت کے اعتبار سے غیر سودی معاملہ سمجھا جائے گا، شریعت میں اس طور پر کرنا جائز ہے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ہاتھ لاری ادارہ اپنے ممبر کو ۹۰۰/۱۰۰۰ وصول ہونے تک یومیہ کرایہ وصول کرے اور ۹۰۰/۱۰۰۰ روپیہ وصول ہو جانے کے بعد اس لاری لینے والے کو ۱۰۰، ۲۰۰ روپیہ میں بیچ دے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

کرایہ دار کا قبضہ چھوڑنے کے لئے سودی رقم۔

سوال: ۱۵/۲۲۱

میری اپنی میراث میں ملی ہوئی کچھ رقم، زمین ہے اور کچھ بنے ہوئے مکانات ہیں زمین پر اپنی طرف سے مکان بنا کر کچھ لوگ رہتے ہیں، وہ زمین کا کرایہ نہیں دیتے، نہ زمین کھالی کرتے ہیں، اگر ان سے مطالبہ کرتے ہیں تو وہ نقدی مانگتے ہیں، جو زمین کی قیمت کے بیس فیصد ہے مثال کے طور پر پلاٹ کی قیمت ایک ہزار پچاس ہے تو اس کے مقابلہ میں دو یا تین ہزار مانگتے ہیں، اسی طرح کرایہ دار مکان بھی کھالی نہیں کرتے اور کرایہ بھی نہیں دیتے اور پیسے مانگتے ہیں کیا انہیں دونوں قصوں میں اپنے یا دوسرے کے پاس سے سود کی رقم دے کر کھالی کرا سکتے ہیں؟

جواب: ۱۵/۲۲۱ حامدًا ومصليًا ومسلما. هوالموفق للصواب.

اس صورت میں سود کی رقم کی ادائیگی درست نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

مکان کا ٹیکس سودی رقم سے بھرنا جائز ہے؟

سوال: ۱۶/۲۲۲

ہاؤس ٹیکس جو میونسپل کارپوریشن کی طرف سے لیا جاتا ہے اس میں سود کے پیسے دینے جائز ہے؟

جواب: ۱۶/۲۲۲ حامدًا ومصليًا ومسلما. هوالموفق للصواب.

بینک سے جو سود کی رقم حاصل ہوا اس کو ظلماً وصول کیے جانے والے ٹیکس میں مجبوری کی صورت میں ادا کرنے کی گنجائش ہے بلا مجبوری استعمال نہ کریں۔

فتاوی رحیمیہ میں حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوری صاحب نے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرمایا ہے کہ ڈاک خانہ اور بینک سے جو رقم سود کی ملی ہے اسے اپنے ذاتی کام میں استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے، البتہ حکومت جو ٹیکس عائد کرتی ہے یا میونسپل کارپوریشن مکان پر جو ٹیکس لگاتی ہے، یا موٹر کا جو انشورنش حکومت کی طرف سے لازم ہے اس میں اس رقم کے ادا کرنے کی گنجائش ہے۔

(فتاوی رحیمیہ:۱۷۵/۳)

اور فتاوی رحیمیہ جلد ششم میں ایک سوال کے جواب میں تحریر فرمایا ہے بینک کے سود کا اصل مصرف تو غرباء اور مساکین ہیں، رفاہ عام کے کاموں میں صرف کیا جاسکتا ہے، خود منتفع نہ ہو لیکن اگر حکومت کے ان ٹیکسوں کی بھرمار سے تنگ آگیا ہو اور ان کی ادائیگی میں یہ رقم استعمال کرنے پر مجبور ہو تو گنجائش ہے، بلا مجبوری استعمال نہ کرے۔ (فتاوی رحیمیہ:۱۳۶/۶)

مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمود الحسنؒ بینک کے سود کے مصرف کے سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ بہتر یہ ہے کہ بینک سے وصول کر کے غرباء کو دیدی جائے اس نیت سے کہ اللہ تعالیٰ اس کے وبال سے محفوظ فرماوے یہی احوط ہے۔

اگر سرکاری محکمہ سے سود کی رقم حاصل ہوئی ہو تو اس کو غیر واجبی ٹیکس میں ادا کرنا بھی درست ہے۔ بلکہ صدقہ سے مقدم ہے، اور اس طرح کے ایک سوال کے جواب میں لکھا ہے کہ سرکاری بینک سے حاصل شدہ سود کی رقم غیر واجبی ٹیکس میں سرکار ہی کو دے دی جائے یا پھر محتاج، غرباء کو دے دے ثواب کی نیت نہ کرے۔

سودی رقم انکم ٹیکس میں دے سکتے ہیں؟

سوال: ۱۷/۲۲۳

فی الحال میں امریکہ میں رہتا ہوں گورمنٹ انکم ٹیکس وصول کرتی ہے یہاں کی پریشانیوں سے ہم بینک میں رقم جمع کرتے ہیں جس پر بینک سود دیتی ہے، یہاں سود کو ڈیویڈنٹ کہا جاتا ہے، یہ سود کی رقم انکم ٹیکس میں استعمال کر سکتے ہیں؟ اگر اس سود کی رقم کو بینک سے نہ لے لے تو وہ رقم چرچ میں (عیسائی مذہبی کاموں میں) خرچ کرتے ہیں، سوال صرف اتنا ہے کہ اس رقم کو انکم ٹیکس کی ادائیگی کے لئے وصول کر سکتے ہیں یا

نہیں؟

جواب: ۱۷/۲۲۳ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

سودی لین دین کرنا قرآن اور حدیث میں حرام بتایا گیا ہے، سودی معاملہ کرنے کے بارے میں قرآن اور حدیث میں واضح حکم دیا گیا ہے کہ: سود لینا اور دینا حرام ہے، اس کے بارے میں سخت وعیدیں آئی ہوئی ہے، ۳۶ مرتبہ زنا کرنے سے بھی زیادہ خراب ہے، اور حدیث شریف میں بتایا گیا کہ اپنی ماں کے ساتھ زنا کرنے سے بھی سخت گناہ ہے، دین اور دنیا برباد کرنے والی چیزوں میں سے ہے؛ ایسی ساری وعیدیں سودی لین دین کے متعلق وارد ہوئی ہوں جس کی وجہ سے ایک مؤمن کو ہمیشہ بچنے کی کوشش کرنا چاہئے بینک سے ملنے والا سود کسی بھی حالت میں اپنے ذاتی استعمال میں لانا حرام ہے، البتہ مفتی محمد شفیع صاحبؒ کا ایک فتوی یہاں نقل کیا جاتا ہے:

الجواب: جس قدر روپیہ گورمنٹ آپ سے بذریعہ ٹیکس وصول کرتی ہے اس قدر روپیہ آپ گورمنٹ، بینک یا دوسرے سرکاری محکمات سے جس طرح ممکن ہو وصول کرسکتے ہیں، گورمنٹ اس کا نام سود رکھے یا کچھ اور! آپ اپنا جائز مطالبہ وصول کرنے کی نیت سے لیں تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں اور آپ کے حق میں سود نہیں ہوگا۔

ایسے مواقع میں فقہاء رحمہم اللہ نے اس کی بھی اجازت دی ہے کہ اپنے حق کی مقدار غصب کرکے بھی اگر کوئی شخص اپنے مدیون سے وصول کرے تو بھی جائز ہے۔

فتاوی رحیمیہ میں مفتی عبدالرحیم لاجپوری صاحب لکھتے ہیں کہ: پوسٹ آفس یا بینک سے جو سود کی رقم ملتی ہے اسے اپنے ذاتی کام میں استعمال کرنے کی اجازت نہیں البتہ حکومت جو ٹیکس جاری کرتی ہے یا میونسپل کارپوریشن جو مکان کا ٹیکس لیتی ہے یا موٹر کار کا جو انشورنش حکومت وصول کرتی ہے اس میں اس رقم کو ادا کرنے کی گنجائش ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (فتاوی رحیمیہ: ۱۷۵/۳)

N.A. کرانے کے لئے سود کی رقم۔

سوال : ۱۸/۲۲۴

حکومت کی طرف سے جو زمین جس میں کھیتی کی جارہی ہے اس میں مکانات بنانے کے لئے (N.A.) کرانے کی کاروائی کرنی پڑتی ہے اس میں حکومت اور آفسر حضرات کافی پریشان کرتے ہیں اور ہزار دو ہزار یا اس سے زیادہ رشوت کے طور پر لے لیتے ہیں جس میں مشکل سے چوتھائی رقم کی رسید ملتی ہے جو رقم حکومت میں جمع ہوتی ہے دیکھنے کے اعتبار سے قانون ہی غلط اور حکومت کی طرف سے ایک طرح کا ظلم ہے تو کیا دونوں رقمیں سود کے پیسوں سے بھر سکتے ہیں؟ یہ سود کی رقم اپنے پیسوں کا سود یا دوسرے آدمی کے پاس سے لے کر بھر سکتے ہیں؟

جواب : ۱۸/۲۲۴ حامدًا ومصلیًا ومسلمًا۔ ھوالموفق للصواب۔

رشوت کا لینا اور دینا دونوں حرام ہے البتہ دفع ظلم اور اپنا حق وصول کرنے کے لئے بحالت مجبوری رشوت دینے کی گنجائش ہے اور اس صورت میں فقط رشوت لینے والا گنہگار ہوگا۔ (فتاوی محمودیہ: ۱۱۷/۵)

اور (N.A.) کرانے میں سود کی رقم نہ دی جائے اسی میں احتیاط ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

معافی والا سودی قرض لینا۔

سوال : ۱۹/۲۲۵

سودی قرض کے متعلق: تعلیم یافتہ بے کاروں کے لئے پچیس ہزار روپیہ تک سودی قرض مل سکتا ہے اور جو پچیس ہزار روپیہ ملتا ہے اتنا ہی واپس کرنا پڑتا ہے مگر حکومت کی طرف سے پانچ ہزار روپیہ امداد ملتی ہے اس رقم کی ادائیگی میں جتنی قسطوں

کی مدت ہوتی ہے اس میں پچیس ہزار کا سود بڑھایا جاتا ہے جو حکومتی امداد میں سے کاٹ لیا جاتا ہے جس سے بینک کو مکمل پچیس ہزار روپیہ ادا کرنا ہوتا ہے۔ تو یہ سودی قرض لینا جائز ہے یا نہیں؟ جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

جواب : ۱۹/۲۲۵ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

حکومت تعلیم یافتہ بے کاروں کو تجارت وغیرہ کے کاموں کے لئے جو رقم سب سیڈی یا لان کے نام سے دیتی ہے اور اس کی تفصیل اس طرح ہوتی ہے کہ سب سیڈی کی رقم سود کی رقم کے برابر ہوتی ہے یا سب سیڈی کی رقم سود کی رقم سے زیادہ ہوتی ہے اس کو وصول کرنے کے لئے شریعت کے کسی بھی قانون کی مخالفت نہ کی گئی ہو تو ایسی حالت میں سب سیڈی یا لان کے نام سے حکومت کی طرف سے ملنے والی امداد لینے کی گنجائش ہے۔

کیوں کہ جو زیادہ رقم بینک وصول کرتی ہے وہ سود نہیں سمجھا جائے گا کیوں کہ مجموعی طور پر پچاس ہزار روپیہ قرض ہے اور پچاس ہزار سے زیادہ وصول نہیں کیا جاتا جس سے سود کا حکم نہیں ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(نظام الفتاوی: ۲/۲۴۶، ۳۷۵)

ایس ایس سی کی تعلیم یافتہ بے روزگار کے لئے غیر سودی رقم۔

سوال : ۲۰/۲۲۶

حکومت ایس ایس سی کی تعلیم یافتہ بے روزگار کے لئے غیر سودی رقم قرض کے طور پر دیتی ہے تا کہ بیروزگار لڑکے آٹو ریکشا خریدے یا کوئی اور تجارت کرے، یہ رقم بینک کے ڈرافٹ کے ذریعہ دی جاتی ہے، یہ ڈرافٹ ریکشا کمپنی میں دیا جاتا ہے یا بڑی فیکٹریوں میں دے کر تجارتی اسباب حاصل کئے جاتے ہیں؛ جس میں رقم واپس

لینے کی شکل یہ ہوتی ہے اس کی چوتھائی رقم یعنی پانچ ہزار روپیہ سب سیڈی کے طور پر دیئے جاتے ہیں اور بقیہ رقم سود کے ساتھ قسطوں کی شکل میں دی جاتی ہے، جب وصول یابی ایک تہائی تک پہنچ جاتی ہے تو سب سیڈی والی رقم میں سے مکمل وصول کی جاتی ہے، اخیری صورت یہ بنتی ہے کہ جو پچیس ہزار کی رقم حکومت کے پاس سے لی تھی وہ سب سیڈی اور سود کے ساتھ پچیس ہزار سے کم ہوتی ہے یا برابر ہوتی ہے، مگر پچیس ہزار سے زیادہ نہیں ہوتی تو اس طرح حکومت کے پاس سے سود لینے کا حکم شریعت کے اعتبار سے کیا ہے؟ اس کا تفصیلی جواب عنایت فرما کر مہربانی فرمائیں۔

جواب: ۲۰/۲۲۶ حامدًا ومصلیًا ومسلمًا۔ هوالموفق للصواب۔

حکومت تعلیم یافتہ بے روزگاروں کو تجارت وغیرہ کاموں کے لئے جو سب سیڈی یا لان کے نام پر دیتی ہے اور اس کی تفصیل اس طور پر ہوتی ہے کہ سب سیڈی کی رقم سود کی رقم کے برابر ہوتی ہے یا تو سود کی رقم سے زیادہ ہوتی ہے اور اس کے حصول کے لئے شریعت کے کسی قانون کی مخالفت نہ کی گئی ہو تو ایسی حالت میں لان اور سب سیڈی کے نام سے حکومت کی طرف سے جو امداد ملتی ہے اس کو لینے کی گنجائش ہے۔

دوائیوں کا کارخانہ بنانے کے لئے سودی رقم۔

سوال: ۲۱/۲۲۷

پانولی جی۔آئی۔ڈی۔سی۔ میں دوائیوں کی فیکٹری بنانے کا خیال ہے جس میں نو شرکاء ایک ہی گھر کے ہیں، جس میں رأس المال ایک کروڑ سے ڈیڑھ کروڑ تک ہے جی۔آئی۔ڈی۔سی۔ میں کارخانہ ڈالنے کے لئے حکومت کی طرف سے ہم کو سب سیڈی ملے گی۔

ایک سے ڈیڑھ کروڑ روکنے کی ہم میں استطاعت ہے مگر حکومت کو بتانے کے لئے وہائٹ پیسوں کا سوال ہے، ہم پچاس لاکھ روپیوں تک وہائٹ پیسہ بتا سکتے ہیں بقیہ ستر سے پچھتر لاکھ روپیہ بتانے کے لئے ہمیں بینک یا حکومت کے کسی ادارہ کی طرف سے سودی قرض لینا پڑے ہندوستانی حکومت میں وہائٹ پیسے کا بڑا سوال ہے ہمیں اطلاع ملی ہے کہ اگر مندرجہ ذیل طریقہ پر اگر سودی قرض لیا جائے تو جائز ہے، لہذا تفصیل کے ساتھ مطلع فرمائیں۔

(۱) جتنے روپیہ وہائٹ بتانے ہوں اتنا سودی قرض ہم کسی بھی حکومت کے ادارہ سے لیں تو جو قرض لیا ہو اتنی ہی رقم ہم بعض جگہوں میں رکھ دیں اور جب تک سودی قرض واپس ادا نہ کریں وہاں تک اس سودی رقم کو ہاتھ بھی نہ لگائیں تو جائز ہے یا نہیں؟

(۲) موجودہ دور میں ترقی یافتہ علاقہ میں تجارت کی جائے تو گورمنٹ کی طرف سے سب سیڈی دی جاتی ہے، اور سیل ٹیکس کی ادائیگی میں راحت رہتی ہے اگر ہم پانولی جی. آئی. ڈی. سی. میں فیکٹری قائم کریں تو ہمیں سب سیڈی اور سیل ٹیکس میں راحت ملے، اس کے مقابلہ میں اگر ہم حکومت کی طرف سے سودی قرض لیں اور اس کا سود ادا کریں اور اس سود کی ادائیگی کے لئے گورمنٹ کی طرف سے سب سیڈی اور سیل ٹیکس کی راحت جتنی یا اس سے کم ادا کریں تو جائز ہے یا نہیں؟

وہائٹ پیسہ کے حل کے لئے لان لینا جائز ہے یا نہیں؟ وہ آپ مطلع فرمائیں۔

جواب: ۲۱/۲۲۷ حامدًا ومصلیًا ومسلمًا۔ هوالموفق للصواب۔

سود کی حرمت قرآن اور احادیث میں صراحت کے ساتھ وارد ہوئی ہے امام ابوحنیفہؒ قرآن پاک کی سود کی آیت کو بڑی خطرناک آیت بتاتے ہیں جس میں سودی

کاروبار کرنے والے کے لئے اللہ پاک اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے لڑائی کا اعلان بتایا گیا ہے، لہذا مذکورہ حرمت اور برائیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر حال میں سود حرام ہے مگر جبکہ آپ کی نیت سود لینے کی نہیں بلکہ اپنی حلال آمدنی کو سرکاری پکڑ سے بچانے کی ہے تو جس طرح فقہاء کرام نے رشوت لینا دینا حرام ہونے کے باوجود مجبوری کی وجہ سے اپنا جائز حق رشوت دیئے بغیر نہ ملتا ہو تو رشوت لینے والے کو گنہگار قرار دیا اور دینے والے کو مجبوری اور لاچاری کی وجہ سے گنہگار نہیں ٹھہرایا اور اللہ پاک کی ذات سے امید ہے کہ رشوت دینے والا گناہ سے بچ جائے گا۔

اسی طرح اپنے حلال اور جائز روپیہ کو بڑا کاروبار کرنے کے لئے قانونی پکڑ میں ایسی جائز (وہائٹ رقم) ہونے کے باوجود کالا دھن سمجھ کر ٹیکس کی پکڑ سے بچنے کے لئے مجبوری کی وجہ سے اتنی رقم حکومت کے پاس سے قرض کے طور پر لے سکتے ہیں؛ مگر استغفار اور توبہ کرتا رہے کہ اللہ پاک یہ ظلمی ٹیکس ہماری بداعمالیوں ہی کی وجہ سے ہے۔ جو رقم اور مال آئے گا اور مستقبل میں جو نفع ہوگا وہ حلال سمجھا جائے گا، مگر شرط یہ ہے کہ سوال میں ذکر کردہ تفصیل کے مطابق سب سیڈی اور سیل ٹیکس کی راحت اور قرض کی رقم کو حکومت میں ادا کیا جانے والا سود اور اصل رقم کی جتنی یا اس سے زیادہ ہو، سود کی رقم زیادہ نہ ہو جائے، مثال کے طور پر پندرہ لاکھ کی سب سیڈی کے مقابلہ میں سود پندرہ لاکھ یا اس سے کم ہو تو جائز ہے، سود کی رقم زیادہ نہ ہونی چاہیئے۔

(نظام الفتاوی: ۱/۱۸۹، ۲۱۸، ۱۹۷، ۲۸۵، بینک انشورنش اور سرکاری قرض، مولانا برہان الدین صاحب سنبھلی: ۱۱۸)

آپ نے سوال نمبر ایک میں جو تفصیل درج کی ہے اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے کیوں کہ آپ نے سود تو لے ہی لیا ہے، رقم رکھنے سے اس کا کوئی حل سمجھ میں نہیں آتا۔

فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سودی رقم رفاہی اور غیر مسلموں کے کاموں میں استعمال کرنا۔

سوال : ۲۲/۲۲۸

(۱) بینک میں حفاظت کی نیت سے جو رقم رکھی جاتی ہے بینک اس کا سود دیتی ہے تو وہ سودی رقم غریب محتاج کو مطلع کر کے نقد یا اناج، غلہ وغیرہ دوسری ضرورت کی چیزیں خرید کر دے سکتے ہیں؟

(۲) ایک آدمی کے پاس بینک میں رکھی ہوئی رقم کا سود کافی مقدار میں جمع ہوا ہے ان پیسوں کو کہاں استعمال کر سکتے ہیں؟

(۳) کسی غریب آدمی کے لڑکے، لڑکی کی شادی میں استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(۴) کسی غریب آدمی کو تجارت کرنے کے لئے یہ رقم دے سکتے ہیں یا نہیں؟ کن صورتوں میں اس سود کی رقم کو استعمال کر سکتے ہیں؟

جواب : ۲۲/۲۲۸ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

بینک میں جو رقم حفاظت کی نیت سے رکھی گئی ہے تا کہ رقم محفوظ رہے سود لینے کی نیت سے نہیں رکھی گئی تو بینک سے اس کا جو سود ملے لینا جائز ہے؛ اس لئے کہ اگر وہ سود کی رقم نہیں لی جائے گی تو وہ لوگ اسلام اور مسلمانوں کو نقصان دینے والے کاموں میں خرچ کریں گے اور اس رقم کے ذریعہ سے اسلام اور مسلمانوں پر ظلم کیا جاتا ہے، نقصان اور ظلم سے بچنا اور بچانا قرآن اور حدیث سے ثابت ہے۔ اس کی وجہ سے مصیبت بینک میں رکھنے والے پر آئے گی اس وبال سے بچنے کی نیت سے سود کی رقم بینک میں نہ رکھ چھوڑتے ہوئے اس رقم کو وصول کر لیں اور غریب، فقیر، یتیم، بیوہ پر خرچ کریں غیر مسلم حاجت مندوں کو بھی دے سکتے ہیں۔

اگر کوئی مسلمان مقروض ہے اس کے قرض کی ادائیگی کے لئے خرچ کریں،

غریب آدمی کی لڑکی کی شادی کے لئے سودی رقم خرچ کرسکتے ہیں، غریب کو ثواب کی نیت کے بغیر سود کی رقم دی جائے پھر وہ غریب بذات خود جہاں استعمال کرنا چاہے کر سکتا ہے؛ ''یہ سود کی رقم ہے'' ایسا کہنا ضروری نہیں۔

سود کی رقم کو عام راستہ بنانے کے لئے اور لائٹ وغیرہ کے کاموں میں خرچ کرسکتے ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (کفایت المفتی: حصہ ۵ پہلا باب)

قومی فسادات کے بعد حکومت کی طرف سے سودی امداد۔

سوال: ۲۳/۲۲۹

موجودہ فسادات میں مقامی مسلمانوں کی دوکانیں جلاکر کھاک کردی گئیں اس سلسلہ میں حکومت کچھ رقم پچیس ہزار یا پچاس ہزار یا اس سے زیادہ سودی قرض دیتی ہے، پہلے سال سود کی رقم کی ادائیگی نہیں کرنی پڑتی دوسرے سال سے قسط وار رقم سود کے ساتھ ادا کرنی پڑتی ہے تو ایسی رقم حکومت کے پاس سے لان کے نام پر مجبور اور بے سہارا مسلمانوں کے لئے اور جو لوگ مجبور نہیں ہے ان کے لئے لینا شرعی اعتبار سے جائز ہے؟

جواب: ۲۳/۲۲۹ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

حکومت کے بعض ادارے لان کے نام پر جو قرض دیتے ہیں جس کا سود دینا پڑتا ہے تو سود کا لینا دینا دونوں حرام ہے اور اس کی حرمت کا تذکرہ قرآن اور حدیث دونوں میں پایا جاتا ہے اس لئے مسلمان کو ایسی لان لینے سے دور رہنا ضروری ہے اس کے قریب بھی نہ جائے البتہ مجبوری کا حکم الگ ہے۔

مجبور آدمی کے لئے نفع دے کر قرض لینا جائز ہے اس سے سمجھ میں آتا ہے کہ مجبوری کی حالت میں فقہاء کرام نے سودی رقم لینے کی اجازت دی ہے تو جو مسلمان سخت مجبور اور محتاج نہ ہو ان کو حکومت کے بعض ادارے سودی رقم دیتے ہیں تو اس کا لینا

حرام ہے البتہ جو مسلمان سخت مجبور ہے اس کے لئے لینے کی گنجائش ہے ایسا آدمی اپنی ضرورت کے مطابق سودی قرض لے سکتا ہے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

فسادات کے ڈر سے ہوٹل کا بیمہ۔

سوال : ۲۴/۲۳۰

احمد آباد میں ہماری ہوٹل ہے فسادات میں نقصان ہوتا ہے، تو اس کا بیمہ لینا جائز ہے؟

جواب : ۲۴/۲۳۰ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

بیمہ میں سود اور جُوا دونوں ہیں یہ دونوں چیزیں دین اسلام میں حرام ہیں، بیمہ بھی حرام ہے، مگر آدمی ایسی جگہ اور ایسے ماحول میں رہتا ہو کہ جہاں بیمہ کئے بغیر جان اور مال سلامت نہ ہوں تو کسی قانونی مجبوری کی وجہ سے بیمہ لینے کی گنجائش ہے، بیمہ کمپنی میں جو رقم جمع کرائی ہے اس سے رقم اگر زیادہ ملے تو وہ رقم غریب لوگوں کو ثواب کی نیت کے بغیر تقسیم کردینی چاہئے؛ اپنے استعمال میں بالکل نہ لائے۔ ہاں! خدانخواستہ خود غریب اور محتاج ہو تو علماء کرام سے فتوی لے کر اپنی ضرورت کے مطابق اپنے کام میں لینے کی گنجائش ہے اور نیت یہ کرے کہ جب اقتصادی حالت درست ہوجائے گی تب وہ رقم غریبوں کو تقسیم کردے گا۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(فتاوی محمودیہ:۲۴/۴،فتاوی رحیمیہ:۱۳۲/۶)

نقصان سے زیادہ ملی ہوئی بیمہ کی رقم۔

سوال : ۲۵/۲۳۱

ایک آدمی نے بیمہ (PREMIUMکا) بھر دیا اس کو تخمیناً پانچ لاکھ کا نقصان ہوا مگر بیمہ کمپنی کو پچیس لاکھ کا نقصان ظاہر کیا جو بیمہ کمپنی نے منظور بھی کرلیا بعد

میں اس آدمی کو احساس ہوا کہ نقصان سے زیادہ رقم بتا کر میں نے بیمہ کمپنی کے ساتھ دھوکہ کیا اور اس آدمی نے ایک مدرسہ میں فتوی دریافت کیا کہ اس رقم کا مجھے کیا کرنا چاہئے ؟ مدرسہ والوں نے جواب دیا کہ آپ کے لئے اس رقم کا استعمال کرنا بالکل جائز نہیں ہے لہذا یہ رقم آپ مدرسہ میں جمع کرادیں؛ تو کیا اس رقم کا مدرسہ والوں کے لئے استعمال کرنا جائز ہے؟

جواب : ۲۵/۲۳۱ حامدًا ومصليًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

کوئی بھی مسلمان اپنی ذاتی ملکیت اور دوکان اور مال کا بیمہ نہیں لے سکتا شرعی طور پر بیمہ لینے میں جوا اور سود ثابت ہوتا ہے یہ دونوں چیزیں اسلام میں حرام ہے، مگر محققین علماء کرام نے حالات کو مدنظر رکھ کر جیسا کہ ہندوستان میں وقتا فوقتا مسلمانوں کی ملکیت کو نقصان پہنچانے کے لئے قومی فسادات کروائے جاتے ہیں، فسادی لوگ مسلمانوں کی ملکیت کو نشانہ بناتے ہیں ایسے حالات میں بیمہ لینے کی گنجائش دی ہے؛ ایسی مجبوری کی حالت میں بیمہ لیا گیا ہو تو مفتیان کرام نے فتوی دیا ہے کہ بیمہ کی رقم لے لے اور نقصان سے زیادہ جو رقم ملی ہے اس کو غریب، محتاج کو دے دے اور رفاہی کاموں میں استعمال کرے۔

اس رقم کا حقیقی حقدار اس کا اصلی مالک ہے، مگر بیمہ کمپنی میں اس کا اصلی مالک آسانی کے ساتھ مل سکتا نہیں ہے تا کہ وہ رقم اصل مالک کو واپس کر دے اس لئے یہ نقصان سے زیادہ ملنے والی رقم رفاہی کاموں یا غریبوں، یتیموں، حاجتمندوں کو دیدی جائے۔ مزید یہ کہ بیمہ کمپنیاں سودی طور پر شیر خریدتی ہیں جو حرام ہے اور حرام مال لقطہ کے حکم میں ہے؛ لقطہ کا حکم یہ ہے کہ یتیموں، غریبوں اور محتاجوں کو صدقہ کر دیا جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

باب : ۱۸
دعوی کرنا

طلاق کے بعد بیوی کا دعوی کرنا۔

سوال : ۱/۲۳۲

جناب عبدالغنی صاحب نے اپنی بیوی ہاجرہ بی بی کو طلاق مغلظہ دے دی ہے، اب ہاجرہ بی بی کی طرف سے یہ مطالبہ ہے:

(۱) عبدالغنی صاحب نے میرے پاس سے تین ہزار روپیہ بطور قرض لیا ہے جو ابھی تک واپس نہیں ہوئے وہ واپس کرنے چاہیئے۔

جناب عبدالغنی صاحب قرض اور عدم واپسی کا اقرار کرتے ہیں، مگر ساتھ یہ دعوی کرتے ہیں کہ یہ وہ رقم ہے جو ہاجرہ بی بی نے گھر کے اخراجات میں سے بچائی تھی اس لئے وہ تو میری ہے۔

اب اس معاملہ میں عبدالغنی کے پاس گواہ نہیں ہے، نیز ہاجرہ بی بی عبدالغنی کی بات کا انکار کرتی ہے اور کہتی ہے کہ یہ وہ رقم ہے جو تقریبات (عقیقہ، ختنہ وغیرہ) میں رشتہ داروں کی طرف سے مجھے ملی تھی اس لئے ہمارا خیال ہے کہ وہ رقم تین ہزار روپیہ عبدالغنی کے ذمہ واپس کرنا لازم ہے۔

(۲) کچھ رقم اور بھی ہے جو اسی طرح تقریبات یا والدین کی طرف سے ملی تھی جو گھر میں موجود ہے وہ مجھے ملنی چاہیئے، اس بارے میں بھی ہمارا خیال ہے کہ وہ ہاجرہ بی بی ہی کی ملکیت ہے۔

(۳) میں پاکستان گئی تھی وہاں سے مجھے ایک تھرموس اور ایک کولر بطور تحفہ ملا تھا وہ گھر پر ہے، وہ میرا ہے اور مجھے ملنا چاہیئے، عبدالغنی صاحب کو اس بات کا اقرار ہے

کہ وہی پاکستان سے لائی تھی مگر اس نے مجھے قیمۃً دے دیا ہے اس بارے میں عبدالغنی صاحب کے پاس کوئی گواہ نہیں ہے، اس لئے ہمارا خیال ہے کہ یہ بھی ہاجرہ بی بی کی ملکیت ہے۔

اب جناب عبدالغنی صاحب کا مطالبہ ہے کہ میں نے ہاجرہ کو اس کے ماں باپ کی بیماری کے وقت تین ہزار روپیہ دیا ہے، اور ایک مرتبہ ہاجرہ بی بی کے مطالبہ پر سونا خریدنے کے لئے پندرہ سو روپیہ دیئے ہیں وہ مجھے واپس ملنے چاہیئے۔

عبدالغنی کے اس دعوی پر ہم نے گواہ طلب کئے مگر وہ گواہ پیش نہیں کر سکے، نیز کسی طرح اپنا دعوی ثابت نہ کر سکے، ہاجرہ بی بی اس دعوی کا صاف انکار کرتی ہے؛ عبدالغنی صاحب نے یمین (قسم) کا مطالبہ کیا تو ہم نے ہاجرہ بی بی سے یمین طلب کی تو ہاجرہ بی بی نے مع یمین کے بھی عبدالغنی کی بات رد کر دی۔

اس لئے ہمارا خیال ہے کہ وہ رقم (۳۰۰۰، اور ۱۵۰۰) ہاجرہ بی بی پر واپس کرنا لازم نہیں ہے اور نہ عبدالغنی مطالبہ کر سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ ایک بات دریافت طلب یہ ہے کہ عبدالغنی نے ہاجرہ بی بی کو روزانہ ایک معین رقم (۱۵، روپیہ) خرچ کے لئے دیتا تھا، ہاجرہ بی بی نے اس میں سے بچا کر کے کچھ رقم جمع کی تو اب یہ رقم کس کی ملک شمار ہوگی؟

بندہ کے خیال میں یہ رقم ہاجرہ بی بی کی ملک شمار ہوگی۔ جیسا کہ کفایت المفتی حصہ ۵ صفحہ نمبر ۲۲۵ پر اس نوعیت کا ایک فتوی ہے۔

جواب: ۱/۲۳۲ حامدًا ومصليًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

فقہاء کرام نے کتاب الدعوی میں ایک اصول اور ضابطہ بیان کیا ہے کہ ''البينة على المدعي واليمين على من انكر'' اس اصول کی روشنی میں عورت یا مرد جو بھی مدعی ہوگا اس سے گواہ طلب کیے جائیں گے، اگر مدعی گواہ قائم کر دیتا ہے تو

اس صورت میں اس کی موافقت میں فیصلہ کیا جائے گا اور اگر مدعی گواہ قائم کرنے سے عاجز ہے تو ایسی صورت میں جو مدعی علیہ منکر ہے اس سے حلف لیا جائے گا، مدعی علیہ حلف اٹھالیتا ہے ایسی صورت میں مدعی علیہ کے حق میں فیصلہ دیا جائے گا۔

شوہر اپنی بیوی کو جو رقم اپنی خوشی سے یا طرفین کی رضامندی سے دیتا ہے وہ بمنزلہ قضاء قاضی ہے اس بناء پر اس ساری رقم کی مالک عورت ہوگی۔

مفتی شبیر احمد مظاہری نے فریقین کو سنکر ہر امر کے متعلق جو فتوی دیا ہے وہ صحیح ہے۔فقط واللہ علم بالصواب۔

طلاق کے بعد نان ونفقہ کا دعوی۔

سوال : ۲/۲۳۳

سلام مسنون بعد! ۱۹۵۹ء میں عائشہ عمر جی نار بند کے ساتھ شادی کی ان کے بطن سے میرے چار لڑکے اور ایک لڑکی ہے، چاروں لڑکے اپنی خود کفالت کر لیتے ہیں اور سب ہی اٹھارہ سال کی عمر سے زائد کے ہیں ،لڑکی ہے وہ بھی شادی شدہ ہے، اب میں نے اپنی عورت کو اسلامی قانون کے مطابق ۲۵/ جون/ ۱۹۸۶ ء میں اور سرکاری قانون کے مطابق ۳۰/ جولائی/ ۱۹۸۷ء میں الگ کر دی ہے، اس نے میری ملکیت پر جو اس ملک میں ہے دعوی کر دیا ہے، اب مجھے گھر میں جو اخراجات کا خرچ ہوا ہے اس میں سے آدھا منہا کر کے آدھا دینے کے لئے تیار ہوں مگر ہندوستان میں میرے والد حیات ہیں ان کی ملکیت میں بھی مطالبہ کی طلبگار ہے تو مسلم پرسنل لا کے مطابق شریعت کے اعتبار سے مجھے کیا دینا چاہیئے ؟ اور شریعت کے مطابق اس کا کیا حل ہے؟ وہ تفصیل کے ساتھ بہت جلد مطلع فرما کر مہربانی فرمائیں۔

جواب : ۲/۲۳۳ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

طلاق دینے والے مرد کے ذمہ طلاق شدہ عورت کے نان ونفقہ کی ذمہ داری

صرف عدت کی مدت تک ہی محدود ہے اس مدت کے ختم ہو جانے کے بعد نان ونفقہ دینا ضروری نہیں اور مرد کے ذمہ عدت گذارنے والی عورت کے لئے دوسرا کوئی حق نہیں ؛قرآن شریف میں اس کی وضاحت کردی گئی ہے،قرآن شریف میں عدت والی مطلقہ عورت کے سکنی اور نان ونفقہ کے متعلق حکم الہی ہے کہ:

اَسْکِنُوْهُنَّ مِنْ حَیْثُ سَكَنْتُمْ وَاَنْفِقُوا عَلَیْهِن مِنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ. وَاِنْ كُنَّ اُولاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ.
(سورۂ طلاق : ٦)

مذکورہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ طلاق دینے والا مرد جہاں رہتا ہے اس جگہ پر عدت گذارنے والی طلاق شدہ عورت کو اپنی طاقت کے مطابق رہنے کا انتظام کرنا چاہیئے اور رہنے کے متعلق ان کو تنگ اور پریشان اور کوئی تکلیف نہیں دینی چاہیئے اور اگر وہ طلاق شدہ عورت حاملہ ہو تو وضع حمل تک یعنی کہ اس کی عدت ختم ہونے تک اس کو نان ونفقہ دینا چاہیئے۔

قرآن شریف کی آیت میں عدت گذارنے والی عورت حاملہ نہ ہو ایسی عورت کو سکنی دینے کے حکم کے ساتھ نان ونفقہ دینے کا حکم واضح الفاظ میں بیان نہیں کیا گیا مگر سکنی کے حکم سے اشارہ کے طور پر ضروری نان ونفقہ دینا ثابت ہوتا ہے، اور احادیث میں اور حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی قراءت میں بھی نان ونفقہ دینے کا حکم صاف الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے۔

ملا علی قاریؒ مرقاۃ شرح مشکوۃ میں بیان کرتے ہیں کہ:

وفی قراءۃ ابن مسعودؓ اَسْکِنُوْهُنَّ مِنْ حَیْثُ سَكَنْتُمْ وانفقوا علیھن مِنْ وُّجْدِكُمْ.

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی قراءت کے مطابق عدت

گذارنے والی عورت حاملہ نہ ہوایسی عورت کو بھی حاملہ کی طرح حسب استطاعت سکنی اورنان ونفقہ دونوں دینے کا حکم ہے۔ (مرقاۃ:۶/ ۳۲۹)

فقہ کی کتاب شامی میں لکھا ہے جس عورت کو طلاق دینے کے بعد عدت گذارنا ضروری ہوتا ہے طلاق دینے والے مرد پراس کا نان ونفقہ دینا ضروری ہے اور یہ نان ونفقہ طلاق شدہ عورت کو صرف عدت کی مدت کے ختم ہونے تک ہی دینا ضروری ہے۔ (شامی:۲/ ۶۵۳، ۲/ ۱۰۷، ۲/ ۲۶۷، ہدایہ:۲/ ۴۲۲، ۲/ ۴۴۳)

اسلام کے شروع زمانہ سے لیکر آج تک کے تمام مجتہدین ائمہ اور ہر صدی کے علماء کرام اور پوری امت مسلمہ اس بات پر متفق ہیں کہ عدت گذارنے والی طلاق شدہ عورت کے نان ونفقہ کی ذمہ داری طلاق دینے والے مرد کے ذمہ عدت ختم ہونے تک ہی محدود ہے۔ عدت ختم ہونے کے بعد وہ مرد طلاق شدہ عورت کے نان ونفقہ کی ذمہ داری سے مکمل بری ہوجاتا ہے، اور عدت کے نان ونفقہ کے علاوہ دوسرا کوئی حق بھی طلاق شدہ عورت کے لئے طلاق دینے والے مرد کی ملکیت سے وابسطہ نہیں ہوتا۔

قرآن وحدیث کی معلومات رکھنے والے کسی بھی ایک مرد کا اس میں اختلاف نہیں اور فقہ کی سب کتابوں میں اسلامی قانون اسی طرح لکھا گیا ہے۔

طلاق شدہ عورت کے لئے عدت کے نان ونفقہ کے علاوہ سرکاری قانون کا سہارا لے کر طلاق دینے والے مرد کی مال ملکیت میں حصہ لینا قرآن وحدیث اور اجماع امت کے خلاف سمجھا جائیگا اور اس طرح طلاق شدہ عورت مرد کی ملکیت میں سے حصہ لینے والی گنہگار اور دوسرے کا مال ناجائز اور حرام طور پر لینے والی سمجھی جائے گی اس طرح لیا ہوا مال طلاق دینے والے مرد کے ہاتھ واپس کردینا ضروری ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

جھوٹے دعوی کے بدل خرچ ہوا اس کا عوض۔

سوال: ۳/۲۳۴

ایک آدمی کے پاس ۱۲، ۱۵سال قبل ایک زمین خرید کرلی ہوئی تھی، اور وہ خود کسان تھے اس درمیان ایک آدمی نے سرکاری ملازم سے ملکر اس زمین پر اپنا قبضہ ثابت کرنے کے لئے اپنا نام درج کروادیا کچھ عرصہ تک ایسا ہی چلتا رہا اس کے بعد اس زمین پر قبضہ کرنے کے لئے پانچ مزدوروں کی غلط گواہی لے کر پولیس کے پاس مقدمہ دائر کیا، وہ مقدمہ دوسال تک چلتا رہا کورٹ نے بے گناہ ثابت کرکے چھوڑ دیا اس کی وجہ سے بہت زیادہ خرچ ہوا یہ خرچ وصول کرنے کے لئے اس آدمی پر دعوی کرکے خرچ وصول کرنا چاہتے ہیں اور کورٹ کی طرف سے خرچ ملنے کے حکم کا امکان ہے تو اس طور پر دعوی کرنا از راہ شرع کیسا ہے؟ اور دعوی کرنے کے بعد جو بھی رقم ملے اس کو استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

دوسرا یہ کے فوجداری مقدمہ دائر کرکے اور جھوٹے گواہ قائم کرکے ذلتی کی؛ یہ اطلاعا عرض ہے۔ اس کے متعلق ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟ دعوی کرنا چاہیئے یا نہیں؟ وہ مطلع فرمائے اور ابھی بھی اس آدمی کی ایسی ہی کوششیں جاری ہیں تو اس کے متعلق کیا کرنا چاہیئے؟

جواب: ۳/۲۳۴ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

سوال میں ذکر کردہ تفصیل کے مطابق دعوی کرکے جھوٹے دعوی میں جو خرچ ہوا اس کی وصول یابی کی اجازت ہے، اور جو رقم ملے اس کو اپنے خرچ میں لینا بھی جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

باب : ۱۹

بخشش

ثواب کی نیت کے بغیر بخشش کرنا۔

سوال : ۱/۲۳۵

ایک مکان ہے جو ہمارے والد اور چچا کی شرکت کا ہے، باپ اور چچا کا انتقال ہو جانے کی وجہ سے وہ مکان سات ورثاء کے حصہ میں آیا ہے، من جملہ ورثاء کے چچا کا ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے، جو مذکور مکان کے آدھے حصہ کے مالک ہیں جبکہ دوسرے آدھے حصہ کے مالک حسب ذیل پانچ آدمی ہیں۔

(۱) اسماعیل ابراھیم اشرف (۲) احمد ابراھیم (۳) حواء بی بی ابراھیم (۴) مریم بی بی ابراھیم (۵) ہمارے مرحوم بھائی قاسم ابراھیم اشرف ہیں، مذکور مرحوم بھائی کے انتقال کی وجہ سے ان کے ورثاء میں ہم چار بھائی بہن اور مرحوم کی بیوہ عورت اور دولڑکیاں ہیں۔ مذکورہ بالا (۴) کا حصہ مریم بی بی ابراھیم اشرف نے ہماری رائے اور اطلاع کئے بغیر (ہمارے سننے کے مطابق تقریبا دس سال پہلے مذکور مکان کے ایک حصہ دار ہونے کی حیثیت سے ایک حصہ اپنی بھانجی میمونہ بی بی احمد یوسف مومن کو) دیدیا ہے، یہ حقیقت بھی دوسرے آدمی کی زبانی سننے میں آئی ہے، دس سال کے لمبے عرصہ میں یا انتقال سے پہلے بھی اس مکان کا ایک کونہ یا چھوٹا حصہ بھی ان کی بھانجی میمونہ بی بی کو دیکر قبضہ نہیں دیا گیا اور نہ ہی دلایا گیا۔

مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق سوال یہ ہے کہ دس سال پہلے کوئی چیز دی ہو اس کا کوئی ثبوت یا قبضہ نہ تو دیا گیا ہو نہ دلایا گیا ہو ایسے قبضہ اور حوالہ کے بغیر حصہ کے مطابق شریعت محمدیہ کا مسئلہ کیا ہے؟ (فتوی کے مطابق مرحومہ ہماری بہن کی بھانجی

قبضہ اور حوالہ کے بغیر مذکور مکان میں حصہ دار ہوسکتی ہے یا نہیں؟ وہ مطلع فرما کر ہم پر احسان فرمائیں۔

جواب: ۱/۲۳۵ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

کسی آدمی کو کوئی چیز ثواب کی نیت کے بغیر عوض اور مفت دیکر مالک بنادینے کو شریعت کی اصطلاح میں ہبہ کہتے ہیں، ہبہ کا کام زبانی اور تحریری طور پر دونوں اعتبار سے صحیح ہے، واہب کے انتقال کے بعد واہب کے ورثاء اور موہوب لہ کے درمیان ہبہ کرنے اور نہ کرنے کے متعلق اختلاف پیدا ہو جائے تو شرعی گواہ ہوں گے تو ہبہ معتبر سمجھا جائے گا۔

ہبہ ثابت ہونے میں جو چیزیں مانع ہیں ان میں سے کوئی بھی ایک چیز پائی جائے گی تو ہبہ ناجائز سمجھا جائے گا، ہبہ کے لئے مانع ہونے والی یہ چیزیں ہیں۔(۱) ہبہ کردہ چیز مشترکہ ہو، (۲) اس کے حصہ نہ کیا گیا ہو، (۳) موہوب لہ کو ہبہ کردہ چیز پر قبضہ نہ دیا گیا ہو۔ (شامی:۴/۵۰۸)

اب سوال میں ذکر کردہ تفصیل کے مطابق مکان کا حصہ جو ہبہ کیا گیا ہے وہ سب ورثاء کے مابین مشترکہ ہے اور اس کے حصہ بھی نہیں کئے گئے، اسی طرح قبضہ بھی نہیں دیا گیا اس لئے اس طرح ہبہ کرنا جائز نہیں سمجھا جائے گا۔ اس لئے مرحوم کی بھانجی کو اس میں کسی قسم کا حق نہیں لگے گا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

اپنی حیات میں صغیر کے نام بخشش کردینا۔

سوال: ۲/۲۳۶

ایک جگہ پر ایک باپ نے اپنی تندرستی کی حالت میں اپنی کمائی کے پیسہ سے اپنے چھوٹے بیٹے کے نام ملکیت خریدی اور باپ کا انتقال ہو گیا، اس ملکیت کا دستاویز

بھی صغیر بیٹے کے نام کیا ہے اور والی کی حیثیت سے والد خود رہے ہوں تو اس ملکیت میں والد کی بخشش کی نیت ہوئی یا نہیں؟ وہ مطلع فرمائیں۔ صغیر اب بالغ ہو گیا ہے تو وہ مالک بنے گا یا نہیں؟

جواب : ۲/۲۳۶ حامدًا ومصليًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

باپ نے اپنی تندرستی کی حالت میں جو ملکیت اپنے صغیر بیٹے کے نام خرید کر دستاویز بھی کر دیا ہے وہ بخشش سمجھی جائے گی، اس ملکیت میں دیگر ورثاء کا حق وابسطہ نہیں ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

باب : ۲۰
کرایہ اور ملازمت

امانت لے کر مکان کرایہ پر دینا۔

سوال : ۱/۲۳۷

آج کل لوگ مکان بناتے ہیں اور کرایہ پر دیتے ہے اور کچھ رقم کچھ سال کے لئے امانت کے طور پر لی جاتی ہے اب کرایہ دار کچھ برسوں میں مکان چھوڑ دے تو وہ امانت کے طور پر لی ہوئی رقم واپس نہیں کی جاتی تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب : ۱/۲۳۷ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

اس طور پر امانت کے طور پر رقم لینا جائز نہیں، کرایہ پیشگی لینا جائز ہے۔فقط و اللہ اعلم بالصواب۔ (نظام الفتاوی:۲/ ۲۷۰)

سودی ادارہ میں نوکری کرنا۔

سوال : ۲/۲۳۸

ہمارے گاؤں میں ایک ادارہ ہے وہ ادارہ بینک سے سودی قرض لے کر اس ادارہ کے اراکین کو زیادہ سود لے کر قرض دیتے ہیں تاکہ ادارہ میں کام کرنے والے کچھ لوگوں کی تنخواہ دی جاسکے وہ تنخواہ بھی اسی سودکی رقم سے دی جاتی ہے، تو وہ تنخواہ لی جاسکتی ہے؟ اور شریعت کے اعتبار سے اس ادارہ میں نوکری کرنا کیسا ہے؟ حوالہ کے ساتھ رہنمائی فرمانے کی درخواست ہے۔

جواب : ۲/۲۳۸ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سود لینے والے اور دینے والے پر یا سودی کاروبار لکھنے والے پر اور سودی کاروبار کی گواہی

دینے والے پرلعنت فرمائی ہےاورفرمایاہے کہ وہ سب گناہ میں برابر ہیں۔(اصل گناہ میں سب برابر ہیں چاہے گناہ کی مقدار میں فرق ہو)۔

اس حدیث میں لکھنے والے اور گواہی دینے والے پرسودی کاروبار میں مددگار بننے کی وجہ سے لعنت فرمائی ہے؛ اس سے واضح ہواکے ناجائز امور میں معین بننا بھی جائز نہیں۔

قرآن میں بھی گناہ کے اورناجائز کاموں میں مدد کرنے سے روکا گیاہے:

ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان.

گناہ کے اورظلم کے کاموں میں مددگار نہ بنو۔

سوال میں ذکر کردہ ادارہ میں نوکری کرنا جائز نہیں، اور اگر یہ ادارہ اپنے یہاں کام کرنے والوں کوجوسود دیا جاتاہے اس سود سے اگر سود حاصل ہواہواوراسی کو ملازمین کی ملازمت میں تنخواہ کےطور پر دیتے ہوں تو تنخواہ لینا بھی جائز نہیں۔

اورسود کی رقم کےعلاوہ ادارہ کی آمدنی کے دیگر حلال وسائل ہوں تو تنخواہ لینا جائز ہے۔ (جواہر الفقہ حصہ:۲)

مگرکوئی آدمی حکومت کی بینک میں نوکری کرتاہوتوجب تک دوسری نوکری نہ ملے وہاں تک نوکری نہ چھوڑے بلکہ خدا سے استغفار کرتا رہے اور دعاء کرتا رہے کہ اللہ پاک اس نوکری سے نجات عطافرمائے اور حلال روزی کا دوسرا کوئی راستہ نکالے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

باب : (۲۱)
زراعت

بٹوارہ پر کھیت دینا۔

سوال : ۱/۲۳۹

قاسم بھائی کا کھیت ہے اور انہوں نے امین بھائی سے پانچ ہزار روپیہ قرض لیا ہے اور قاسم بھائی نے اپنی زمین امین بھائی کو بٹوارہ پر دی ہے، اس شرط پر کہ جب تک میں آپ کو پانچ ہزار روپیہ ادا نہ کروں آپ کھیت میں محنت کرتے رہیں اور مجھے کھیت سے متعلق ہونے والا خرچ نکال کر آدھا حصہ دیتے رہیں اور خرچ کی تفصیل یہ ہے کہ مکمل خرچ پانی دینا وغیرہ محنت امین بھائی کرتے رہیں، مطلب یہ ہے کہ کھیت کا کرایہ اور پانی کی قیمت نہیں دی جائے گی۔ تو کیا شریعت کے اعتبار سے یہ شکل جائز ہے؟ اگر یہ صورت ناجائز ہے تو اس کو جائز کرنے کی کیا شکل ہوگی؟

جواب : ۱/۲۳۹ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

مزارعت کی مختلف صورتیں ہیں جن میں سے یہ تین صورتیں جائز ہیں۔

(۱) زمین اور بیج ایک آدمی کے ہوں اور کام دوسرے آدمی کا۔ (۲) زمین اور کام ایک آدمی کا اور بیل اور بیج دوسرے آدمی کے۔ (۳) زمین، بیل اور سامان ایک آدمی کے اور کام دوسرے آدمی کا۔

مذکور سوال میں جو شکل پائی جاتی ہے اس لئے مزارعت کی یہ شکل جائز ہے۔

فقط واللہ اعلم بالصواب۔

باب : ۲۲
كتاب الصيد والذبح والأضحية

لائٹ کا کرنٹ دیکر مرغی ذبح کرنا۔

سوال : ۱/۲۴۰

ہمارے یہاں حسب ذیل طریقہ سے مرغیاں ذبح کی جاتی ہیں:

طریقہ: مرغیاں ذبح کرنے سے قبل مرغیوں کو مشین کے ذریعہ اس طور پر چلایا جاتا ہے کہ درمیان میں لائٹ کا کرنٹ دیا ہوا پانی ان کو لامس کرتا ہے؛ اس کے بعد ایک جگہ پہنچ کر ایک مسلمان بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر چاقو سے ذبح کرتا ہے، مرغیوں سے دم سائل بھی نکلتا ہے تو اس طور پر ذبح کی ہوئی مرغیاں کھانا حلال ہے یا نہیں؟

جواب : ۱/۲۴۰ حامدًا ومصليًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

مرغیوں کو کرنٹ دینے کے بعد ان میں اگر حیات یقینی طور پر باقی ہو جسکی وجہ سے حرکت کرتی ہے چاہے ذبح کے وقت خون نکلے یا نہ نکلے تو بھی حلال ہے۔

وان علم حياته وان لم يتحرك ولم يخرج الدم .اذا علم حياة الشاة وقت الذبح حلت بالذكاة، تحركت اولا ! خرج منها الدم اولا ! كذا فى المحيط. (بحر : ۱۹۷/۸)

اور اگر لائٹ کا کرنٹ لگنے کے بعد اس کی حیات کا یقین نہو اور ذبح کرنے کے وقت مرغی حرکت کرے یا خون نکلے تو حلال ہے؛ کیونکہ خون کا نکلنا یا حرکت کرنا جانور کے زندہ ہونے کی علامت اور نشانی ہے، مذکورہ دونوں نشانیاں اگر نہ پائی جائیں تو یہ جانور کے مردہ ہونے کی علامت اور نشانی ہیں۔

ولو ذبح شاة فتحركت او خرج الدم حلت والالم يدرك حياته. لأن الحياة اوخروج الدم لايكونان الا من الحي، لأن الميت لايتحرك ولايخرج

منه الدم، فيكون وجودهما او وجود احدهما دليل الحياة فيحل وعدمهما علامة الموت فلا يحل. واللّٰه اعلم بالصواب. (بحر: ۱۹۶)

چمڑے کے حصول کیلئے جانور ذبح کرنا۔

سوال: ۲/۲۴۱

حلال جانوروں کو صرف چمڑے کے حصول کیلئے ذبح کرنا اور گوشت دفن کردینا جائز ہے؟ چمڑے کو بیچ کر اس کی قیمت وصول کی جاوے باقی گوشت دفن کردیا جائے یہ جائز ہے؟

جواب: ۲/۲۴۱ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

حلال جانور کو چمڑے کے حصول اور اس کو بیچ کر قیمت وصول کرنے کیلئے ذبح کرنا جائز ہے؛ گوشت کو دفن کردینے کی وجہ سے فضول خرچی کا گناہ ہوگا۔فقط واللّٰہ اعلم بالصواب۔

گائی کے بجائے کٹڑے کی قربانی۔

سوال: ۳/۲۴۲

لندن (انگلینڈ) سے خط آیا ہے کہ میری طرف سے گائی قربانی کردیجاوے، لیکن یہاں ہمارے علاقہ میں گائی کی بہ نسبت کٹڑا کچھ سستا ملتا ہے، اس لئے گائی کے بجائے کٹڑے کی قربانی کرسکتا ہوں؟ مؤکل کی طرف سے مجھے اتنا تو یقین ہے کہ ان کی طرف سے کٹڑے کی قربانی کیجاوے گی تو وہ اعتراض نہیں کریں گے بلکہ اپنی رضامندی ظاہر کریں گے لہذا سوال یہ ہے کہ ان کی طرف سے کٹڑے کی قربانی کرسکتا ہوں؟ قربانی ادا ہوجائے گی؟

جواب: ۳/۲۴۲ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

گائی ایک جنس ہے اور بھینس۔کٹڑا نوع ہے؛ زکوۃ میں جس طرح گائی کا

نصاب ہے وہی نصاب بھینس اور کٹڑے کا ہے، جس طرح گائی کی قربانی جائز ہے اسی طرح بھینس اور کٹڑے کی قربانی جائز ہے، اور سود میں دونوں کا حکم بھی ایک ہے، اگر گائی کے گوشت کو بھینس کے گوشت کے عوض بیچا جاوے تو ہاتھ در ہاتھ قبضہ کرنا ضروری ہے اور مساوات بھی ضروری ہے کمی وبیشی نہ ہونی چاہیئے، کمی وبیشی ہوگی تو سود (ربو) ہوجائے گا۔ اور یاد رہے کہ ایک جنس کی چیزوں ہی میں سود کا تحقق ہوگا؛ ان تمام وجوہات کی بنیاد پر بھینس اور کٹڑا گائی کی جنس سے ہے۔ (ہدایہ:۱۸/۲)

مندرجۂ بالا سوال میں جس وکیل کو گائی خرید کر قربانی کرنے کیلئے لکھا ہے اگر وکیل گائی کی جگہ پر بھینس۔ کٹڑا خرید کر قربانی کرے گا تو ادا ہوجائے گی۔

عالمگیری میں لکھا ہے کہ بکری خریدنے کیلئے وکیل بنایا اور وکیل نے دنبہ خریدا تو جائز ہے، اور دنبہ خریدنے کیلئے وکیل بنایا تھا اور وکیل نے بکرا، بکری خریدی تو جائز نہیں۔ کیوں کہ بکری جنس ہے اور دنبہ نوع ہے اس لئے جائز ہے، دنبہ نوع ہے اور بکری جنس ہے اسلئے جائز نہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ گائی خریدنے کیلئے جس کو وکیل بنایا گیا ہو اور گائی کی جگہ بھینس۔ کٹڑا خرید کرے تو جائز ہے۔

قربانی کی نیت کرنے کے بعد جانور مر جاوے۔

سوال : ۴/۲۴۳

ایک آدمی کے پاس گھر پر پروردہ کٹڑا ہو اور اس کی قربانی کرنے کی نیت اسکی پیدائش کے وقت یا کچھ عمر بڑی ہونے کے وقت کی ہو پھر وہ کٹڑا مر جاوے تو اس کی جگہ دوسرے جانور کی قربانی کرنا پڑے گی؟ اور معلوم ہونا چاہیئے کہ کٹڑے کا مالک غریب آدمی ہے۔

مولانا مفتی بیمات صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) ''قربانی کے مسائل اور فضائل''

نامی کتاب میں لکھتے ہیں کہ ''گجرات میں عام طور پر یہ دستور ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر کٹڑا کی پیدائش ہوگی تو قربانی کریں گے'' تو اس سے قربانی واجب نہیں ہوگی۔ اس کے ساتھ ساتھ لکھا ہے کہ کسی غریب آدمی نے قربانی کی نیت سے جانور خریدا اور اگر وہ جانور مر گیا تو قربانی دینا پڑے گی۔

جواب: ۴/۲۴۳ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

گھر پر پروردہ کٹڑا ہے اس کی پیدائش کے وقت یا بڑی عمر ہونے کے بعد غریب نے یا شرعی مالدار نے قربانی کی نیت کی ہو اور وہ جانور مر جاوے تو ایسی حالت میں غریب پر صرف نیت کرنے کی وجہ سے قربانی واجب نہیں ہوتی، اس لیئے جانور مر جانے کی وجہ سے دوسرا جانور خرید کر قربانی کرنا ضروری نہیں۔

اور اگر غریب آدمی قربانی کے ایام میں قربانی کی نیت سے جانور خریدے گا تو قربانی کرنا واجب ہو جائے گی، وہ جانور اگر مر جائے گا تو اس کی جگہ دوسرا جانور خریدنا ضروری ہے۔ دونوں صورتوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں فقط نیت ہی ہے کہ دوسری صورت میں نیت کے ساتھ خرید کا عمل بھی پایا جاتا ہے، اگر نیت کے ساتھ عمل مل جائے تو وہ عمل کرنا ضروری ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

چھوٹے کان والے جانور کی قربانی۔

سوال: ۵/۲۴۴

چھوٹے کان والے جانور کی قربانی جائز ہے یا نہیں ؟

جواب: ۵/۲۴۴ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

چھوٹے کان والے جانور کی قربانی جائز ہے۔ اور اگر پیدائشی طور پر دونوں کان نہ ہوں یا ایک کان نہ ہو تو قربانی جائز نہیں ہے۔

ایک سال سے چھوٹا قربانی کا بکرا۔

سوال: ۶/۲۴۵

کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین مذکورہ مسئلہ کے سلسلہ میں کہ عمر کے یہاں اسلامی تاریخ ۱۳ ذی الحجہ ہجری سن ۱۴۰۶ کے روز عصر کی نماز سے پہلے ایک بکرے کی پیدائش ہوئی یعنی وہ بکرا دس ذی الحجہ ہجری سن ۱۴۰۷ کے روز (عیدالاضحیٰ کے دن) ایک سال میں چار پانچ دن کم ہے لیکن وہ بہت موٹا تازہ ہے دیکھنے والے کو ایک سال سے بڑا نظر آتا ہے، جبکہ اس کے گھر والوں کا دعوی ہے کہ وہ بکرا ایک سال میں چار پانچ دن کم کا ہے تو مذکور بکرے کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر قربانی کریں گے تو ادا ہوگی یا نہیں ؟ مذکورہ سوال کا جواب قرآن اور احادیث رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور کتب فقہ کی روشنی میں مہربانی فرما کر عنایت فرمائیں۔

جواب: ۶/۲۴۵ حامدًا ومصلیًا ومسلمًا۔ ھوالموفق للصواب۔

قربانی کے بکرے کی عمر مکمل ایک سال ہونی چاہئے ایک سال سے دو دن بھی اگر کم ہوں گے تو قربانی جائز نہیں ہوگی، چاہے وہ بکرا دیکھنے میں ایک سال کا نظر آتا ہو عیدالاضحیٰ کے مہینہ میں دسویں ذی الحجہ سے پہلے پیدا شدہ بکرے کی قربانی آئندہ سال ہوسکتی ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (شامی: ۲۲۶/۵)

چمڑے کی قیمت مدرس کی تنخواہ دینے میں۔

سوال: ۷/۲۴۶

میرے رشتہ داروں نے اپنی قربانی کے جانوروں کے چمڑے مجھے ہدیہ کے طور پر دے کر مالک بنا دیا ہے ان چمڑوں کو بیچ کر ان کی قیمت میں نے اپنے پاس جمع رکھی ہے اور میری نیت اس رقم کو مدرسہ کے خرچ میں دینے کی ہے تو شریعت کے

اعتبار سے کوئی حرج تو نہیں؟

جواب : ۷/۲۴۶ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

آپ کے رشتہ داروں نے اپنی قربانی کے چمڑے ہدیہ دیکر آپ کو مالک بنا دیا ہے تو آپ ان چمڑوں کو بیچ کر ان کی قیمت اپنی نیت کے مطابق مقامی مدرسہ کے مدرسین کی تنخواہ میں دے سکتے ہیں جائز ہے۔شرعی اعتبار سے اس میں کوئی حرج نہیں ۔واللہ اعلم بالصواب۔

قربانی کے چمڑوں کی قیمت وظیفہ کے طور پر دینا۔

سوال : ۸/۲۴۷

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مندرجۂ ذیل مسائل کے بارے میں:

(۱) ہمارے یہاں چرم قربانی کے نام پر ایک انجمن ہے قربانی کے دنوں میں لوگوں سے چمڑے وصول کر کے تاجروں کو بلا کر نیلام کیا جاتا ہے اس نیلام میں ہر جانور کے چمڑے کی قیمت علاحدہ طور پر متعین کی جاتی ہے اس طور پر نیلام ہوتا ہے ان چمڑوں کی قیمت عربی مدارس کے طلبہ کو وظیفہ کے طور پر ماہانہ بھیج دیا جاتا ہے ان طلبہ میں کچھ طلبہ ایسے بھی ہیں کہ ان کے والدین کے یہاں پچاس سے ساٹھ کوینٹل ار ہر پیدا ہوتی ہے ایسے طلبہ کو بھی رقم بھیجی جاتی ہے، کچھ طلبہ غریب بھی ہیں تو ایسے طلبہ کو مدد کرنی چاہیئے؟ چرم قربانی کی قیمت اس طور پر طلبہ کو دینے سے قربانی دینے والوں کی قربانی ادا ہوگی یا نہیں ؟

(۲) امام صاحب گاؤں میں گشت لگا کر قربانی کے چمڑے وصول کرتے ہیں یہ امام صاحب کی شان کے لائق ہے؟

جواب :۸/۲۴۷ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

قربانی کے چمڑوں کو اگر نقد رقم کے بدلہ میں بیچا ہو یا کھانے پینے کی چیزوں کے بدلہ میں بیچا ہو اس کی بیع کی عوض جو رقم آئے اس کے متعلق فقہاء لکھتے ہیں :

''تصدق بثمنه'' اس کی قیمت کا صدقہ کر دے۔ (ہدایہ:۲/۴۳۴،شامی:۵/۲۲۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کے صدقہ مالدار اور بنو ہاشم کے غرباء کے لئے حلال نہیں، اس حدیث کی تشریح میں خلاصۃ الفتاوی میں لکھا ہے کے صدقہ کا مطلب واجب صدقہ ہے۔ کیوں کہ صدقہ کا لفظ جب مطلقا بولا جاتا ہے تو اس کا مطلب صدقۂ واجبہ ہے، لہذا قربانی کے چمڑے کی جو رقم آئے گی وہ زکوۃ کے حکم میں شمار ہوگی اس لئے اس رقم کا غریب، یتیم، بیوہ، فقیر کو مالک بنایا جائے مالدار کو یا مالدار کی نابالغ اولاد کو قربانی کے چمڑے کی رقم دینا جائز نہیں۔ مالدار کی بالغ اولاد جو خود مالدار نہ ہو اس کو قربانی کے چمڑے کی قیمت دینا جائز ہے۔ (ہدایہ:۲/۱۸۶)

آج کل لوگ علم دین کے سیکھنے، سکھانے سے دور ہو رہے ہیں ایسے زمانہ میں زکوۃ اور صدقۂ واجبہ کے سب سے زیادہ حقدار دینی تعلیم لینے والے طلبہ ہیں، جس میں زکوۃ اور صدقۂ واجبہ کی ادائیگی کے ثواب کے ساتھ ساتھ علم دین کی اشاعت اور تبلیغ کا بھی ثواب ملے گا اور اس کی قربانی کے ادائیگی میں کسی قسم کا حرج بھی نہیں آئے گا۔

(۲) امام صاحب جو گاؤں میں گشت لگا کر چمڑے وصول کرتے ہیں وہ ان کا پیشہ نہیں وہ تو مسلمانوں کی قربانی کے چمڑوں کی قیمت مناسب جگہوں میں استعمال ہو اس کے لئے محنت کرتے ہیں۔ جو ایک کار خیر ہے اور مسلمانوں کی خیر خواہی اور غم خواری کا کام ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ''دین خیر خواہی کا نام ہے''۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

قربانی میں وکیل اور مؤکل کی عید کا دن الگ ہوتو؟

سوال : ۹/۲۴۸

چند سوالوں کے جوابات سے مطمئن فرمائیں:

(۱) یہاں انگلینڈ میں حکومت کے کچھ قوانین کی بنیاد پر آدمی کا بذات خود اپنی قربانی اپنے گھر پر کرنا مشکل ہے۔ اسلئے کچھ لوگ عید کے وقت ہر شہر میں یہ کوشش کرتے ہیں کہ ایک خاص قیمت (مثال کے طور پر) ۲۵ یا ۳۰ پاؤنڈ کے حساب سے ایک دنبہ ذبح کر کے گھر پہنچادیتے ہیں اس طرح کے بہت سے گاہک بناتے ہیں جو لوگ یہ کام کرتے ہیں ان کے گاہک کسی ایک شہر میں نہیں ہوتے قریب اور دور شہروں میں بھی گاہک بناتے ہیں لنڈن جو پریشٹن سے ۲۲۵ یا ۲۵۰ میل دور ہے وہاں پر بھی گاہکوں کی قربانیاں پہنچائی جاتی ہے، مگر اس سال ایسا ہوا کہ لنڈن میں کچھ بھائیوں نے مؤرخہ ۱۹۸۳/۹/۱۷ء بروز سنیچر عید الاضحیٰ منائی اور ذبح کر کے گھر پہنچانے والے بھائیوں نے مؤرخہ ۱۹۸۳/۹/۱۸ء بروز اتوار عید الاضحیٰ منائی؛ اب یہ وکیل لوگ اپنی عید کرنے سے پہلے سنیچر مؤرخہ ۱۹۸۳/۹/۱۷ء کے دن سنیچر کے روز عید منانے والے اپنے گاہکوں کو لنڈن میں قربانیاں پہنچادیں تو جائز ہے یا نہیں؟ سوال کا خلاصہ یہ ہے کہ وکیل خود عید کرنے سے پہلے اگلے دن مؤکل (گاہک) کا خیال کر کے قربانی کرے تو قربانی ادا ہوگی یا نہیں؟

(۲) قربانی میں نیت کرنا ضروری ہے؟ بیرون ملک رہنے والا آدمی انڈیا میں اپنے ماں باپ یا رشتہ داروں کو لکھ دے کہ ہر سال میری اور میری بیوی کی طرف سے قربانی کرلی جائے تو کیا ہر سال عید کے موقع پر اطلاع دینا ضروری ہے یا نہیں؟ اس اعتماد پر رہنا کہ ہر سال قربانی کرتے ہیں اور لکھ دیا ہے اب اطلاع دینے کی ضرورت

نہیں ہے تو قربانی ادا ہوگی یا نہیں؟ یا یاددلانا ضروری ہے؟

(۳) جس آدمی پر قربانی واجب ہے اس کی اجازت لینا ضروری ہے یا نہیں ؟صرف زبانی یا تحریری طور پر اطلاع دینا کہ ”میں تیری قربانی کرتا ہوں یا کروں گا“ کسی رشتہ دار کی طرف سے ایسا کہا جائے تو قربانی ادا ہو جائے گی؟

(۴) مہر کی کم از کم مقدار کتنی ہے؟ دس درہم کی مقدار کا سونا کتنا ہوتا ہے؟

جواب: ۹/۲۴۸ حامدًا ومصليًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

مؤکل (گاہک) نے عید کی نماز اپنے شہر میں پڑھ لی ہے ایسا خیال کر کے وکیل نے اپنے شہر میں نماز نہ ہونے کے باوجود جانور ذبح کیا ہے جس کی وجہ سے مؤکل کی قربانی ادا نہیں ہوگی۔

وان كان الرجل فى مصر واهله فى مصر آخر فكتب اليهم ان .... عنه روى عن ابى يوسف انه اعتبر مكان الذبيحة فقال ينبغى لهم ان لا يذبحوا عنه حتى يصلى الامام الذى فيه اهله .

یہاں اس بات کا خلاصہ کرنا ضروری ہے کہ وکیل جس شہر میں رہتا ہے اس شہر میں اگر تاریخ ۱۷/۹/۱۹۸۳ء کے روز دسویں ذی الحجہ کا ثبوت ہو جانے کے باوجود کسی وجہ سے یا بغیر کسی وجہ کے عید کی نماز نہیں پڑھی گئی ایسی حالت میں ایک شکل تو یہ ہے کہ وکیل نے زوال شرعی سے پہلے قربانی کرلی ہو تو مؤکل (گاہک) کی طرف سے قربانی ادا نہیں ہوگی۔ اور دوسری شکل یہ ہے کہ زوال شرعی کے بعد قربانی کرلی تو گاہک کی طرف سے قربانی ادا ہو جائے گی۔

اور اگر وکیل جس شہر میں رہتا ہے اس شہر میں ۱۷/۹/۱۹۸۳ء کے دن دسویں ذی الحجہ کا شرعی طور پر ثبوت نہ ہوا ہو تو مذکورہ بالا دونوں صورتوں میں کسی بھی حالت میں قربانی ادا نہیں ہوگی۔ (بدائع الصنائع: ۷۳/۵)

(۲) حلال جانور ذبح کیا جاتا ہے تو گوشت حاصل کرنے کے لئے ذبح کیا جاتا ہے یا عبادت کے لئے! اسی لئے دونوں صورتوں میں فرق کرنے کے لئے ذبح کرنے کے وقت نیت کرنا ضروری ہے تاکہ دونوں صورتوں میں فرق پیدا ہو جائے کیوں کہ کسی بھی عمل میں عبادت کی شان نیت سے پیدا ہوتی ہے۔

(۳) دوسرے کی طرف سے واجب قربانی کرنے کی شرط یہ ہے کہ اس کی طرف سے اجازت لے لی جائے، اجازت زبانی ہو یا تحریری اور اگر کسی جگہ پر عام طور پر یہ عادت ہو کہ باپ اپنی بالغ اولاد کی طرف سے یا شوہر اپنی بیوی کی طرف سے قربانی کرتا رہتا ہے بالغ اولاد اور بیوی کو بھی اس بات کی خبر ہے تو اس صورت میں عرف اور عادت کی وجہ سے قربانی ادا ہو جائے گی اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے، یہ عرفی اجازت کافی ہے لیکن اجازت لے لینا زیادہ بہتر ہے۔

(بدائع الصنائع: ۶۷/۵)

(۴) کم سے کم مہر کی رقم دس درہم تقریباً پونے تین تولہ چاندی ہے، پونے تین تولہ چاندی کی قیمت کے برابر جو سونا آئے گا وہ مہر کے طور پر متعین ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ضرورت سے زائد مکان ہو اس پر قربانی۔

سوال: ۱۰/۲۴۹

ایک آدمی ہے جس کا اپنے گاؤں میں ایک ہی ذاتی مکان ہے، اور وہ آدمی دوسرے گاؤں میں نوکری کرتا ہے اور اس آدمی کو گاؤں کے باشندوں نے ادارہ کی طرف سے مفت یا کرایہ کے طور پر ایک مکان رہنے کے لئے دیا ہوا ہے، اب سوال یہ ہے کہ اس آدمی کے پاس اپنے گاؤں میں جو مکان ہے اس نے خود دوسرے کو کرایہ پر دے دیا ہے لیکن اس مکان کا کرایہ اور اپنی ملازمت کی مکمل تنخواہ گھر کے خرچ میں

استعمال ہو جاتی ہے اس کی قیمت چاندی کے نصاب تک پہنچ جائے تو اس آدمی پر صدقۂ فطر اور قربانی واجب ہوگی؟

جواب: ۱۰/۲۴۹ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ھوالموفق للصواب۔

اپنے مکان کا جو کرایہ آتا ہے، جو اپنے گھر کے خرچ میں استعمال ہو جاتا ہے اس لئے اس آدمی پر صدقۂ فطر اور قربانی واجب نہیں ہوگی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(ہدایہ:۱/۲۰۸)

رات کے وقت قربانی کرنا۔

سوال: ۱۱/۲۵۰

قربانی کے دنوں میں رات کے وقت کسی مجبوری کی وجہ سے یا بغیر مجبوری کے ذبح کرنا کیسا ہے؟ کیوں کہ ہمارے علاقہ میں بعض لوگ رات کے وقت ذبح کرتے ہیں۔ قربانی کے علاوہ دوسرے جانور کو رات کے وقت ذبح کرنا کیسا ہے؟ مسلک حنفی کے مطابق جواب دے کر ہماری اصلاح فرمائیں۔

جواب: ۱۱/۲۵۰ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ھوالموفق للصواب۔

دن کے وقت قربانی کرنا مستحب اور رات کے وقت بغیر کسی مجبوری کے قربانی ذبح کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ حدیث شریف میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے وقت ذبح کرنے سے منع فرمایا ہے۔ البتہ رات کے وقت کسی مجبوری کی وجہ سے قربانی اور ذبح کرنا جائز ہے۔ اور رات کے وقت قربانی اور ذبح کرنا اس وقت مکروہ تنزیہی ہے کہ روشنی کا انتظام نہ ہو، ہوسکتا ہے روشنی نہ ہونے کی وجہ سے مکمل رگیں نہ کٹ سکے، اور اگر ذبح اور قربانی کرنے کی جگہ میں روشنی کا انتظام ہو تو مکروہ نہیں ہے۔ کیوں کہ جن رگوں کا کاٹنا شرط ہے وہ دن کی طرح روشنی میں بھی نظر آجائے گی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (بدائع الصنائع:۵/۶۰، شامی:۵/۲۰۳)

منت کے جانور کی عمر۔

سوال : ۱۲/۲۵۱

ایک آدمی نے منت مانی ہے کہ میرا یہ کام ہو جائے گا تو بکرا ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کردوں گا تو کیا اس جانور میں قربانی کے جانور والی شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے؟ اور بکرے کے بجائے اس کی قیمت کا صدقہ کردیا جائے تو منت ادا ہو جائے گی؟

جواب : ۱۲/۲۵۱ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

قربانی کے جانور میں جس عمر کی شرط ہے وہی شرط منت کے جانور میں بھی ضروری ہے، لیکن اگر کسی مخصوص جانور کی منت مانی ہو تو قربانی کے جانور کی شرطوں کا پایا جانا ضروری نہیں ہے۔ اور جانور کے بجائے اس کی قیمت کا صدقہ کردینا بھی جائز ہے۔

ولو قال لله علی ان اذبح جزورا و اتصدق بلحمه تقرع مكانه سبع شياة جاز. (شامی: ۷۶/۳)

اور اگر یوں کہا کہ اللہ کے واسطے میرے ذمہ ایک اونٹ ذبح کرنا اور اس کا گوشت صدقہ کرنا ضروری ہے پھر اس منت ماننے والے نے ایک اونٹ کے بجائے سات بکریاں ذبح کیں تو جائز ہے۔ (شامی: ۷۶/۳)

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے اسی طرح ایک سوال کے جواب میں لکھا ہے کہ قربانی کے جانور اور منت کے واجب شدہ جانور کا ایک ہی طرح ہونا ضروری ہے۔ (کفایت المفتی: ۲۰۸/۲)

حکیم الأمت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ بھی ایسے ہی ایک سوال کے

جواب میں لکھتے ہیں کہ اس حالت میں اختیار ہے چاہے تو سات بکریاں ذبح کر کے غریبوں میں صدقہ کردے یا درمیانی درجہ کے اونٹ کی قیمت غریبوں میں تقسیم کردے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (امدادالفتاوی:۲/۲۵۲)

قربانی کے جانور میں عقیقہ کا حصہ رکھنا۔

سوال: ۱۳/۲۵۲

کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین مذکور مسئلہ کے متعلق کہ زید کے یہاں قربانی کرنے کے قابل ایک کٹرا ہے زید کا ارادہ سات پیر اور اولیاء اللہ کے نام قربانی کردینا ہے جبکہ دین کے ایک جاننے والے اور پرہیزگار بزرگ کو جب سوال کیا تو انہوں نے سوال کرنے والے سے دریافت فرمایا کہ تیرے نام کی قربانی ہے؟ تو اس نے انکار کیا اور بتایا کے میرا ارادہ تو سات اللہ کے ولیوں کے نام قربانی کرنے کا ہے، تب اس بزرگ نے فرمایا کہ اولا تو تیرے اوپر قربانی واجب ہے اس لئے تو مذکور جانور میں تیرے نام کا قربانی کا ایک حصہ رکھ اور بقیہ جو چھ حصے ہے وہ تیری وہ اولاد جن کی طرف سے عقیقہ نہ کیا گیا ہو تیری اولاد کے عقیقہ کی نیت کر اگر لڑکا ہو تو دو حصے اور لڑکی ہو تو ایک حصہ کی مذکور جانور میں نیت کرلے اور اس کے بعد جو حصے باقی رہے اپنی مرضی کے مطابق قربانی دے، کہ دوسرے سند یافتہ عالم کو سوال کرنے پر انہوں نے فرمایا تھا کہ قربانی کے جانور میں عقیقہ ادا نہیں ہوتا، اور عقیقہ کے جانور میں قربانی ادا نہیں ہوتی۔لہذا تو جن سات اولیاء اللہ کے نام قربانی کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اسی ارادہ کے مطابق قربانی کردے،تو کیا قربانی کے جانور میں عقیقہ کی نیت کرنا اور عقیقہ کے جانور میں قربانی کی نیت کرنا قرآن واحادیث اور فقہ کی روشنی میں قربانی ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اس میں حق پر کون ہیں؟ وہ بزرگ صاحب یا سند یافتہ مولانا صاحب؟

کس کی بات پر زید کو عمل کرنا چاہیئے؟

جواب :۱۳/۲۵۲ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

قربانی کے جانور میں عقیقہ کا حصہ رکھنے کی وجہ سے قربانی کے ساتھ ساتھ عقیقہ بھی ادا ہو جائے گا۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (شامی:۲۲۹/۵)

بڑی عمر ہو جانے پر عقیقہ کرنا۔

سوال : ۱۴/۲۵۳

بڑی عمر ہو جانے کے بعد عقیقہ کر سکتے ہیں؟

جواب :۱۴/۲۵۳ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

بچہ کی پیدائیش کے بعد ساتویں دن ،نویں دن یا ایکیسویں دن لڑکے کے لئے دو بکرے یا بکریاں اور بڑے جانور میں دو حصے اور لڑکی کے لئے ایک بکرا یا ایک بکری یا بڑے جانور میں ایک حصہ رکھنا مستحب ہے۔ایکیسویں دن تک اگر عقیقہ نہ کر سکے تو جب بھی کرے گا ادا ہو جائے گا۔اپنے والدین نے عقیقہ نہ کیا ہو تو بذات خود بڑی عمر میں عقیقہ کر سکتے ہیں۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(مرقاۃ شرح مشکوۃ:۱۵۸/۵،اوجز:۲۰۷/۴)

باب : ۲۳
جائز ناجائز
مسجد کے احکام

مسجد میں طغرا لگانا کیسا ہے؟

سوال : ۱/۲۵۴

مسجد میں یا گھر میں بسم اللہ کا طغرا لگانا کیسا ہے؟ ایک بھائی کا کہنا ہے بسم اللہ کا طغرا ہٹا لینے سے بسم اللہ کی توہین ہوتی ہے جبکہ دوسرے بھائی کا کہنا ہے کہ اس سے بسم اللہ کی توہین نہیں ہوتی، لہذا آپ شرعی رہنمائی فرمائیں۔

جواب : ۱/۲۵۴ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، قرآن شریف کی سورتوں میں ایک سورت کے علاوہ تمام سورتوں میں بار بار وارد ہوا ہے اور سورۂ نمل میں آیت کی حیثیت سے وارد ہوا ہے، مذکورہ دونوں صفات اس کی فضیلت کے لئے کافی ہے، مگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور سلف صالحین کے معمول نے اس کی اہمیت کو زیادہ مکمل کر دیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ کھانے پینے کے وقت اور وضوء کرنے اور جانور کو ذبح کرنے کے وقت بلکہ ہر کام کو بسم اللہ ہی سے شروع فرماتے تھے، حاصل کلام یہ ہے کہ بسم اللہ کی اہمیت اور فضیلت بہت زیادہ ہے، اس اہمیت اور فضیلت کا کوئی مؤمن انکار نہیں کرسکتا۔

بسم اللہ کا طغرا مسجد میں یا گھر میں لگانا ایک برکت کی چیز ہے اس سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے، اس لئے کسی جگہ پر بسم اللہ کا طغرا لگایا ہو تو اس کو ہٹا دینا اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں ہے، اور ایک مسلمان کا یہ کہنا کہ اس بسم اللہ کے طغرا کو مسجد

سے ہٹالو اس سے مسجد کی زینت خراب ہوتی ہے، اس سے مراد صرف طغرا کو ہٹانا ہے چاہے اس میں بسم اللہ لکھی ہو یا کوئی اور چیز، لہذا بسم اللہ کا طغرا ہٹانے کا حکم دینے کی وجہ سے بسم اللہ کی توہین نہیں ہوگی اور اس سے گناہ بھی نہیں ہوگا۔ فقط واللہ اعلم۔

مدرسہ کے احکام

نان ونفقہ کے لئے مدرسہ میں دی ہوئی زمین۔

سوال: ۲/۲۵۵

ہمارے گاؤں کے باشندوں نے مولوی صاحب کو مدرسہ کی ملکیت والی کچھ زمین مذکورہ شرطوں کے ساتھ جوتنے کے لئے دی (۱) زمین کی پیداوار استعمال کریں اور گاؤں کا کام کریں (۲) جنازہ کی نماز پڑھائے (۳) نکاح شادی کے موقع پر حاضر رہے۔ جس مولوی صاحب کو یہ زمین دی ہے وہ دنیا میں موجود نہیں ہے، ان کا انتقال ہو چکا ہے، مگر ان کے لڑکے آتے ہیں اب حال یہ ہے کہ حکومت کے قانون کے مطابق زمین مولوی صاحب کے نام پر ہو گئی ہے اور مولانا اس زمین کو بیچنا چاہتے ہیں، گاؤں کے باشندوں کا کہنا ہے کہ اس زمین کو بیچی نہیں جائیگی ہم آپ کو کچھ رقم دیدیتے ہیں لیکن آپ اس زمین کو نہ بیچیں، اب اس طرح زمین کو بیچنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ۲/۲۵۵ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

سوال میں ذکر کردہ تفصیل کے مطابق یہ زمین مدرسہ کی ہے اور ان مولانا کے لڑکے اپنے باپ کی ذمہ داریوں کے ماتحت اگر کام نہیں کرتے تو اس زمین کی پیداوار استعمال کرنا ان کے لئے جائز نہیں اور ان کو اس زمین بیچنے کا بھی کوئی حق نہیں پہنچتا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مدرسہ میں سیرت کا جلسہ اور بچیوں کا ترانہ پڑھنا۔

سوال: ۳/۲۵۶

(۱) ہمارے یہاں روزانہ صبح سویرے بچیوں کو ترانہ پڑھایا جاتا ہے، جن میں صرف لڑکیاں ہی لڑکیاں ہوتی ہیں، اس پر لوگوں کو اشکال ہے کہ لڑکی کی آواز تو ستر ہے اور ترانہ پڑھنے کے وقت ان کی آواز باہر جاتی ہے، جس کو عام لوگ سنتے ہیں تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ دوسرا یہ کے جہاں پر ہم لوگ چپل وغیرہ پہن کر آتے ہیں تو کوئی حرج کی بات نہیں مگر ترانہ پڑھنے کے وقت اس کو نکالنا ضروری قرار دیتے ہیں یا اس کو بے ادب کہتے ہیں تو مفتیان کرام اس کے بارے میں کیا فرماتے ہیں، قرآن وحدیث کی روشنی میں مزین کر کے تحریر فرمائیں۔

(۲) ہمارے یہاں مدرسہ میں ہر سال سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر ایک جلسہ منعقد کرتے ہیں، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ کا پورا خاکہ اپنے پروگرام میں پیش کرتے ہیں تو اس دن تمام لڑکیاں خوب زرق وبرق لباس میں ملبوس خوشبو وغیرہ کا اہتمام کرتی ہیں تو اس پر بعض لوگوں نے یہ اشکال کیا ہے کہ یہ بدعت ہے، معترضین کہتے ہیں کہ اس دن کمرہ کی صفائی اچھے کپڑے پہننا وغیرہ بدعت ہے، لہذا سیرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جلسہ بھی بدعت ہے اور ہم کہتے ہیں کہ یہ بدعت نہیں ہے، اس لئے کہ نہ ہم اس میں تاریخ متعین کرتے ہیں اور نہ تو یا نبی وغیرہ کہتے ہیں، لہذا ان دونوں میں درستگی پر کون ہیں؟ مدلل تحریر فرمائیں۔

(۳) ہمارے مدرسہ کے بانی کے لئے ہر سال ایک جلسہ منعقد کرتے ہیں، جس دن بانئ مدرسہ کی وفات ہوئی اس دن کی تاریخ کو ہم متعین کرتے ہیں جس میں

بانی کی ایثار اور قربانیوں اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یاد داشت اور اپنی محنت کا اظہار کرنے کے لئے قائم کرتے ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل تحریر فرمائیں۔

جواب: ۳/۲۵۲ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

(۱) عورت کی آواز فی نفسہ ستر میں داخل ہے یا نہیں؟ یہ اختلافی مسئلہ ہے ابن ہمامؒ نے نوازل کی روایت کی بنا پر ستر میں داخل کیا ہے اسی لئے احناف کے نزدیک عورت کی اذان مکروہ ہے لیکن احادیث سے ثابت ہے کہ ازواج مطہرات نزول حجاب کے بعد بھی پس پردہ غیر محارم سے گفتگو کرتی تھیں، لہذا راجح اور صحیح یہ ہے کہ جس موقع اور جس محل میں عورت کے آواز سے فتنہ پیدا ہونے کا خطرہ ہو وہاں ممنوع ہے جہاں یہ نہ ہو جائز ہے۔ (تفسیر جصاص) احتیاط اسی میں ہے کہ بلا ضرورت پس پردہ بھی غیر محرموں سے گفتگو نہ کرے۔ (معارف القرآن:۶/۴۰۶)

لہذا صورت مسئولہ میں اگر لڑکیاں بالغ یا قریب البلوغ ہیں اور انکی آواز سے فتنہ کا اندیشہ ہے تو احتیاط اس میں ہے کہ ترانہ نہ پڑھے۔

چپل وغیرہ اگر ناپاک ہو اور گندگی کے منتشر ہونے کا خطرہ ہو تو اتارنا ضروری ہے اور اس میں ترانہ کی کوئی خصوصیت نہیں، مقام ادب میں جوتے اتارنا ادب کا تقاضا ضرور ہے لیکن شرعی قانونی حکم نہیں ہے، ترانے میں اگر حمد یا نعت ہو تو محبت اور عشق کا تقاضا ہے کہ ادب سے بیٹھے قانونی گرفت نہیں ہوگی لہذا چپل اتارنے پر کسی کو مجبور نہیں کرنا چاہیئے ”فاخلع نعلیک“ کا حکم ہر جگہ نہیں ہوگا۔

(۲) علماء نے جلسۂ سیرت کی اجازت اس لئے دی کہ غلط طریقہ وخرافات پھیل گئے ہیں ان کی اصلاح ہو جائے اور سیرت مقدسہ کے صحیح حالات بیان ہو،

اتباع سنت کی ترغیب دی جائے، لیکن افسوس کہ مسلمانوں نے جلسۂ سیرت کو بھی جلوس اور نمائش کر کے عید میلاد بنادیا، کمرہ کی صفائی اور اچھے کپڑے پہننا بدعت نہیں ہے۔ لیکن اس دن اس کا خاص اہتمام کرنا اور اہتمام نہ کرنے والوں کو لعن طعن کرنا بری نظر اور حقارت سے دیکھنا یہ سب جائز نہیں ہے بدعت کی ابتداء اسی طرح سے ہوتی ہے ویسے ہر مجلس میں صفائی اور طہارت کے ساتھ جانا پسندیدہ ہے لہذا زرق وبرق لباس جو آلات تصنع میں سے ہے اس سے احتراز کیا جاوے اور صفائی و پاکیزگی سے جانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (کفایت المفتی: ۱/۱۴۵، ۱۴۶)

(۳) تاریخ معین کر کے جلسہ کرنا آگے چل کر اس کو ضروری قرار دیتا ہے کوئی بھی چیز ابتداءً سادگی کے ساتھ ہوتی ہے پھر افراط وتفریط کا شکار ہوتی ہے۔

آپ مرحوم بانی کے ایصال ثواب کے لئے صدقہ وخیرات کر کے اپنی محبت کا اظہار کر سکتے ہیں جیسے کہ مرحوم محتاج ہے، ایسا نہ ہو کہ یہ رواج شخصیت پرستی میں مبتلاء کر دے۔ لہذا یہ طریقہ صحابۂ کرام اور بزرگان عظام کے اسوہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے ترک کر دینا چاہیئے۔ فقط واللہ اعلم۔

قبرستان کے احکام

قبروں پر پتر ے مارنا اور لادی بٹھانا۔

سوال: ۴/۲۵۷

ہمارے گاؤں میں ایک قبرستان ہے اس میں ایک درگاہ بھی ہے درگاہ میں جو پرانے پتھر لگے ہوئے ہیں وہ بالکل بے کار ہو گئے ہیں اور اس میں سے مٹی بھی نکلتی ہے اب ہمیں اس جگہ لادی بٹھانا ہے تو کیا بٹھائی جاسکتی ہے؟

لوگوں کا کہنا ہے کہ درگاہ کے پیسہ الگ رکھنا چاہیئے مگر شروع ہی سے قبرستان

میں درگاہ ہے اور درگاہ کی کچھ آمدنی نہیں ہے، لوگ برائے نام پیسہ دیتے ہیں، درگاہ قبرستان میں ہیں تو کیا قبرستان کی آمدنی سے درگاہ کا کام کرایا جاسکتا ہے؟ اگر نہیں کرسکتے تو گاؤں میں بدعتی لوگ بھی ہیں وہ لوگ بھی اعتراض کریں گے لہذا اس کا تفصیلی جواب عنایت فرمائیں۔

جواب: ۴/۲۵۷ حامدًا ومصليًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

حضرت جابرؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو پختہ بنانے اور اس پر بیٹھنے اور اس پر عمارت بنانے سے منع فرمایا ہے۔ (مشکوۃ: ۱۴۸/۱)

مذکور حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ قبر کو پختہ بنانا اس پر بیٹھنا اور اس پر عمارت بنانا حرام ہے۔ فقہ کی کتاب شامی میں لکھا ہے کہ قبر کو پختہ اینٹوں اور لکڑیوں سے بنانا مکروہ ہے، لہذا قبر کو پختہ نہ بنایا جائے۔

حدیث اور فقہ کی کتابوں میں ذکر کردہ احکام کے مطابق ذکر کردہ سوال میں قبر پر لادی لگانا مکروہ ہے، آپ کے اطمینان کے لئے فتاوی دارالعلوم میں سے ایک فتوی نقل کرتا ہوں:

سوال: ایک قبر کا ٹین ہوا سے اوڑ گیا جو قبر مذکور کی حفاظت کے لئے تھا، تاکہ برف اور بارش سے محفوظ رہے، اب دوبارہ وہی قبر پر ڈلوانا جائز ہے یا نہیں؟ اس ٹین کو کسی مسجد وغیرہ میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: قبر وغیرہ پر بناء (عمارت بنانے) کی چونکہ ممانعت ہے (منع فرمایا ہے) اس لئے پھر اس ٹین کو قبر پر قائم کیا جائے بلکہ جس نے ڈلوایا وہ اس کی ملک ہے وہ جہاں چاہے اس کو لگا سکتا ہے اور کام میں لاسکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(فتاوی دارالعلوم: ۴۰۴/۵)

سود کی رقم سے قبرستان کی دیوار بنانا۔

سوال : ۵/۲۵۸

ہمیں فی الحال گاؤں کے قبرستان کے احاطہ کے لئے دیوار بنانا ہے اس کے لئے گاؤں میں سے چندہ کی رقم وصول کی ہے جس کے لئے زکوۃ، صدقات، فطرہ، للہ رقم، بینک کا سود وغیرہ میں سے کس رقم کا استعمال کر سکتے ہیں؟ یا لوگوں کے پاس سے لے سکتے ہیں اس کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟ اس سے مطلع فرمائیں آپ صاحب کو ہم تکلیف دیتے ہیں خلاصہ تحریر فرمائیں تا کہ ہم گناہ سے بچ سکیں۔

جواب : ۵/۲۵۸ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

گاؤں کے قبرستان کی دیوار بنانے کے لئے زکوۃ، صدقہ، فطرہ کی رقم استعمال کرنا حرام ہے۔ قبرستان کی دیوار بنانے کے لئے للہ رقم کا استعمال کرنا جائز ہے۔

بعض مفتیان کرام کی رائے کے مطابق بینک کے سود کی رقم رفاہی کاموں میں استعمال کرنے کی اجازت ہے، ان کی رائے کو مدنظر رکھتے ہوئے بینک کے سود کی رقم قبرستان کی دیوار بنانے کے لئے استعمال کرنے کی اجازت ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (کتب فقہ سے مستفاد)

کھانے پینے کے مسائل

مصنوعی گھی میں ناپاک چربی۔

سوال : ۶/۲۵۹

ابھی تقریبا مہینہ پہلے (گجراتی اخبار) سندیش میں ایک مضمون آیا تھا کہ مصنوعی گھی میں مردہ جانور اور مردہ کتوں کی چربی ملائی جاتی ہے، تو کیا اخبار کے مضمون پر اعتماد کرنا چاہئے یا نہیں؟ تفصیل کے ساتھ جواب دیں؛ کیوں کہ ہمارے

معاشرہ میں شادی وغیرہ تقریبات میں مصنوعی گھی استعمال کیا جاتا ہے اس لئے تفصیل کے ساتھ جواب عنایت فرما کر مہربانی فرمائیں۔

جواب: ۶/۲۵۹ حامدًا ومصليًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

مصنوعی گھی میں مردہ جانور اور کتوں کی چربیاں ملائی جانے کا یقینی علم ہو تو اس کا استعمال ناجائز ہے؛ ملانے کا یقینی علم نہ ہو تو استعمال کرنا جائز ہے، محض شک اور وہم کی بنیاد پر ناجائز ہونے کا حکم نہیں لگا سکتے، پھر بھی احتیاط کرنا بہتر ہے۔

(فتاوی محمودیہ: ۱۷۴/۵)

مصنوعی گھی کا استعمال دنیا بھر میں ہو رہا ہے اور ناپاک چیزیں اور چربی وغیرہ ملانا جب تک شرعی طور پر ثابت نہ ہو اس کو حرام نہیں قرار دے سکتے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (فتاوی رحیمیہ: ۲۹۰/۶)

زکوۃ لینے والے کی دعوت کھانا۔

سوال: ۷/۲۶۰

ایک آدمی چاہ پانی پینے کے لئے دعوت دے رہا ہے اور اس بھائی کا گذارہ زکوۃ کے پیسوں سے ہوتا ہے، تو کیا ہم ان کی دعوت قبول کر سکتے ہے یا نہیں؟

جواب: ۷/۲۶۰ حامدًا ومصليًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

زکوۃ کی رقم غریب کو دینے سے وہ اس کی ملکیت ہو جاتی ہے، اس کے بعد وہ دوسروں کے لئے زکوۃ کا مال نہیں رہتا، حدیث شریف میں ہے کہ حضرت بریرہؓ کے پاس کسی جگہ سے صدقہ کا گوشت آیا تھا وہ پک رہا تھا کہ اتنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے بارے میں خبر دی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کھانے کی خواہش ظاہر فرمائی، حضرت بریرہؓ نے فرمایا کہ "یہ تو صدقہ کا گوشت ہے اور وہ تو آپ کے لئے حرام ہے" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

وہ گوشت آپ کے لئے صدقہ کا ہے لیکن جب آپ ہم کو دیں گے تو ہمارے لئے ہدیہ ہو جائے گا اس وجہ سے اس کو کھانے میں کوئی حرج نہیں رہے گا۔ (مشکوۃ)

لہذا آپ جس آدمی کا گذارہ زکوۃ، صدقہ وغیرہ کی رقم سے چل رہا ہو اس آدمی کی دعوت قبول کر سکتے ہو، آپ کے لئے اس کی دعوت کھانا حلال اور جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

لباس، زیورات اور دیگر چیزیں

عورت کے لئے اسٹیل اور لوہے کا زیور پہننا۔

سوال: ۸/۲۶۱

عورت کے لئے اسٹیل کا زیور پہننا کیسا ہے؟ ایک بھائی کا کہنا ہے کہ اسٹیل کا زیور پہن کر نماز پڑھنے سے نماز فاسد ہو جائے گی اور اسٹیل کا زیور پہننا منع ہے تو یہ بات کہاں تک صحیح ہے؟

جواب: ۸/۲۶۱ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

انگوٹھی کے علاوہ دوسرے کسی بھی چیز کا زیور عورت کے لئے پہننا جائز ہے۔

وفی الدر المختار لایتختم الا بالفضة فیحرم بغیرها کحجر وذهب و حدید وصفر و نحاس و رصاص وزجاج وفی الشامی عن الجوهرة والتختم بالحدید و الصفر والنحاس و الرصاص مکروه للرجال والنساء. (۲۵۲، ۲۵۴)

درالمختار اور شامی کی اس عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ اسٹیل کی انگوٹھی کے علاوہ اسٹیل سے تیار شدہ کسی بھی قسم کا زیور پہننا جائز ہے۔

(عالمگیری: ۳۳۵/۵، امداد الفتاوی: ۱۳۵/۴، ۱۳۶)

چاندی اور سونے کے علاوہ کسی بھی قسم کا زیور پہننا بھی درست ہے، جیسے پیتل وغیرہ مگر انگوٹھی سونے اور چاندی کے علاوہ کسی اور قسم کی پہننا جائز نہیں۔

(بہشتی زیور:۳۰/۴۹)

اسٹیل کی انگوٹھی عورتوں کے لئے حرام ہے،عورتوں کونہیں پہننا چاہئے ، جو عورت اسٹیل کی انگوٹھی پہن کرنماز پڑھے گی سخت گنہگار ہوگی اگر چہ اس کی نماز ادا ہوجائے گی۔لیکن نماز کا ثواب نہیں ملے گا۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

داڑھی کا شرعی حکم۔

سوال : ۹/۲۶۲

میری عمر چالیس سال کی ہوگئی ہے،طبیعت اچھی نہیں رہتی اور سینہ میں درد رہتا ہے اس کا علاج دوائیں کرنے کی وجہ سے راحت محسوس کر کے چل پھر سکتا ہوں اسی بیماری میں میں نے خدا سے عہد کیا تھا کہ مجھے شفاء مل جائے گی تو داڑھی رکھوں گا، داڑھی رکھ لی؛ بال ۸۵ فیصد سفید اور ۱۵ فیصد کالے ہیں،اب شادی کا ارادہ ہے،میری سفید داڑھی دیکھ کر کوئی لڑکی نہیں دیتا کہ ''اس کی عمر تو زیادہ ہے، بڑھا ہے'' تو اب مجھے کیا کرنا چاہئے؟ اگر میں داڑھی مونڈ لوں تو لڑکی فورا مل سکتی ہے،شادی ہونے کے بعد پھر داڑھی رکھنے کا عزم مصمم کر چکا ہوں تو کیا میں ایسا کرسکتا ہوں؟ اب مجھے کیا کرنا چاہئے؟ داڑھی اور شادی دونوں چیزیں میرے لئے آزمائش کے طور پر آپڑی ہے تو آپ رہنمائی فرما کر مہربانی فرمائیں۔

جواب : ۹/۲۶۲ حامدًا ومصليًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

مسلمان مرد کے لئے داڑھی رکھنا اور ایک مشت کے برابر رکھنا واجب ہے، شرعی عذر کے بغیر داڑھی مونڈانا حرام ہے،اور داڑھی مونڈنے والا فاسد ہے، ایک مشت سے کم کرانا مکروہ تحریمی ہے اور مسلسل مونڈاتے رہنا بھی فسق کا کام ہے،داڑھی کے وجوب پر بہت سی روایتیں ذکر کی گئی ہیں:

ایک حدیث میں آیا ہے کہ مونچھوں کو تراشو اور داڑھی بڑھاو اور مشرکین کی

مخالفت کرو۔

دوسری حدیث میں آیا ہے کہ مونچھوں کو کتراؤاورداڑھی کولنبا کرواور مجوسیوں کی مخالفت کرو۔

ایک مشت کے برابر رکھنا واجب ہے جس کا ثبوت حدیث شریف سے ہے، حدیث اورسیرت کی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے کہ صحابۂ کرام، تابعین اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک ایک مشت کے برابر تھی، داڑھی مونڈ وانے کی حرمت پر امت کے علماء کرام کا اجماع ہے کسی ایک کا بھی اختلاف نہیں۔

وکذایحرم علی الرجل قطع لحیة. (شامی: ۵/ ۳۵۹)

وامّا قطع مادون ذلک فحرام اجماعًا بین الأئمةؒ.

(فیض الباری: ۴/ ۳۸۰)

مگر شرعی عذر کے پیش نظر بعض حالات میں ایک محدود مدت تک داڑھی مونڈانا جائز ہے، جیسے کہ زخم ہوگیاہو اور دوا لگانے میں حرج ہوتا ہو یا اس جگہ پر آپریشن کرانے کی ضرورت ہو، اس کے بعد رکھنا ضروری ہے، اور خاص بات یہ عرض ہے کہ بعض وجوہات کی بنیاد پر خضاب لگانا جائز ہے مگر اس میں یہ ملحوظ رہے کہ کالا خضاب لگانا جائز نہیں، اس کے علاوہ ہر قسم کا خضاب لگا سکتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ آخری زمانہ میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو کالا خضاب لگائیں گے وہ لوگ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائیں گے۔ تو آپ خضاب بھی لگا سکتے ہو۔

دوسری بات یہ ہے کہ داڑھی مونڈانہ حرام ہے اور زنا کاری میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہواور شادی کرنا بھی ضروری ہے اس کے علاوہ شادی کرنا سنت ہے، اور آپ کو تجربہ بھی ہو چکا ہو کہ لوگ داڑھی کی وجہ سے لڑکی نہیں دیتے اس کے علاوہ دوسرا کوئی سبب نہ ہوتو اس نیت کے ساتھ شادی کے بعد داڑھی رکھوالوں گا آپ کے لئے کچھ

دنوں کے لئے داڑھی مونڈوانے کی اجازت ہے؛ مگر مذکورہ شرطیں (۱) داڑھی ہی کی وجہ سے لڑکی نہ دیتے ہوں (۲) شادی کے بغیر گناہ میں مبتلا ہونے کا یقین ہو (۳) خضاب سے بھی نہ چل سکتا ہو (۴) کچھ عرصہ ہی کے لئے ہو تو بدرجۂ اضطرار اور مجبوری اجازت ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

دوا اور علاج کے مسائل

آنکھ بخشش کرنا اور آنکھ لگانا۔

سوال: ۱۰/۲۶۳

ہمارے گاؤں میں ہمارے ایک متعلق ہے جن کی عمر تقریبا ۶۲ سال ہے جو خود حاجی ہے، حاجی صاحب تہجد اور پنج گانہ نمازوں کے پابند اور روزہ دار ہے مگر ان کی ایک آنکھ کی روشنی بالکل ختم ہوگئی ہے، دوسری آنکھ میں پانی اوتر آنے کی وجہ سے بڑی مشکل سے کچھ دیکھائی دیتا ہے، جس سے قرآن شریف کی تلاوت میں بہت تکلیف پڑتی ہے، حاجی صاحب تعلیم یافتہ ہے لہذا ان کی آنکھ کی روشنی کے لئے آنکھ کی ضرورت ہے وہ حاجی صاحب کسی دوسرے کی آنکھ بخشش ملے تو اپنی آنکھ نکال کر دوسرے کی آنکھ لگانا چاہتے ہیں، تو آپ مطلع فرمائیں کہ آنکھ بخشش کرنے والا اگر غیر مسلم ہو تو کیا مسئلہ ہے؟ تفصیل کے ساتھ مسلک حنفیہ کے مطابق جواب دینے کی عرض ہے۔

جواب: ۱۰/۲۶۳ حامدًا ومصلیًا ومسلمًا۔ ھوالموفق للصواب۔

حاجی صاحب کے لئے دوسرے کی آنکھ اپنے استعمال میں لانا جائز نہیں۔

زندہ اور مردہ آدمی کی آنکھ کو بیچنا جائز نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(فتاوی محمودیہ: ۱۷۰/۵)

نیرودھ کب استعمال کر سکتے ہیں؟

سوال : ۱۱/۲۶۴

میں جماعت میں ہوں میرے ساتھ اپنے علاقہ کے ایک بھائی ہے انہوں نے مجھے بتایا کہ مجھے پانچ بچے ہیں اور میری بیوی کی طبیعت اچھی نہیں رہتی اور میں بھی یہ چاہتا ہوں کہ دو بچوں کے درمیان میں فاصلہ رہے اس لئے میں نیرودھ استعمال کرتا ہوں اور ان ساتھی کا کہنا ہے کہ میں نے مولانا بیمات کی ایک کتاب فیملی پلاننگ کے بارے میں لکھی ہوئی ہے اس میں پڑھا تھا مرد عورت کی مرضی ہو تو نیرودھ استعمال کر سکتے ہیں لہذا آپ شریعت کی روشنی میں اس مسئلہ کو تفصیل سے مطلع فرمائیں اور یہ مسئلہ آپ کے ماہانہ اخبار میں شائع فرمائیں جس میں میرا نام ظاہر نہ فرمائیں۔

جواب : ۱۱/۲۶۴ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

دو بچوں کے بیچ میں فاصلہ رکھنے کے لئے اور بیوی کی موت کا خطرہ ہو، اعصابی و دماغی کمزوری، جسمانی کمزوری یا کسی بیماری کا خطرہ ہو تو آپس (میں میاں بیوی) کی رضامندی سے نیرودھ استعمال کرنا جائز ہے۔ چھوٹا خاندان رکھنے کے لئے اس کا استعمال کرنا مناسب نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(فتاوی محمودیہ: حلال اور حرام:۳۱۳)

اسقاط حمل کب جائز ہے؟

سوال : ۱۲/۲۶۵

ایک آدمی نے اپنی بیوی کی رضامندی کے بغیر اسقاط حمل کروادیا۔ اس نے چار مہینہ سے پہلے (روح پڑنے سے پہلے) اسقاط حمل کروایا اگر اس نے چار مہینہ کے بعد (روح پڑ جانے کے بعد) اسقاط کروایا اور بچہ ماں کے پیٹ ہی میں مر گیا یا اس نے چار مہینہ کے بعد اسقاط کروایا اور بچہ ماں کے پیٹ سے باہر آنے کے بعد مر گیا۔

ان تینوں صورتوں میں اس آدمی کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ اگر وہ گنہگار ہے تو کیسا گنہگار ہے؟ تفصیل کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں۔

جواب: ۱۲/۲۶۵ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

عورت کے لئے اسقاط حمل کی دوائیں استعمال کرنا مکروہ ہے اسقاط حمل کسی عذر کی وجہ سے جائز ہے، اس شرط کے ساتھ کہ حمل نے ابھی کوئی شکل وصورت اختیار نہ کی ہو، اسقاط حمل کسی عذر کے بغیر جائز نہیں۔ عورت اگر بچہ کو دودھ پلا رہی ہے اور استقرار حمل کی وجہ سے دودھ کم ہوجاتا ہے اور اس کے شوہر کی حیثیت دائی رکھنے کی نہیں ہے اور بچہ کی ہلاکت کا خطرہ ہے اور بچہ کے بدن کے اعضاء بھی بنے نہ ہوں تو دوائی وغیرہ علاج کے ذریعہ اسقاط حمل جائز ہے۔ اور اگر عورت نے دوائی وغیرہ سے بچہ پیٹ ہی میں مرگیا اور اس کا اسقاط کروایا تو جو میت ہوئی اس کے ماں کے خاندان والوں کے پاس سے ایک غرہ لیا جائے گا۔ غرہ پانچ سو درہم کی مقدار کو کہا جاتا ہے جو ایک سال کی مدت کے درمیان لیا جائے گا۔ اگر عورت کا خاندان نہ ہو تو عورت کی ماں کے خاندان کے پاس سے لیا جائے گا، اور اگر عورت نے زندہ بچہ کا اسقاط کروادیا تو عورت کے خاندان والوں کے پاس سے خون کی دیت ایک سال کے درمیان لی جائے گی اگر خاندان نہیں ہے تو اس کی ماں کے پاس سے لیا جائے گا۔

مذکورہ تحریر سے کچھ باتیں سمجھ میں آتی ہیں؛ عذر کے بغیر اسقاط کرانا جائز نہیں ہے، اگر کوئی عذر ہو تو جب تک بچہ میں جان نہ پڑی ہو وہاں تک اسقاط کرانا جائز ہے۔ کسی بھی مسلمان کے لئے ایسا کرانا جائز نہیں ہے، اسقاط حمل کی صورت میں بچہ مردہ نکلے تو ایک غرہ یعنی کہ پانچ سو درہم کا جرمانہ عائد کیا جائے گا اور وہ باپ کو دیا جائے گا اور اگر بچہ زندہ نکل کر مرجاوے تو پوری دیت واجب ہوگی یعنی کہ خون کا کفارہ واجب ہوگا۔ شامی کی اس عبارت سے تمہارے سوالوں کے جواب سمجھ میں

آتیں ہیں، پہلے سوال کا جواب شوہر کا اپنی بیوی کی اجازت کے بغیر کہ اس کا دل گوارہ نہیں کرتا کہ بچہ پیدا ہو یہ کوئی شرعی عذر نہیں ہے، اس لئے جان پڑنے سے پہلے اسقاط حمل ناجائز ہے اگر چہ قتل کا گناہ نہیں ہوگا پھر بھی ایسا کرانا گناہ کا کام ہے۔ دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ جان پڑنے کی مدت ایک سوبیس دن ہے۔ (شامی: ۲/۲۸۰)

اور فقہاء کا اتفاق ہے کہ حمل میں جان پڑنے کے بعد اسقاط حمل کرانا حرام اور ظلم ہے، کسی بھی مسلمان کے لئے ایسا کام کرانا جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ حمل ایک جاندار چیز ہے اور جاندار چیز پر زیادتی کرنا حرام ہے، اس لئے اسقاط حمل کے وقت وہ بچہ اگر مردہ نکلے تو مالی ضمان پانچ سو درہم اور شوہر پر ضمان عائد ہوگا اس کے خاندان والوں سے وصول کیا جائے گا اگر خاندان والے نہ ہو تو اس کی ماں سے وصول کیا جائے گا۔ اور جنین (پیٹ میں جو بچہ ہو اس) کے ورثاء میں تقسیم کیا جائے گا بچہ کی ماں اور باپ کو اس میں سے حصہ نہیں ملے گا، کیوں کہ وہ لوگ ناحق قاتل ہے اور قاتل کو مقتول کی وراثت میں سے کچھ نہیں ملتا۔ (شامی: ۵/۳۷۸)

اسقاط حمل کی صورت میں اگر وہ زندہ نکل کر مر گیا تو دیت یعنی قتل کا کفارہ واجب ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (شامی: ۵/۳۷۸)

حکومت کے قوانین اور شریعت

انکم ٹیکس سے بچنے کے لئے کم قیمت کا دستاویز کرانا۔

سوال: ۱۳/۲۶۶

آج کل زمین کا دستاویز کرنے کے وقت ثمن سے کم بتانا پڑتا ہے کیوں کہ مکمل ثمن بتانے کی صورت میں حکومت کو انکم ٹیکس دینا پڑتا ہے اور حکومت کے آدمی مختلف طریقوں سے پریشان کرتے ہیں، تو کیا ثمن سے کم دستاویز کرنے پر گناہ ہوگا؟

دستاویز کا یہ طریقہ جائز ہے؟

جواب: ۱۳/۲۶۶ حامدًا ومصلیًا ومسلمًا۔ ھوالموفق للصواب۔

(شرعی طور پر) گناہ نہیں ہوگا لیکن اپنے آپ کو (حکومت کے قانون کی خلاف ورزی کرکے) مصیبت میں ڈالنا شریعت میں پسندیدہ نہیں۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (امدادالفتاوی حصہ:٦)

جعلی پیدائش کا سرٹفکیت بنانا۔

سوال: ۱۴/۲۶۷

ایک بچہ ہے جس کی عمر تقریباً پانچ سال کی ہے صحتمند ہے اور ہوشیار بھی ہے تقریباً ڈیڑھ دو سال سے اسکول بھی جاتا ہے، مگر اسکول کے ماسٹر صاحب کہتے ہیں کہ بچہ کی عمر ساڑھے پانچ سال سے چھ سال تک کی نہیں ہے اس لئے اسکول میں باقاعدہ داخلہ نہیں دیا جاسکتا اگر اس لڑکے کو اسکول میں داخلہ نہیں دیا جائیگا تو وہ لڑکا شریر بن جائیگا تو کیا ایسے حالات میں اس لڑکے کو اسکول میں پڑھانے کے لئے اور اس کا مستقبل سنوارنے کے لئے جھوٹی قسم کھا کر جعلی پیدائشی سرٹفکیت بنا کر اسکول میں داخل کر سکتے ہیں؟ یہ اسکی پڑھائی کے لئے اور اس کے مستقبل کو سنوارنے کے لئے ہی ہے۔

جواب: ۱۴/۲۶۷ حامدًا ومصلیًا ومسلمًا۔ ھوالموفق للصواب۔

جائز نہیں ہے، اگر اس طرح کریں گے تو جھوٹ کا گناہ ہوگا۔فقط واللہ اعلم۔

بیرون ملک جانے کے لئے جعلی کاغذات بنانا۔

سوال: ۱۵/۲۶۸

ایک آدمی بیرون ملک جانے کے لئے تیار ہے مگر ویزا حاصل کرنے کے لئے اس بھائی کو یہ ثابت کرنا پڑتا ہے کہ وہ ہندوستان کا بڑا تاجر ہے، اور اس کی بمبئی میں

کپڑے کی بڑی دوکان ہے، اور اسکے پاس ایک لاکھ روپیہ بینک میں جمع ہے! جبکہ اس کے پاس نہ تو دوکان ہے، نہ ایک پیسہ! تو کیا اس طرح یہ بھائی بیرون ملک جا سکتا ہے؟ اس کے لئے جانا کیسا ہے؟ جا کر پیسہ کمائے گا وہ جائز ہے؟ اور اس پیسہ کا استعمال کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب : ۱۵/۲۶۸ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

جائز نہیں۔ سوال میں ذکر کردہ تفصیل پر عمل کرے گا تو گنہگار ہوگا، اس طریقہ کے جعلی کاغذات تیار کرنا مناسب نہیں ہے۔ اگر جائیگا اور جو کچھ کمائے گا اس میں کوئی حرج کی بات نہیں وہ مال تو حلال ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

کسٹم ڈیوٹی سے بچنے کے لئے جھوٹ بولنا۔

سوال : ۱۶/۲۶۹

بعض حضرات بیرون ملک سے واپسی پر بمبئی کسٹم آفس پر جھوٹ بولتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں فورین (بیرون ملک) سے کچھ نہیں لایا ہوں۔ میرے پاس الیکٹرونک چیزیں، کپڑے اور سونا کچھ بھی نہیں ہے، کہ اس کے پاس سب کچھ ہوتا ہے تو ان چیزوں کو گھر لا کر استعمال کرنا کیسا ہے؟

جواب : ۱۶/۲۶۹ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

جھوٹ بولنے کا گناہ ہوگا۔ ان چیزوں کو استعمال کرنے میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

جھوٹ بول کر تجارت کا لائسنس نکالنا۔

سوال : ۱۷/۲۷۰

ایک مسلمان بھائی نے روزی کمانے کے لئے جھوٹ بول کر لائسنس نکالا ہے، جھوٹ بولنے کی وجہ سے ان کو لائسنس بھی مل گیا ہے، اور وہ آدمی اس جھوٹے

لائسنس پر اپنی تجارت کر کے روزی کمار ہا ہے، تو کیا ایسی روزی کمانا مسلمان بھائی کے لئے حلال ہے یا حرام؟ اس مسئلہ کا جواب شریعت کے اعتبار سے تفصیل کے ساتھ عنایت فرما کر مہربانی فرمائیں۔

جواب : ۱۷/۲۷۰ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

جھوٹ بول کر سٹیفکیٹ نکالنا جیسے حکومت کے پاس سے سمینٹ حاصل کرنے کے لئے کاغذات تیار کرنا یا جھوٹا لائسنس بنا کر تجارت کر کے کمانا ایسی چیزوں سے حرمت پر کوئی اثر نہیں پڑیگا البتہ جھوٹ بولنے اور دھوکہ دینے کا گناہ ہوگا جس سے توبہ کرلے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (امداد الفتاوی:۴/۱۴۷)

لائٹ کا مٹر واپس گما دینا۔

سوال : ۱۸/۲۷۱

سرکاری بجلی کے مٹر کا دوبارہ واپس گمانا کیسا ہے؟ سرکاری دفتر والے بھی زیادہ پاور کا بل بنا کر روانہ کرتے ہیں اگر ہم ان کے ساتھ اس طرح کا معاملہ کریں تو کوئی حرج ہوگا یا نہیں؟ کمپنی والے بھی آکر واپس گما دیتے ہیں کیا ہمارے لئے جائز ہے یا نہیں؟

جواب : ۱۸/۲۷۱ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

بجلی کا بل بنانے والے حکومت کے کارندے مٹر بجلی چلنے کے جو یونٹ بناتے ہیں اس سے زائد کا اگر بل بنایا ہے تو ایسی صورت میں اتنی ہی مقدار اپنا جائز حق وصول کرنے کی نیت سے مٹر کو واپس گمانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

فاذا ظفر بحال مدیونہ لہ الاخذ دیانۃ بل لہ الاخذ من خلاف الجنس علی ما نذکرہ قریبا. (شامی:۳/۲۱۹)

بجلی کے عملہ کو بجلی کا مٹر گمانے کے لئے جو اجرت دی جائیگی وہ رشوت ہے جو ناجائز اور حرام ہے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مسلمان وکالت کا پیشہ کرسکتا ہے؟

سوال: ۱۹/۲۷۲

(۱) مسلمان وکالت کا پیشہ کرسکتا ہے یا نہیں؟

(۲) مسلمان وکیل فوجداری دعوی کی کورٹ میں وکالت کرتا ہے اور اصیل کا مقدمہ لڑتا ہے اور اپنے اصیلوں کے پاس سے مقدمہ لڑنے کی اجرت لے کر پیسہ کماتا ہے، ایسی کمائی جائز اور حلال ہے یا ناجائز اور حرام؟

(۳) مسلمان وکیل کے ہندو اصیل جب مل کر خریدتے ہیں تو اس ملکیت خریدنے کے لئے اسکے دستاویز وہ مسلمان وکیل لکھ دیتا ہے اور سب رجیسٹرار کی آفس (جہاں دستاویز درج کئے جاتے ہیں اس سرکاری آفس) میں جاکر وہ بیچنے کے دستاویز درج کرواکر رجسٹرڈ کرادیتا ہے، جس کے عوض اس کو اس کی فیس ملتی ہے، یعنی کہ پیسہ لیتا ہے، اسی طرح ہندو اصیلوں کے مابین ملکتوں کی تقسیم کے دستاویز اور دوسروں کو بخشش کرنے کے دستاویز بھی مسلمان وکیل لکھ دیتا ہے اور اس کو رجسٹرار کی آفس میں جاکر رجسٹرڈ بھی کرادیتا ہے جس کے عوض اپنی فیس لیتا ہے البتہ حکومت نے اسٹیمپ پیپر استعمال کرنے کے لئے جو قانون بنایا ہے اس کے مطابق اسٹیمپ پیپر استعمال نہیں کرتے اور اسٹیمپ پیپر کے پیسے بچانے کے خاطر ملکیت کی قیمت کم بتا کر دستاویز میں کم اسٹیمپ استعمال کرکے دستاویز میں کم قیمت بتاتے ہیں جبکہ خرید قیمت زیادہ ہوتی ہے، لیکن یہ کام فریقین کے اتفاق سے ہوتا ہے، اس طرح ایک مسلمان وکیل ہندو اصیلوں کے دستاویز لکھ کر کمائی کرتے ہیں تو یہ کمائی جائز اور حلال ہے؟ یا ناجائز اور حرام ہے؟

(۴) پاور آف ایٹرنی اس کو کہا جاتا ہے کہ "کوئی بھی آدمی دس یا پچاس روپیہ کے اسٹیمپ پیپر پر اپنے معتمد آدمی کو لکھ دیتا ہے کہ مجھ سے ادھر اُدھر جانے میں تکلیف

ہوتی ہے یا بیمار ہوں یا مجھے بیرون ملک جانا ہے لہذا میری طرف سے آپ مندرجۂ ذیل کاموں کو انجام دینگے وہ مجھے منظور ومقبول ہے۔ مثال کے طور پر فلانی کورٹ میں مقدمہ چلتا ہے وہ میری طرف سے آپ آگے چلائیں گے، یا فلانی ملکیت ہے وہ آپ بیچ دیں گے یا میری طرف سے میرے کاروبار کا آپ انتظام کریں گے یا میری طرف سے فلاں فلاں کام آپ کرتے رہیں گے یہ پاور آف ایٹرنی لکھ کر میں آپ کو کلی اختیار دیتا ہوں''۔

اب مندرجۂ بالا طور پر پاور آف ایٹرنی لکھ کر مسلمان وکیل اپنے ہندو اصیلوں کو دے دے اور اس خط کو ایکزک یوٹیو جج کے یہاں تصدیق کروادے اور اس کے عوض اجرت کے طور پر فیس لے تو ایسی کمائی اس مسلمان وکیل کے لئے جائز اور حلال ہے یا ناجائز اور حرام؟

(۵) ویل نامہ اس کو کہا جاتا ہے کہ کوئی ہندو آدمی یہ لکھ کر دے دے کہ میری ملکیت میں سے اتنے زیورات، برتن یا میری چیزیں اور فلانی ملکتیں میری وفات کے بعد میرے فلانے بیٹے کو یا بیٹی کو یا میری فلانے رشتہ دار کو ملے یا میرے اتنے پیسہ جو بینک میں جمع ہے میری وفات کے بعد میرے فلانے رشتہ دار کو یا وارث دار کو ملے، اسی طرح میری غیر منقولہ جائداد میری وفات کے بعد دی جائے؛ دستخط کے لئے یہ ویل نامہ لکھ دیتا ہوں، ہندو آدمی کا ایسا ویل نامہ مسلمان وکیل اپنے ہندو اصیل کو لکھ کر دے اور اس ویل نامہ کو رجسٹرار آفسر کے پاس جاکر رجسٹرڈ کرادے اور اس کے عوض وہ اصیل اجرت کے طور پر اس کو فیس دے تو یہ کمائی مسلمان وکیل کے لئے جائز ہے اور حلال ہے یا ناجائز اور حرام؟

(٦) مسلمان وکیل وکالت کے پیشہ میں کمائی کرتا ہے وہ کمائی اچھی نہیں ہے خود سمجھتا ہے اس لئے وہ وکالت کے پیشہ کو چھوڑ دینا چاہتا ہے، مگر حلال کی کمائی کرنے

کے لئے غیر مسلم کے پاس سے قرض لے کر دوسرا پیشہ کرنا چاہتا ہے یعنی ٹیمپا خریدنا چاہتا ہے جس میں اپنے وکالت کے پیشہ سے کمائی ہوئی رقم نہیں لگائیگا صرف قرض لی ہوئی رقم ہی استعمال کریگا اسی طرح وہ کسی مسلمان کے پاس سے قرض لے کر حلال کی کمائی کا انتظام کرسکتا ہے یا نہیں قرض دینے والے مسلمان کی کمائی حلال ہے یا نہیں؟ وہ دیکھا جائیگا یا نہیں؟ یا پھر کسی بھی مسلمان سے قرض لے سکتے ہیں یا نہیں؟ اس بارے میں کیا حکم ہے؟

(۷) اب وہ مسلمان وکیل اپنی کمائی صحیح نہیں ہے اس لئے وکالت کا پیشہ چھوڑ کر ٹیمپو خرید کر کرایہ پر دینے کے لئے وہ اپنے حقیقی ماں کے پاس ٹیمپو خریدنے کے لئے قرض مانگنا چاہتا ہے، اسکی ماں کے پاس جو پیسہ ہے وہ بھی جو شوہر گذر چکے ہے، اور شوہر اسکول میں نوکری کرتے تھے اور مستعفی ہو چکے تھے اس وقت پی۔ ایف۔ کی رقم کچھ فی صد تنخواہ میں سے کاٹی جاتی ہے اور حکومت کے پاس جمع رہتی ہے اس لئے حکومت اس رقم میں سالانہ کچھ فیصد سود بڑھا کر اس میں جمع کرتی ہے اس میں بھی سود کی رقم پائی جاتی ہے یہ اطلاعاعرض ہے، ایسے پی۔ ایف کے پیسہ اس کی ماں کے پاس موجود ہے نیز اس کے شوہر نے دوکان کر دی تھی اس کے پیسہ بھی ہیں اس کے علاوہ اس میں دینداری اور امانتداری نہیں ہے مزاج میں حرص ہے اس لئے اس نے دوسرے کے ساتھ غلط تعلق رکھ کر اس کے پاس سے حاصل کردہ پیسہ بھی بڑھائے ہوئے ہیں اس طرح کی رقم اس کی ماں کے پاس ہے اور بینک میں جو پیسہ جمع کئے تھے اس میں بھی سود کی رقم بڑھائی گئی ہے، اس طرح کی رقم اس کی ماں کے پاس سے قرض لینا جائز ہے یا نہیں؟ واپس کرنے کی شرط پر بیٹا ٹیمپو خریدے گا یہ بھی جائز ہے یا نہیں یا پھر اس کی ماں کے پاس جو رقم ہے وہ بھی حرام یا نا جائز ہے! اور قرض نہیں لے سکتے

لہذا آپ تفصیل کے ساتھ تحریر فرمائیں کہ مذکورہ حالات میں ٹیمپو خریدنے کے لئے قرض لیں یا نہ لیں؟

(۸) ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے پاس سے قرض لینا چاہتا ہے مگر جس مسلمان کے پاس سے بھی قرض لینے کا ادارہ کرتا ہے اس کی آمدنی صحیح نہیں ہے تو پھر کس سے قرض لیا جائے؟ اور آخر قرض لینے کے لئے کیا کرنا چاہئے؟

جواب: ۱۹/۲۷۲ حامدًا ومصلیًا ومسلمًا۔ هوالموفق للصواب۔

(۱) وکیل روکنے والا حق پر ہو اور اس پر ظلم اور زیادتی ہوئی ہو تو مظلوم ہے، اس کا مقدمہ لڑنے کے لئے باقاعدہ کاروائی کرنے کی تصریح اور اجرت متعین کر کے وکالت کی جائے جس میں شریعت کے کسی حکم کی بھی مخالفت نہ کی جائے، وکالت کا پیشہ اور وکالت کی فیس اور عوض لینا جائز اور حلال ہے۔

(امداد الفتاوی: ۳۱۹/۳، فتاوی محمودیہ: ۲۱۸/۴)

(۲) وکالت ایک عقدِ اجارہ ہے اجارہ کے اندر مدت اور عوض یعنی اجرت اور کام شروع ہی سے متعین کئے جاتے ہیں اور ساتھ ساتھ وہ کام گناہ کا کام نہ ہو نیز ایسے نیکی کے کاموں میں سے نہ ہو جن پر عوض لینا جائز نہیں اجارہ درست ہے لہذا وکالت میں مندرجۂ بالا اصول کو مدنظر رکھا جائے تو وکالت کی کمائی حلال ہے، اور جس وکالت میں کسی گناہ کے کام پر عوض لیا جائے جیسے کہ جھوٹے اور غلط مقدمہ وکیل کی طرف سے لڑے جائے جو ظالم ہے اس کی مدد نہ کی جائے اس طرح وکالت کی رقم حاصل کرنا حلال ہے، اور جس وکالت میں کسی گناہ کے کام پر عوض لیا جائے جیسا کہ جھوٹے اور غلط مقدمات لڑے جائیں جو ظالم ہیں ان کی مدد کی جائے اس طرح کی وکالت کی آمدنی اور کمائی ناجائز ہے۔ (ہدایہ: ۳۸۷/۳)

(۳۔۴) جائز دستاویز لکھنا ان کا رجسٹریشن کر کے عوض لینا جائز ہے، ہاں! ناجائز دستاویز جیسا کہ سودی کاروبار کے دستاویز لکھنا اور انکا رجسٹریشن کرانے کا عوض لینا جائز نہیں ہے۔

(فتاوی عالمگری:۴/۴۴۹، امداد الفتاوی:۳/۴۰۱، شامی:۵/۶۳۔۶۴)

(۵) جواب نمبر تین کے مطابق واضح ہے کہ ویل نامہ لکھا جائے اور غیر شرعی نہ ہو اس ویل نامہ لکھنے کی اجرت لینا جائز ہے اور حلال ہے اور اگر ویل نامہ غیر شرعی ہو تو ایسا ویل نامہ لکھ کر عوض لینا جائز اور حلال ہے، اور اگر ویل نامہ غیر شرعی ہو تو ایسا ویل نامہ لکھ کر اجرت لینا جائز ہے۔

(۶۔۷۔۸) حضرت ابو ہریرہؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جب کوئی آدمی کسی مسلمان بھائی کی خدمت میں جائے تو اس کی کھانے پینے کی چیزیں کھا پی لے اس کی کمائی کے بارے میں استفسار کئے بغیر (کہ حلال ہے یا حرام)۔ یہ روایت حدیث کی کتاب بیہقی میں ہے جس میں لکھا ہے کہ اگر یہ صحیح ہے تو اس کا سبب یہ ہے مسلمان بھائی اپنے بھائی کو جو کھانے پینے کی چیزیں کھلاتا پلاتا ہے وہ حلال ہوتی ہے۔ (مشکوۃ شریف:۲/۲۷۹)

اس حدیث کی تصریح میں جو ملاحظہ لمعات شرح مشکوۃ سے نقل کیا گیا ہے، اس میں لکھا ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: کہ استفسار نہ کرے یعنی کہ تحقیق نہ کرے جس سے بدگمانی اور شبہ پیدا ہو یا تکلیف ہو استفسار و تکلیف دیئے بغیر اس کے بارے میں تفصیل حاصل ہو سکتی ہو یہ اس وقت ہے جبکہ اس کے گنہگار اور ظالم ہونے کی خبر نہ ہو۔

اس کا خلاصہ یہ ہے جب یقین اور اعتماد ہو یا کچھ فی صد اطمینان ہو یہ حرام چیزیں کھلانے پلانے میں احتیاط رکھتا ہے تب یہ حکم جاری کیا جاتا ہے اگر پچاس فیصد

اعتماد حرام کا ہو اور پچاس فیصد حلال کا ہو تو ایسی حالت میں احتیاط کی بات یہ ہے کہ نہ کھاوے۔ اور یقین کے ساتھ اس بات کی خبر ہو کہ کمائی میں احتیاط نہیں رکھتا یا یہ کھانا حرام کا ہے یا اس کے پاس حرام ہی کی آمدنی ہے تو بالکل کھانا نہ چاہئے۔
(حاشیہ مشکوۃ:۲/۲۷۹)

آپ کے سوال کا جواب بالکل واضح ہے کہ آپ جس آدمی کے پاس سے قرض لینا چاہتے ہیں اس کے بارے میں آپ کو کلی طور پر یقین ہو کہ اس کی کمائی حلال کی ہے یا آپ کو یقین ہے ۷۵ فیصد حلال کی ہے اس کے بارے میں اس سے کمائی کے بارے میں استفسار نہ کیا جائے، اور اگر اس آدمی کی کمائی حلال اور حرام دونوں کی ہو تو اس کے پاس سے قرض نہ لیا جائے۔

(۷) پی۔ ایف شریعت کے قوانین کے مطابق سود نہیں ہے، وہ بغیر کسی حرج کے لینا حلال اور جائز ہے، اس رقم میں سے اگر آپ کو دے تو بغیر کسی حرج کے لے سکتے ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

جائز ناجائز کے مختلف مسائل

مصلی پر تسبیح رکھنا جائز ہے؟

سوال : ۲۰/۲۷۳

(۱) پہلی صف میں مصلی پر تسبیح رکھنا گناہ ہے؟

(۲) ان تسبیحات پر اللہ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لکھا ہوا نہیں ہوتا۔

(۳) ہمارے گاؤں کے حافظ صاحب نے بتایا کہ ان تسبیحات کے ذریعہ ہم اللہ کا نام لیتے ہیں اسلئے اس کو دیوار پر لٹکا دینا چاہئے۔

جواب: ۲۰/۲۷۳ حامدًا ومصلیًا ومسلمًا۔ ھوالموفق للصواب۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آسانی پسند فرماتے ہیں اور تنگی کو ناپسند فرماتے ہیں''۔ (سورۂ بقرہ: ۱/۱۸۵)

سترہویں پارے میں اللہ تعالیٰ ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں: ''دین کے احکام میں تمہارے اوپر کوئی ایسا حکم عائد نہیں کیا گیا جس پر تم عمل نہ کرسکو''۔ (سورۂ حج: ۱۷/۷۵) حدیث میں ہے کہ دین پر عمل کرنا آسان ہے۔

مذکورہ آیات قرآنیہ سے اور حدیث شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ دین میں سہولت اور آسانی ہے تنگی نہیں ہے، اس لئے ہم وہ چیز جس کے ذریعہ سے اللہ کا نام لیا جاتا ہو (جیسا کہ تسبیح وغیرہ) ان کی حد سے زیادہ تعظیم اور ادب کرنے سے دین پر عمل کرنے کے لئے جو آسانی اور سہولت دی گئی ہے وہ ختم ہوجائیگی اور تنگی پیدا ہوگی جسکی وجہ سے دین پر چلنا مشکل ہوجائیگا۔ ہاں! وہ تمام چیزیں جن کی تعظیم وعظمت اور ادب کی حد شریعت میں وارد ہوئی ہے انہیں چیزوں کی تعظیم اور ادب شرعی حدود میں رہ کر کیا جائے۔

تسبیح کے دانوں پر اللہ کا نام یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لکھا ہوا ہو یا نہ ہو ہر حال میں مصلی پر رکھنے کی وجہ سے کسی قسم کی بے ادبی اور گناہ نہیں ہوگا۔ مصلی بذات خود قابل عظمت اور تعظیم اور عزت کے قابل ہے، ہدایہ جو مسائل کی کتاب ہے اس میں لکھا ہے کہ مصلی پر جاندار کی تصویر ہو تو اس پر نماز پڑھنا مکروہ ہے، چاہے اس تسبیح پر سجدہ ہوتا ہو یا نہ ہوتا ہو۔ (ہدایہ: ۲/۱۲۲)

علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ تسبیح کا سب سے بڑا فائدہ یہ کہ وہ اللہ کی یاد دلانے والی ہے اور اس سے ذکر کی مواظبت کرنے پر معین ہے۔ (حاشیۂ ہدایہ: ۱/۱۲۳)

اب اگر تسبیح کو مصلی پر نہ رکھا جائے اور دیوار پر لٹکایا جائے تو تسبیح کا جو سب سے بڑا فائدہ ہے وہ حاصل کرنے میں لوگ سستی کریں گے۔فقط واللہ اعلم۔

بیت الخلاء میں قرآن شریف پڑھنا۔

سوال : ۲۱/۲۷۴

بیت الخلاء میں یا مسجد کے پیشاب خانہ میں ہوں اس وقت مسجد میں بیان کے درمیان جناب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی آئے یا اذان میں آئے تو اس وقت دل میں درود شریف پڑھنا کیسا ہے؟

اسی طرح اگر بیت الخلاء میں جانے کی دعا بھول چکے تو بیت الخلاء میں دل میں دعا پڑھنا کیسا ہے؟

جواب : ۲۱/۲۷۴ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

بیت الخلاء یا غسل خانہ میں قرآن شریف اور اللہ پاک کا ذکر کرنا یا دعا پڑھنا مکروہ ہے، خلاصہ میں لکھا ہے: بیت الخلاء اور غسل خانہ میں قرآن شریف نہ پڑھے۔

مذکورہ عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ دعا وغیرہ پڑھنا مکروہ ہے، اور نہ پڑھی جائے اس لئے کوئی بھی آدمی بیت الخلاء ہو اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سنے تو درود شریف نہ پڑھے۔

بیت الخلاء میں جانے کی دعا پڑھنا بھول جائے تو دعا دل میں پڑھ لینے میں کوئی حرج کی بات نہیں۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (کبیری:۵۹)

غسل خانہ میں برہنہ غسل کرنا۔

سوال : ۲۲/۲۷۵

غسل کھانا بند ہو یا روم بند ہو ایسی صورت میں مرد اور عورت کے لئے برہنہ

غسل کرنے سے گناہ لازم ہوگا؟ کیا غسل خانہ میں بھی غسل کرتے وقت ستر ڈھانکنا فرض ہے؟

جواب : ۲۲/۲۷۵ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

غسل خانہ ایسا ہو کہ جس میں کوئی دیکھ سکتا نہ ہو تو برہنہ غسل کرنا بھی درست ہے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (مراقی الفلاح:۵۷)

بے پردہ مسلم معلّمہ کی کمائی۔

سوال : ۲۳/۲۷۶

ایک مسلمان آدمی کی مسلمان بیوی سورت میونسپل کارپوریشن کے ماتحت جاری اردو ابتدائی اسکول میں نوکری کرتی ہے، بچوں کو پڑھاتی ہے،اور برقع پہنے بغیر گھر سے بھی نوکری کرنے کے لئے جاتی ہے تو اسکی تنخواہ حلال کہلائے گی یا حرام؟ جائز ہوگی یا ناجائز؟

جواب : ۲۳/۲۷۶ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

اس کو جو تنخواہ ملتی ہے حلال اور جائز ہے،مگر بغیر پردہ گھر سے باہر آنا جانا گناہ کا کام ہے۔فقط اللہ اعلم بالصواب۔

نائی کے پیشہ میں داڑھی مونڈنا۔

سوال : ۲۴/۲۷۷

تقریبا پچاس سال سے میں نائی کا کام کرتا ہوں،آپ اچھی طرح جانتے ہو کہ اس پیشہ میں مسلمان اور غیر مسلمان داڑھی منڈانے آتے ہیں اور انگریزی فیشن کے بال بھی کٹانے آتے ہیں،تو میرا یہ پیشہ حلال ہے یا حرام؟ اور ایسے پیشہ والوں کی نماز،روزہ،زکوۃ،حج،قربانی،خیر خیرات وغیرہ اللہ تعالی کے یہاں قبول ہوگی یا نہیں؟

اور آخرت میں نجات ملے گی یا نہیں؟ آپ حضرت سے گذارش ہے کہ شریعت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

جواب : ۲۴/۲۷۷ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

نائی کا یہ پیشہ شریعت کے اعتبار سے جائز ہے، اس پیشہ کرنے والے کی نماز، روزہ، حج، صدقات، خیر خیرات اسکے ارکان اور شرائط اور واجبات اور آداب و مستحبات کی رعایت کرتے ہوئے ادا کیئے جائیں گے تو اللہ تعالی کے یہاں قبول ہونے کی امید ہے، البتہ داڑھی منڈنے کا کام حرام ہے، تو اب داڑھی منڈنے میں گناہ کے کاموں میں مدد کرنا لازم آئیگا اس لئے داڑھی منڈنا ناجائز ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

شریعت کے خلاف شادی کی تقریب۔

سوال : ۲۵/۲۷۸

محلّہ میں شادی ہے، اور میری موجودگی میں شادی والے گھر میں اور شامیانہ میں تصویریں کھینچی جارہی ہیں اور رات بھر ویڈیو کیسٹ چلتی رہی جس کی مجھے اطلاع نہ تھی تو اس شادی کا کھانا جائز ہے یا ناجائز؟ حرام ہے یا حلال؟ شریعت کی روشنی میں مطلع فرمائیں۔

جواب : ۲۵/۲۷۸ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

آپ نے جو چیزیں بتائیں وہ شریعت کے خلاف ہیں جن سے ہر مسلمان کو بچنا ضروری ہے، شریعت کے خلاف تمام مجالس سے دور رہنا چاہیئے، خاص کر کے عالم اور دیندار آدمی کو تقوی اور پرہیزگاری کے اعتبار سے وہاں نہ جانا چاہیئے۔

کھانے کی چیریں حرام نہیں ہوتی مگر کھانا کھانے کا کام حرام ہو جاتا ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

باب : ۲۷

رہن

زمین رہن لیکر پیداوار سے فائدہ اٹھانا۔

سوال: ۱/۲۷۹

ہمارے گاؤں میں ایک آدمی نے زمین رہن کے طور پر لی ہے، اور یہ رہن پر لینے والا آدمی زمین میں کاشت کر کے پیداوار حاصل کرتا ہے، اور اس کی جو آمدنی آتی ہے اسے اپنی اولاد پر خرچ کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ یہ کام جائز ہے، تو کیا رہن لی ہوئی زمین سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں؟ اور اس کی پیداوار کو اپنی اولاد پر خرچ کرنا جائز ہیں؟ دلیل کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں علماء دین ومفتیان کرام اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں؟ تفصیل کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں۔

جواب : ۱/۲۷۹ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

رہن کے طور پر زمین رکھنا اور لینا جائز ہے، قرآن اور حدیث سے ثابت ہے، قرآن شریف میں ہیں:

وان كنتم على سفر ولم تجدوا كاتبا فرهان مقبوضه.

اگر آپ حالت سفر میں ہوں (اور قرض کا معاملہ کیا) اور لکھنے والا نہ ملے تو رہن رکھا جائے۔

حدیث شریف میں ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی ابو سہمہؓ کے پاس سے تین صاع گیہوں خریدے اس کی قیمت کے بدلہ میں اپنی درع رہن رکھی تھی، رہن رکھی ہوئی چیز کو استعمال کرنا یا اس سے کسی بھی طرح کا فائدہ حاصل کرنا جیسے کہ کھیت رہن رکھا ہوا ایسی زمین کی پیداوار یا اسکی پیداوار کے روپیہ کھانا یا اگر

مکان رہن رکھا ہوتو اس مکان میں رہنا جائز نہیں ہے۔ (ہدایہ:۴/۵۰۶)

مذکورہ سوال میں ذکر کردہ تفصیل کہ ''رہن رکھنے اور لینے کو جائز سمجھتا ہے'' تو شریعت کے اعتبار سے اس کو جائز سمجھنا صحیح ہے۔ اور رہن رکھی ہوئی چیز سے فائدہ حاصل کرنے کو حلال سمجھتا ہے تو حلال سمجھنے والے کے لئے رہن رکھی ہوئی چیز سے فائدہ اٹھانا حرام ہے۔

اس مسئلہ سے مطلع کرنے کے باوجود حلال سمجھتا ہے تو اس کے ایمان کا خطرہ ہے، اور اگر اس کو رہن رکھی ہوئی چیز سے فائدہ اٹھانا ناجائز ہے اس مسئلہ کی معلومات نہ تھی تو اپنے عمل سے توبہ کرے اور آئندہ رہن رکھی ہوئی چیز سے فائدہ اٹھانا حرام سمجھے اور شئی مرہون سے فائدہ نہ اٹھائے، رہن رکھی ہوئی چیز سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح اس پیداوار میں سے اپنی اولاد پر خرچ کرنا جائز نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

باب : ۲۵
ایکسیڈنٹ

کورٹ سے نقصانی وصول کرنے کے متعلق۔

سوال: ۱/۲۸۰

میں سرکاری بس کا ڈرائیور ہوں بارش کی موسم میں احمد آباد سے ''ویرم گام'' آرہا تھا راستہ میں ایک گاؤں کے پاس بس کھڑی کی جہاں پر ہلکی سی بارش ہورہی تھی بس سے اتر کر بس کے آگے والے شیشہ پر سے بارش کا پانی صاف کرنے کے لئے اترا میری بس کے پیچھے ایک میٹاڈور کار آرہی تھی جب میں بس کا شیشہ صاف کرر ہا تھا تب اس میٹاڈور والے نے مجھے ٹکر لگائی اور میرا پاؤں ٹوٹ گیا میں نے سرکاری بس کے ذمہ داروں کو اس حادثہ کی اطلاع دی مگر انکی طرف سے دوا علاج کے لئے کوئی رقم نہیں ملی میں نے میٹاڈور والے سے دوا خرچ وغیرہ کا مطالبہ کیا تو میٹاڈور والے کی طرف سے بیمہ کمپنی والے نے کورٹ میں مقدمہ دائر کیا جو مقدمہ میری موافقت میں آیا اور مجھے ۲۷۰۰۰، روپیہ دیے ہیں۔ میرے دوا علاج کا خرچ اور چھ مہینہ تک نوکری پر حاضر نہ ہونے کی وجہ سے کل خرچ ۸۰۰۰، روپیہ ہوا ہے تو کیا میں حکومت کی طرف سے ملی ہوئی زائد رقم کو اپنے استعمال میں لے سکتا ہوں؟ اور اگر اس رقم کو میں استعمال نہیں کرسکتا تو اس رقم کو کس استعمال میں لوں؟ تفصیل کے ساتھ جواب مرحمت فرمانے کی گذارش ہے۔

جواب : ۱/۲۸۰ حامدًا ومصليًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

کورٹ میں نقصانی وصول کرنے کے لئے جو دعوی کیا گیا ہے وہ دعوی اگر حقیقت پر مبنی ہو اور نقصان کی صحیح حقیقت درج کی گئی ہو اور نقصان سے زائد رقم وصول

کرنے کے لئے جھوٹے کاغذات اور جھوٹے سرٹیفکیٹ پیش نہ کئے گئے ہوں تو کورٹ نے تلافی کے لئے جو زائد رقم کا حکم دیا ہے وہ آپ لے سکتے ہوں کیوں کہ حکومت نے اس طور پر تلافی کا نقصان دینے کے لئے قوانین اور اصول متعین کئے ہوں گے جس کے مطابق حکم دیا ہوگا، چاہے آپ کا خرچ کم ہوا ہو۔

اور اگر نقصان سے زائد رقم وصول کرنے کے لئے کورٹ میں جھوٹے کاغذات اور جھوٹے حقائق پیش کئے گئے ہوں ایسی شکل میں آپ کو جتنا خرچ ہوا ہے اتنی ہی رقم کے آپ لینے کے حقدار ہو، خرچ سے زائد آپ لینے کے حقدار نہیں، اور کورٹ میں جو جھوٹی باتیں پیش کی گئی ہیں اس کے آپ گنہگار رہوں گے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

باب : ۲۶
معاشرت و سیاست
معاشرت کے متعلق

سلام کے آداب۔

سوال :۱/۲۸۱

کیا فرماتے ہیں علماء کرام مندرجہ ذیل سوال کے بارے میں؟

(ا) زید اور بکر دونوں نے ایک ہی وقت ایک دوسرے کو السلام علیکم کہا، مطلب کے دونوں کی سلام کے درمیان ٹکراو ہوا، تو کیا زید بکر کے سلام کا جواب دیگا یا بکر زید کے سلام کا جواب دیگا؟ یا زید اور بکر دونوں کے بیک وقت سلام کے ٹکرانے کی وجہ سے خود بخود سلام کا جواب ادا ہوجائے گا؟ آخر کار سلام کے جواب کی شکل کیا ہوگی؟ اس کا جواب تحریر فرمائیں

جواب : ۱/۲۸۱ حامدًا ومصليًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

دونوں ایک دوسرے کو سلام کا جواب دے۔

فان مسلمامعاً یرد کل واحد . (عالمغیریة: ۵/۳۲۵)

طلاق شدہ عورت کا اپنے بیٹے کے ساتھ برتاؤ۔

سوال :۲/۲۸۲

(ا) ایک طلاق شدہ عورت ہے اس کو اگلے شوہر سے ایک لڑکا ہے فی الحال وہ لڑکا اپنے والد سے الگ رہتا ہے وہ بھی شادی شدہ ہے اب اس کی حقیقی ماں اس کے پاس آنا جانا چاہتی ہے، تو کیا یہ عورت اپنے اگلے شوہر کے لڑکے کے ساتھ تعلق رکھ سکتی ہے؟ دلیل اور تفصیل کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں۔

(۲) طلاق شدہ عورت کو اگلے شوہر سے لڑکا ہو اور دوسرے شوہر سے بھی لڑکا ہو یہ دونوں اخیافی بھائی حقیقی بھائیوں کی طرح رشتہ رکھ سکتے ہیں؟ جیسا کہ ایک بھائی کا لڑکا دوسرے بھائی کی لڑکی کے ساتھ شادی کریں۔

جواب: ۲/۲۸۲ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

(۱) عورت کو اس کے شوہر نے طلاق دی ہے، اور اس عورت کو طلاق دینے والے مرد کی اولاد ہے اس اولاد کے ساتھ تعلق رکھنے میں کوئی حرج کی بات نہیں۔ طلاق سے قبل ماں بیٹے کے درمیان میں جو تعلق تھا وہی تعلق طلاق کے بعد بھی باقی رہتا ہے، لہذا وہ عورت اپنے اگلے شوہر کی اولاد کے پاس آجا سکتی ہے اور وہ لڑکا اپنی والدہ کو اپنے پاس رکھنا چاہے تو رکھ سکتا ہے۔ (سورۂ نساء:۴، شامی: ۲/ ۳۰۰)

(۲) دونوں اخیافی بھائی اپنی اولاد کی شادی ایک دوسرے کی اولاد کے ساتھ کر سکتے ہیں۔ (سورۂ نساء:۴)

باب : ۲۷
کتاب الاکراہ

بالجبر زمین خریدنا۔

سوال : ۱/۲۸۴

بھروچ شہر کے جمبوسر روڈ پر مسلم ہسپتال بنانے کے لئے ۱۹۷۸ء میں بنیاد ڈالی گئی اور پٹیل ممبئ ویلفیر سوسائٹی کے زیر نگرانی ہسپتال کی عمارت تعمیر ہو رہی ہے، ۱۹۷۸ء میں مسلم بھائیوں کے پاس سے اس وقت کے بازاری بھاؤ کے اعتبار سے ۱۲۲ ایکڑ جتنی زمین خریدی گئی ۱۰ سال کے بعد بمشکل تعمیری کام شروع ہوا ہے، اکثر زمین خالی پڑی ہوئی ہے۔

ہماری زمین ادارہ کی زمین کے ایک کونہ پر واقع ہے ہم نے ہماری زمین N.A. کرا کر مکان کی رہائش کے لئے زمین کے پلاٹ بنا کر بیچنے کی اجازت حکومت سے طلب کی اور حکومت نے اجازت دے دی مذکور ادارہ ہماری زمین صرف قانون کی بنیاد پر لینا چاہتا ہے، اس کی جب ہم کو معلومات ہوئی تو ہم نے ادارہ کے ذمہ داروں سے بات کی کہ ہمیں زمین بیچنا نہیں ہے پھر بھی آپ لوگ کیوں لینا چاہتے ہو؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم حکومت کی مدد سے زمین لے کر رہیں گے حکومت ہی دلائے گی ہم نے ادارہ کے ذمہ داروں سے کہا موجودہ زمانہ کے اعتبار سے جو بازاری بھاؤ چلتا ہے وہ ادا کر کے لے لو، تو وہ حضرات بازاری قیمت دینے کے لئے بھی تیار نہیں۔ ہمارے پاس مذکور کھیت کے علاوہ دوسرا کھیت نہیں ہے۔ شریعت کے اعتبار سے کسی بھی مسلمان کی زمین سرکاری قانون کے ماتحت مالک کی رضامندی کے بغیر لے سکتے ہیں؟

مالک اپنی زمین ادارہ کو نہ بیچے تو وہ گنہگار ہوگا ؟

ادارہ کے ذمہ دار حضرات قانون کا سہارا لے کر زمین لے لیں تو وہ گنہگار ہوں گے؟

مالک کو انکی مرضی کے مطابق قیمت دے کر ذمہ دار حضرات زمین لینا چاہتے ہو پھر بھی مالک زمین دینے سے انکار کرے تو مالک گنہگار ہوگا ؟

ایک آدمی کے پاس لاکھوں روپیہ ہے کافی ایکر زمین ہے مگر وہ آدمی مذکورہ ادارہ میں یا کسی بھی جگہ ایک ایکڑ زمین دینے کے لئے تیار نہیں تو شرعی اعتبار سے وہ آدمی گنہگار ہوگا ؟ ادارہ کے ذمہ دار حضرات ہر کس و ناکس کو مجبور کر کے زمین لے لیں تو ذمہ دار حضرات گنہگار نہیں ہوتے؟

جواب: ۱/۲۸۳ حامدًا ومصليًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

شریعت کے اعتبار سے اس طرح اجباری طور پر زمین کے اصلی مالک کی خوشنودی اور دلی رضامندی کے بغیر جبرا اور سرکاری قانون کا سہارا لیکر تھوڑی قیمت میں زمین لے لینا جائز نہیں، منع ہے، حرام ہے۔

حدیث شریف میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خبردار! ظلم نہ کرو، خبردار! کسی بھی مال لینے والے کے لئے مالک کی رضامندی اور خوشندی کے بغیر مال لینا حلال نہیں ہے۔ (مشکوۃ شریف)

بائع اور مشتری کی رضامندی سے معاملہ ہونا چاہیئے۔

(بحر الرائق: ۵/۲۷۷، شامی: ۴/۱۱)

اس طرح اجباری طور پر زمین لے لینا ظلم اور نا انصافی ہے، ضروری ہے کہ اسلامی قانون پر عمل کرے۔

اگر حکومت ادارہ کو وہ زمین دلائے گی تو ادارہ اس زمین کا مالک بن جائے گا۔ (امداد الفتاوی: ۳/۳۵، فتاوی محمودیہ: ۴/۱۷۹)

باب : ۲۸
کتاب القرض

لین دین۔

سوال: ۱/۲۸۴

آج سے پانچ مہینہ قبل سعودی عربیہ میں بینک میں تین سودس سعودی ریال کے ایک ہزار ہندوستانی روپیہ کا ڈرافٹ بنتا تھا، جبکہ کالے بازار میں دوسوستر ریال کے ایک ہزار ہندوستانی روپیہ کا بھاؤ تھا، اس وقت سعودی عربیہ سے ہندوستان آیا تو ایک بھائی نے مجھے کہا کہ میرے گھر پر پانچ سو روپیہ پہنچا دیجئے؛ تو میں نے کالے بازار کے بھاؤ (دوسوستر ریال کے ہزار روپیہ) کے حساب سے پانچ سو روپیہ لیکر اس آدمی کے گھر پہنچا دیئے۔ ابھی پانچ مہینہ ہندوستان رہ کر سعودی عرب واپس آیا تو سعودی عرب میں بھاؤ اور کم ہوگیا یعنی بینک کے حساب سے دوسواسّی ریال کے عوض ہندوستانی ہزار روپیہ کا ڈرافٹ بنتا ہے، تو وہ آدمی یوں کہتا ہے کہ میں تو دوسوستر ریال کے بھاؤ سے قرض واپس نہیں کروں گا بلکہ آج کے دوسو چالیس ریال کے بھاؤ سے واپس کروں گا، اس اعتبار سے ہندوستانی پانچ سو روپیہ کے عوض جتنے ریال ہوں گے وہ میں واپس کروں گا، اس اعتبار سے ہندوستانی پانچ سو روپیہ ادا کروں گا۔ تو میں انکار کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ میں نے دوسوستر ریال کے بھاؤ سے پانچ سو روپیئے دیئے تھے لہذا دوسوستر کے حساب سے ریال یا روپیئے ملنے چاہئے! اگر دوسو چالیس ریال کے حساب سے میں واپس لیتا ہوں تو مجھے نقصان ہے، کیوں کہ میں نے اس آدمی کو دوسوستر ریال کے حساب سے پانچ سو روپیہ دیئے تھے؛

تو مولانا! شریعت اس مسئلہ میں کیا حل نکالتی ہے؟ شرعی اعتبار سے مطلع

فرماویں، اور مزید یہ کہ اس آدمی نے اس وقت یہ نہیں کہا تھا کہ تمہارے واپس لوٹنے پر ہندوستانی پانچ سو روپیہ دوں گا، تو مجھے اُس وقت کے بھاؤ سے واپس لینا چاہئے یا آج کے بھاؤ سے؟

جواب: ۱/۲۸۴ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

جب آپ نے پانچ سو روپیہ دیئے اس وقت پانچ سو روپیہ کے جتنے ریال بنتے ہوں وہ شرعی اعتبار سے دیانۃً دینا ہوگا۔ (شامی:۱۷۲/۳)

پاؤنڈ کے قرض کی ادائیگی پاؤنڈ میں کی جائیگی۔

سوال: ۲/۲۸۵

اسماعیل بھائی ۱۹۷۶م سے ۱۹۹۱م تک مسقط (سلطنت عمان) میں کام کے سلسلہ میں مقیم تھے، اس عرصہ میں ۱۹۸۳م میں اسماعیل کے والد صاحب کا رمضان المبارک میں انتقال ہوگیا، انتقال سے پہلے مرحوم نے اپنی تمام غلطیوں کی معافی طلب کی؛ اسماعیل کے بھائی اور ماموں نے مرحوم کے حسابات دیکھے اور مرحوم کا = ۲۷۰۰۰ روپیہ قرض ظاہر کیا، یہ قرض ان کے داماد (جو انگلینڈ میں مقیم ہے ان) کا تھا، وفات سے قبل خط میں لکھا تھا کہ اگر ان کی اولاد کی استطاعت ہوگی تو وہ ادا کریں گے ورنہ معاف کر دیا جائے۔ قرض کی تقسیم میں اسماعیل کے ذمہ ۱۷۰۰۰، اور درمیانی بھائی کے ذمہ روپیہ ۱۰،۰۰۰ متعین کر کے اسماعیل کو مطلع کر دیا گیا چھوٹے بھائی کے ذمہ کوئی قرض عائد نہیں کیا گیا۔

درمیانی بھائی نے اپنی طاقت کے اعتبار سے ۱۰،۰۰۰ روپیہ ادا کر دیئے، اسماعیل بھائی ۱۹۸۵م میں انگلینڈ جانا ہوا، وہاں مرحوم کے داماد (احمد بھائی) یعنی اسماعیل کے بہنوئی نے بازار میں آتے جاتے ۲۶۲ پاؤنڈ جیسی رقم اسماعیل بھائی سے لی جو احمد بھائی نے واپس نہیں کیئے، مزید برآں انگلینڈ سے واپس آنے کے بعد احمد

بھائی نے اسماعیل سے شادی وغیرہ کے خرچ کیلئے ،مزید رقم کا مطالبہ کیا جس کے ثبوت کیلئے خط شامل ہے، وقتاً فوقتاً خط آنے پر اسماعیل نے اپنے بہنوئی کو ڈرافٹ بنا کر روانہ کیئے۔

۱۹۸۶ م	۲۰۰	پاؤنڈ کا ڈرافٹ
۱۹۸۷ م	۲۰۰	پاؤنڈ کا ڈرافٹ
۱۹۸۸ م	۲۰۰	پاؤنڈ کا ڈرافٹ
۱۹۸۵ م	۲۶۲	نقد دیئے تھے
مجموعی	۸۶۲	

مذکور رقم اسماعیل نے مسقط سے ریال سے پاؤند میں تبدیل کر کے بھیجی تھی، ۱۹۸۹م میں اسماعیل کو رقم کی ضرورت پیش آئی تب بذریعۂ فون امداد کیلئے کہا؛ اس کے بعد احمد بھائی (بہنوئی) کا روپیہ بدل گیا اور اسماعیل کے قرض کا کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ ۱۹۹۱م میں اسماعیل کے ہندوستان واپس آنے کے بعد ۱۹۹۲م میں آپس کے معاملات کی صفائی کیلئے ٹیلی فون کیا لیکن کوئی جواب نہیں دیا۔ ۱۹۹۳م میں کچھ ذمہ داروں کو ثالثی طور پر متعین کر کے معاملات کی صفائی طلب کی اس کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہوا، مجبوراً اسماعیل نے اپنے بھانجے کو اطلاع دی اس کا بھی کوئی جواب نہیں ملا۔

فی الحال پاؤنڈ کا بھاؤ بڑھ جانے کی وجہ اسماعیل کا حق ادا نہیں کرتے۔

اسماعیل ان کی ۱۷۰۰۰ روپیہ کی رقم دینے کے لئے تیار ہے، دونوں کے درمیان شرعی طور پر کس اعتبار سے فیصلہ کیا جائے ؟ تاکہ مرحوم قرض سے بری ہو جائے۔

جواب : ۲/۲۸۵ حامدًا ومصليًا ومسلمًا۔ هوالموفق للصواب۔

آپ کی بتائی ہوئی تفصیل کے مطابق آپ کے بہنوئی نے مذکورہ پاؤنڈ آپ

کے پاس سے قرض کے طور پر لئے تو اب ان کے ذمہ پاؤنڈ کی ادائیگی ضروری ہے۔ کتب فقہ میں قاعدہ لکھا ہوا ہے کہ الدُّیُوْنُ تُقْضیٰ بِاَمْثَالِهَا. کہ قرض جس طور پر لیا گیا ہو اس طور ادا کیا جائے۔ اس میں دونوں کے حقوق کی حفاظت ہوگی کیوں کہ پاؤنڈ اور روپیہ کی قیمت میں جو فرق آیا اس کا اثر قرض دینے والے اور قرض لینے والے دونوں پر پڑتا ہے۔

لہذا اختلاف اور جھگڑا ختم کرنے کی بہترین صورت یہی ہے کہ جو چیز قرض لی گئی ہو اسی کو ادا کیا جائے۔

ولان المقصود وهو الجبران وذلک فی المثل اتم لان فیه مراعاة الجنس والمالیه وفی القیمة مراعاة المالیة فقط فکان ایجاب المثل اعدل .
(بدائع الصنائع : ۳۹۵/۷، کتاب القرض، الاشباه والنظائر : ۳۶۳)

باب : ۲۹
وصیت

بمبئی سے کاٹھیاواڑ میت لیجانے کی وصیت۔

سوال : ۱/۲۸۶

ایک آدمی گجرات کے "کاٹھیاواڑ" (علاقہ) کا باشندہ ہواور اہل وعیال کے ساتھ بمبئی رہتا ہواور وہیں کا مقیم بن چکا ہو وہ آدمی وصیت کرتا ہے کہ "میرا انتقال ہو جاوے تو مجھے میرے وطن گجرات میں دفن کرنا" تو اس آدمی کے انتقال کے بعد اس کی وصیت پر عمل کرنا واجب ہے یا نا جائز؟

جواب : ۱/۲۸۶ حامدًا ومصليًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

شریعت مطہرہ کا اصول ہے کہ آدمی کا جہاں انتقال ہو وہیں پر اس کو دفن کرنا چاہئے ؛ اگر وہاں دفن نہ کیا جاوے تو ایک دو میل دوسری جگہ میت کو منتقل کرنے کی اجازت ہے، مگر اس سے زیادہ دور منتقل کرنا مکروہ ہے۔

(شامی:۳/۱۴۶،طحطاوی:۶۱۳،کبیری:۵۲۳)

کوئی آدمی اگر یہ وصیت کرے کہ میری وفات کے بعد میرے جنازہ کی نماز فلاں آدمی پڑھائے یا مجھے فلاں شہر میں دفن کیا جاوے تو یہ وصیت لغو ہے۔

(شامی:۵/۴۷۱،مراقی الفلاح:۱۴۵)

صورت مسئولہ میں اس قسم کی وصیت کرنا لغو ہے اور اس پر عمل کرنا ضروری نہیں اور عمل کرنا کراهیت سے خالی نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

اپنی مکمل ملکیت وجائداد گاؤں کی مسجد میں دینے کی وصیت۔

سوال: ۲/۲۸۷

ایک آدمی نے اپنی زندگی میں اپنی بیوی سے کہا تھا کہ ''میری تمام ملکیت میری وفات کے بعد گاؤں کی مسجد میں دے دینا'' جب اس آدمی کی وفات ہوئی اس وقت اس کی دو بیویاں تھیں جن میں سے کسی ایک کو بھی اولاد نہیں ہے پھران دو عورتوں میں سے ایک کا انتقال ہوگیا اب ایک عورت حیات ہے ان کا کہنا یہ ہیکہ مرحوم کی پوری ملکیت مجھے گاؤں کی مسجد میں دینا نہیں ہے بلکہ آدھی ملکیت گاؤں کی مسجد میں اور آدھی ملکیت دوسری جگہ کی مسجد میں دینا ہے تو شریعت کے اعتبار سے جائز ہے یا نہیں؟

مرحوم نے گاؤں کی مسجد میں ملکیت دینے کی وصیت زبانی طور پر کی تھی لہذا تفصیل کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں۔

مرحوم کا ایک علاتی بھائی افریقہ میں حیات اور موجود ہے۔

جواب: ۲/۲۸۷ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

وصیت کی حد شریعت میں محدود ہے، وصیت کرنے والے کی وفات کے بعد تجہیز وتکفین اور اگر مرحوم کے ذمہ قرض ہو تو کل مال میں سے ادائیگی کے بعد جو کچھ مال بچے اس کے ۱/۳ حصہ میں وصیت کرسکتا ہے مرحوم کو اس کے بقیہ مال کے ایک تہائی حصہ تک وصیت کرنے کا حق حاصل ہے، کل مال پر نہیں، اور ایک تہائی سے زیادہ کی وصیت کی ہو تو اگر مرحوم کے ورثاء راضی ہوں تو مرحوم کی وصیت کے مطابق دے سکتے ہیں۔ (شامی: ۴۶۰/۵)

مرحوم نے جس مسجد میں دینے کی وصیت کی ہے اس مسجد میں وصیت کے

مطابق دینا ضروری ہے۔

صورتِ مسؤلہ میں مرحوم کے ورثاء میں دو بیویاں اور ایک علاتی بھائی تھا اس لئے مرحوم کی پوری ملکیت مسجد میں نہیں دیجائے گی۔

اگر مرحوم کے ورثاء میں سے ایک بھی ایک ثلث وصیت سے زیادہ دینے کا انکار کرے گا تو مرحوم کی وفات کے بعد حقوق مقدمہ علی الارث جیسا کہ تجہیز و تکفین کا خرچ، مرحوم کے کل مال میں سے قرض کی ادائیگی کے بعد جو ملکیت باقی ہو اس کا ایک ثلث وصیت کے طور اور دو ثلث ورثاء میں تقسیم کیا جائے گا۔

اس لئے مرحوم کے تمام ورثاء مرحوم کی پوری ملکیت مرحوم کی وصیت کے مطابق دینے پر متفق ہوں تو وہ ملکیت جس مسجد میں دینے کی وصیت کی ہو اسی میں دی جائے گی، مرحوم کی وصیت کے خلاف دوسری مسجد میں دینا جائز نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

دادی اپنی زندگی میں پوتے کو حصہ دینا چاہے۔

سوال : ۳/۲۸۸

میری والدہ اپنی زندگی ہی میں اپنا حصہ میرے بیٹے کو دینا چاہتی ہے تو میری والدہ گنہگار ہوگی؟ جو اپنا حصہ اپنی مرضی سے میرے بیٹے کو دے رہی ہیں! فی الحال میں پورا کاروبار سنبھالتا ہوں میری والدہ کا کوئی دخل نہیں اور میں اپنی مرضی سے تجارت کرتا ہوں، مجھے دو لڑکیاں اور ایک لڑکا ہے جن کی شادیاں کردی گئی ہیں؛ لڑکیاں اپنے سسرال میں ہیں اور لڑکا میرے ساتھ ہے، ہم دونوں ملکر تجارت کرتے ہیں لیکن مکمل اختیار میرے قبضہ میں ہے، میری والدہ کی ملکیت اور زیورات اور میری بیوی اور لڑکے کی بیوی کے زیورات میرے پاس ہے سب کی زکوۃ میں ہی نکالتا ہوں

میری والدہ کی ملکیت اور سب کے زیورات اگر میں کسی کو دے دوں یا صدقہ کر دوں تو مجھسے کوئی باز پرس کرنے والا نہیں ہے تو میں یا میری والدہ گنہگار ہوں گے؟

جواب : ۳/۲۸۸ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

آپ کی والدہ اپنی زندگی میں اپنی ملکیت اپنے پوتے کو دینا چاہتی ہیں جس سے کسی وارث کو محروم کرنے یا نقصان پہنچانے کا ارادہ ہوگا تو وہ گنہگار ہوگی۔ اگر ایسا ارادہ نہوں تو گنہگار نہیں ہوگی؛ وہ اپنی ملکیت کی مالک ہے اور وہ مختار ہے اپنی ملکیت جس کو دینا چاہے دے سکتی ہے۔

آپ کی والدہ اور بیوی اور لڑکے کی بیوی کے زیورات جوان لوگوں کی ملکیت ہے وہ آپ کے پاس امانت ہے ان لوگوں کی اجازت کے بغیر آپ ان میں تصرف نہیں کر سکتے! ان کی اجازت بغیر اگر کسی کو پہننے کیلئے یا عاریت کے طور پر دیں گے تو آپ گنہگار ہونگے، اور آپ خود بھی ان کی مرضی کے خلاف یا اجازت کے بغیر استعمال کروگے تو گنہگار ہونگے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (ہدایہ:۳۰)

دادا اپنی زندگی میں پوتے کو کتنا دے سکتے ہیں؟

سوال : ۴/۲۸۹

ایک مسلمان کے چار بیٹے اور ایک پوتا ہے وہ اپنے پوتے کو وصیت کے ذریعہ سے کتنا حصہ دے سکتے ہیں؟ پوتے کے وصیت کے ذریعہ دینے کے بعد اپنے چاروں لڑکوں کو کتنا حصہ ملے گا؟ شریعت کے قانون کے مطابق صحیح تفصیل بیان فرمائیں۔

جواب : ۴/۲۸۹ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

پوتے کے نام پر دادا اپنی حیات میں ویل نامہ لکھیں گے تو وہ وصیت کہلائیگی

اور پوتا دادا کے ورثاء میں سے نہیں ہے اس لئے اس کیلئے وصیت کرنا جائز ہے اور وصیت کرنے والے کی ملکیت میں سے تجہیز و تکفین کے خرچ اور قرض ادا کرنے کے بعد بقیہ مال کے ایک ثلث میں سے وصیت نافذ کی جائیگی۔

پوتے کے نام پر جو ویل نامہ لکھوایا ہے اس میں جو ملکیت لکھی ہے وہ ملکیت دادا کی ملکیت کا اگر ایک ثلث سے زائد ہوگی تو ورثاء کی اجازت سے نافذ کی جائیگی ایک ثلث کی ادائیگی کے بعد بقیہ مال کے حقدار مرحوم دادا کے ورثاء ہیں لہذا اس کے چار حصے کئے جائیں گے جو مرحوم کے ہر لڑکے کو ایک ایک حصہ ملے گا۔فقط واللہ اعلم۔

باب : ۳۰
وراثت

وراثت کا انکار کرنے والا کافر۔

سوال: ۱/۲۹۰

ایک آدمی مسلمان ہے اسلام اور شریعت کو مانتا ہے، حاجی اور پنج گانہ نماز اور نوافل کا پابند ہے، تبلیغی جماعت میں جاتا ہے بڑے بھائی ہونے کی حیثیت سے کاروبار کرتا ہے۔ جب ملکیت کی تقسیم کے بارے میں کہتے ہیں تو شرعی طور پر تقسیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا، حقدار کو حق دینے میں اپنا ذاتی مفاد مدنظر رکھتا ہے، وہ آدمی شریعت کی آڑ میں غلط طور پر مجبور کرکے دوسروں کے حقوق کو ہڑپ کرنے کی کوشش کرتا ہے اور شرعی طور پر فیصلہ کرنے والوں کی توہین کرتا ہے تو ایسا آدمی اپنی ذات کو مسلمان مان سکتا ہے؟ یا ایسے آدمی پر اللہ تعالیٰ کی کیا وعید ہے؟ کیا وہ آدمی اسلام پر باقی رہتا ہے؟ پھر بھی وہ آدمی کہتا ہے کہ میں حق پر ہوں تو کیا اس کی بات صحیح ہے؟

جواب: ۱/۲۹۰ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

اللہ تعالیٰ نے وراثت کے احکام اور ورثاء کے حصے صاف۔صاف بیان کردیئے ہیں۔ وراثت کے احکام ذکر کرنے کے بعد سورۂ نساء میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

''یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں جو آدمی اللہ اور رسول کے حکم کے مطابق چلے گا اس کو اللہ تعالیٰ ایسی جنت میں جگہ عطا فرمائیں گے جس کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ ہمیشہ رہے گا اور حقیقی کامیابی بھی وہی ہے، مگر جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی

نافرمانی کرے اور حدود تجاوزی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ کی آگ میں ڈالے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے ذلت والا عذاب ہے۔"

(سورۂ نساء:۱۳،۱۴)

ورثاء کو ان کے حقوق بہت جلدی پہنچا دینا ضروری ہے ان کے حقوق ادا نہ کرنا غصب اور ظلم ہے۔ (مستفاد شرح مجلّہ مادہ نمبر:۹۷)

جو آدمی میراث کا علی الاعلان انکار کرے اس کو اپنے ایمان کی فکر کرنا ضروری ہے کیوں کہ وہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے، مگر وہ آدمی تقسیم میراث کا تو انکار نہ کرتا ہو مگر ورثاء کے حقوق دینے میں کوتاہی کرتا ہو تو وہ اسلام سے تو خارج نہیں ہوتا مگر سخت گنہگار اور سخت عذاب کا حقدار بنے گا۔

(شامی:۶/۳۵۸، عالمگیری:۲/۲۷۲، تاتارخانیہ:۷/۳۳۶)

حدیث شریف میں آتا ہے "حقوق والوں کو حقوق نہ ادا کرنے والے کے ذمہ کل قیامت کے دن حقوق کے عوض نماز، روزہ، زکوۃ وغیرہ کا ثواب ادا کرنا پڑے گا۔"

دادا کی ملکیت سے یتیم پوتا کیوں محروم؟

سوال : ۲/۲۹۱

تجارت کے سلسلہ میں مجھے بیرون ملک جانا ہوا، وہاں ایک جان پہچان والے ساتھی نے سوال کیا کہ دادا کی ملکیت میں سے پوتے کو وراثت ملے گی یا نہیں ؟ میں نے جواب دیا کہ پوتے کو وراثت نہیں ملے گی۔ تب وہ کہنے لگے کہ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی، اور یہاں تک انہوں نے کہا کہ اگر اسلام میں یہی حکم ہے تو میں اسلام کو چھوڑ دوں!

لہذا آپ مفتی صاحب سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ تفصیل کے ساتھ جواب

عنایت فرمائیں جس سے اس آدمی کو اطمینان ہو جائے اور میں پوری بات سمجھا سکوں کہ پوتے کو وراثت میں کیوں حصہ نہیں ملے گا! اگر یتیم پوتے کو وراثت میں حصہ نہ ملے تو اس یتیم کا کیا؟ کیسے گذارہ کرے؟ یہ سب تفصیل کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں۔

جواب: ۲/۲۹۱ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے اسلام کی تمام باتوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد فرمودہ تمام ارکان پر ایمان کے ساتھ ساتھ عمل کرنا بھی بندہ کی خصوصیت ہے، بندہ ہونے کی حیثیت سے اسباب طلب کرنا مؤمن کے لئے مناسب نہیں ہے، غیب پر ایمان لانا ہی ہمارا سب سے بڑا سرمایہ ہے، دنیوی اور سرکاری قواعد جو انسانی دماغ کی پیداوار ہے وہ بھی بسا اوقات ہماری سمجھ میں نہیں آتے، بلکہ بعض مرتبہ حقیقت میں کچھ مسائل انسانی سمجھ سے باہر ہوتے ہیں پھر بھی ملک کے شہری ہونے کی حیثیت سے مان لیتے ہیں، بلکہ جہالت کی وجہ سے خلاف قانون کرنے پر اگر کوئی سزا مرتب ہو تو اس کو بھی برداشت کر لیتے ہیں۔

اسلامی قانون تو آسمانی قانون ہے، وہ ایسی عظیم ذات کے بنائے ہوئے ہیں جس کے لئے ماضی اور مستقبل دونوں برابر ہو جو انسانوں کو پیدا کرنے والا ہے، عقل انسانی میں کونسے دور میں اور کونسے معاشرہ میں کونسی چیز آسکتی ہو اور نہیں آسکتی اس کے پاس بھی اس کا معیار ہے، شریعت کے بہت سے مسائل ہماری جہالت اور ناواقفیت اور شرعی مسائل حاصل کرنے میں ہماری غفلت کی وجہ سے سمجھ میں نہ آئے تو یہ ہماری جہالت کا گناہ ہے شریعت کا نہیں، ہماری عقل رات، دن انگریزی تہذیب

میں تربیت یافتہ ہونے کی وجہ سے اسی نظر سے شریعت کو بھی دیکھتی ہوتو خاص طور پر ایسا ہی دیکھائی دیگا، عالم کا ہر باشندہ اپنی سمجھ، تہذیب اور عصری علوم سے متاثر ہوکر ہر چیز کو پہچانتی اور سمجھتی ہے۔

لہذا سب سے پہلے اسلامی دماغ یا مستقل سمجھ کے ذریعہ سے اسلامی قوانین کا گہرا مطالعہ کرنا پڑے گا، اور وہ بھی اسلامی علوم کے خزانوں کے ماہر علماء اور مفتیان کرام کے ارشادات کے ماتحت ضروری ہے۔ عالم کا کوئی بھی علم یا موضوع یا ہنر علوم کے ماہرین سے ہی حاصل کیا جاسکتا ہے۔ ڈاکٹری لائن کی تفصیل انجینیئر سے نہیں حاصل کی جاسکتی۔

مذکور سوال کا تعلق علم میراث سے ہے جو اسلامی علوم کے خزانہ میں سے آدھے علم کی حیثیت رکھتا ہے اسکے قوانین قرآن اور حدیث شریف کی روشنی ہی میں ایجاد کیئے گئے ہے، بہت سے قوانین تو قرآن شریف اور حدیث شریف میں تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہے۔

مذکور مسئلہ معلوم کرنے کے لئے بعض قوانین کا جاننا ضروری ہے۔

(۱) ورثہ کے حصص اسلام بلکہ عالم کے تمام مذاہب اور اقوام میں مرحوم کے ساتھ رشتہ داری کی بنیاد پر متعین کیئے گئے ہیں، صرف ضرورت وحاجت اور غریبی کو مدّنظر نہیں رکھا گیا اگر غریبی اور حاجت کو معیار بنایا جاتا تو ہر مالدار آدمی کے مرنے کے بعد اس کے لڑکے، اسکے پوتے، دادا، بیوی، بہن وغیرہ جو بھی حاجت مند ہوتے ان کو میراث سے محروم کیا جاتا اور گاؤں کے فقرا، حاجت مند لوگوں کو حقدار سمجھ کر مرحوم کی پوری ملکیت تقسیم کی جاتی کہ دنیا کا کوئی بھی عقل مند آدمی اس قاعدہ (غریبی کو معیار بنانے) کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔

(۲) وراثت میں دارومدار رشتہ داری ہی کو بنایا جاتا، تو تمام اقوام عالم ایک

ہی باپ (آدم علیہ السلام) کی اولاد ہے، لہذا مرحوم کا ترکہ تمام انسانوں (مسلم، غیر مسلم کے درمیان فرق کئے بغیر سب) کو مساوی طور پر دیا جاتا۔

مگر بات واضح ہے کہ جب اس طور پر مرحوم کی ملکیت تقسیم کی جائے گی تو کروڑوں کی ملکیت بھی ہر آدمی کے حصہ میں اتنی آئے گی کہ وہ ذرہ برابر بھی فائدہ نہیں اٹھا سکتا، لہذا عقلی اور شرعی اعتبار سے ضروری ہے کہ قریب اور دور کے رشتہ داروں کو معیار بنا کر قریب کے رشتہ داروں کو ترجیح اور افضل قرار دے کر دور کے رشتہ داروں کو محروم رکھا جائے۔

(۳) کسی بھی آدمی کے حین حیات میں کوئی وارث نہیں ہوسکتا، وراثت کا حق وفات کے بعد ملتا ہے۔

(۴) وراثت حیات ورثاء کو ملے گی، اپنے باپ کی وفات سے پہلے وفات پانے والے بیٹے کا ورثاء میں شمار نہیں ہوگا۔

(۵) شرعی اعتبار سے جو آدمی مرحوم کا وارث ہوگا اس کے لئے مرحوم کا وصیت کرنا بھی جائز نہیں، وصیت اس رشتہ دار کے لئے حلال اور جائز ہے جس کو مرحوم رشتہ دار کے ترکہ میں سے حصہ ملنے والا ہے اب قریب اور بعید کی اس اصطلاح کو جو میت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے، اس کو دور کا رشتہ دار کہا جائے گا، چاہے میت کے بیٹے حیات ہوں یا نہ ہوں! میت کا کوئی بھی بیٹا نہ ہو تو پوتے (دور کے رشتہ دار ہونے کے باوجود) وارث ہونگے اور وہی دور کا رشتہ دار ہی پوتا کہلائے گا۔

اب یہ شبہ پیدا ہوتا ہے ایک آدمی کے چار لڑکوں میں سے ایک کی وفات اس کے باپ کی حیات میں ہو تو باپ کی وفات کے بعد تین لڑکے وارث ہونگے اور انکے ذریعہ سے تین لڑکوں کی اولاد (پوتے) بھی وارث ہونگے مگر یتیم پوتے کو باپ نہ

ہونے کی وجہ سے کچھ نہیں ملے گا کہ وہ سب سے زیادہ محتاج ہے۔

اس تفصیل کو غور و فکر سے پڑھیں گے تو واضح ہو جائے گا کہ باپ کی ملکیت کو لڑکے کی ملکیت سمجھنا غلط ہے، پوتوں کو دادا کی ملکیت میں سے فی الحال کچھ بھی نہیں ملا ہو سکتا ہے کہ باپ اپنی حیات ہی میں ملکیت کو خرچ کر ڈالے یا دوسری کسی آفت کی وجہ سے ساری ملکیت تباہ اور برباد ہو جائے اور دادا کی وراثت میں سے پوتے کے حصہ میں کچھ بھی نہ آئے۔

دوسری بات یہ ہے لوگوں کی کمائی (مالداری۔غریبی) اور عقل میں اللہ تعالیٰ نے جو فرق رکھا ہے اس کو کوئی برابر نہیں کر سکتا، ایک قدرتی نظام ہے کہ ایک عقل مند غریب آدمی جاہل مالدار آدمی کا نوکر بنتا ہے، روس کے دہریوں نے اس قدرتی نظام کو بدلنا چاہا تو خود بدل گئے اور عالم کی سب سے بڑی طاقت ہونے کے باوجود اقتصادیات کی کمزوری کی وجہ سے پورا روس منتشر ہو گیا۔

لہذا سب مساوی طور پر رہے یا ہر ایک کے پاس مساوی طور پر مال ہو یہ غیر ممکن ہے، انسانی عقل (اپنے معیار اور عقل کی کمی کی وجہ سے) وراثت کے کسی قانون کو عقل کے خلاف کہیں گے اسی لئے قرآن کریم میں اس کا جواب دینے کے لئے وراثت کے قوانین ذکر کرنے کے ساتھ ہی فرمایا:

تمہارے باپ اور اولاد میں سے تمہارے لئے کون زیادہ نفع بخش ہے وہ تم نہیں جان سکتے!؟ لہذا جو ذات مستقبل کو جاننے والی ہے اس کی بات مان لو۔

(۱) پوتا کیوں محروم ہوگا ؟ مذکورہ بالا تفصیل میں قاعدہ نمبر دو (۲) (رشتہ داری میں جو قریبی رشتہ دار ہوگا اس کو ترجیح ملے گی) کے اعتبار سے لڑکوں کی موجودگی میں پوتے دور کے رشتہ دار سمجھے جائیں گے قرآن شریف کی آیت میں اولاد سے مراد

حقیقی لڑکے ہیں، اسی طرح وراثت کی تمام آیتوں میں ولد سے مراد حقیقی لڑکا ہے۔

بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ: (جن لوگوں کے حصے قرآن شریف سے ثابت ہے ان کے) حصے دینے کے بعد جو کچھ بچے وہ میت کے سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار کا حق ہے۔ (بخاری: کتاب الفرائض: ص ۲۷)

مطلب کہ لڑکے کے ہوتے ہوئے پوتا وارث نہیں ہوگا، اور کسی کا لڑکا ہی حیات نہ ہو تو پوتا وارث ہوگا۔

ان حوالوں کے ساتھ عرض یہ ہے کہ امت کے تمام (فرقوں کے) علماء اس مسئلہ پر متفق ہیں کسی کا بھی اختلاف نہیں۔

(۲) یتیم پوتے کو دادا کی وراثت میں سے نہ ملنے کا یہ مطلب نہیں کہ اسلام نے پوتے کو کچھ بھی نہیں دلایا، بلکہ اسلام نے یتیم کا جتنا خیال رکھا ہے عالم کے کسی مذہب اور قانون نے نہیں رکھا۔ قرآن شریف میں بہت سی جگہوں میں یتیم کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی فضیلت اور تاکید ذکر کی گئی ہے، یتیم کا مال ناحق کھانے والوں کے بارے میں فرمایا کہ ناحق مال کھانے والے اپنے پیٹ میں دوزخ کی آگ بھر رہے ہیں اور مرنے کے بعد دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے۔

(سورۂ نساء: ۱۰)

احادیث میں بھی بہت زیادہ تاکید ذکر کی گئی ہے تاکہ مسلم معاشرہ میں یتیم کے متعلق ہمدردی اور خیر خواہی پیدا ہو۔

(۳) یتیم پوتے کی پرورش: سب سے پہلے یہ غور کرنے کی ضرورت ہے کہ یتیم پوتوں کی وراثت کے قصے کتنے فیصد بنتے ہیں ؟ اتنے یتیموں کے دادا اپنی حیاتی میں مال ملکیت چھوڑ کر وفات پاتے ہیں؟ تجربہ شاہد ہے کہ دادا اکثر اوقات موت سے پہلے بیمار ہوتے ہیں، بڑھاپا اور کمزوری کی وجہ سے یا ملکیت پر اپنے لڑکوں کے

قبضہ ہونے کہ وجہ سے خود لڑکوں کے محتاج ہوتے ہے، کاروبار اور ملکیت کی آزادی چھین لی جاتی ہے، لڑکے آزادی سے ملکیت میں تصرف کرتے ہیں، جب دادا خود محتاجگی کی حالت میں ہو تو پوتے کو اس کی وراثت میں سے کیا ملے گا؟ لہذا صرف دادا کی ملکیت میں سے پوتے کو دینے کا اصرار کرنا بیوقوفی ہے۔

شرعی اعتبار سے پوتے کی پرورش کا سب سے پہلے ذمہ دار دادا ہے اس کی ماں اگر مالدار ہو تو دادا کے ذمہ دو ثلث اور مالدار ماں کے ذمہ ایک ثلث خرچ عائد ہوگا۔ (بدائع: ۱۷۲/۵)

دادا اور ماں کی وفات کے بعد (یا غریب ہونے کی حالت میں) یتیم کی ذمہ داری اس کے چچا اور بڑے ابا اور اس کے رشتہ داروں پر ہے، جو یتیم کے (وفات پانے کی حالت میں) وارث ہو سکتے ہیں، یہ صرف اخلاقی ذمہ داری نہیں ہے بلکہ قانونی ذمہ داری ہے۔ شریعت کے اعتبار سے ان لوگوں کے ذمہ خرچ واجب ہے، جو جبراً بھی وصول کیا جا سکتا ہے۔

مذکور آیت کے ماتحت علماء احناف نے یتیم کا خرچ ثابت کیا ہے، اور یہ قول صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ سے بھی ثابت ہے، اگر اس بچہ کا کوئی رشتہ دار نہ ہو یا ایسا کوئی نہ ہو جو (اپنی غربت کی وجہ سے) یتیم بچہ کا خرچ نہ اٹھا سکے تو (اسلامی) حکومت کے ذمہ اس کا خرچ اٹھانا ضروری ہے، کیوں کہ بعض حالات میں باپ کی حیاتی میں بھی اولاد کی ذمہ داری حکومت کے سر رہتی ہے۔ ابن ہمامؒ فرماتے ہیں اگر تمام لڑکے چھوٹے اور غریب ہوں یا بڑے ہوں لیکن معذور ہوں اور باپ بھی معذور ہو تو ان کا خرچ بیت المال (حکومت کا خزانہ) میں سے دیا جائے، کیوں کہ باپ کا خرچ بھی حکومت کے ذمہ ہے۔ (فتح القدیر: ۳۸۱/۲، مسلم: ۳۴/۲)

سورۂ نساء کی آیت نمبر ۸ میں ورثاء کوترغیب دی گئی ہے کہ تقسیم وراثت کے وقت ایسے محروم رشتہ داروں کو خاص کر کے یتیموں کو نہ بھول جائیں، بلکہ ان کو بھی بہ خوشی ترکہ میں سے کچھ دیدیں، جب اس قسم کا قصہ بنا ہو تب چچا کو چاہئے کہ یتیم بھتیجہ کو بھی کچھ دینا چاہیئے اور دوسرے لوگوں کو بھی چاہیئے کہ یتیم بچہ کی یاد دہانی کرائے۔

اس کے علاوہ یتیم کو نفع پہنچانے کے لئے دادا پوتوں کے لئے ایک ثلث کی وصیت کر کے (ورثاء سے بھی زیادہ یتیم پوتے کو) دے سکتے ہیں۔ اگر چہ وصیت کرنا ضروری نہیں مستحب ہے، اس کے ساتھ ساتھ عورتوں کو بھی وراثت کا حصہ دیا جائے، جیسے کہ یتیم کی ماں کو اپنے ماں، باپ کی وراثت اور وفات پانے والے شوہر کی وراثت (شوہر کی ملکیت میں سے) بھی ملتا ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ دوسرے رشتہ داروں کی وراثت بھی بعض اوقات ملے گی۔

اسلام نے زکوۃ کا بھی نظام رکھا ہے، اس میں ہر مالدار کو چاہیئے کہ یتیم اور بیواؤں کا خیال رکھے اور مرض الوفات سے پہلے اپنی ملکیت میں سے دادا جتنا بخشش کرنا چاہے پوتوں کو دے سکتا ہے اس کا بھی دادا کو استعمال کر کے یتیم پوتوں کو دینا چاہیئے جس کی قرآن وحدیث میں بار بار ترغیب دلائی گئی ہے۔ شرط یہ ہے کہ کسی وارث کو محروم کرنے کی نیت نہ ہو بلکہ یتیم کی محتاجگی مدنظر ہو، جو لوگ کما نہیں سکتے اسلامی قانون کے اعتبار سے ان کی ذمہ داری مسلم حکومت پر ہے، (بہ شرط یہ کے ان کی ذمہ داری ان کے رشتہ دار واٹھا نہ سکتے ہوں) یتیم پوتے اور پوتیاں بھی بیت المال کے حقدار بنیں گے۔

آپ اگر سوال کریں کہ اسلامی حکومت نہیں ہے یا اسلامی قانون پر عمل نہیں ہوتا تو اس کا گناہ اسلام پر نہیں بلکہ اسلامی قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں کے

ذمہ ہے، لہذا مسلم ممالک میں اسلامی بیت المال قائم کرنا ضروری ہے۔

اور جہاں اسلامی حکومت نہیں ہے اور مسلمان اقلیت میں ہے وہاں پر بھی مسلمانوں کو اپنا مستقل ایک امیر متعین کرنا ضروری ہے، اس کے حکم سے ہر جگہ قاضی وغیرہ کی تعین ہوگی جو مسلمانوں کے تمام امور کی اسلامی شریعت کے اعتبار سے فیصلہ کرے گا (جس میں علماء، ذمہ دار قسم کے لوگ اور عقل مند لوگوں کو شامل کرنا چاہیئے) اسلامی قانون عالم کا وہ سب سے پہلا قانون ہے جو تقریبا نصف عالم پر ۸۰۰ سال تک جاری رہا جس عرصہ میں سب جگہ اطمینان اور عدل و انصاف قائم رہے، یتیم کی پرورش کا مسئلہ ۸۰۰، ۹۰۰ سالہ اسلامی حکومت کے دور میں کبھی پیش نہیں آیا کیوں کہ مذہب اسلام میں یتیم کی پرورش کے بہت سے ذرائع ہیں، اسلامی نظام چھوڑ دینے کی وجہ سے یہ اور دوسرے غیر محدود مسائل پیش آئے اور پیش آتے رہے نگے۔ اس کے باوجود مذہب اسلام ہی ایک ایسا یتیم ہے کہ اس کے سر پر گناہ پر گناہ عائد کئے جاتے ہیں انگریز نے مسلمانوں کے فوجداری قوانین کو رد کر دیا، اور اب ''میرا بھارت مہان'' کے سپوت مسلم پرسنل لو کو رد کر کے ''سمان سول کوڈ'' داخل کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں اور مسلمان ہیں کہ سو رہے ہیں اور اپنی شرعی پنچایتیں بھی قائم نہیں کرتے، جب ہم اسلامی قانون پر عمل کرنا نہیں چاہتے تو دوسری قوموں کو گنہگار ٹھہرانا عقل بغیر کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو صحیح سمجھ عطا فرمائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حقیقی لڑکے کو ملکیت میں سے محروم کرسکتے ہیں؟

سوال: ۳/۲۹۲

حقیقی بیٹا اور اس کی عورت انگلینڈ رہتے ہیں اور باپ ہندوستان میں رہتا ہے بیٹا اور اس کی عورت بھی حج کے لئے جاتے ہیں جس کی اطلاع باپ کو نہیں دی اپنے

سسرال والوں کو اطلاع دیتا ہے کہ میں حج کے لئے جاتا ہوں، ہندوستان میں جو باپ کی ملکیت ہے وہ اس کے حصے میں آسکتی ہے تو اس بیٹے کو ملکیت دینی چاہیئے یا نہیں؟ اگر اولاد کو جائداد سے باپ محروم کردے تو گنہگار رہوگا ؟

جواب: ۳/۲۹۲ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

حج کی ادائیگی کے لئے جانے والے کو حج کے سفر سے نکلنے سے پہلے جو کام کرنے چاہیئے اس کے متعلق فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ فریضۂ حج کی ادائیگی سے پہلے اگر آدمی کے والدین حیات ہوں تو ان کی اجازت لینی چاہیئے اور اگر وہ خدمت کے محتاج ہوں تو ان کی اجازت کے بغیر جانا مکروہ ہے اور اگر وہ خدمت کے محتاج نہیں ہے تو ان کی اجازت کے بغیر جانا مکروہ نہیں۔ (بحر الرائق: ۳۳۲/۲)

لہذا لڑکے کے والدین اپنے لڑکے کی خدمت کے محتاج نہیں ہے، تو اپنے والدین کو اطلاع کیئے بغیر جانے سے گنہگار نہیں ہوگا اسلیئے باپ بیٹے کو اپنی وراثت سے محروم کردیگا تو وہ گنہگار رہوگا اور لڑکا نافرمان ہو تو بھی لڑکے کو ملکیت سے محروم کردینا گناہ کا کام ہے۔

حدیث شریف میں ہے: بہت سے لوگ اپنی پوری زندگی اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری میں گذار دیتے ہیں مگر وفات کے وقت اپنے ورثاء کو محروم کردیتے ہے ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ جہنم میں ڈالیگا۔ (مشکوۃ شریف: ۲۶۶/۱)

اولاد تو اولاد ہی کہلاتی ہیں چاہے وہ فرماں بردار ہوں یا نافرمان! نافرمان ہونے کی وجہ سے اس کو ملکیت سے محروم کر کے حصہ نہ دینے کی اجازت شریعت نے نہیں دی، یہاں پر تو بیٹا شرعی اعتبار سے گنہگار نہیں ہے تو اس کو کس اعتبار سے جائداد سے محروم کیا جائے! فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ملکت میں شریعت کے اعتبار سے بہن کا حصہ۔

سوال: ۴/۲۹۳

ملکت ہمارے نانا کی تھی انکی وفات کے بعد ان کی عورت ہماری نانی اماں کے پاس تھی، نانی اماں کے مرنے کے بعد ان کی لڑکی جو ہماری اماں ہیں ان کو وراثت کا حق ملا، اماں کے مرنے کے بعد ان کے تین لڑکے اور ایک لڑکی جو تینوں بھائیوں کی بہن ہے، تو ہم تین بھائی اور ایک بہن ہے تو ملکیت میں شریعت کے مطابق بہن کا کتنا حق ہوتا ہے؟

ہماری اماں کی وفات تک ان کا نان ونفقہ میں نے برداشت کیا دو بھائی اور ایک بہن نے نہیں کیا، جس بھائی نے ماں کا خرچ برداشت کیا اس کو جائداد میں سے زیادہ حصہ مل سکتا ہے؟

جواب: ۴/۲۹۳ حامدًا ومصلیًا ومسلمًا۔ هوالموفق للصواب۔

مرحومہ کی ملکیت میں سے حقوق مقدمہ علی الارث (جیسا کہ مرحومہ کے قرض کی ادائیگی کل مال میں سے اور اگر مرحومہ نے کوئی جائز وصیت کی ہو تو مرحومہ کی باقی ملکیت کے ایک تہائی حصہ میں سے) ادا کرنے کے بعد ملکیت کے کل سات حصے کئے جائیں جس میں سے ہر ایک بھائی کو دو، دو حصے اور بہن کو ایک حصہ ملے گا۔

آپنے والدہ کا خرچ برداشت کیا اس کا آپ کو بہت بڑا اجر اور ثواب ملے گا مگر ورثاء کے جو شرعی حقوق ہیں اسی کے مطابق آپ کو ملے گا۔

آپنے فانی دنیا کی چیزوں کی امید نہ رکھتے ہوئے ہمیشہ باقی رہنے والی آخرت کی نعمتوں کو اللہ کی بینک میں جمع ہو جانے پر خوش رہنا چاہیئے۔

وراثت کے متعلق سوال وجواب۔

سوال: ۵/۲۹۴

میرے چھ ماموں تھے جن میں سے ایک کا انتقال ہو چکا ہے باقی پانچ میں سے میرے ایک ماموں بچپن ہی سے بہرے اور گونگے تھے بچپن سے میرے نانا کے ساتھ میرے گھر رہتے تھے، میرے نانا نے ایک کھیت میری اماں کو لکھ دیا تھا اور یہ ماموں کے گذارۂ اوقات کے لئے تھا، نانا اور میری اماں کے انتقال کے بعد ہمارے ماموں کو ہم پالتے تھے اور ہماری طرف سے خرچ کرتے تھے اب ماموں کا بھی انتقال ہو چکا ہے ماموں کے مرنے کے بعد ان کے پاس سے کچھ رقم نکلی یہ رقم وہ مزدوری کرتے تھے اس کی انکے پاس جمع ہوتی تھی یا کوئی چائی، ناشتہ کے لیئے دیتے تھے اس کی جمع ہوتی تھی۔

سوال یہ ہے کہ ہمارے چار ماموں زندہ ہے تو مرحوم ماموں جان کی میراث ان کے چار بھائیوں (ہمارے ماموں) کو ملے گی؟ اگر ملے گی تو ہر ایک کو کتنی ملے گی؟ بچپن سے مرحوم ماموں ہمارے گھر رہتے تھے اور ہر طرح کا نان ونفقہ، کپڑے، بیماری وغیرہ کا خرچ ہماری طرف سے ہوتا تھا یہاں تک کے مرنے کے بعد بھی تجہیز وتکفین ہمارے گھر سے ہوئی اور ہم تین بھائی اور تین بہنیں ہیں (بقیہ رقم ۳۸۹۰، روپیہ ہے) تو یہ رقم ہم تمام بھائی بہنوں کو ملے گی ؟ اگر ملے گی تو ہر ایک کو کتنا ملے گی ؟

جواب: ۵/۲۹۴ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

صورت مسئولہ میں مرحوم ماموں کے بھائی موجود ہے اس وجہ سے ان کے بھانجے اور بھانجیوں کا ان کے ترکہ میں سے کوئی حق نہیں ہے۔ ان کے پاس جو رقم ہے اس میں سے آپ حضرات تجہیر وتکفین کے اخراجات وضع کرنے کے بعد مابقیہ رقم آپ کے چار ماموں حیات ہیں ان کے حوالے کردیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سوال : ۶/۲۹۵

ہمارے یہاں ایک بھائی کا انتقال ہوگیا ہے مرحوم کے ورثاء میں ایک عورت، باپ، باپ کی ایک بیوی (حقیقی ماں نہیں ہے) ایک بھائی، دو بہنیں، چار لڑکے، ایک لڑکی حیات ہے ان سب ورثاء میں کن کو کتنا حصہ ملے گا؟

جواب : ۶/۲۹۵ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

مرحوم کی ملکیت میں سے ان کے باپ کی بیوی اور مرحوم کے بھائی اور بہن کو ملکیت میں سے کچھ حصہ نہیں ملے گا۔ کیوں کہ مرحوم کی نرینہ اولاد اور باپ حیات ہیں۔

مرحوم کی ملکیت میں سے سب سے پہلے حقوق مقدمہ علی الارث (تجہیز و تکفین کا خرچ اس کے بعد جو ملکیت بچے اس کل مال میں سے مرحوم کے قرض کی ادائیگی اور مرحوم نے کوئی جائز وصیت کی ہو تو بقیہ ملکیت کے ایک تہائی حصہ میں سے) ادا کرنے کے بعد مرحوم کی ملکیت کے ۲۱۶ حصے کئے جائیں گے، جن میں سے مرحوم کی بیوی کو ۲۷ حصے، باپ کو ۳۶ حصے اور مرحوم کے ہر ایک لڑکے کو ۳۴۔۳۴ حصے اور مرحوم کی لڑکی کو ۱۷ حصے ملیں گے۔

سوال :۷/۲۹۶

میرے والد صاحب کی دو عورتیں ہیں جن میں سے پہلی عورت کے بطن سے ہم چھ بھائی بہن ہیں چار لڑکے اور دو لڑکیاں، اور میری والدہ کو (پہلی عورت کو) ان کے میکہ میں سے ان کے والد صاحب (میرے نانا) نے دس بیگہ اور چار گھونٹھے زمین اور مکان بنانے کے لئے چار ہزار مربع فٹ زمین اور اٹھائیس تولہ سونا دیا تھا اس کے بعد میری والدہ اس زائداد کو اس فانی دنیا میں چھوڑ کر چلے گئے اس کے بعد میرے والد صاحب نے دوسری عورت سے شادی کی ان (دوسری عورت) کے دو لڑکے

ہیں مجموعی طور پر ہم کل آٹھ بھائی بہن ہیں، تو پہلی بیوی (میری والدہ) جو (زمین، کھیت اور سونا) جائداد چھوڑ کر انتقال کر گئے ہیں ان میں دوسری والدہ کے جو دو لڑکے ہیں ان کو بھی حصہ ملے گا ؟ اس جائداد کو کس طور پر تقسیم کیا جائے اس کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟ تفصیل سے تحریر فرمائیں تا کہ ہر ایک بھائی بہن کو ان کا حق مل جائے۔

جواب: ۷/۲۹۶ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

پہلی عورت کی ملکیت جو ان کے باپ نے دی ہے اس ملکیت میں ان کی خود کی اولاد کو حق ملے گا، دوسری عورت کے بطن سے جو لڑکے ہیں ان کو حصہ نہیں ملے گا، مرحوما کی جو ملکیت ہے اس میں سے ان کے شوہر کو بھی حصہ ملے گا۔

لہذا مرحومہ کی ملکیت میں سے سب سے پہلے حقوق مقدمہ علی الارث (جیسا کہ مرحومہ کے قرض کی ادائیگی کل مال میں سے اور اگر مرحومہ نے کوئی جائز وصیت کی ہو تو مرحومہ کی بقیہ ملکیت کے ایک ثلث مال میں سے) ادا کرنے کے بعد مرحومہ کی ملکیت کے کل ۴۰ حصے کئے جائیں گے۔ جن میں سے مرحومہ کے شوہر کو ۱۰ حصے دیئے جائیں گے اور باقی ۳۰ حصوں میں سے ہر لڑکے کو ۶۔۶ حصے، اور ہر لڑکی کو ۳۔۳ حصے ملیں گے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: ۸/۲۹۷

عیسی احمد کا ۱۹۴۲ء میں انتقال ہو گیا انہوں نے اپنے ورثاء میں اپنی عورت، ایک لڑکی اور ایک بھتیجا چھوڑا۔

بھتیجے کے حصہ میں سب وراثت آئی بیوہ عورت کو کچھ زیورات اور کچھ رقم دی اور بیوہ نے لکھ دیا کہ مجھے میرا حصہ مل گیا ہے۔ اور دوسری جگہ شادی کر لی۔

دو مکان ایک جیسے تھے، ایک مکان بھتیجے نے مرنے والے کی لڑکی کو دے دیا اور ایک خود رکھلیا۔

اب بھتیجے کے پاس جو گیارہ بیگھے زمین مرحوم کی تھی اس میں سے چار بیگہ زمین ۱۹۵۲ء میں ضرورت پیش آنے کی وجہ سے ۲۸۰۰ روپیہ میں بیچ دی اور وہ رقم اپنے ذاتی استعمال میں لی۔ ۱۹۵۷ء میں بھتیجے کا انتقال ہوگیا۔

مرحوم بھتیجے کو ایک لڑکا اور تین لڑکیاں تھی، تین لڑکیوں میں سے ایک لڑکی کی وفات ۱۹۸۵ء میں ہوگئی اس نے چار لڑکے، ایک بھائی، دو بہنیں، سوکن اور اس کے دو لڑکے اور ایک لڑکی چھوڑے، ۱۹۸۱ء سے ۱۹۸۸ء کے درمیان مذکورہ بالا زمین میں سے چار بیگہ زمین ساڑھے آٹھ لاکھ روپیہ میں بیچ دی۔

عیسی احمد کی لڑکی کی وفات ۱۹۷۱ء میں ہوئی اس کے ورثاء میں شوہر اور ایک لڑکا اور چار لڑکیاں ہیں۔

بھتیجے کے لڑکے کے پاس فی الحال ڈھائی بیگہ زمین موجود ہے۔

تو آپ جناب سے عرض ہے کہ شریعت کے مطابق ان کو کس طرح حق اور حصہ دیا جائے ؟

جواب: ۸/۲۹۷ حامدًا ومصلیًا ومسلمًا۔ ھوالموفق للصواب۔

مرحوم کی ملکیت میں سے سب سے پہلے حقوق مقدمہ علی الارث (تجہیز و تکفین کا خرچ اس کے بعد جو ملکیت بچے اس کل مال میں سے مرحوم کے قرض کی ادائیگی اور مرحوم نے کوئی جائز وصیت کی ہو تو بقیہ ملکیت کے ایک تہائی حصہ میں سے) ادا کرنے کے بعد مرحوم عیسی بھائی کی بیوی کو صلح میں دی ہوئی چیز وضع کرنے کے بعد ملکیت کے کل ۱۴۰ حصے کئے جائیں۔

جن میں سے ان کے حیات ورثاء (بیوی کے علاوہ) مرحوم (۱۹۵۷ء) بھتیجے کی اولاد میں (مرحومہ ۱۹۷۱ء والی لڑکی کے علاوہ) لڑکے کو ۲۴ حصے اور دونوں لڑکیوں کو ۱۲۔۱۲ حصے دیئے جائیں گے اس کے بعد مرحوم کی لڑکی (وفات ۱۹۷۱ء) کے

ورثاء میں ان کے شوہر اور لڑکے کو ۲۰۔۲۰ حصے اور چار لڑکیوں میں سے ہر ایک کو ۱۰۔۱۰ حصے دیئے جائیں گے۔

اس کے بعد بھتیجے کی لڑکی (۱۹۸۵ء) کے ورثاء میں چاروں لڑکوں کو ۳۔۳ حصے تقسیم کیئے جائیں گے اور مرحومہ کا بھائی اور بہنیں محروم رہیں گے۔فقط واللہ اعلم۔

سوال :۹/۲۹۸

ہماری والدہ نے اپنی حیات میں میرے بھائی بہنوں کی موجودگی میں مجھے سونا دینے کا وعدہ کیا تھا جو پندرہ تولہ تھا، اپنی حیات ہی میں اس میں سے پانچ تولہ سونا مجھے دے بھی دیا باقی دس تولہ کے لئے (مجھے دینے کی) وصیت کر گئے اس لئے کسی قسم کے اعتراض کے بغیر میرے بھائی بہنوں نے وہ سونا مجھے دیدیا ہے۔

تو کیا یہ سونا لینے میں شرعی اعتبار سے میرے لئے کسی قسم کا حرج ہے؟ البتہ ہمارے بھائی بہنوں کو ان کی شادی کے موقع پر جو سونا دیا گیا تھا وہ ہمارے مرحوم والد صاحب کی حیات ہی میں دیا گیا تھا۔

میری شادی کے موقع پر مجھے کچھ بھی سونا نہیں دیا گیا بلکہ میرے بھائیوں کو تو تقریبا ۳۵۔۳۵ تولہ سونا دیا گیا۔

جواب : ۹/۲۹۸ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

اگر کسی نے اپنے ورثاء کو وصیت کی ہو کہ میری وفات کے بعد فلاں کو فلانی چیز دیدینا یا اتنا مال دیدینا تو وارث کے لئے اس قسم کی وصیت کرنا جائز نہ ہونے کی وجہ سے اس کے لئے وہ مال لینے کا کوئی حق نہیں البتہ اگر تمام ورثاء راضی اور خوش ہوکر دیدیں تو دینا جائز ہے۔ (الجوہرۃ النیرہ:۲/۳۴۶،شامی:۲/۳۱۹)

جو دس تولہ سونا آپ کی والدہ نے اپنی وفات کے بعد آپ کو دینے کی وصیت

کی ہے تو آپ کے سب بھائی بہن بہ رضا و رغبت کسی قسم کے اعتراض کے بغیر دینے پر متفق ہو جائیں تو آپ کے لئے لینا جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: ۱۰/۲۹۹

ایک آدمی کا انتقال ہو گیا اس نے اپنے پیچھے ایک عورت، تین لڑکے اور دو لڑکیاں چھوڑی ہیں تو ہر ایک کے حصہ میں کتنا آئے گا ؟

جواب: ۱۰/۲۹۹ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

اپنے والد صاحب کی ملکیت میں سے سب سے پہلے حقوق مقدمہ علی الارث (تجہیز و تکفین کا خرچ اس کے بعد جو ملکیت بچے اس کل مال میں سے مرحوم کے قرض کی ادائیگی اور مرحوم نے کوئی جائز وصیت کی ہو تو بقیہ ملکیت کے ایک تہائی حصہ میں سے) ادا کرنے کے بعد مرحوم والد صاحب کی ملکیت کے ۶۴ حصے کئے جائیں گے۔ جن میں سے مرحوم کی بیوہ کو ۸ حصے، اور ہر لڑکے کو ۱۴۔۱۴ حصے اور ہر لڑکی کو ۷۔۷ حصے دیئے جائیں گے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: ۱۱/۳۰۰

عمر بھائی کا انتقال ہو گیا انہوں نے ورثاء میں چار لڑکے (محمد، یوسف، آدم، ولی) اور تین لڑکیاں (بی بی، حوری اور فاطمہ) چھوڑے جن میں سے عمر بھائی کے انتقال سے پہلے ہی ان کے بیٹے ولی بھائی کا انتقال ہو گیا تھا، ولی بھائی کی اولاد حیات ہے تو عمر بھائی کی ملکیت کن کن لوگوں کو ملے گی ؟

جواب: ۱۱/۳۰۰ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

مرحوم عمر بھائی کی ملکیت میں سے سب سے پہلے حقوق مقدمہ علی الارث (تجہیز و تکفین کا خرچ اس کے بعد جو ملکیت بچے اس کل مال میں سے مرحوم کے قرض کی ادائیگی اور مرحوم نے کوئی جائز وصیت کی ہو تو بقیہ ملکیت کے ایک تہائی حصہ میں

سے) ادا کرنے کے بعد مرحوم عمر بھائی کی ملکیت کے ۹ حصے کیئے جائیں گے۔ جن میں سے مرحوم کے ہر ایک لڑکے (محمد، یوسف اور آدم) کو ۲۔۲ حصے اور مرحوم کی لڑکیوں (بی بی، حوری اور فاطمہ) کو ا۔ احصہ ملے گا۔ عمر بھائی کے انتقال سے پہلے ان کے بیٹے ولی بھائی کا انتقال ہو گیا تھا اس لئے ولی بھائی کی اولاد محروم رہے گی۔ فقط واللہ اعلم۔

سوال: ۱۲/۳۰۱

مندرجہ ذیل ملکیت میں سے مندرجہ ذیل ورثاء کو شرعی اعتبار سے کن کو کتنا حصہ ملے گا؟

ہم حاجی حسین محمد بادشاہ کے ورثاء کی فہرست نیز ان کی (حاجی حسین محمد کے ساتھ) قرابت داری تحریر کرتے ہیں۔ حاجی حسین محمد بادشاہ کی وفات مؤرخہ ۱۹۷۳/۹/۲ء کے روز ہوئی تھی اس لئے ان کی ملکیت کے باقاعدہ ورثاء مندرجہ ذیل ہیں۔

نمبر	اسم	رشتہ	عمر
۱	ایوب حسین بادشاہ	چھوٹا لڑکا	۲۴ سال
۲	اسماعیل حسین بادشاہ	بڑا لڑکا	۴۸ سال
۳	آمنہ بی بی حسین بادشاہ	بیوہ بیوی	۶۵ سال
۴	صغرہ بی بی غلام محمد غلمہ	شادی شدہ	۳۶ سال
۵	ظہرہ بی بی غلام محمد غلمہ	شادی شدہ	۲۸ سال

ملکت کی فہرست

(۱) گھر نمبر: ۳۵۵۲ جس میں ہم رہتے ہیں اور پیچھے کھلی جگہ ہے۔

(۲) گھر نمبر: ۵۶۸ جو کرایہ پر دی ہوئی ملکیت ہے، جس کا کرایہ ۱۷۱ روپیہ

آتا ہے اور پیچھے کی کھلی جگہ پر مالکانہ قبضہ ہے۔

(۳) گھر نمبر: ۵۶۹ جو ہماری دوکان یا تجارت کی جگہ ہے۔

(۴) گھر نمبر: ۱۶۶۸ جو تین روم ہیں، جس کا کرایہ ۱۰۵ روپیہ آتا ہے۔

(۵) گھر نمبر: ۳۶۱۰ جو محمد ایوب حسین بادشاہ کے نام پر پہلے ہی سے حسین محمد بادشاہ نے دستاویز کر دیا ہیں۔ تو اس میں مذکورہ بالا ورثاء کا حصہ لگے گا یا نہیں ؟

ملکت کیعلاوہ کھلی جگہ ہے۔ اگر نقد روپیہ ہوں تو مذکورہ بالا ورثاء کے حصے میں کتنے کتنے آئیں گے ؟ مفتی صاحب! مذکورہ بالا مسائل کا شریعت کے مطابق حساب بتا دیجئے تا کہ ہم اسلامی شریعت کے مطابق حصے کر سکیں۔

تمام ورثاءء اسلامی شریعت کے مطابق حصے تقسیم کرنے کے لئے متفق ہیں، فی الحال تمام ملکیت کا انتظام ہمارے بڑے بھائی کرتے ہیں، وہ بھی اسلامی شریعت کے مطابق حصے کرنے کے لئے تیار ہیں۔

جواب : ۱۲/۳۰۱ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

مرحوم حاجی حسین محمد بادشاہ کی ملکیت میں سے سب سے پہلے حقوق مقدمہ علی الارث (تجہیز و تکفین کا خرچ اس کے بعد جو ملکیت بچے اس کل مال میں سے مرحوم کے قرض کی ادائیگی اور مرحوم نے کوئی جائز وصیت کی ہو تو بقیہ ملکیت کے ایک تہائی حصہ میں سے) ادا کرنے کے بعد مرحوم کی ملکیت کے ۴۸ حصے کئے جائیں گے۔ جس میں سے مرحوم کی بیوی کو ۶ حصے اور ہر ایک لڑکی کو ۷۔۷ حصے اور ہر لڑکے کو ۱۴۔۱۴ حصے ملیں گے۔

مرحوم نے اپنے لڑکے محمد ایوب کو اپنی صحت کی حالت میں جس گھر کا دستاویز کر دیا ہے، اگر دستاویز کرنے کے وقت بخشش کی نیت کی ہوگی تو بقیہ ورثاء کو اس میں سے حصہ نہیں ملے گا، اور اگر حکومت کے کسی قانون کی وجہ سے اس کے نام پر کیا ہو

اور بخشس کی نیت نہ ہوتو اس مکان میں تمام ورثاء کا حق ملے گا، فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: ۱۳/۳۰۲

ایک جگہ پر باپ نے اپنی حالت صحت میں اپنی ذاتی کمائی کے پیسے سے اپنے چھوٹے لڑکے کے نام پر ملکیت خریدی اور باپ کا انتقال ہوگیا اب اس ملکیت کے دستاویز بھی اس چھوٹے لڑکے کے نام پر ہے۔ اور والی خود والد صاحب ہوتو اس ملکیت میں والد صاحب کی نیت بخشش کی ہوئی یا نہیں؟ صغیر اب بالغ ہو گیا ہے تو وہ مالک ہوگا یا نہیں ؟

جواب: ۱۳/۳۰۲ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

باپ نے اپنی صحت کی حالت میں جوملکیت صغیر لڑکے کے نام خرید کر اس کا دستاویز بھی کر دیا ہے وہ ملکیت بخشش کہلائیگی جس میں دوسرے ورثاء کو حصہ نہیں لگے گا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: ۱۴/۳۰۳

میری پھوپھی کی لڑکی سارہ بی بی، جس کی عمر تقریبا ۴۵ سال ہے معذور اور اپاہج نیز دماغی توازن بھی کھو بیٹھی ہے اس کے ماں۔ باپ، بھائی۔ بہن، چچا۔ چچی، دادا۔ دادی، ایسے رشتہ دار نہیں ہیں۔ اس کے قریبی رشتہ داروں میں ہم دو بھائی (میں اور میرا بھائی) ہیں۔ مذکورہ سارہ بی بی کی کوئی آمدنی یا آمدنی کا ذریعہ نہیں ہیں وہ میرے ساتھ رہتی ہے، اس کا مکمل خرچ میں برداشت کرتا ہوں، سارہ بی بی کے پاس تقریبا چھے، سات تولہ کے زیورات ہیں وہ زیورات اس نے اپنے خرچ کے عوض مجھے دیئے ہیں۔ اس طرح میں اس کا خرچ برداشت کرتا ہوں، اگر سارہ بی بی کی وفات ہو جائے تو وہ زیورات کس کو ملیں گے۔ سارہ بی بی کے کہنے کے مطابق اس کا

حقدار میں ہو جاؤں گا یا اس میں سے میرے بھائی کو بھی حصہ دینا پڑے گا؟ اگر بھائی کو حصہ دینا پڑے تو کتنا ؟ میں نے سارہ بی بی پر خرچ کیا اس کا کیا ؟

جواب : ۱۴/۳۰۳ حامدًا و مصلیًا و مسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

سارہ بی بی نے جو چھ، سات تولہ سونے کے زیورات ان پر کیے جانے والے خرچ کے عوض آپ کو دیئے ہیں ان کی حیات تک کا خرچ ان زیورات میں سے وصول کرنے کے بعد جو زیورات بچ جائیں ان میں سارہ بی بی کی وفات کے وقت جو شرعی ورثاء ہوں گے انکا اس میں حصہ لگے گا، آپ کو ان پر کیا ہوا خرچ یا دیگر کوئی بھی خرچ ان کے زیورات میں سے وصول کرنے کا حق حاصل ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

سوال : ۱۵/۳۰۴

سن ۱۹۱۲ء میں غلام رسول کی حیات میں ان کے چار لڑکے حیات تھے، ان کی ایک ملکیت انہوں نے اپنے پوتے عبدالغفور نور میاں کو ویل نامہ کے ذریعہ رجسٹرڈ کر دی تھی، جس پر لڑکوں میں سے کسی نے بھی مخالفت کا اظہار نہیں کیا تھا اس ویل نامہ میں لکھا ہے کہ میرے لڑکوں کا حق شریعت کے مطابق دیدیا گیا ہے۔ وہ ملکیت عبدالغفور نے حالات کے پیش نظر ۱۹۳۵ء میں رجسٹرڈ دستاویز کے ذریعہ بیچ دی تھی، ۱۹۴۷ء میں وہی ملکیت انہوں نے اپنے نام پر خرید لی اس وقت ان کے بھائی ان کے ساتھ رہتے تھے ملکیت خریدنے میں ان کے بھائیوں کی اگر کوئی رقم ہوتی تو ملکیت مشترکہ طور پر سب کے نام خریدی گئی ہوتی اور اس مرحوم عبدالغفور کے لڑکوں نے ۱۹۷۹ء میں توڑ کر نئی بنائی ہے، مرحوم عبدالغفور کے ایک بھائی عبدالرحیم نور میاں اس ملکیت میں سے ایک ثلث حصہ کا مطالبہ کرتے ہیں۔ تو شریعت کے قانون کے مطابق ان کا حصہ لگے گا؟ اور حصہ لگتا ہے تو کتنا حصہ لگے گا ؟

جواب : ۱۵/۳۰۴ حامدًا ومصليًا ومسلمًا۔ هوالموفق للصواب۔

عبدالرحیم غلام رسول نے اپنے پوتے کے نام ویل نامہ کے ذریعہ جوملکیت کردی ہے وہ ملکیت مرحوم عبدالرحیم کی ملکیت کا ایک ثلث حصہ ہوگا تو پوری ملکیت کا حقداران کا پوتا شمار ہوگا، ویل نامہ میں ذکر کردہ ملکیت ایک ثلث سے بڑھ کر ہوگی تو ایک ثلث سے زیادہ ملکیت میں عبدالرحیم کے چارلڑکوں کے علاوہ دوسرا کوئی وارث نہ ہوتو ہرلڑکے کو اس ملکیت میں سے ایک ایک حصہ ملے گا۔ مگر جب یہ ملکیت جو عبدالرحیم نے اپنے پوتے کے نام کردی تھی اس ملکیت کوخاندان کے مشترکہ افراد کے خرچ کے لئے بیچ دی گئی اور پھر عبدالغفور (عبدالرحیم کے پوتے) نے اپنی آمدنی کے ذریعہ خریدی جس میں ان کے بھائیوں نے حصہ نہیں لیا تو اس ملکیت کے مالک عبدالغفور کے بھائیوں کو اس ملکیت میں حصہ نہیں لگے گا۔ کیوں کہ عبدالغفور کے ورثاء میں نرینہ اولاد حیات ہے، ورثاء میں نرینہ اولاد ہونے کی وجہ سے بھائی کومرحوم بھائی کی ملکیت میں حصہ نہیں لگتا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال :۱۶/۳۰۵

ہمارامشترکہ خاندان ہے ہم پانچ بھائی ہیں جن میں ہمارے چوتھے نمبر کے بھائی کا فسادات میں گولی کے ذریعہ انتقال ہوگیا ہے ان کوحکومت کی طرف سے ۲۰ ہزار مدد ملی ہے، بھائی کا خرچ اور نان ونفقہ ہماری دوکان میں سے ہوتا تھا فی الحال ہماری دوکان پر قرض بھی ہے ہمارے مرحوم بھائی کی بیوہ عورت نے عدت بھی ساڑھے چارمہینہ ہمارے ہی گھر میں گذاری ہے ان کی ایک لڑکی ہے جس کی عمر چار سال ہے مرحوم بھائی کی بیوہ کو ان کے میکہ چلے جانے کی وجہ سے ماہانہ دوسو روپیے خرچ کے لئے دیتے ہیں، اور ہم نے ان کو کہ رکھا ہے کہ گھر ہی میں دوسرا نکاح کرنا ہو یا گھر سے باہر دوسرا نکاح کرنا ہو یا بغیر نکاح کے الگ رہنا ہوتو ان کے لئے اجازت

ہے، ان کا ماہانہ خرچ اور ان کی لڑکی کے تعلیم و تعلم کا سب ہی خرچ اور شادی کرانے کی ساری ذمہ داری ہم نے لے رکھی ہے۔ تو اس ۲۰ ہزار کا شرعی طور پر حقدار کون ہوگا ؟ ہم اگر ان کو ۲۰ ہزار روپیہ دیدیں تو وہ اپنے میکہ ہی لے جائے گی اس لئے وہ رقم ایک جگہ پر امانت رکھی ہے شریعت کے مطابق صحیح جواب عنایت فرمائیں۔

جواب : ۱۲/۳۰۵ حامدًا ومصليًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

قومی فسادات میں موت واقع ہونے کی وجہ سے مرحوم کے نام پر جو امداد کے طور پر رقم ملی ہے اس میں سے سب سے پہلے حقوق مقدمہ علی الارث (تجہیز و تکفین کا خرچ اس کے بعد جو ملکیت بچے اس کل مال میں سے مرحوم کے قرض کی ادائیگی اور مرحوم نے کوئی جائز وصیت کی ہو تو بقیہ ملکیت کے ایک تہائی حصہ میں سے) ادا کرنے کے بعد مرحوم کی ملکیت اس کے شرعی ورثاء کے درمیان تقسیم کی جائے گی۔

صورت مسئولہ میں ذکر کردہ ورثاء جو چار بھائی اور مرحوم کی بیوہ عورت اور مرحوم کی ایک لڑکی ہے ان کے علاوہ اگر کوئی شرعی وارث نہ ہو تو مرحوم کی ملکیت کے کل ۳۲ حصے کئے جائیں گے۔ جن میں سے مرحوم کی بیوہ عورت کو ۴ حصے، اور مرحوم کی لڑکی کو ۱۶ حصے، اور مرحوم کے چاروں بھائیوں کو ۱۲ حصے یعنی ہر ایک کو ۳-۳ حصے ملیں گے۔

مرحوم کی لڑکی کا پرورش کا خرچ اس کے والد کی ملکیت سے جو حصہ ملے گا اس میں سے کیا جائے گا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال :۱۷/۳۰۶

ہمارے بھائی اللہ کی رحمت کو پہنچ گئے ہیں ان کے ورثاء میں ایک بھائی، ایک بہن اور مرحوم کی بیوہ عورت ہے تو مرحوم کے مال ملکیت کی تقسیم شریعت کے مطابق کس طور پر ہوگی؟ حوالہ کے ساتھ جواب تحریر فرمائیں۔

جواب : ۱۷/۳۰۶ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

مرحوم کی ملکیت میں سے سب سے پہلے حقوق مقدمہ علی الارث (تجہیز و تکفین کا خرچ اس کے بعد جوملکیت بچے اس کل مال میں سے مرحوم کے قرض کی ادائیگی اور مرحوم نے کوئی جائز وصیت کی ہوتو بقیہ ملکیت کے ایک تہائی حصہ میں سے) ادا کرنے کے بعد مرحوم کی ملکیت کے کل ۴ حصے کئے جائیں گے۔جن میں سے ۱حصہ مرحوم کی بیوہ عورت کواور مرحوم کے بھائی کو۲ حصے اور مرحوم کی بہن کو ۱حصہ ملے گا۔فقط واللہ اعلم۔

سوال :۱۸/۳۰۷

کیا فرماتیں ہیں علماء کرام مذکور مسئلہ میں قرآن وحدیث کی روشنی میں کہ ملکیت کے مالک دو چھوٹے لڑکوں کو چھوڑ کر اللہ کی رحمت میں پہنچ گئے تیسری کوئی اولاد یا وارث نہ تھا ان دونوں کے نام زید اور بکر ہے فی الحال سورت شہر میں تین مکان ہیں، زید اور بکر کا بھی انتقال ہوگیا ہے، بکر کی وفات زید کی موجودگی میں ہوئی زید کی اولاد میں آٹھ (۵ لڑکے اور ۳ لڑکیاں) ہیں اور بکر کوئی اولا دنہیں ہے، زید اور بکر کی عورتیں حیات ہیں، زید اور بکر کے نام ساری ملکیت مشترکہ طور پر ہیں۔

سوال یہ ہے کہ زید کی بیوی اور آٹھ اولاد کو مذکور ملکیت میں سے کتنا حصہ ملے گا؟ اور بکر کی کوئی اولاد نہ ہونے کی وجہ سے بکر کی بیوی کو قرآن وحدیث اور شریعت کی روشنی میں کتنے حصے ملے گے۔آپ تفصیل کے ساتھ جوب مرحمت فرما کر شریعت کی خدمت کریں گے ایسی امید ہے۔

جواب :۱۸/۳۰۷ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

مرحوم کی ملکیت میں سے سب سے پہلے حقوق مقدمہ علی الارث (تجہیز و

تکفین کا خرچ اس کے بعد جوملکیت بچے اس کل مال میں سے مرحوم کے قرض کی ادائیگی اور مرحوم نے کوئی جائز وصیت کی ہوتو بقیہ ملکیت کے ایک تہائی حصہ میں سے)ادا کرنے کے بعد مرحوم کی ملکیت کے کل ۸۳۲ حصے کئیں جائیں گے جن میں سے مرحوم بکر کی بیوہ عورت کو ۱۰۴ حصے اور زید کی بیوی کو ۹۱ حصے اور ۴۰۹ حصے زید کے پانچوں لڑکوں کو (ہر ایک کو ۹۸۔۹۸ حصے) اور ۱۴۷ حصے زید کی تینوں لڑکیوں کو(ہر ایک کو ۴۹۔۴۹ حصے)ملیں گے۔

سوال :۱۹/۳۰۸

سب سے پہلے موسی ناتھا کا انتقال ہوا ان کے ورثاء میں تین لڑکے اور دو لڑکیاں تھی اس کے بعد موسی ناتھا کے لڑکے ابراھیم ناتھا کا انتقال ہوا، ابراھیم ناتھا نے اپنے پیچھے ایک لڑکی دو بھائی اور دو بہنیں چھوڑی تو ہر ایک وارث کو کتنا حصہ ملے گا ؟

جواب :۱۹/۳۰۸ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ھوالموفق للصواب۔

مرحوم موسی ناتھا کی ملکیت میں سے سب سے پہلے حقوق مقدمہ علی الارث (تجہیز وتکفین کا خرچ اس کے بعد جوملکیت بچے اس کل مال میں سے مرحوم کے قرض کی ادائیگی اور مرحوم نے کوئی جائز وصیت کی ہوتو بقیہ ملکیت کے ایک تہائی حصہ میں سے)ادا کرنے کے بعد مرحوم کی ملکیت کے کل ۴۸ حصے کئے جائیں گے جن میں سے مرحوم کے حیات ورثاء کو مندرجہ ذیل طور پر حصے ملیں گے۔

موسی ناتھا کے دونوں لڑکوں کو ۲۸ حصے (دونوں میں سے ہر ایک) کو ۱۴۔۱۴ حصے اور موسی ناتھا کی دونوں لڑکیوں کو ۱۴ حصے (دونوں میں سے ہر ایک) کو ۷۔۷ حصے اور ۶ حصے ابراھیم ناتھا کی لڑکی کو ملیں گے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال :۲۰/۳۰۹

(۱) ایک لڑکی تھی جس کو اس کے باپ کی ملکیت سے وراثت میں ایک ملکیت

ملی تھی، وہ لڑکی کا فورین میں انتقال ہوگیا، اس پر قرض نہیں تھا اور اس نے وصیت بھی نہیں کی تھی، مرحومہ لڑکی نے اپنے ورثاء میں شوہر اور ایک حقیقی بھائی کو چھوڑا، لیکن مرحومہ لڑکی کے چند سال بعد وہ مرحوم لڑکی کے شوہر کا بھی فورین میں انتقال ہوگیا۔ تو از روئے شرع لڑکی کی ملکیت کا وارث لڑکی کا حقیقی بھائی ہوسکتا ہے یا نہیں ؟

(۲) اب سائل کا سوال یہ ہے کہ مرحوم لڑکی کے بعد اور لڑکی کے شوہر کی حیاتی میں لڑکی کے شوہر سے لڑکی کے حقیقی بھائی نے اپنی مرحوم بہن کی ملکیت کا حق مانگا جو ملکیت مرحوم لڑکی اور اس کے حقیقی بھائی کے والد کی تھی لیکن لڑکی کے بھائی کی بات مرحوم کے شوہر کو ناگوار گذری اس مخالفت میں بھائی کا حق مار کر وہ لڑکی کے شوہر نے سوہرت کے خاطر مرحوم لڑکی کی ملکیت کو کسی ادارہ میں وقف کردیا تو کیا لڑکی کے شوہر کو شریعت کے خلاف جا کر بھائی کا حق مارنے کا اختیار ہے یا نہیں ؟ اور کہ مرحوم بہن اور اس کے شوہر کا انتقال ہوگیا، بعد میں حقدار مرحوم لڑکی کا بھائی اس کی ساری ملکیت کا حقدار ہے یا نہیں ؟

(۳) اور حقدار بھائی کے حق کا علم ہوتے ہوئے ادارہ والے کو یہ ملکیت لینی جائز ہے یا نہیں ؟

(۴) اب اگر خاندان کے بزرگوں کی دی ہوئی اور مرحوم بہن کی ملکیت کے حق سے لڑکی کے حقیقی بھائی کو حق ملتا ہے تو لڑکی کا حقیقی بھائی اس ادارے والوں سے اپنی مرحوم بہن کی ملکیت واپس لے سکتا ہے یا نہیں ؟

لہذا آپ بزرگوں کی نظر روشنی میں اور بزرگان دین کے صدقہ میں اور شریعت کی رو سے فتاوی دینے کی مہربانی کرے۔

جواب: ۲۰/۳۰۹ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

(۱) مرحومہ کی ملکیت میں سے سب سے پہلے حقوق مقدمہ علی الارث

(مرحومہ کے قرض کی ادائیگی کل مال میں سے اور مرحومہ نے کوئی جائز وصیت کی ہوتو بقیہ ملکیت کے ایک تہائی حصہ میں سے) ادا کرنے کے بعد مرحومہ کی ملکیت کے ۲ حصے کئے جائے گے جن میں سے ایک حصہ مرحومہ لڑکی کے شوہر کا ہوگا اور دوسرا حصہ مرحومہ کے حقیقی بھائی کا ہوگا۔

(۲) مرحومہ کے شوہر کو صرف اپنے حصے تک وقف کرنے کا اختیار ہے، پوری ملکیت کو وقف کرنے کا اختیار نہیں، کیوں کہ وقف صحیح ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وقف کی جانے والی چیز (ملکیت) واقف کی اپنی ملکیت ہو، لہذا مرحومہ لڑکی کا شوہر اپنا حصہ وقف کرسکتا ہے کہ وہ اس کی ملکیت ہے اور وہ مرحومہ کے حقیقی بھائی کا حصہ وقف نہیں کرسکتا کیوں کہ وہ حصہ اس کی اپنی ملکیت نہیں ہے۔

جب مرحومہ لڑکی کے بھائی کے حصے میں وقف صحیح نہیں ہوا تو مرحومہ کے بھائی کو اپنا یہ حصہ ادارہ والوں سے واپس لینا درست ہے کیونکہ یہ وقف ہی صحیح نہیں ہوا ہے، البتہ مرحومہ کے شوہر کے حصے کا وقف شرعی طور پر درست ہے اور وہ ادارہ پر وقف ہوگا اس کو واپس لینا صحیح نہیں ہے۔

(فتاوی محمودیہ: ڈابھیل: ۱۴/۲۳۸، فتاوی رحیمیہ: م۔احسان: ۵/۱۰۸)

(۳) ادارہ والوں کو واقف (شوہر) کے حصے کی ملکیت کے برابر قبضہ کرنا صحیح ہے اور اس کے علاوہ باقی کی ملک میں قبضہ کرنا وقف کے صحیح نہ ہونے کی وجہ سے درست نہیں ہے۔

ولو ان رجلين بينهما ارض فوقف احدهما نصيبه جاز في قول ابي يوسفؒ. (الفتاوى العالمغيريه: ۵/۶۹۸)

(۴) مرحومہ کا بھائی صرف اپنے حصے کو ضرور واپس لے سکتا ہے وہ اس کی

مالکی کا ہے اور اس نے اس کو وقف نہیں کیا ہے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: ۲۱/۳۱۰

ہمارے بھائی طیب سلیمان بھائی میمن کی وفات ۱۹۶۰/۵/۲۵ کے دن ہوئی ان کے ورثاء میں ایک بیٹی اور ان کی بیوی اور ان کی ماں اور انکے تین بھائی اور تین بہنیں حیات تھیں۔ فی الحال مرنے والے کی ایک لڑکی اور ایک ہی بھائی (میں خود ہی) اور تین بہنیں حیات ہیں، ماں اور انکی بیوی اور دونوں بھائی گذر گئے ہیں ان کی اولاد میں بھی کوئی نہیں ہے۔

مذکور مرحوم کی ملکیت ان کے نام پر تھی، شریعت کے اعتبار سے ان کی ملکیت کن کن لوگوں کو ملے گی؟ فتوی دے کر مہربانی فرمائیں۔

جواب: ۲۱/۳۱۰ حامدًا ومصليًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

مرحوم طیب بھائی کی ملکیت میں سے سب سے پہلے حقوق مقدمہ علی الارث (تجہیز وتکفین کا خرچ اس کے بعد جو ملکیت بچے اس کل مال میں سے مرحوم کے قرض کی ادائیگی اور مرحوم نے کوئی جائز وصیت کی ہو تو بقیہ ملکیت کے ایک تہائی حصہ میں سے) ادا کرنے کے بعد مرحوم کی ملکیت کے کل ۳۲۴۰ حصے کئے جائیں گے جن میں سے ان کے حیات ورثاء کو حسب ذیل طور پر حصے ملیں گے:

۲۰۲۵ مرحوم طیب بھائی کی بیٹی کو

۰۴۸۶ مرحوم طیب بھائی کے بھائی کو

۰۲۴۳ مرحوم طیب بھائی کی بہن کو

۰۲۴۳ مرحوم طیب بھائی کی بہن کو

۰۲۴۳ مرحوم طیب بھائی کی بہن کو

۳۲۴۰ کل حصے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال:۱۱/۲۲

حاجی عبدالرحمٰن آمودوالا کھاٹکی کی مرحومہ عورت کے ورثاء حسب ذیل ہیں۔
(۱) تین بھائی (۲) دو بہنیں (۳) شوہر

جواب:۱۱/۲۲ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ھوالموفق للصواب۔

مرحومہ کی ملکیت میں سے سب سے پہلے حقوق مقدمہ علی الارث (مرحومہ کے قرض کی ادائیگی کل مال میں سے اور مرحومہ نے کوئی جائز وصیت کی ہوتو مرحومہ کی بقیہ ملکیت کے ایک تہائی حصہ میں سے) ادا کرنے کے بعد مرحومہ کی ملکیت کے کل ۱۶ حصے کئے جائیں گے،جن میں سے آٹھ حصے مرحومہ کے شوہر کواور ہر ایک بھائی کو دودو حصے اور ہر ایک بہن کوایک ایک حصہ ملے گا۔فقط واللہ اعلم بالصواب

سوال:۱۲/۲۳

میرے چچازاد بھائی کچھ دن پہلے گذر گئے وہ خودمختیار تھے انہوں نے ایک عورت ایک لڑکا اور چار لڑکیاں چھوڑی ہیں،مرحوم نے اپنی حیات میں اپنے نام پر ایک مکان فرنیچر کے ساتھ بنایا تھا جو عورت کے قبضہ میں ہے اور چار لڑکیوں کوزمین کے ایک ایک پلاٹ دیئے ہوئے ہیں اور بقیہ زمین کا ایک پلاٹ مرحوم کے نام پر ہے اور ایک مکانوں کی لائن ہے جن میں کرایہ دار رہتے ہیں اور کچھ قرض لوگوں سے وصول کرنا ہے اور کچھ قرض مرحوم کے ذمہ ہے تو ان کی ملکیت ہمیں کس طرح تقسیم کرنا چاہئے جس سے ہم گنہگار نہ بنیں۔

جواب:۱۲/۲۳ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ھوالموفق للصواب۔

مرحوم کی ملکیت میں سے سب سے پہلے حقوق مقدمہ علی الارث (تجہیز و تکفین کا خرچ اس کے بعد جوملکیت بچے اس کل مال میں سے مرحوم کے قرض کی

ادائیگی اور مرحوم نے کوئی جائز وصیت کی ہو تو بقیہ ملکیت کے ایک تہائی حصہ میں سے)ادا کرنے کے بعد مرحوم کی ملکیت کے کل ۴۸ حصے کیے جائیں گے جن میں چھ حصے مرحومہ کی بیوی کو اور ہر لڑکی کو سات سات اور لڑکے کو چودہ حصے ملیں گے۔

عورت کے نام پر جو مکان ہے وہ اگر عورت کو مہر کے عوض میں دیا ہو یا اس کو ہدیہ کیا ہو تو وہ مکان عورت کی ملکیت سمجھی جائیگی۔ مرحوم کی ملکیت نہیں سمجھی جائیگی، مگر صرف اس کے نام درج کرنے سے ملکیت ثابت نہیں ہوگی، ایسی حالت میں وہ مکان مرحوم کی ملکیت سمجھی جائیگی جس میں سب کو حصے ملیں گے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: ۲۴/۳۱۳

میرے سسر کو دو لڑکے اور آٹھ لڑکیاں ہیں، دو لڑکے اور سات لڑکیوں کی شادی ہو چکی ہے، ایک لڑکی پاگل ہے، میری ساس تقریباً تیس سال پہلے وفات پا چکے ہیں اپنے نام پر ایک مکان ہے، دو حصوں میں کرایہ دار رہتے ہیں ایک حصہ میرے سسر نے اپنے آرام کے لئے رکھا ہے اور دو حصے لڑکوں کے استعمال کے لئے رکھے ہیں، میرے سسر کی بڑی تجارت ہے اور وہ خود مختار ہے چھوٹے لڑکے کو کرایہ کی آمدنی کے لئے ایک مکان بنا دیا ہے، اور اپنی آمدنی میں سے بڑے لڑکے کے لئے ایک مکان بنا دینے کو کہتے تھے اور ہر ایک لڑکی کو ایک ایک مکان بنا دینے کا ارادہ تھا، چھوٹی لڑکی کو بڑی شفقت اور محبت سے رکھتے ہیں اسکو حج کی ادائیگی کے لئے بھی بھیجا تھا پھر بڑے بھائی کو بھی اپنی عورت کے ساتھ حج کی ادائیگی کے لئے بھیجا تھا پھر چھوٹی لڑکی کی شادی کرا دی اور بہت سے زیورات دیئے، میرے سسر بارعب ہیں ان کے سامنے کسی کو بولنے کی ہمت نہیں پڑتی تھی؛ میرے سسر اپنی مرضی سے جو کچھ کر گئے اس میں وہ گنہگار ہونگے؟

سب ورثاء اپنی رضامندی سے اگر کچھ بھول ہوئی ہو تو معاف کر سکتے ہیں؟

میرے سسر کی وفات کے بعد تجارت و مال ومتاع اور مکان سامان پر ہمارے دونوں نسبتی بھائیوں نے اپنے قبضہ میں لے لیا اپنی مرضی سے سب بھائی بہنوں کے دستخط لے لئے اور اپنی مرضی سے میری ساس کے نام جو مکان تھا جس میں کرایہ دار رہتا تھا اس کرایہ دار کو کچھ رقم دے کر قبضہ کر کے مکان کی مرمت کرا کے دو بہنوں کو ورثہ کے طور پر دیا، اور میرے سسر جس روم میں رہتے تھے اس روم کی بھی مرمت کرا کے چھوٹی بہن کو ورثہ کے طور پر دیا اور ایک بہن کو میرے سسر کی حیات میں جو خود کرایہ پر رہتی تھی خرید کر ورثہ کے طور پر دیا تھا، پھر دیڑ دو سال کے بعد میرا چھوٹا نسبتی بھائی حج کی ادائیگی کے لئے جانے سے پہلے تینوں بہنوں کو ایک اندازاً رقم دے دی اور حج کے لئے چلے گئے اور وہیں پر وفات پائی پھر میرے سسر نے میری ساس کے سونا، چاندی کے زیورات وزن کرا کر مرحوم کی عورت کو دو حصے اور دو حصے اپنے اور ایک حصہ ہر ایک بہن کو دیا، کسی کے حصہ میں عمدہ تو کسی کے حصہ گھٹیا درجہ کا سونا گیا تو جس نسبتی بھائی نے وزن کرا کے حصے کئے وہ گنہگار ہوگا؟ ہر وارث اپنی رضامندی سے آپس میں ایک دوسرے کو معاف کرسکتا ہے؟ اگر معاف نہیں کرسکتا تو ورثاء کو کس اعتبار سے حق ملے گا اس کی تفصیل سے مطلع فرمائیں۔

جواب: ۱۳/۲۲ حامدًا ومصليًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

آدمی اپنے مال کا مالک اور مختار ہے اپنی حیات میں اپنی خوشی سے کسی کو بھی دے سکتا ہے، لہذا مرحوم نے اپنی حیاتی میں اپنی لڑکی کے ساتھ جو معاملہ کیا ہے اس میں مرحوم کی نیت دوسرے ورثاء کو نقصان پہنچانے کی نہ ہو تو گنہگار نہیں ہوں گے اور اگر دوسرے ورثاء کو نقصان پہنچانے کی نیت ہوگی تو گنہگار ہوں گے۔

مرحوم سے اپنے ورثاء کے حقوق کی ادائیگی میں بھول ہوگئی ہو تو ورثاء اپنی خوشی سے معاف کرسکتے ہیں اور مرحوم نے اپنی حیات میں جو کچھ لڑکی کو دیا ہے وہ

بخشش ہے۔

مرحوم کی ملکیت میں سے سب سے پہلے حقوق مقدمہ علی الارث (تجہیز و تکفین کا خرچ اس کے بعد جوملکیت بچے اس کل مال میں سے مرحوم کے قرض کی ادائیگی اور مرحوم نے کوئی جائز وصیت کی ہوتو بقیہ ملکیت کے ایک تہائی حصہ میں سے) ادا کرنے کے بعد مرحوم کی ملکیت کے کل ۱۲حصے کئے جائیں گے جن میں سے ہر ایک لڑکی کو ایک، ایک حصہ اور لڑکوں کو ۲۔۲ حصے ملیں گے۔

مرحوم کے لڑکے نے اپنے باپ کی ملکیت جو تقسیم کی ہے اس میں ہرلڑکی کو شرعی طور پر جتنا حصہ ملنا چاہیئے اگر وہ مل گیا ہوتو وہ گنہگار نہیں ہوگا اور شریعت نے جو حصے متعین کئے ہیں اس سے کم دیا ہوتو گنہگار رہوگا۔لہذا پہلی تقسیم شرعی طور پر نہ کی گئی ہو تو دوبارہ شریعت کے حکم کے مطابق تقسیم کرلیں جس سے گنہگار نہیں ہوں گے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: ۲۵/۳۱۴

میرا چھوٹا نسبتی بھائی اپنی بیوی کے ساتھ حج کے لئے گیا اور مکہ پہنچ کر وفات کرگیا، خبرسن کر میرا بڑا نسبتی بھائی اپنی رضامندی سے چھوٹے بھائی کی طرف سے حج بدل کے لئے گیا، میرے مرحوم سسر کے ورثاء میں تین لڑکے، تین لڑکیاں اور ایک عورت ہے۔

دونوں بھائی ساتھ میں تجارت کرتے تھے اور رہتے ہیں، میرے نسبتی بھائی کی وفات کے بعد بڑے نسبتی بھائی نے اپنی آمدنی کے لئے ایک مکان بنایا اور رہتا ہے، مکان اپنی مرضی کے مطابق بہترین بنایا، اپنی مرضی سے فرنیچر اور دوسرا فضول خرچ کرتا ہے، مرحوم کی عورت اور بچوں کی خیر خبر بھی نہیں پوچھتا، ڈیڑھ سال پہلے مرحوم کی

ایک لڑکی کی شادی کرادی، مرحوم کی وفات کو چار سال گذر گئے اس کے ورثاء ساتھ میں رہتے ہیں، میں ورثاء کے متعلق کچھ بولتا ہوں تو بڑے نسبتی بھائی اور اس کی بیوی کو ناراضگی ہوتی ہے اور اگر خاموش رہتا ہوں تو اللہ کا ڈر لگتا ہے، ایسے حالات میں مجھے کیا کرنا چاہیئے ؟ ورثاء کو ان کے شرعی حقوق دلانا ہو تو کتنے حصے کئے جائیں گے، جواب عنایت فرمائیں۔

جواب :۲۵/۳/۱۴ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

آپ کے دونوں نسبتی بھائی کا پیشہ اور تجارت شرکت کے طور پر چلتا تھا ایسی حالت میں جب ایک نسبتی بھائی کا انتقال ہوگیا تو شریعت کے اعتبار سے شرکت کا حصہ ختم ہو جائے گا۔ (ہدایہ:۶۱۵/۲)

اس لئے بڑے برادر نسبتی نے جو حج بدل ادا کیا ہے اس کا خرچ اسی کے ذمہ رہے گا، شرکت کے ساتھ تجارت کرنے کے وقت جو رأس المال لگایا اور نفع کی جو شرط کی ہوگی اس کے مطابق تقسیم کیا جائے اور مرحوم کا حصہ اس کی بیوی اور اس کی اولاد کو سپرد کیا جائے، اور اگر ان کے باپ کی وفات کے بعد باپ کی ملکیت تقسیم نہ کی گئی ہو اور دونوں بھائی کی تجارت شرکت کے طور پر چلتی آئی ہو تو شرعی قانون کے مطابق تقسیم کیا جائے اور مرحوم کے باپ کی ملکیت میں سے مرحوم کے حصہ میں آنے والی ملکیت اس کی عورت اور لڑکے کو سپرد کی جائے۔

مرحوم کے حصہ میں جو ملکیت آئے گی اس ملکیت میں سے سب سے پہلے حقوق مقدمہ علی الارث (تجہیز و تکفین کا خرچ اس کے بعد جو ملکیت بچے اس کل مال میں سے مرحوم کے قرض کی ادائیگی اور مرحوم نے کوئی جائز وصیت کی ہو تو بقیہ ملکیت کے ایک تہائی حصہ میں سے)ادا کرنے کے بعد مرحوم کی ملکیت کے کل ۲۷ حصے کئے

جائیں گے جس میں سے مرحوم کی عورت کو۹ حصے، ہرایک لڑکی کو ۷۔۷ حصے اور ہرایک لڑکے کو۱۴۔۱۴ حصے دیئے جائیں گے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال :۲۶/۳۱۵

میرے والد صاحب کا انتقال ہوگیاان کے ورثاء میں ان کی بیوی ، پانچ لڑکے اور چھے لڑکیاں ہیں۔

مرحوم کی کل ملکیت چار لاکھ کی ہے،تو ہرایک کو حصے کے مطابق کتنے ہزار کی ملکیت آئے گی وہ بھی تحریر فرمائیں۔

جواب :۲۶/۳۱۵ حامدًا ومصلیًا ومسلمًا۔ھوالموفق للصواب۔

مرحوم والد صاحب کی ملکیت میں سے سب سے پہلے حقوق مقدمہ علی الارث (تجہیز و تکفین کا خرچ اس کے بعد جوملکیت بچے اس کل مال میں سے مرحوم کے قرض کی ادائیگی اور مرحوم نے کوئی جائز وصیت کی ہوتو بقیہ ملکیت کے ایک تہائی حصہ میں سے) ادا کرنے کے بعد مرحوم کی ملکیت کے کل ۱۲۸ حصے کئے جائیں گے جن میں سے مرحوم کی بیوی کو ۱۶ حصے، اور ہرایک لڑکے کو۱۴۔۱۴ حصے اور ہرایک لڑکی کو ۷۔۷ حصے ملیں گے۔

تجہیزو تکفین،قرض اور جائز وصیت کی ادائیگی کے بعد مرحوم کی ملکیت اگر چار لاکھ باقی رہے گی تو اس میں سے مرحوم کی عورت کو۵۰۰۰۰ ہزار، اور پانچ لڑکوں کو ۲۱۸۷۵۰ ہزار۔ ہرایک لڑکے کو۴۳۷۵۰ اور چھے لڑکیوں کو۱۳۱۲۵۰۔ ہرایک لڑکی کو ۲۱۸۷۵ ملیں گے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال :۲۷/۳۱۶

حاجی غلام احمد حاجی عبدالرحمٰن صاحب کا انتقال ہوگیا ہے اور انہوں نے

اپنے پیچھے نیچے کے ورثاء چھوڑے ہیں۔

(۱) مرحوم کی بیوی، عائشہ بی بی (۲) بہن، آمنہ بی بی عبدالرحمٰن (۳) غلام مرتضی عبدالرحمٰن (۴) غلام محی الدین عبدالرحمٰن (۵) عبدالغفور عبدالرحمٰن (۶) عبدالمجید عبدالرحمٰن (۷) میاں محمد عبدالرحمٰن۔

اس لئے مرحوم کا ترکہ کس طرح سے تقسیم ہوگا؟ دیگر یہ کہ مرحوم کی بیوی عائشہ کا کوئی حق ہے؟

جواب :۱۶ ۲۷/۳ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

مرحوم حاجی غلام احمد حاجی صاحب کی ملکیت میں سے سب سے پہلے حقوق مقدمہ علی الارث (تجہیز و تکفین کا خرچ اس کے بعد جو ملکیت بچے اس کل مال میں سے مرحوم کے قرض کی ادائیگی اور مرحوم نے کوئی جائز وصیت کی ہو تو بقیہ ملکیت کے ایک تہائی حصہ میں سے) ادا کرنے کے بعد مرحوم کی ملکیت کے کل ۴۴ حصے کیئے جائیں۔ جن میں سے ۱۱ حصے مرحوم کی بیوی کو اور بہن کو ۳ حصے اور پانچ بھائیوں میں سے ہر ایک بھائی کو ۶۔۶ حصے ملیں گے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال :۱۷ ۲۸/۳

میرے بھائی غلام محی الدین عبدالکریم کا انتقال ہو چکا ہے، اور بازار والی دوکان اور محلّہ والی زمین اور مکان میں انکا نام درج ہے ان کی وفات کے وقت ایک لڑکی اور عورت حیات ہیں، اور لڑکا نہیں ہے تو شریعت کے اعتبار سے لڑکی اور عورت کو کتنا حصہ ملے گا؟ وہ مطلع فرمائیں۔ اور ان کی وفات کے وقت ہم تین بھائی اور ایک بہن حیات ہیں تو ان کی ملکیت میں حصہ لگے گا یا نہیں؟ شریعت کے مطابق جواب عنایت فرمائیں۔

(ملاحظہ) یہ ملکیت ہم سب کے نام پر مشترکہ چلتی ہے اور جو دوکان ہے اس میں میرا نام درج نہیں ہے، وہ اطلاعاً عرض ہے۔

جواب ۲۸/۳۱۷: حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

مرحوم غلام محی الدین کی ملکیت میں سے سب سے پہلے حقوق مقدمہ علی الارث (تجہیز وتکفین کا خرچ اس کے بعد جوملکیت بچے اس کل مال میں سے مرحوم کے قرض کی ادائیگی اور مرحوم نے کوئی جائز وصیت کی ہوتو بقیہ ملکیت کے ایک تہائی حصہ میں سے) ادا کرنے کے بعد مرحوم کی ملکیت کے کل ۵۶ حصے کئے جائیں گے۔ جن میں سے مرحوم کی بیوی کو ۷ حصے، لڑکی کو ۲۸ حصے اور تینوں بھائیوں کو ۶-۶ حصے اور بہن کو ۳ حصے ملیں گے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال ۲۹/۳۱۸:

ہماری والدہ بی بی سلطانہ جن کی وفات ۱۹۷۰ء میں ہوئی اور ان کی ملکیت ہے جس کے ہم مندرجۂ ذیل ورثاء حیات ہیں۔

(۱) میاں ابراھیم غلام نبی ماسٹر۔ لڑکا۔

(۲) میاں محمد غلام نبی ماسٹر۔ لڑکا۔

(۳) میاں مصطفیٰ غلام نبی ماسٹر۔ لڑکا۔

(۴) کبری بی بی غلام نبی ماسٹر۔ لڑکی۔

ہم تین بھائی اور ایک بہن وارث دار ہیں اور ملکیت میں مالکی کے طور پر ہمارے نام درج ہیں تو اسلامی شریعت کے مطابق ورثاء کو کتنے حصے ملیں گے؟ تین بھائیوں کو کتنے حصے ملیں گے اور ایک بہن کو کتنا حصہ ملے گا؟ وہ تفصیل کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں۔

نوٹ: کبری بی بی کی شادی ہو چکی ہے۔

جواب :۲۹/۳۱۸ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

مرحومہ والدہ کی ملکیت میں سے سب سے پہلے حقوق مقدمہ علی الارث (مرحومہ کے قرض کی ادائیگی کل مال میں سے اور مرحومہ نے کوئی جائز وصیت کی ہوتو مرحومہ کی بقیہ ملکیت کے ایک تہائی حصہ میں سے)ادا کرنے کے بعد مرحومہ کی ملکیت کے کل ۷ حصے کئے جائیں گے۔ جن میں سے ہر ایک بھائی کو ۲۔۲ حصے اور بہن کو ایک حصہ ملے گا۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال :۳۰/۳۱۹

یوسف احمد کی بیوہ عورت فاطمہ ہے، ان کی دو بہن ہیں جو یوسف احمد کے بعد وفات کر چکی ہیں، فاطمہ کے تین چچا زاد پوتے ہیں تو یوسف احمد کی جو ملکیت ہے اس ملکیت کے حقدار کون کون ہیں؟ اس ملکیت میں فاطمہ اور پوتوں کا کتنا حصہ؟ اور فاطمہ اس ملکیت کو اپنی مرضی کے مطابق استعمال کرنا چاہے تو استعمال کر سکتی ہے یا نہیں؟

جواب :۳۰/۳۱۹ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

مرحوم کی ملکیت میں سے سب سے پہلے حقوق مقدمہ علی الارث (تجہیز و تکفین کا خرچ اس کے بعد جو ملکیت بچے اس کل مال میں سے مرحوم کے قرض کی ادائیگی اور مرحوم نے کوئی جائز وصیت کی ہو تو بقیہ ملکیت کے ایک تہائی حصہ میں سے)ادا کرنے کے بعد مرحوم کی ملکیت کے کل ۳۶ حصے کئے جائیں گے۔ جن میں سے مرحوم کی بیوہ کو ۹ حصے، مرحوم کی دو بہنوں میں سے ہر ایک کو ۱۲۔۱۲ حصے اور مرحوم کے چچا زاد پوتوں کو ایک ایک حصہ ملے گا۔

مرحوم کی بیوہ اپنے حصہ میں آئی ہوئی ملکیت کو اپنی مرضی کے مطابق استعمال کر سکتی ہے، بہ شرطیکہ اس سے اس کی نیت اپنے ورثاء کو محروم کرنے کی نہ ہو اور وہ بھی

اس کے صحت کے زمانہ میں ہو۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: ۳۱/۳۲۰

میرے چچا ولی اقو (یعقوب) کا انتقال ہو چکا ہے اور ان کی اولاد میں کوئی بیٹا، بیٹی نہیں ہے ان کے مرحوم بھائی کی چار لڑکیاں ہیں یعنی ان کی چار حقیقی بھتیجیاں ہیں جو شادی شدہ ہیں اور یہ وفات پانے والے میرے چچا اور میرے باپ دونوں حقیقی بھائیوں کے پوتے ہوتے ہیں تو مجھے شریعت کے اعتبار سے ان کی ملکیت میں سے حصہ ملے گا یا نہیں؟ اور ملے گا تو کتنا حصہ ملے گا؟ اور ان کی بھتیجیوں کو حصہ ملے گا یا نہیں؟ اور ان کو ملے گا تو کتنا حصہ ملے گا؟ ہمارا نسب نامہ مندرجۂ ذیل ہے:

دسو صالح کے دو لڑکے (۱) بھائی جی اور (۲) موسی۔

بھائی جی کا ایک لڑکا اقو (یعقوب) اور اقو کے چار بیٹے (احمد، محمد، ولی، موسی) ان میں سے موسی بھائی کی ایک لڑکی (زبیدہ) ہے اور محمد کی تین لڑکیاں (ایمن، بی بی، آمنہ) ہیں اسی طرح:

موسی بھائی کا ایک لڑکا یوسف اور یوسف کا ایک لڑکا عمر جی اور عمر جی کا ایک لڑکا احمد ہے۔

مندرجۂ بالا ہمارا نسب نامہ ہے میرا نام احمد عمر جی یوسف موسی دسو صالح ہے اور میرے مرحوم چچیرے چچا کی ملکیت تقسیم کرنا ہے ان کا نام ولی اقو بھائی جی دسو صالح ہے اور ان کی حقیقی بھتیجیاں (۱) زبیدہ موسی اقو بھائی جی دسو صالح ہے، (۲) آمنہ احمد اقو بھائی جی دسو صالح ہے، (۳) بی بی محمد اقو بھائی جی دسو صالح ہے، (۴) ایمن محمد اقو بھائی جی دسو صالح ہے۔

جواب: ۳۱/۳۲۰ حامدًا ومصلیًا ومسلمًا۔ ھوالموفق للصواب۔

مرحوم کی ملکیت میں سے سب سے پہلے حقوق مقدمہ علی الارث (تجہیز و تکفین کا خرچ اس کے بعد جوملکیت بچے اس کل مال میں سے مرحوم کے قرض کی ادائیگی اور مرحوم نے کوئی جائز وصیت کی ہوتو بقیہ ملکیت کے ایک تہائی حصہ میں سے) ادا کرنے کے بعد مرحوم کی ملکیت جو بچتی ہے وہ چچازاد بھائی کے دور کے پوتوں کو ملے گی۔ اس میں سے بھتیجیوں کو کچھ نہیں ملے گا، کیوں کہ وہ ذوی الارحام میں سے ہیں، ان کو تو تب حصہ ملتا ہے جب ذوی الفروض اور عصبہ میں سے کوئی نہ ہو، اور یہاں عصبہ میں دور کے پوتے موجود ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: ۴۲۱/۳۲

ہمارے والد صاحب کا انتقال ۱۲/۲/۸۷ء کے روز ہوا ہے، اللہ پاک ہمارے والد صاحب اور امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بال بال مغفرت فرمائیں۔

والد صاحب کے ترکہ میں تھوڑی زمین اور مکانیں اور تھوڑا قرض ہے، اور ان کی اولاد ہم بھائی بہنیں ہیں جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

ملکت: زمین اور مکانیں۔

قرض: حکومت کا قرض ہے۔

نمبر	اسماء	عمر	پیشہ
۱	محمد شفیق اسماعیل پٹیل	۴۲	نوکری
۲	ادریس اسماعیل پٹیل	۳۸	نوکری
۳	عبدالحمید اسماعیل پٹیل	۴۰	مولوی
۴	حفظ الرحمٰن اسماعیل پٹیل	۲۵	مولوی
۵	ابراھیم (شادی نہیں ہوئی)	۲۰	تعلیم
۶	علی بھائی (شادی نہیں ہوئی)	۱۷	تعلیم

۷ مولانا عباس صاحب (انتقال) ۱۹۸۴ء . .

۸ سکینہ بہن (شادی شدہ) . .

۹ زبیدہ بہن (شادی شدہ) . .

۱۰ حوری بہن اسماعیل (مرحوم کی بیوہ)

والدہ جو حیات ہیں

امید ہے کہ آپ جناب مناسب رہنمائی فرمائیں گے۔

جواب: ۳۲/۳۲۱ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

مرحوم کی ملکیت میں سے سب سے پہلے حقوق مقدمہ علی الارث (تجہیز و تکفین کا خرچ اس کے بعد جو ملکیت بچے اس کل مال میں سے مرحوم کے قرض کی ادائیگی اور مرحوم نے کوئی جائز وصیت کی ہو تو بقیہ ملکیت کے ایک تہائی حصہ میں سے) ادا کرنے کے بعد مرحوم کی ملکیت کے کل ۱۶ حصے کئے جائیں گے، جن میں سے مرحوم کی بیوہ کو ۲ حصے اور ہر ایک لڑکے کو ۲۔۲ حصے اور ہر ایک لڑکی کو ایک ایک حصہ ملے گا۔

ملاحظہ: مرحوم کی بیوی کو مہر نہ ملا ہو اور انہوں نے اپنی رضامندی سے معاف نہ کی ہو تو مرحوم کی ملکیت میں سے ملنے والے حصوں کے ساتھ مہر بھی ادا کرنی پڑے گی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: ۳۳/۳۲۲

میرے چچا کے بیٹے جن کا نام علی احمد عمر تھا اخیری ڈیڑھ مہینہ پہلے انتقال ہو گیا، مرحوم کے ورثاء میں تین لڑکیاں ہیں جو شادی شدہ ہیں، اپنے گھر پر ہیں، مرحوم کی بیوی حوری بہن حیات ہے مگر اخیری ۳۵ سال سے اپنے میکہ میں ہے اپنے شوہر کے گھر رہتی نہ تھی کیوں کہ شوہر کے ساتھ ان کے روابط اچھے نہ تھے مرحوم کے دوسرے

ورثاء میں مرحوم کے بھائی سلیمان احمد عمر تھے، ان کا بھی ۳۰ سال پہلے انتقال ہوگیا ہے، مگر مرحوم کی اولاد میں دولڑکے (۱) عبدالغنی سلیمان (۲) نور محمد سلیمان اور ان کی بیوی حیات ہیں، اور ان کی چار لڑکیاں اپنے گھر پر حیات ہیں اور مرحوم کی ایک بہن ہے وہ بھی اپنے گھر پر حیات ہے، تو شریعت کے اعتبار سے مرحوم کی ملکیت کے حقیقی حقدار کون؟ اور ہر ایک وارث کو اسلامی قانون کے اعتبار سے کتنا حصہ ملے گا؟ جواب دیکر مہربانی فرمائیں۔

جواب :۳۳/۳۲۲ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

مرحوم کی ملکیت میں سے سب سے پہلے حقوق مقدمہ علی الارث (تجہیز و تکفین کا خرچ اس کے بعد جوملکیت بچے اس کل مال میں سے مرحوم کے قرض کی ادائیگی اور مرحوم نے کوئی جائز وصیت کی ہوتو بقیہ ملکیت کے ایک تہائی حصہ میں سے) ادا کرنے کے بعد مرحوم کی ملکیت کے کل ۷۲ حصے کئے جائیں گے جن میں سے مرحوم کی بیوہ کو ۹ حصے، مرحوم کی بہن کو ۱۵ حصے اور مرحوم کی لڑکیوں کو ۱۲۔۱۲ حصے ملیں گے۔

مرحوم کی بیوہ عورت مرحوم کے انتقال کے وقت ان کے نکاح میں تھی اس لئے ان کا شمار شرعی ورثاء میں ہوگا، ان کے تعلقات خوشگوار نہ ہونے کی وجہ سے وہ اپنے میکہ میں رہتی تھی جس سے وہ شرعی ورثاء میں سے نکل نہیں جائے گی۔فقط واللہ اعلم۔

سوال :۳۴/۳۲۳

ہماری ملکیت میں سے ایک بھائی اور ایک بہن ہے شریعت کے اعتبار سے کتنا حصہ ملے گا؟ اس کا جواب جلدی مرحمت فرمائیں۔

جواب :۳۴/۳۲۳ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

سوال میں ذکر کردہ مرحوم باپ کے دیگر کوئی ورثاء نہ ہوں صرف اتنے ہی ورثاء ہوں تو مرحوم باپ کی ملکیت میں سے سب سے پہلے حقوق مقدمہ علی الارث

(تجہیز وتکفین کا خرچ اس کے بعد جو ملکیت بچے اس کل مال میں سے مرحوم کے قرض کی ادائیگی اور مرحوم نے کوئی جائز وصیت کی ہو تو بقیہ ملکیت کے ایک تہائی حصہ میں سے)ادا کرنے کے بعد مرحوم کی ملکیت کے کل ۳ حصے کئے جائیں جن میں سے ایک حصہ لڑکی کو اور دو حصے لڑکے کو ملیں گے۔

مذکور حکم اس وقت ہے جبکہ باپ کی وفات کے بعد ملکیت تقسیم کی جائے ،اور اگر اپنی حیات ہی میں تقسیم کرنا ہو تو وہ اپنی پوری ملکیت کا مالک ہے، اپنی حیاتی میں دینا چاہتا ہو تو اپنی خوشی سے جتنی ملکیت رکھنا چاہے رکھ کر باقی کی ملکیت دونوں بھائی بہن کے بیچ مساوی طور پر تقسیم کردے، کیوں کہ حیاتی میں تقسیم کرنا بخشش سمجھا جائے گا۔اور بخشش کرنے میں لڑکے اور لڑکیاں دونوں برابر کی حقدار ہیں۔فقط واللہ اعلم۔

سوال :۳۵/۳۲۴

محمد اقو ،موسی اقو، ولی اقو ہم تین بھائی تھے جن کی مشترکہ ملکیت ایک مکان اور ۳۷ ،ایکڑ زمین تھی مذکورہ تین بھائیوں میں سے سب سے پہلے محمد اقو کی وفات ہوئی اور اس وقت ان کی تین لڑکیاں حیات تھیں، جو آج بھی ہیں، ان کی بیوی بھی حیات تھی مگر محمد اقو کی وفات کے بعد دوسری شادی کر لی اور اس کے بعد وہ بھی وفات پا گئے فی الحال عورت کے رشتہ داروں میں ماں، باپ حیات نہیں ہے، مگر عورت کا ایک بھائی یعنی محمد اقو کا برادر نسبتی حیات ہے۔

دوسرے نمبر پر موسی اقو کا انتقال ہوا اس وقت ان کی بیوی حیات نہ تھی صرف ایک لڑکی حیات تھی جو آج بھی حیات ہے۔

تیسرے نمبر پر ولی اقو کا انتقال ہوا ،شادی کے بعد اپنی عورت کو طلاق دیدینے کی وجہ سے ان کی کوئی اولاد نہیں ہے، ولی اقو کے انتقال کے وقت ان کی ماں یا دادی حیات نہ تھے اور ولی اقو کے چچا یا ان کے لڑکے یا پوتے کوئی بھی نہیں تھا، اسی

طرح ولی اقو کے دادا، دادی کے بھائی ان کے لڑکے یا ان کے پوتوں میں سے کوئی بھی حیات نہیں ہے۔ (ہاں ولی اقو کے باپ کے دادا کے بھائی کے پرپوتے حیات ہیں)۔

مذکورہ تفصیل تحریر کرنے کے بعد عرض یہ ہے کہ تینوں بھائیوں کی مشترکہ ملکیت ایک گھر اور ۳۷،۱ ایکڑ زمین تھی مگر انتقال کے بعد دوسرے کے ہاتھ انتظام چلے جانے کی وجہ سے تیسرے نمبر کے ولی اقو کے ہاتھ انتظام آیا اور اس درمیان ولی اقو نے ۳۴،۱ ایکڑ ۴ گھونٹھے زمین بیچ ڈالی یعنی اب صرف ۲،۱ ایکڑ ۳۶ گھونٹھے زمین اور ایک گھر باقی ہے جس پر محمد اقو کی تین اور موسی اقو کی ایک ملکر چار لڑکیوں نے قبضہ کر رکھا ہے، لہذا سوال یہ ہے کہ شریعت کے اعتبار سے اس ملکیت میں کس کا حصہ ہوگا؟

ولی اقو نے اپنے انتظام کے درمیان زمین بیچ ڈالی اس کا کیا حکم ہے؟ تینوں بھائی کے ورثاء زمین کی قیمت دیکر واپس لے سکتے ہیں؟

جواب: ۳۵/۳۲۴ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب.

محمد اقو، موسی اقو اور ولی اقو کے مرحوم باپ کی ملکیت میں سے سب سے پہلے حقوق مقدمہ علی الارث (تجہیز وتکفین کا خرچ اس کے بعد جو ملکیت بچے اس کل مال میں سے مرحوم کے قرض کی ادائیگی اور مرحوم نے کوئی جائز وصیت کی ہو تو بقیہ ملکیت کے ایک تہائی حصہ میں سے)ادا کرنے کے بعد مرحوم کی ملکیت کے کل ۸۶۴ حصے کیئے جائیں مرحوم محمد اقو کی بیوہ عورت کو اگر مہر نہ ملی ہو یا عورت نے اپنی رضامندی سے معاف نہ کی ہو تو مہر کی ادائیگی کے ساتھ ۳۶ حصے اور مرحوم محمد اقو کی تینوں لڑکیوں میں سے ہر ایک لڑکی کو ۶۴۔۶۴ حصے، اور مرحوم موسی کی لڑکی کو ۱۵۹ حصے ملیں گے، اور ولی کے ورثاء کو ۷۷۴ حصے ملیں گے۔

ولی اقونے اپنے انتظام کے درمیان دوسرے ورثاء کی اجازت کے بغیر مذکورہ مرحومین میں سے کسی ایک مرحوم کا قرض دینے میں یا تجہیز وتکفین کا خرچ دینے میں بیچی نہ ہوتو۔اورورثاء کی اجازت کے بغیر بیچ دی ہوتو شریعت کے اعتبار سے اس کو بیع فضولی کہا جاتا ہے۔اس لئے بقیہ ورثاء نے ولی اقو کے اس معاملہ کومنظور رکھا ہے تو ولی کی بیع کی ہوئی زمین واپس لینے کا اختیار نہیں رہے گا،اوراگران کی رضامندی کے بغیر بیچی ہوگی تو واپس لے سکتے ہیں۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال :۳۲۵/۳۶

میں آمنہ ٹیمول کا حقیقی بھائی ہاشم جادوت ہماری بہن آمنہ بی بی جو ابراھیم ٹیمول کی عورت تھی ۲۷/۱۱/۸۶ء کے روز وفات کر چکی ہے اوران کی ملکتیں حسب ذیل ہیں،تو ان ملکتوں میں شریعت کے اعتبار سے کن کو کتنا حصہ ملے گا؟ وہ مطلع فرمائیں۔

ہماری بہن آمنہ بیوی کی شادی ۱۹۳۸ء میں ہوئی تھی،رسم ورواج کے مطابق دی جانے والی چیزوں کے بدلہ میں روپیہ ۶۵۰ کے عوض ایک گھر رہن کے طور پر لکھ دیا گیا تھا جس پر ابراھیم ٹیمول اور دوسرے رشتہ داروں کے بھی دستخط ہیں اس رہن نامہ کے مطابق گھر ان کے نام پر کیا گیا اور لکھنے والے ہاشم محمد ٹیمول کی بھی دستخط ہے (ہاشم محمد ٹیمول سب سے پہلے ۱۹۵۸ء میں وفات کر گئے اوران کی اولاد میں ایک لڑکا، ایک لڑکی حیات ہیں) جو آج تک میری بہن آمنہ بیوی کے نام پر ہے۔

ہماری بہن آمنہ بی بی ابراھیم ٹیمول کی وفات ۱۹۸۶ء کے اواخر میں ہوئی۔

ہمارے بہنوئی جن کی وفات ۱۹۶۸ء میں ہوئی ہے۔

ملکتوں میں ایک گھر کٹھور (گاؤں کا نام ہے) میں ہے وہ گھر ہمارے بہنوئی ابراھیم ٹیمول کی نانی کا ہے،اور نانی ساس نے بذات خود بہو آمنہ کی شادی میں روپیہ

۶۵۰ کے عوض گروی لکھ دیا ہے۔

بہنوئی ابراھیم محمد ٹیمول ۱۹۶۸ء میں وفات کر چکے، ان کے تین بھائی (ہاشم، قاسم اور غلام حسین) اور ایک بہن (سارہ بی بی) ہے، جب بہن آمنہ ابراھیم ٹیمول کی وفات ۲۷/۱۱/۱۹۸۶ء کے دن ہوئی ان کے جیٹھ احمد ٹیمول کی وفات ۲۲/۲/۱۹۸۸ء کے روز ہوئی جن کی کوئی اولاد نہیں ہے، دیور جو ۱۹۵۸ء میں گذر گئے ہیں حال میں ان کی اولاد میں سے ایک لڑکا اور مریم بی بی نامی ایک لڑکی حیات ہے۔

زمین جو ہمارے بہنوئی کی وفات یعنی ۱۹۶۸ء کے بعد ہماری بہن اور انکے جیٹھ کے نام کر دی گئی ہے۔

اس زمین میں مشترکہ نام چلتا ہے، اس طور پر ہماری بہن کی ملکتیں گھر اور زمین ہے جو ہماری بہن کی وفات کی وجہ سے میری بہن کے جیٹھ جن کی وفات ۲۲/۲/۱۹۸۸ء میں ہوئی ہے ان کی عورت کو کوئی لڑکا نہیں وہ حیات ہے، اور مرحوم دیور جو میرے بہنوئی کی حیات میں گذر گئے تھے ان کا لڑکا اور لڑکی ملکیت میں حصہ لینے کے لئے تیار ہوئے ہیں تو مذکورہ ملکتوں میں کن کو کتنا حصہ ملے گا؟ تفصیل کے ساتھ مطلع فرمائیں۔

ہم چار بھائی بہنوں کے علاوہ ہماری بہن کے جیٹھ اور مرحوم دیور کے لڑکے لڑکیوں کو شریعت کے اعتبار سے حقدار بنتے ہوں تو کن کو کتنا حصہ ملے گا؟ تفصیل کے ساتھ مطلع فرمائیں۔

ملاحظہ: تینوں بھائیوں کا انتقال ہو گیا ہے اور جن کی وفات ۱۹۵۸ء میں ہوئی ہے اس بھائی کی اولاد میں ایک لڑکا اور ایک لڑکی حیات ہے، دوسرے بھائی ابراھیم جو ۱۹۶۸ء میں گذر گئے جو میرے بہنوئی ہوتے تھے، اور پھر میری بہن آمنہ ۱۹۸۶ء میں

گذر گئے اور تیسرے بڑے بھائی احمد ٹیمول کی کوئی اولاد نہیں ہے، جو۱۹۸۸/۲/۲۲ء کے روز گذر گئے، تیسرے بھائی کی ایک عورت حیات ہے، تینوں بھائیوں کے لئے اپنے باپ کی ملکیت میں کوئی گھر زمین نہیں تھی، اور مکان ہے وہ ابراھیم محمد ٹیمول کی نانی کی ملکیت کا مکان تھا وہ نواسہ کوشادی کے وقت ۶۵۰ روپیہ کے عوض ۱۹۳۸ء میں ایک گیروی خط نامہ بنا کر آمنہ ابراھیم جادوت کی لڑکی کو جوگا یک واڈ کے زمانہ ۱۹۳۸ء میں دیا تھا، ابراھیم ٹیمول کی زمین سرکاری قانون کے اعتبار سے نئی شرط کے مطابق ان کے حق میں آئی ہے اور فی الحال آمنہ ابراھیم ٹیمول کے نام چلتی ہے، اس کے علاوہ کوئی ملکیت ان کے باپ کی نہیں ہے۔

(۱) تینوں بھائیوں میں دو بھائیوں کی حیاتی میں سب سے چھوٹے ہاشم بھائی ۱۹۵۸ء میں انتقال کر گئے تھے، انہیں کی دو اولاد ایک لڑکی اور ایک لڑکے کے علاوہ دوسرا کوئی حیات نہیں ہے تو ایسے حالات میں کتنے حقدار ہیں؟ وہ مطلع فرمائیں۔ لڑکی شادی شدہ ہے اور لڑکے کی شادی نہیں ہوئی جو بروڈا میں مینٹل ہسپتال میں ہے۔

(۲) دوسرے درمیانی بھائی ۱۹۶۸ء میں انتقال کر گئے ان کی بیوی آمنہ کا انتقال ۱۹۸۶ء میں ہوا ان کی کوئی اولاد نہیں تھی، انکے حقیقی تین بھائی، ایک بہن ہیں۔

(۳) تیسرا بھائی احمد جو۱۹۸۸/۲/۲۲ء کے روز گذر گئے ان کی تینوں بیویوں سے کوئی اولاد نہیں ہے، دو بیویوں کی وفات کے بعد ایک بیوی حیات ہے جو بیمار ہے، کوئی اولاد نہیں ہے اور مزید یہ کہ تینوں بھائیوں کے پاس اپنے باپ کی ملکیت کے طور پر کوئی مکان نہیں۔ تینوں بھائیوں کی نانی کا مکان ایک نواسہ ابراھیم کی بیوی آمنہ کو ان کی مہر ۶۵۰ روپیہ کے عوض گروی خط لکھ دیا ہے۔

جواب: ۳۶/۳۲۵ حامدًا ومصلیًا ومسلمًا۔ ھوالموفق للصواب۔

(۱) آپ کی ذکر کردہ تفصیل کے مطابق آمنہ کے انتقال کے وقت ان کے

ورثاء میں آمنہ کے تین بھائی، ایک جیٹھ اور دیور کے لڑکے اور لڑکی کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔

جواب میں اطلاعاً عرض ہے کہ آمنہ کے انتقال کے بعد مرحومہ کی ملکیت میں سے سب سے پہلے حقوق مقدمہ علی الارث (مرحومہ کے قرض کی ادائیگی کل مال میں سے اور مرحومہ نے کوئی جائز وصیت کی ہو تو بقیہ ملکیت کے ایک تہائی حصہ میں سے) ادا کرنے کے بعد مرحومہ کی ملکیت کے کل ۷ حصے کیے جائیں ہر ایک بھائی کو ۲۔۲ حصے اور بہن کو ایک حصہ تقسیم کیا جائے گا، جیٹھ اور دیور کی اولاد میں سے کسی کو کوئی حصہ نہیں ملے گا۔ ہاں! آمنہ کے شوہر ابراھیم ٹیمول نے اپنے پیچھے جو ملکیت چھوڑی ہوگی اس میں سے ان کی بیوہ عورت اور بھائی احمد کو حصہ ملے گا، ہاشم کی اولاد کو نہیں ملے گا۔

(۲) جو مکان آمنہ کی نانی ساس نے دیا ہے وہ اگر بخشش کے طور پر دیا ہے تو جس کو دیا ہے اسی کی ملکیت سمجھی جائے گی، اس کے انتقال پر شرعی طور پر اس کی تقسیم ہوگی اور اگر بخشش نہ دیا ہو تو جس رقم کے عوض گروی رکھا گیا ہے وہ رقم ادا کر کے نانی کے ورثاء چھوڑا لے، اور مہر میں ملنے والی رقم آمنہ کے ورثاء حصوں میں تقسیم کر لیں اور وہ مکان نانی کے وفات کے بعد ان کے شرعی رشتہ دار حقدار ہوں گے، موت کے وقت ابراھیم ٹیمول کے علاوہ کوئی حقدار نہ ہو تو وہ ملکیت ان کی شمار ہوگی، اور ان کی وفات کے وقت بیوہ آمنہ اور بھائی احمد وارث دار ہوں گے، ہاشم کی اولاد وارث دار نہیں ہوگی۔

سوال: ۳۷/۳۲۶

میرے نانا کا نام حسن ابراھیم ہے ان کی چار لڑکیاں تھیں (۱) عائشہ (۲) بی بی (۳) خدیجہ (۴) اللہ رکھی، جن میں سے ایک عائشہ کا انتقال میرے نانا، نانی کی

حیاتی میں ہو گیا تھا، اس کے انتقال کے بعد میرے نانا کا بھی انتقال ہو گیا، بعد میں میری اماں جن کا نام بی بی ہے وہ بھی بیوہ ہو گئی تھی، اس کی وجہ سے میری نانی نے ایک مکان میری والدہ (بی بی) کے نام پر بخشش دیدیا تھا، اور یہ بخشش کرتے وقت ہوش و حواس باقی تھا اب سوال (۱) میری سوتیلی بہن (فاطمہ) اور عائشہ خالہ کی لڑکی بھی ہوتی ہے اس کا اس ملکیت میں جو میری والدہ کے نام پر بخشش کی ہے اس میں کوئی حق لگتا ہے یا نہیں؟ سوال (۲) اور حق لگتا ہے تو کتنا لگتا ہے؟

جواب :۳۷/۳۲۶ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

سوال میں ذکر کردہ حقیقت صحیح ہے کہ آپ کی نانی نے آپ کی والدہ بی بی یعنی کہ اپنی لڑکی کو تندورستی کی حالت میں پورے ہوش وحواس کے ساتھ بخشش کی ہے، آپ کی والدہ کی ملکیت میں آپ کی سوتیلی بہن (فاطمہ) کو شریعت کے اعتبار سے کوئی حصہ نہیں لگے گا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال :۳۸/۳۲۷

مندرجۂ ذیل ذکر کردہ تفصیل کے مطابق کس کو کتنا حصہ ملے گا؟ وہ شریعت کے مطابق فتوی دے کر مہربانی فرمائیں۔

مرحوم ولی بھائی کے ورثاء: (۱) محمد (۲) موسی (۳) ابراھیم (۴) احمد (۵) اسماعیل (۶) بی بی (۷) فاطمہ۔

مرحوم ولی بھائی کی کل ملکیت آج سے تقریبا پندرہ سال ہوئے شریعت کے مطابق تقسیم کردی گئی ہے، نمبر ایک محمد بھائی آج سے دس سال ہوئے جو نمبر ۲ سے ۷ کے موجود گی میں گذر گئے ہیں۔ اب نمبر ۲ موسی بھائی ۱۹۸۸/۸/۱۷ء کے روز گذر گئے، ۳ نمبر سے ۷ نمبر تک حیات ہیں، اور وہ سب الگ رہتے ہیں نمبر ۶ اور ۷ دو بہنیں بھی اپنے سسرال میں خاندان کے ساتھ رہتی ہیں، لہذا نمبر ۲ کی ملکیت میں نمبر ایک جو

دس سال ہوئے گذر گئے ہیں تو ان کے ورثاء کا نمبر۲ کی ملکیت میں حق لگے گا یا نہیں؟ اگر حق لگتا ہو تو شریعت کے مطابق کتنا حق لگے گا؟ وہ فتوی عنایت فرمائیں۔

نمبر۲ موسی بھائی نمبر۳ یعنی ابراھیم بھائی کے ساتھ رہتے تھے، اور موسی بھائی کا نان ونفقہ نمبر۳ برداشت کرتے تھے، دوسرا یہ کہ نمبر۲ موسی بھائی کے نام پر پوسٹ آفس میں رقم جمع ہے، مگر وہ رقم نمبر۳ ابراھیم بھائی کے لڑکے یوسف کا نام وارث کے طور پر مرحوم موسی بھائی نے اپنی حیات ہی میں درج کروایا ہے اور وہ رقم وارث دار کی حیثیت سے یوسف کے نام ہوگئی ہے، اب اس رقم میں نمبر۲ موسی بھائی کے کسی بھائی بہن کو حصہ لگے گا یا نہیں؟ اگر لگے گا تو کتنا حصہ؟ وہ تحریر فرمائیں۔ پھر ولی بھائی کے انتقال کے بعد نمبر ایک محمد بھائی اور نمبر۲ موسی بھائی کے حصہ میں ایک مشترکہ طور پر ملکیت آئی تھی، وہ ملکیت نمبر ایک مرحوم محمد بھائی کے ورثاء میں اور نمبر۲ مرحوم موسی بھائی نے تقریباً ڈیڑھ سال پہلے بیچ دی ہے اور معاملہ طے ہوگیا ہے، ابھی دستاویز ہوا نہیں ہے تو اس مشترکہ ملکیت میں کن کو کتنا حصہ ملے گا؟ وہ فتوی تفصیل کے ساتھ عنایت فرمائیں۔

جواب ۳۲۷/۳۸: حامدًا ومصلیًا ومسلمًا۔ ھوالموفق للصواب۔

سوال میں ذکر کردہ تفصیل کے مطابق نمبر:

(۱) محمد کے خاندان والوں کو مرحوم موسی نمبر (۲) کی ملکیت میں سے حصہ نہیں ملے گا، کیوں کہ ان کے مقابلہ میں اقرب عصبات میں بھائی ہیں۔

(۲) مرحوم موسی بھائی کے جو بھائی، بہن حیات ہیں جو نمبر۳، ۴، ۵، ۶، اور ۷ یہ لوگ مرحوم موسی کی ملکیت کے شرعی وارث دار ہیں، اس لئے مرحوم کی ملکیت میں سے سب سے پہلے حقوق مقدمہ علی الارث (تجہیز وتکفین کا خرچ اس کے بعد جو ملکیت بچے اس کل مال میں سے مرحوم کے قرض کی ادائیگی اور مرحوم نے کوئی جائز وصیت کی

ہوتو بقیہ ملکیت کے ایک تہائی حصہ میں سے)ادا کرنے کے بعد مرحوم کی ملکیت کے کل ۸ حصے کئے جائیں گے، جن میں سے ہر ایک بھائی کو ۲۔۲ حصے اور ہر ایک بہن کو ایک ایک حصہ ملے گا۔

(۳) ابراھیم بھائی کا بیٹا یوسف شرعی طور پر مرحوم موسی بھائی کی ملکیت کا وارث دار نہیں، چاہے پوسٹ آفس میں اس کا نام مرحوم نے اپنی حیاتی اور تندورستی کے زمانہ میں درج کر دیا ہو، اور پوسٹ آفس میں جمع شدہ رقم یوسف کو دیدی وہ بخشش شمار ہوگی، اور اگر مرحوم نے یہ کہا ہو کہ میرے مرنے کے بعد اس رقم کا حقدار یوسف ہے تو وصیت سمجھی جائے گی، ایسی صورت میں پوسٹ آفس میں جمع شدہ رقم کا ایک تہائی حصہ یوسف کو ملے گا، اور بقیہ رقم کے مرحوم موسی کے جو شرعی ورثاء ہیں اوپر جواب میں ذکر کردہ تفصیل کے مطابق ایک تہائی حصہ کم کرنے کے بعد بقیہ رقم کے ۸ حصے کر کے جواب نمبر دو میں ذکر کردہ تفصیل کے مطابق تقسیم کیا جائے گا۔ اپنے مرحوم والد کی ملکیت کو شرعی اعتبار سے تقسیم کرنے میں جو ملکیت مرحوم ولی بھائی کے بیٹے محمد اور موسی دونوں کو جو مشترکہ ملکیت ملی ہے اس میں سے آدھی ملکیت کے مالک مرحوم موسی ہے اور آدھی ملکیت کے مالک مرحوم محمد ہے؛ ہر ایک کی ملکیت میں سے جو ان کے شرعی ورثاء ہیں ان کے مابین تقسیم کی جائے گی۔ اس لئے اب مرحوم محمد بھائی کے ورثاء ان کی وفات کے وقت صرف نمبر ۲ سے ۷ تک حیات تھے تو ان کی مشترکہ ملکیت میں سے جو آدھا حصہ آتا ہے اس کے کل ۱۰ حصے کر کے نمبر ۲ سے ۷ تک ہر ایک بھائی کو ۲۔۲، اور ہر ایک بہن کو ایک ایک حصہ ملے گا؛ اور مرحوم محمد بھائی کے مذکورہ ورثاء کے علاوہ دیگر ورثاء ہوں گے تو ایسی صورت میں شرعی ورثاء کی تفصیل سامنے آنے کے مطابق جواب دیا جائے گا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: ۳۲۸/۳۹

محمد صابر شیخ (متوطن بھروچ) کی درخواست ہے کہ ہمارے سسر عیسی منو شیخ کا انتقال ہوگیا ہے، وہ اپنے ترکہ میں پی۔ایف۔اور دیگر ملکتیں چھوڑ گئے ہیں، ان کے ورثاء یہ ہیں: (۱) مرحوم کی بیوی (۲) مرحوم کے دولڑکے (۳) مرحوم کی دولڑکیاں۔

مرحوم کی دولڑکیوں میں سے ایک لڑکی میری بیوی ہے، آپ مطلع فرمائیں کہ ترکہ میں ایک لڑکی (میری بیوی) کو اور دیگر ورثاء کو کتنا حصہ ملے گا۔

جواب :۳۲۸/۳۹ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

مرحوم کی ملکیت میں سے سب سے پہلے حقوق مقدمہ علی الارث (تجہیز وتکفین کا خرچ اس کے بعد جو ملکیت بچے اس کل مال میں سے مرحوم کے قرض کی ادائیگی اور مرحوم نے کوئی جائز وصیت کی ہو تو بقیہ ملکیت کے ایک تہائی حصہ میں سے) ادا کرنے کے بعد مرحوم کی ملکیت کے کل ۴۸ حصے کئے جائیں گے، جن میں سے مرحوم کی بیوی کو ۶ حصے اور ہر ایک لڑکے کو ۱۴۔۱۴ حصے اور ہر ایک لڑکی کو ۷۔۷ حصے ملیں گے۔

مرحوم کی بیوی کو اگر مہر نہ ملی ہو یا اس نے اپنی رضامندی سے معاف نہ کی ہو تو وہ بھی دی جائے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال :۳۲۹/۴۰

میں محمد ابراهیم یوسف میرے والد ابراهیم یوسف جو دیولا کے رہنے والے تھے لیکن میرے نانا یوسف محمد میاں نے جو خانپور کے رہنے والے تھے میرے والد کو گھر داماد بنا کر خانپور اپنے گھر رہائش دی تھی، میرے نانا نے اپنی حیات میں ان کی ملکیت جو زمین اور گھر تھی نواسا کی حیثیت سے مجھے لکھ دی ہے، اور دستاویز کی شکل میں اس کا ثبوت میرے پاس ہے، اس کے بعد میری والدہ کا انتقال ہوا اس لئے میرے والد صاحب نے دوسری شادی کی ان سے دو بھائی اور دو بہنیں پیدا ہوئیں، تو

میرے نانا نے جوملکیت مجھے لکھ دی ہے اس میں میرے علاتی بھائی بہنوں کا حق ہوگا یا نہیں؟

جواب :۴۰/۳۲۹ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

آپ کے نانا نے جوملکیت آپ کے نام پر بخشش کردی ہے؛ اس ملکیت میں آپ کے علاتی بھائی بہنوں کو کوئی حصہ نہیں لگے گا۔ وہ آپ کے نانا کے شرعی ورثاء نہیں ہیں۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال :۴۱/۳۳۰

بائی جیانی رجن بی بی حاجی نور بھائی کی بیوہ مرنے کے بعد ڈانگرا واڑ کے محلّہ میں ایک مکان رکھ گئے ہیں اور مرحومہ جیانی رجن بی بی کے دولڑکے اور پانچ لڑکیاں حیات ہیں، مرحومہ جیانی رجن بی بی کا مکان روپیہ ۸۵۰۰۰ کا بکا ہوا ہے، جس سے ایک ایک لڑکا اور ایک ایک لڑکی کو مسلم شریعت کے مطابق کتنا کتنا روپیہ کا بٹوارہ دیا جاتا ہے؟ وہ ہم کو آپ مہر کے ساتھ جواب دینا، جس سے ہم ان کو الگ الگ بٹوارہ کر سکیں۔

وارث دار : (۱) ابراھیم بھائی حاجی نور بھائی (۲) عبدالکریم بھائی حاجی نور بھائی (۳) حلیمہ بی بی حاجی نور بھائی (۴) آمنہ بی بی حاجی نور بھائی (۵) فاطمہ بی بی حاجی نور بھائی (۶) مریم بی بی حاجی نور بھائی (۷) حنیفہ بی بی حاجی نور بھائی۔

جواب :۴۱/۳۳۰ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

صورت مسؤ ولہ میں جو ورثاء بتائے گئے ہیں وہی ورثاء ہیں ان کے علاوہ دوسرے شرعی وارثین نہیں ہیں تو ایسی صورت میں سب سے پہلے قرض ادا کیا جائے گا اس کے بعد جوملکیت باقی رہے گی اس میں سے میت نے جو جائز وصیت کی ہو اس کو

ایک تہائی مال تک ادا کیا جائے وصیت کے ادا کرنے کے بعد جو ملکیت باقی رہے گی اس کے کل ۹ حصے کئے جائیں گے۔

مرحومہ کی ملکیت کی تقسیم سے پہلے جو حق ادا کرنا ہے ان حقوق کو ادا کرنے کے بعد جو ملکیت باقی ہے وہی ۸۵۰۰۰ روپیہ ہے تو اس صورت میں مرحومہ کے دو لڑکو ں میں سے ہر لڑکے کو ۱۸۸۸۹.۹۸ ملیں گے اور ہر لڑکی کو ۹۴۴۴.۴۴ ملیں گے اور ایک نیا پیسہ وارثوں کی اجازت لے کر بچوں کو صدقہ کر دیا جائے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: ۴۲/۳۳۱

موضوع: غیر منقولہ جائداد کے متعلق۔

میں اور میرے بڑے بھائی ہیں، میرے والد صاحب تقریبا چالیس سال پہلے انتقال کر چکے ہیں، میری والدہ حیات ہیں۔

ہم دو بھائی اور تین بہنیں اور والدہ فی الحال حیات ہیں، میری تینوں بہنیں اپنے سسرال میں ہیں؛ ہمارے پاس ۱۹ بیگہ اور ۵ گھونٹھے اور ۲۲ گھونٹھے زمین ویران ہے اور رہنے کے لئے ایک مکان ہے، اس میں بھائی بہنوں اور والدہ کو کتنے حصے ملیں گے؟ وہ مطلع فرمائیں۔

جواب: ۴۲/۳۳۱ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

مرحوم کی ملکیت میں سے سب سے پہلے حقوق مقدمہ علی الارث (تجہیز وتکفین کا خرچ اس کے بعد جو ملکیت بچے اس کل مال میں سے مرحوم کے قرض کی ادائیگی اور مرحوم نے کوئی جائز وصیت کی ہو تو بقیہ ملکیت کے ایک تہائی حصہ میں سے) ادا کرنے کے بعد مرحوم کی ملکیت کے کل ۸ حصے کر کے مرحوم کی عورت کو ایک حصہ، ہر ایک بہن کو ایک ایک حصہ اور تم دونوں بھائیوں کو دو دو حصے ملیں گے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: ۴۳/۴۳۲

تین بھائی تھے ان کے درمیان ان کی ملکیت تقسیم ہوگئی تھی اب ان تین بھائیوں میں سے ایک بھائی کی وفات ہوئی؛ اس کے ورثاء میں نرینہ اولاد اور ہم دو بھائی ہیں، بھائی کی ملکیت میں بھائیوں کو حصہ لگے گا یا نہیں؟

جواب: ۴۳/۴۳۲ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

مرحوم کی نرینہ اولاد حیات ہے اس لئے بھائیوں کو حصہ نہیں ملے گا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: ۴۴/۴۳۳

ہم چار بھائی دو بہنیں ہیں والد صاحب کی ملکیت میں سے بھائی کو کتنے حصے اور بہنوں کو کتنے حصے ملیں گے؟ (مثال کے طور پر ایک مکان تیس ہزار میں بیچ دیں تو بہنوں کو کتنے پیسہ دینے چاہیئے؟

جواب: ۴۴/۴۳۳ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

مرحوم کے انتقال کے بعد مرحوم کی ملکیت میں سے سب سے پہلے حقوق مقدمہ علی الارث (تجہیز وتکفین کا خرچ اس کے بعد جو ملکیت بچے اس کل مال میں سے مرحوم کے قرض کی ادائیگی اور مرحوم نے کوئی جائز وصیت کی ہو تو بقیہ ملکیت کے ایک تہائی حصہ میں سے) ادا کرنے کے بعد مرحوم کی ملکیت کے کل ۱۰ حصے کئے جائیں گے۔ جن میں سے ہر ایک بھائی کو ۲۔۲ حصے اور بہن کو ایک ایک حصہ ملے گا (مثال کے طور پر تیس ہزار روپیہ میں سے ہر ایک بھائی کو ۶۰۰۰۔۶۰۰۰ ہزار روپیہ اور ہر ایک بہن کو ۳۰۰۰۔۳۰۰۰ ہزار روپیہ ملیں گے۔) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: ۴۵/۴۳۴

موضوع: غیر منقولہ جائداد میں حق کے متعلق۔

میرے تائی ابا حاجی احمد موسی لانبا کو دو عورتیں ہیں (۱) جیانی فاطمہ بہن اور (۲) جیانی حوری بہن۔ پہلی عورت کو تین لڑکے ہیں، ان کی پہلی عورت کا انتقال آج سے تقریباً سات آٹھ سال پہلے ہو چکا ہے، اس کے بعد میرے تائی ابا حاجی احمد موسی لانبا کا انتقال ہوا اور اخیر میں ان کی دوسری عورت ۱۹۸۹/۶/۱۵ء کے روز وفات کر گئی، اور ان کی دوسری عورت کو کوئی اولاد نہیں ہے۔

حاجی احمد موسی کے پاس تقریباً ۱۶ بیگہ زمین ہے اور ہم جس مکان میں رہتے ہیں اس کے اوپر والا مکان ان کا ہے۔

مرحوم حاجی احمد موسی کے حقیقی بھائی مرحوم اسماعیل موسی لانبا کے دو لڑکے ہیں۔ مذکور ملکیت میں کن کو کتنا حق ملے گا؟ شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

مرحوم کے مکان میں برتن، فرنیچر وغیرہ بھی ہے تو وہ کس کو ملے؟ اس میں بھی شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: ۲۵/۳۳۲ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

مرحوم کی ملکیت میں سے سب سے پہلے حقوق مقدمہ علی الارث (تجہیز و تکفین کا خرچ اس کے بعد جو ملکیت بچے اس کل مال میں سے مرحوم کے قرض کی ادائیگی اور مرحوم نے کوئی جائز وصیت کی ہو تو بقیہ ملکیت کے ایک تہائی حصہ میں سے) ادا کرنے کے بعد مرحوم کی ملکیت کے کل ۱۴۴ حصے کیئے جائیں، جن میں سے مرحوم کی بیوی حوری بہن کو جو مرحوم کی وفات کے وقت حیات تھی ان کو ۱۸ حصے اور ہر لڑکی کو ۳۲۔۳۲ حصے اور ان کے بھتیجوں کو ۱۵۔۱۵ حصے ملیں گے۔

مرحوم کی جس عورت کا انتقال ان کی حیات ہی میں ہوا اس کو مرحوم کی ملکیت میں سے حصہ نہیں ملے گا، ہاں! اس کی مہر اگر ادا نہ کی گئی ہو یا انہوں نے اپنی

رضامندی سے معاف نہ کی ہوتو وہ مرحوم کے ذمہ قرض شمار کیا جائے گا، وہ مرحومہ کی رقم مرحومہ کے ورثاء کودی جائے گی۔

زمین، گھر، فرنیچر، سامان، برتن وغیرہ چیزیں مرحوم کے ورثاء میں تقسیم کی جائے گی۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال :۴۶/۴۳۵

میرے چھوٹے بھائی ابراھیم اسماعیل پٹیل متوطن کرماڈ ضلع بھروچ وہ انکلیشور ایک دوائی کی فیکٹری میں اچانک زہریلی دوائی کے اثر کے ماتحت انتقال کر چکے، ان کے ورثاء میں مندرجہ ذیل رشتہ دار ہیں:

(۱) مرحوم کی عورت (جس کو کوئی اولاد نہیں) (۲) مرحوم کی والدہ (۳) مرحوم کی دو بہنیں (۴) مرحوم کے تین بھائی۔

تو مرحوم کی ملکیت میں سے مذکورہ بالا ورثاء کو شریعت کے قانون کے مطابق ہر ایک کو کتنا حصہ ملے گا؟ وہ مطلع فرمانے کے لئے آنجناب سے عاجزانہ گذارش ہے۔

(۲) مزید یہ کہ فیکٹری میں انتقال ہونے کی وجہ سے فیکٹری کے قانون کے مطابق مرحوم کو معاوضہ کے طور پر رقم بھی فیکٹری کی طرف سے ملے گی تو اس رقم میں مذکورہ بالا ورثاء میں سے ہر ایک کو کتنا حصہ ملے گا؟ وہ بھی مطلع فرمانے کی عاجزانہ گذارش ہے۔

جواب :۴۶/۴۳۵ حامدًا ومصلیًا ومسلمًا۔ھوالموفق للصواب۔

آپ کے مرحوم چھوٹے بھائی کی ملکیت میں سب سے پہلے حقوق مقدمہ علی الارث (تجہیز و تکفین کا خرچ اس کے بعد جو ملکیت بچے اس کل مال میں سے مرحوم کے قرض کی ادائیگی اور مرحوم نے کوئی جائز وصیت کی ہوتو بقیہ ملکیت کے ایک تہائی

حصہ میں سے)ادا کرنے کے بعد مرحوم کی ملکیت کے کل ۹۶ حصے کر کے مرحوم کی عورت کو مہر کے ساتھ اگر وہ نہ ملی ہو یا انہوں نے اپنی رضامندی سے معاف نہ کی ہو تو ادا کرنے کے بعد ۲۴ حصے اور مرحوم کی والدہ کو ۱۶ حصے اور ہر ایک بہن کو ۷۔ ۷ حصے اور ہر ایک بھائی کو ۱۴۔۱۴ حصے ملیں گے۔

(۲) مرحوم کو معاوضہ کے طور پر جو رقم فیکٹری سے ملے اس کے بھی مذکورہ بالا ۹۶ حصے کر کے مذکورہ بالا طور پر سب ورثاء میں تقسیم کیئے جائیں۔

سوال :۴۷/۳۳۶

زید کے انتقال کے بعد ورثاء میں ایک بیوی سات لڑکیاں اور تین لڑکے اور اس کے دو سال بعد ایک لڑکے کا انتقال ہو گیا۔ اس کے ورثاء میں ایک بیوی ایک لڑکی اور ایک لڑکا موجود ہے بین الورثاء تقسم ترکہ کا طریقہ کیا ہوگا؟

جواب :۴۷/۳۳۶ حامدًا ومصلیًا ومسلمًا۔ هوالموفق للصواب۔

مرحوم زید کی ملکیت میں سے سب سے پہلے حقوق مقدمہ علی الارث (تجہیز و تکفین کا خرچ اس کے بعد جو ملکیت بچے اس کل مال میں سے مرحوم کے قرض کی ادائیگی اور مرحوم نے کوئی جائز وصیت کی ہو تو بقیہ ملکیت کے ایک تہائی حصہ میں سے) ادا کرنے کے بعد مرحوم کی ملکیت کے کل ۱۲۴۸ حصے کئے جائیں گے۔ جن میں سے مرحوم زید کی عورت کو ۱۵۶ حصے اور مرحوم زید کی ہر ایک لڑکی کو ۸۴۔۸۴ حصے اور مرحوم زید کے دونوں لڑکوں کو ۱۶۸۔۱۶۸ حصے اور مرحوم بیٹے کی عورت کو ۲۱ حصے مرحوم کے پوتے کو ۹۸ حصے اور مرحوم کی پوتی کو ۴۹ حصے ملیں گے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال :۴۸/۳۳۷

میرے دادا محمد مرحوم کے دو لڑکے ہیں؛ ایک کا نام آدم محمد دوسرے کا نام عمر جی محمد ہے۔ آدم محمد کو ایک لڑکا اور دو لڑکیاں ہیں، لڑکے کا نام عبداللہ آدم، لڑکیوں

کے نام (۱) فاطمہ آدم (۲) ایمن آدم۔ عمر جی محمد کی دو لڑکیاں (۱) مرحومہ بی بی عمر جی (۲) مرحومہ عائشہ عمر جی۔ میرے دادا مرحوم محمد کی حیات ہی میں میرے والد آدم کا انتقال ہوگیا؛ جس وقت میرا بچپن تھا اس کے بعد میں میرے مرحوم چچا عمر جی محمد کے پاس رہا اس وقت مرحوم محمد کی ملکیت کی تقسیم نہیں ہوئی تھی، مگر میرے مرحوم چچا عمر جی محمد نے میرا نام بھی ملکیت میں درج کرادیا جو آج بھی ہے، مرحوم عمر جی کی تادم حیات ملکیت کی تقسیم کے متعلق کوئی اختلاف پیدا نہیں ہوا اس کے بعد میرے چچا عمر جی کی حیات ہی میں دونوں لڑکیوں (بی بی اور عائشہ) کا انتقال ہوا، پھر دس پندرہ سال کے بعد میرے چچا عمر جی کا انتقال ہوا میرے مرحوم چچا عمر جی کے ورثاء ان کی بیوی فاطمہ اور بھتیجا عبداللہ آدم اور نواسا حیات ہیں؛ میرے مرحوم چچا کی ملکیت میں سے ان کی بیوی، بھتیجا اور نواسا کو کتنا حصہ ملے گا؟ ان کی ملکیت کی تفصیل اس طور پر ہے: میرے چچا مرحوم عمر جی نے اپنی حیات میں اپنی رضامندی سے ۷ بیگہ زمین فی سبیل اللہ دے دی اس کے بعد ۴۵ بیگہ زمین فی الحال موجود ہے؛ اور دو مکان اور ایک کھالی جگہ ہے جس میں سے ایک مکان کی قیمت اندازا ۹۰۰۰۰ ہزار ہے اور دوسرے مکان کی قیمت تقریبا ۷۰۰۰۰ ہزار ہے اور کھالی جگہ زمین کی قیمت تقریبا ۲۰۰۰۰ ہزار ہے یہ ساری ملکیت شریعت کے قانون کے مطابق ان کے ورثاء کو کس طور پر ملے گی؟ اس کی تفصیل مطلع فرمائیں۔ مزید یہ کہ اگر شریعت کے قانون کے مطابق حقدار نہ ہو اور کورٹ میں مقدمہ دائر کر کے ملکیت لینے کی کوشش کرنا کیسا ہے؟ ایسے آدمی کے لئے قرآن اور حدیث میں کیا عذاب ہے اس کے متعلق کچھ روشنی ڈالیں۔

جواب: ۲۸/۳۳۷ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

مرحوم محمد کی ملکیت میں سے سب سے پہلے حقوق مقدمہ علی الارث (تجہیز و تکفین کا خرچ اس کے بعد جو ملکیت بچے اس کل مال میں سے مرحوم کے قرض کی

ادائیگی اور مرحوم نے کوئی جائز وصیت کی ہوتو بقیہ ملکیت کے ایک تہائی حصہ میں سے) ادا کرنے کے بعد مرحوم محمد کے ورثاء میں فقط عمر جی محمد کو ترکہ میں سے پورا حصہ ملے گا۔ مرحوم آدم محمد اور ان کے لڑکے لڑکیوں کو کچھ بھی نہیں ملے گا۔ پھر مرحوم کی ملکیت کے ۴ حصے کیے جائیں جن میں سے مرحوم عمر جی کی بیوی کو ایک حصہ اور ان کے بھتیجا عبداللہ آدم کو تین حصے دیئے جائیں، مرحوم کے نواسا کو کچھ بھی نہیں ملے گا۔ فقط واللہ اعلم۔

سوال :۴۹/۴۳۸

ہمارے والد جناب صدیق خاں کیسر خاں کا انتقال ہو گیا ہے، ان کو تین لڑکے اور چار لڑکیاں ہیں۔

مذکورہ ورثاء کو ان کی ملکیت میں سے کتنا حصہ ملے گا؟ تفصیل کے ساتھ مطلع فرما کر مہربانی فرمائیں۔ ہماری والدہ کا بھی انتقال ہو گیا ہے۔

جواب :۴۹/۴۳۸ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

مرحوم صدیق خاں کی ملکیت میں سے سب سے پہلے حقوق مقدمہ علی الارث (تجہیز و تکفین کا خرچ اس کے بعد جو ملکیت بچے اس کل مال میں سے مرحوم کے قرض کی ادائیگی اور مرحوم نے کوئی جائز وصیت کی ہو تو بقیہ ملکیت کے ایک تہائی حصہ میں سے) ادا کرنے کے بعد مرحوم کی ملکیت کے کل ۱۰ حصے کیے جائے، جن میں سے ہر ایک لڑکے کو ۲۔۲ حصے اور ہر ایک لڑکی کو ایک ایک حصہ ملے گا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال :۵۰/۴۳۹

جمیل احمد بوکڈا کی بیوہ اور زیتون بی بی یعقوب بوکڈا کی عرض ہے کہ ہماری

شادی بیس سال پہلے مذکور لوگوں کے ساتھ ہوئی تھی اس وقت ہم سب ہمارے ساس، سسر کے ساتھ رہتے تھے اس وقت ہمارے ساس، سسر کے پاس کوئی دولت نہ تھی اور ہم محنت مزدوری کر کے گذارہ اوقات کرتے تھے۔

اس کے بعد ہمارے شوہر (جمیل اور یعقوب) تجارت کی لائن میں ہوشیار ہوئے اس لئے دیہات ہی میں ایک سرکاری جگہ لے کر مکان بنایا اور وہاں چھوٹے پیمانہ پر تجارت شروع کی، جیسے جیسے وقت گذرتا گیا تجارت میں برکت ہوتی گئی اور اللہ تعالیٰ نے تجارت میں خوب برکت دی، جس سے ہم نے سب سے پہلے ہمارے ساس، سسر کو ۱۹۸۴ء میں حج کی ادائیگی کے لئے بھیجا، حج سے واپس آنے کے بعد ان دونوں کا کہنا تھا کہ اب ہم دیہات میں رہنے کے لئے نہیں آئیں گے، ہمارا خرچ گودھرا بھیج دیا جائے اور برکت کے لئے دعاء بھی دی تھی کہ اللہ تعالیٰ تمہاری تجارت میں برکت دے، دونوں لڑکے ماں باپ کے فرمابردار تھے، اور ان کے والدین کے حکم کے مطابق ان کا خرچ بھی بھیج دیتے تھے اور خرچ سے زائد ۵۰۰ روپیہ دونوں بھائی اپنے والد کو الگ دیتے تھے، مگر مرحوم یعقوب نے ایسی شرط رکھی تھی کہ ان ۵۰۰ روپیہ میں ۱۰۰ روپیہ تمہارے خرچ کے لئے ہیں اور باقی ۴۰۰ روپیہ قرض کے طور پر ہوں گے؛ وہ بات ہمارے سسر نے منظور رکھی تھی یعنی کہ حج سے واپسی کے بعد کھانے کے خرچ کے طور پر ۸۰۰ روپیہ اور ہاتھ خرچ کے طور پر ۵۰۰ روپیہ مسلسل اپنے ابا کو دیتے تھے۔

دیگر عرض یہ کہ دوکان کی تجارت کے ساتھ ساتھ کھاد اور پھلوں کی تجارت دونوں بھائیوں نے اپنے عقل اور ہوشیاری کے مطابق بااختیار اور آزادی کے ساتھ کسی سے مدد لئے بغیر شروع کیا تھا، اس تجارت میں ان دو بھائیوں کے علاوہ گھر والوں میں سے کسی کا حصہ یا محنت نہیں تھی۔ اس میں بھی اللہ تعالیٰ نے بہت برکت دی

اور والدین کے حکم کے مطابق وہ دونوں بھائی اس تجارت کا نفع اور دوکان کی برکت کی رقم اپنے پاس دوکان پر رکھتے تھے۔ مذکور رقم آج سے تقریبا ڈیڑھ سال پہلے گاؤں والی دوکان سے ہٹا کر اپنی بہن کے یہاں امانت کے طور پر رکھی تھی، اس امانت کی خبر کسی کو نہیں تھی۔

پچھلے اکتوبر مہینہ میں گودھرا اور اطراف کے علاقے اور گجرات میں رام شیلہ، رام مندر اور بابری مسجد کے اختلافات کے خاطر گاؤں میں تنگ دلی پھیلتی گئی ایک دن ایسا آیا کہ ۳۰/۱۰/۱۹۹۰ء کے روز شام ۵ بجے دیہاتوں کے شدت پسند لوگوں نے حملہ کر دیا، جس میں دونوں بھائی بیک وقت شہید ہو گئے (عدت کے دو مہینہ گذر جانے کے بعد مرحوم کی بہن نے کہا کہ مرحوم دونوں بھائیوں کی امانت ہمارے گھر پر رکھی ہوئی ہے جو سال ڈیڑھ سال پہلے دیہات سے لا کر رکھی تھی) اس میں کیا ہے وہ مجھے بھی معلوم نہیں؛ مرحوم کی بہن کہتی تھی کہ مرحوم دونوں بھائیوں کے علاوہ کوئی نہیں جانتا کہ اس امانت میں کیا ہے؟ محلّہ کے امام صاحب اور ہم اور ہمارے رشتہ داروں کی موجودگی میں وہ امانت جو تین ڈبوں میں بند تھی کھولی گئی تو اس میں سے حسب ذیل امانت نکلی:

ڈبہ نمبر ایک میں سے روپیہ ۱۴۰۱۵۰، اور ڈبہ نمبر دو میں سے ۹۱۰۰۰ ہزار اور تیسرے ڈبہ میں سے کچھ زیورات نکلے۔

بینک کی ڈائریوں میں گودھرا کی بینکوں میں ۴۵۰۶۰ نکلے وہ بھی وصول کر لئے گئے ہیں یہ ملکیت مرحوم یعقوب اپنے اکاؤنٹ میں چھوڑ گئے ہیں، مرحوم دونوں بھائیوں کے ورثاء حسب ذیل ہے:

مرحوم جمیل احمد بوکڈا کے ورثاء میں ماں، باپ، پانچ بہنیں، بیوی، دو لڑکے

اور سات لڑکیاں ہیں، کہ مرحوم یعقوب بوکڈا کے ورثاء میں بھی ماں، باپ، پانچ بہنیں، بیوی، چھ لڑکیاں اور ایک متبنی ہے۔

مرحومین کی ملکیت حسب ذیل ہے:

چار مکان میں سے دو مکان مرحوم دونوں بھائیوں کے نام پر ہے، جبکہ دوسرے دو مکان میں مرحوم دونوں بھائی اور ان کے ایک بہنوئی شریک ہے۔

مذکور تفصیل کو مدنظر رکھ کر مذکورہ ملکیت میں سے ذکر کردہ ورثاء کو شریعت کے قانون کے مطابق کتنا کتنا حصہ ملتا ہے؟ وہ مطلع فرمانے کی درخواست ہے۔

مذکورہ بالا تفصیل کو مدنظر رکھتے ہوئے (۱) شریعت کے اعتبار سے یہ ملکیت کسی کی شمار ہوگی؟ (۲) مذکورہ ملکیت دونوں بھائیوں کی شمار ہوگی یا ان کے ماں باپ کی؟ (۳) مرحوم کی ملکیت میں سے ان کے ورثاء کو کتنا ملے گا؟ (۴) مزید یہ کہ مرحوم یعقوب سات سال تک اپنی بڑی بہن کے یہاں دوکان پر کام کرنے گئے تھے، اور تجارت میں ہوشیار ہوکر ۱۹۶۹ء میں واپس اپنی دوکان پر آگئے تھے، اس کے بعد دونوں بھائیوں نے ساتھ ملکر کھاد اور پھلوں کی تجارت شروع کی تھی جس کے لئے چھوٹے دیہات اور اجمیر اور راجستھان اور یوپی کے دوسرے شہروں تک سفر کرتے تھے، اور رات، دن، ٹھنڈی، گرمی، بارش وغیرہ کی پروا کئے بغیر دونوں بھائی محنت کرتے تھے اور مذکورہ ملکیت جمع کی تھی، اس ملکیت کو جمع کرنے میں دونوں بھائیوں ہی کی محنت تھی، یہ ساری تفصیلات مدنظر رکھتے ہوئے شریعت کے اعتبار سے ورثاء کو کتنا حصہ ملے گا؟ تفصیل کے ساتھ مطلع فرمائیں۔

جواب: ۵۰/۴۳۹ حامدًا ومصليًا ومسلمًا۔ هوالموفق للصواب۔

جمیل احمد اور یعقوب دونوں بھائیوں نے اپنی ذاتی محنت اور ہوشیاری سے جو کچھ مال جمع کیا ہے وہ ان کی ذاتی شمار ہوگی، ان کے والدین کی شمار نہیں ہوگی، اس

لئے ان کی ملکیت میں ان کے شرعی ورثاء کو حصہ ملے گا۔یعنی ان کی عورتیں اور اولاد کو حصہ ملے گا۔

مرحوم جمیل کے حصہ میں آنے والی ملکیت کے سب سے پہلے حقوق مقدمہ علی الارث (تجہیز وتکفین کا خرچ اس کے بعد جوملکیت بچے اس کل مال میں سے مرحوم کے قرض کی ادائیگی اور مرحوم نے کوئی جائز وصیت کی ہوتو بقیہ ملکیت کے ایک تہائی حصہ میں سے)ادا کرنے کے بعد مرحوم کی ملکیت کے کل ۲۶۴ حصے کئے جائیں گے۔ جن میں سے مرحوم کی بیوہ کو ۳۳ حصے اور مرحوم کی والدہ کو ۴۴ حصے اور مرحوم کے والد کو ۴۴ حصے اور ہر ایک لڑکے کو ۲۶۔۲۶ حصے اور ہر لڑکی کو ۱۳۔۱۳ حصے ملیں گے۔

مرحوم یعقوب کی ملکیت میں سے سب سے پہلے حقوق مقدمہ علی الارث (تجہیز وتکفین کا خرچ اس کے بعد جوملکیت بچے اس کل مال میں سے مرحوم کے قرض کی ادائیگی اور مرحوم نے کوئی جائز وصیت کی ہوتو بقیہ ملکیت کے ایک تہائی حصہ میں سے)ادا کرنے کے بعد مرحوم کی ملکیت کے کل ۱۶۲ حصے کئے جائیں گے جن میں سے مرحوم کی والدہ کو ۲۴ حصے اور مرحوم کی بیوہ کو ۱۸ حصے اور مرحوم کے والد کو ۲۴ حصے اور مرحوم کی لڑکیوں کو ۱۶۔۱۶ حصے دیئے جائیں گے۔

یعقوب اور جمیل نے اپنی محنت اور ہوشیاری سے جمع کی ہوئی ملکیت ان دونوں بھائیوں (یعقوب اور جمیل) کی شمار ہوگی۔وہ ملکیت ان کے والد کی شمار نہیں کی جائے گی۔مرحوم کی ملکیت میں سے بہنوں اور متبنی کو حصہ نہیں ملے گا۔فقط واللہ اعلم۔

سوال: ۵۱/۴۴۰

میں اپنے ابا کی حیات میں کویت گیا تھا اور وہاں سے گھر کے اخراجات کے لئے والد صاحب کو ماہانہ ۱۵۰ روپیہ روانا کرتا تھا، مگر بھائی کرایہ کی دوکان لیکر گوشت

بیچتے تھے، اس دوکان کو دوکان مالک نے جب بیچنے کا ارادہ کیا تب بھائی سے دریافت کیا کہ یہ ملکیت آپ خریدنا چاہتے ہیں؟ تو بھائی نے جواب دیا کہ میرے پاس تو پیسہ نہیں ہے، لیکن میرا بھائی جو کویت میں ہے اس کو خط لکھوں اور وہ پیسہ بھیجے تو میں خرید لوں گا، بھائی کا خط مجھ پر آیا کہ تو اگر پیسہ بھیجے تو یہ ملکیت میں خرید لوں، تو میں نے بھائی پر ۵۰۰ روپیہ بھیجے اور وہ جگہ موقع پر ہونے کی وجہ سے ۲۷۵ روپیہ کی عوض اوپر والا مالا بھی خرید لیا اور وہ زمین سید ناگامیاں کی تھی، اور وہ زمین ۳۰ سال کے بعد ناگامیاں کے پاس سے میرے پیسوں سے خریدی ہے، اور میرے نام کا دستاویز بھی ہے تو کیا اس ملکیت میں بھائیوں کو حصہ ملے گا؟

جواب: ۵۱/۳۴۰ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

آپ کی ذکر کردہ تفصیل کے مطابق مذکور زمین آپ کے پیسوں سے آپ کے نام کا دستاویز کر کے خریدی گئی ہے تو وہ آپ کی ملکیت شمار ہوگی۔ بھائیوں کو اس میں سے حصہ نہیں ملے گا۔ آپ کی محنت سے جو کچھ ملکیت جمع کی ہے وہ آپ ہی کی شمار ہوگی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: ۵۲/۳۴۱

ایک آدمی کے انتقال کے وقت ۴ لڑکے اور ۴ لڑکیاں تھی، تو مرحوم کی ملکیت ان کے ورثاء میں شریعت کے مطابق کس طور پر تقسیم ہوگی؟

جواب: ۵۲/۳۴۱ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

مرحوم کی ملکیت میں سے سب سے پہلے حقوق مقدمہ علی الارث (تجہیز و تکفین کا خرچ اس کے بعد جو ملکیت بچے اس کل مال میں سے مرحوم کے قرض کی ادائیگی اور مرحوم نے کوئی جائز وصیت کی ہو تو بقیہ ملکیت کے ایک تہائی حصہ میں سے) ادا کرنے کے بعد مرحوم کی ملکیت کے کل ۱۲ حصے کئے جائیں گے جن میں سے ہر ایک

لڑکے کو۲۔۲ حصے اور ہر ایک لڑکی کو ایک ایک حصہ ملے گا۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: ۴۴۲/ ۵۳

ایک آدمی اپنی حیاتی میں اپنی ملکیت اپنے وارث داروں میں تقسیم کرنا چاہتا ہے، وارث داروں میں ۷ لڑکے اور ایک لڑکی ہے تو شریعت کے مطابق ہر ایک کو کتنا حصہ ملے گا؟

جواب: ۴۴۲/ ۵۳ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ھوالموفق للصواب۔

آدمی کی وفات کے بعد وراثت کے قوانین جاری کئے جائیں گے مگر کوئی آدمی اپنی حیات ہی میں (لڑائی۔اختلاف ختم کرنے کے لئے) اپنے ورثاء کو دے دینا چاہتا ہو تو سب (لڑکے۔لڑکیوں) کو مساوی طور پر حصہ ملے گا، یہی مناسب ہے اور اگر آدمی کی وفات کے بعد تقسیم کرنا ہو تو مرحوم کی ملکیت میں سے سب سے پہلے حقوق مقدمہ علی الارث (تجہیز وتکفین کا خرچ اس کے بعد جو ملکیت بچے اس کل مال میں سے مرحوم کے قرض کی ادائیگی اور مرحوم نے کوئی جائز وصیت کی ہو تو بقیہ ملکیت کے ایک تہائی حصہ میں سے) ادا کرنے کے بعد مرحوم کی ملکیت کے کل ۱۵ حصے کئے جائیں گے۔جن میں سے ہر لڑکے کو ۲۔۲ حصے اور لڑکی کو ایک حصہ ملے گا۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: ۴۴۳/ ۵۴

تحصیل گودھرا کے گاؤں کڈ ودرا میں ۱۹۹۰ء کے اکتوبر مہینہ میں ایک واقعہ وجود میں آیا جس کی تفصیل اس طور پر ہے:

کڈ ودرا گاؤں میں حاجی سلیمان بوکڈا رہتے تھے وہاں ان کا کھیت اور اناج کرانہ کی دوکان بڑے پیمانہ پر تھی، مذکور کھیت اور دوکان کا انتظام ان کے بڑے بیٹے

محمد کرتے تھے، مذکور دوکان کا لائسنس ''شیخ محمد حنیف بوکڈا اینڈ بردھرس'' کے نام پر رجسٹرڈ کیا گیا تھا۔

مذکور گاؤں میں حاجی سلیمان بوکڈا کی زمین کا ایک حصہ سرکاری قانون کے تحت نہر میں کٹ گیا تھا اس زمین کے بدلہ میں سرکار کی طرف سے دوسری زمین دی گئی تھی، مذکور زمین دینے کے وقت گاؤں کے لوگوں میں عدم اطمینان کا ماحول پیدا ہوا تھا، جس کی وجہ سے گاؤں لوگوں نے حاجی سلیمان ابراھیم بوکڈا کے ساتھ دشمنی سا برتاؤ رکھا اور آپس میں جھگڑا ہوا حاجی سلیمان ابراھیم بوکڈا کو مارا گیا اور ہسپتال میں داخل کیا گیا گاؤں لوگوں کے خلاف فریاد درج کی گئی اور ان کو جیل میں ڈالا گیا جس سے دشمنی میں اور اضافہ ہوا بعد میں صلح ہوئی مذکور حصہ کی وجہ سے گاؤں لوگوں کے دلوں میں کدورت تھی۔

اکتوبر ۱۹۹۰ء میں حاجی سلیمان ابراھیم بوکڈا اپنے تینوں لڑکوں (۱) محمد حنیف (۲) قاسم (۳) عبدالرزاق۔ کڈودرا گاؤں میں موجود تھے اس عرصہ میں صوبہ کے بہت سے حصوں میں قومی فسادات ہوئے جس کا اثر کڈودرا گاؤں تک پہنچا، گاؤں کے لوگوں کے ساتھ جو دشمنی تھی (جس کی تفصیل ذکر کر دی گئی ہے) اس کا بدلہ لینے کے لئے حاجی سلیمان ابراھیم بوکڈا اور ان کے تینوں بیٹوں سے گاؤں والوں کو موقع ملا، گاؤں والوں نے ان کا چاروں طرف سے احاطہ کر لیا یہ دیکھ کر حاجی سلیمان ابراھیم بوکڈا اور ان کے تینوں بیٹے جان بچانے کے خاطر بھاگ نکلے، مگر فسادیوں کا بہت بڑا گروہ ان کے پیچھے پڑ گیا تھا، اسلئے وہ اپنی جان بچانے کے لئے دوڑتے، بھاگتے ایک مکان میں داخل ہوگئے، فسادیوں نے مذکور مکان کا محاصرا کر لیا، حاجی سلیمان ابراھیم بوکڈا نے اپنی اور اپنے بیٹوں کی حفاظت کے خاطر ہوائی فائرینگ کی، مگر اس

سے کچھ نہ بن پڑا، یہاں تک کہ فسادیوں نے اس مکان کو آگ لگادی، اس آگ سے بچنے کے لئے مجبور ہوکر باپ، بیٹے گھر سے باہر نکلنے لگے، جیسے جیسے باپ، بیٹے مکان سے نکلتے گئے گاؤں والوں نے پیچھا کر کے ان پر حملہ کیا اور باپ اور تینوں بیٹوں کو قتل کر دیا۔

لوگوں کا کہنا ہے کہ دراصل لڑکوں کے باپ حاجی سلیمان پر حملہ کر کے ان کو شہید کر دیا گیا تھا، کیوں کہ فسادیوں کو دراصل انہیں کے ساتھ دشمنی تھی اور جس کا وہ بدلہ لینا بھی چاہتے تھے، مگر صرف اکیلے حاجی سلیمان بوکڈا کو قتل کر دیں اور ان کے تینوں بچوں کو چھوڑ دیں تو یہیں تینوں بچے گاؤں والوں کی مخالفت میں چشم دید گواہ بن جائیں، اور فسادیوں کو سزا ہو، ان باتوں کو مدنظر رکھ کر گواہوں کا خاتمہ کرنے کے لئے حاجی سلیمان بوکڈا کے تینوں لڑکوں کو بھی شہید کر دیا گیا؛ اس طرح باپ کے قصور میں بیٹوں نے بھی جان گمائی؛ یہ صحیح حقیقت ہے۔

مذکور تین لڑکوں میں سے محمد حنیف شادی شدہ تھے ان کی ایک عورت، ایک لڑکا اور دو لڑکیاں موجود ہیں۔

محمد حنیف کی شہادت کے بعد سے آج تک ان کی بیوہ عورت اور ان کے تین معصوم بچے اپنے نانا کے یہاں دردبھری زندگی گذار رہے ہیں۔ مرحوم حاجی سلیمان ابراہیم بوکڈا جو لاکھوں روپیوں کی ملکیت اور نقد رقم چھوڑ کر گذر گئے اور مذکور ملکیت ان کے حیات ورثاء کے قبضہ میں ہے اور وہ اس کا استعمال کرتے ہیں۔

ان کے حیات ورثاء میں ایک عورت، چار لڑکے اور تین لڑکیاں اور مرحوم محمد حنیف کی عورت اور ان کی معصوم اولاد میں ایک لڑکا اور دو لڑکیاں ہیں۔

مرحوم محمد حنیف حاجی سلیمان بوکڈا کے لڑکے اور ان کے والد کی تجارت میں

ایک اور بھی شریک تھے، تجارت کا نام سرکاری دفتر میں شیخ محمد حنیف اینڈ بردھرس کے نام کا رجسٹیشن کروایا ہوا ہے، مگر باپ، بیٹے اور تجارت کے دوسرے شریک کے مابین کس کا کتنا حصہ متعین کیا گیا تھا وہ ہمارے علم میں نہیں ہے؛ جس کی حقیقت مرحوم حاجی سلیمان ابراھیم بوکڈا کے حیات ورثاء جانتے ہوں گے۔

مندرجۂ بالا تفصیل کو مدنظر رکھتے ہوئے مندرجۂ ذیل سوالوں کے جوابات مطلوب ہیں:

(۱) مرحوم حاجی سلیمان ابراھیم بوکڈا کے ورثاء اور ان کے شریک۔

مرحوم محمد حنیف جو حاجی سلیمان کے بیٹے اور تجارت کے شریک، ان کے ورثاء ایک عورت، ایک لڑکا اور دو لڑکیاں، ایک عورت، چار لڑکے، تین لڑکیاں۔

مرحوم سلیمان ابراھیم بوکڈا کی ملکیت کے کتنے حصے ہوں گے؟ اور مندرجۂ بالا ورثاء کو کتنا حصہ ملے گا؟

(۲) مرحوم محمد حنیف کے ورثاء کے نان ونفقہ کی مکمل ذمہ داری کن پر؟

مرحوم محمد حنیف کے بھائی، ان کی والدہ حیات ہیں، اور لاکھوں روپیوں کی ملکیت جو حاجی سلیمان بوکڈا نے چھوڑی ہے ان کے قبضہ میں ہے۔

جواب: ۵۴/۳۴۳ حامدًا ومصلیًا ومسلمًا۔ ھوالموفق للصواب۔

مرحوم حاجی سلیمان ابراھیم بوکڈا کے حیات شرعی ورثاء اتنے ہی ہیں جو سوال میں درج کیے گئے اور ان کے علاوہ دوسرے ورثاء نہ ہوں اور جن اسباب کی بنیاد پر وراثت سے محروم کر دیا جاتا ہے ان میں سے کوئی سبب نہ پایا جاتا ہو تو مرحوم کی ملکیت میں سے سب سے پہلے حقوق مقدمہ علی الارث (تجہیز وتکفین کا خرچ اس کے بعد جو ملکیت بچے اس کل مال میں سے مرحوم کے قرض کی ادائیگی اور مرحوم نے کوئی جائز وصیت کی ہو تو بقیہ ملکیت کے ایک تہائی حصہ میں سے) ادا کرنے کے بعد مرحوم کی

ملکیت کے کل ۸۸ حصے کئے جائیں جن میں سے مرحوم کی بیوہ کو گیارہ حصے اور لڑکیوں کو ۷۔۷ حصے اور ہر ایک لڑکے کو ۱۴۔۱۴ حصے ملیں گے۔

مرحوم محمد حنیف کے حصہ میں ان کے مرحوم باپ کی ملکیت میں سے جو حصہ ملے گا اس میں سے مرحوم کی ملکیت میں سے سب سے پہلے حقوق مقدمہ علی الارث (تجہیز و تکفین کا خرچ اس کے بعد جو ملکیت بچے اس کل مال میں سے مرحوم کے قرض کی ادائیگی اور مرحوم نے کوئی جائز وصیت کی ہو تو بقیہ ملکیت کے ایک تہائی حصہ میں سے) ادا کرنے کے بعد مرحوم کی ملکیت کے کل ۳۲ حصے کئے جائیں گے، جن میں سے مرحوم کی عورت کو ۴ حصے، مرحوم کی ہر ایک لڑکی کو ۷۔۷ حصے اور لڑکے کو ۱۴ حصے ملیں گے۔

اور محمد حنیف کے نام جو تجارت چلتی تھی اس کی مکمل آمدنی اور تمام ملکتیں مرحوم حاجی سلیمان کی شمار ہوگی۔ ان کی وراثت میں وہ ساری ملکتیں شمار کی جائے گی، سوال میں ذکر کردہ ورثاء کو شریعت کے مطابق حصہ ملے گا۔

مرحوم حاجی سلیمان بوکڈا کی ملکیت جب تک تقسیم نہ ہو وہاں تک اس ملکیت کو استعمال کرنے کا اختیار کسی کو بھی نہیں، اور دوسرے رشتہ داروں کی اجازت کے بغیر استعمال کرنا حرام ہے۔ اگر مرحوم حاجی سلیمان بوکڈا کے ورثاء مرحوم محمد حنیف کے ورثاء کو ان کا شرعی حصہ نہ دیتے ہوں تو اپنی ہر طرح کی طاقت لگا کر اپنا شرعی حق وصول کرلے، شرعی حق سے زیادہ لینے کا اختیار نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: ۵۵/۳۲۲

ہم چھ بھائی، دو بہنیں، والدہ کل نو ہیں، والد صاحب ۶۰۷۸۶ کی ملکیت چھوڑ کر اللہ کی رحمت میں پہنچ گئے ہیں اب اس کی تقسیم کرنا ہے تو شرعی اعتبار سے کس

طور پر تقسیم کیئے جائیں؟ قرآن اور حدیث کی روشنی میں صحیح جواب کے ساتھ ہر ایک کا حصہ تقسیم کردیں۔

جواب :۵۵/۳۴۴ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ هوالموفق للصواب۔

مرحوم کی ملکیت میں سے سب سے پہلے حقوق مقدمہ علی الارث (تجہیز و تکفین کا خرچ اس کے بعد جوملکیت بچے اس کل مال میں سے مرحوم کے قرض کی ادائیگی اور مرحوم نے کوئی جائز وصیت کی ہوتو بقیہ ملکیت کے ایک تہائی حصہ میں سے) ادا کرنے کے بعد مرحوم کی ملکیت کے کل ۱۶ حصے کیئے جائیں، ۶۰۷۸۶ روپیہ میں سے ان کی بیوہ کو ۷۵۹۸ روپیہ اور ۲۴ پیسہ، اور لڑکی کو ۳۷۹۹ روپیہ اور ۱۲ پیسہ، اور دوسری لڑکی کو بھی ۳۷۹۹ روپیہ ۱۲ پیسہ، اور چھے لڑکوں میں سے ہر ایک لڑکے کو ۷۵۹۸ روپیہ اور ۲۴ پیسے ملیں گے۔

اس طور پر مرحوم کی ملکیت تقسیم کی جائے گی اخیر میں جو آٹھ پیسے بچتے ہیں وہ کسی غریب کو صدقہ کردیا جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال :۵۶/۳۴۵

ہمارے والد صاحب ۱۱/۱/۱۹۸۲ء کے روز انتقال کرگئے ہیں؛ ہمارے والد صاحب نے اپنی غیر منقولہ جائداد میں سے کچھ حصہ اپنے بڑے بیٹے کو اپنی حیات ہی میں بخشش کردیا ہے، اس کے علاوہ بقیہ غیر منقولہ جائداد کے لئے مرحوم نے کوئی ویل نامہ یا وصیت نہیں کی ہے، ہمارے والد صاحب کے مندرجۂ ذیل ورثاء ہیں:

(۱) بیوہ عورت (۲) چار لڑکے (۳) تین لڑکیاں، کل آٹھ رشتہ دار ہیں، ہر ایک کو اسلامی شریعت کے مطابق غیر منقولہ جائداد میں کتنا حصہ ملے گا؟ مطلع فرما کر مہربانی فرمائیں۔

جواب :۵۶/۴۲۵ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

مرحوم کی ملکیت میں سے سب سے پہلے حقوق مقدمہ علی الارث (تجہیز و تکفین کا خرچ اس کے بعد جوملکیت بچے اس کل مال میں سے مرحوم کے قرض کی ادائیگی اور مرحوم نے کوئی جائز وصیت کی ہوتوبقیہ ملکیت کے ایک تہائی حصہ میں سے) ادا کرنے کے بعد مرحوم کی ملکیت کے کل ۸۸ حصے کئے جائیں گے، جن میں سے مرحوم کی بیوہ کو کل گیارہ حصے، ہر ایک لڑکے کو۱۴۔۱۴ حصے، اور ہر ایک لڑکی کو۷۔۷ حصے ملیں گے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال :۵۷/۴۲۶

مرحوم باپ کی ایک ملکیت ۹۱۰۰۰ میں بیچ دی گئی ہے، تو اس میں سات بھائی ایک بہن اور والدہ، ان سب کے حصوں میں کتنی رقم آئے گی؟ وہ تفصیل کے ساتھ مطلع فرمائیں، کون کتنا حقدار ہیں؟ مکان بیچا گیا ہے۔

جواب :۵۷/۴۲۶ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

مرحوم کی ملکیت میں سے سب سے پہلے حقوق مقدمہ علی الارث (تجہیز و تکفین کا خرچ اس کے بعد جوملکیت بچے اس کل مال میں سے مرحوم کے قرض کی ادائیگی اور مرحوم نے کوئی جائز وصیت کی ہوتوبقیہ ملکیت کے ایک تہائی حصہ میں سے) ادا کرنے کے بعد مرحوم کی ملکیت کے کل ۱۲۰ حصے کئے جائیں گے، جن میں سے مرحوم کی بیوہ کو ۱۵ حصے، اور مرحوم کی لڑکی کو ۷ حصے اور ہر ایک لڑکے کو۱۴۔۱۴ حصے ملیں گے۔ فقط واللہ اعلم۔

سوال :۵۸/۴۲۷

میرے بھائی غلام محی الدین عبدالکریم اللہ کی رحمت کو پہنچ گئے ہیں اور بازار

والی دوکان میں اور نیز محلّہ کی زمین اور مکان میں ان کا نام درج ہے؛ ان کی وفات کے وقت ایک لڑکی اور ایک عورت ہے اور لڑکا نہیں ہے تو شریعت کے مطابق لڑکی اور عورت کو کتنا حصہ ملے گا ؟ وہ تفصیل کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں۔ اور ان کی وفات کے بعد ہم تین بھائی اور ایک بہن حیات ہیں تو ان کی زمین اور مکان اور دوکان میں حق۔ حصہ لگے گا یا نہیں؟ شریعت کے مطابق جواب عنایت فرمائیں۔

یہ ملکیت ہم سب کے نام پر مشترکہ طور پر چلتی ہے اور جو دوکان ہے اس میں میرا نام درج نہیں ہے، یہ آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے۔

جواب :۳۴۷/۵۸ حامدًا ومصلیًا ومسلمًا۔ ھوالموفق للصواب۔

حقوق مقدمہ علی الارث کو ادا کرنا واجب ہے، جیسا کہ (تجہیز و تکفین کا خرچ اس کے بعد جو ملکیت بچے اس کل مال میں سے مرحوم کے قرض کی ادائیگی اور مرحوم نے کوئی جائز وصیت کی ہو تو بقیہ ملکیت کے ایک تہائی حصہ میں سے)ادا کرنے کے بعد مرحوم کی ملکیت کے کل ۵۶ حصے کئے جائیں گے، جن میں سے مرحوم کی عورت کو ۷ حصے اور لڑکی کو ۲۸ حصے اور تین بھائیوں کو ۶۔۶ حصے ملیں گے اور بہن کو ۳ حصے ملیں گے۔

فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال : ۳۴۸/۵۹

ایک آدمی کا انتقال ہوگیا ہے اس نے اپنے ورثاء میں ایک بیوی، تین لڑکے، دولڑکیاں چھوڑی ہیں تو ہر ایک کو کتنے حصے ملیں گے؟

جواب :۳۴۸/۵۹ حامدًا ومصلیًا ومسلمًا۔ ھوالموفق للصواب۔

اپنے والد کی ملکیت میں سے سب سے پہلے حقوق مقدمہ علی الارث (تجہیز و تکفین کا خرچ اس کے بعد جو ملکیت بچے اس کل مال میں سے مرحوم کے قرض کی ادائیگی اور مرحوم نے کوئی جائز وصیت کی ہو تو بقیہ ملکیت کے ایک تہائی حصہ میں سے)

ادا کرنے کے بعد مرحوم کی ملکیت کے کل ۶۴ حصے کئے جائیں گے، جن میں سے مرحوم کی بیوہ کو ۸ حصے اور ہر ایک لڑکے کو ۱۴۔۱۴ حصے اور ہر ایک لڑکی کو ۷۔۷ حصے ملیں گے۔

فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: ۶۰/۳۴۹

ہمارے دادا کا انتقال ہوئے بہت سال ہو گئے، مرحوم دادا صاحب کے ورثاء میں ان کے چار لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں (جو ہماری پھوپھیاں ہوتی ہیں) مرحوم دادا کے چار لڑکوں میں سے ایک لڑکا یعنی ہمارے والد صاحب کا انتقال ہو گیا ہے۔

ہمارے والد صاحب کے ہم چار لڑکے، دو لڑکیاں اور ہماری والدہ حیات ہیں۔

مرحوم والد صاحب کے ساتھ ہمارے دادا کے چار لڑکے، تین لڑکیاں (ہماری پھوپھیاں) ہیں۔ تو تقسیم ترکہ کس طرح ہوگا؟ پھوپھیوں کو حصہ ملے گا یا نہیں؟ ہم بھتیجوں کو ہماری پھوپھیوں کو حصہ دینا پڑے گا یا نہیں؟

ہمارے والد صاحب کے حصہ میں سے میرے والد صاحب کے چار لڑکے، دو لڑکیاں اور والدہ کو کیا ملے گا؟ تفصیل کے ساتھ جواب عنایت فرما کر مہربانی فرمائیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

جواب: ۶۰/۳۴۹ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ھوالموفق للصواب۔

<u>میت ۱۱/ ۴۴۰</u>

لڑکا۔۱	لڑکا۔۲	لڑکا۔۳	لڑکا۔۴	لڑکی۔۱	لڑکی۔۲	لڑکی۔۳
۲	۲	۲	۲	۱	۱	۱
	۸۰	۸۰	۸۰	۴۰	۴۰	۴۰

مرحوم لڑکا ۸۰/۴۰.................توافق بالنصف.........................۱/۲

بہنیں ۳	بھائی ۳	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	بیوی
				۱۰					
۴	۴	۷	۷	۷	۱۴	۱۴	۱۴	۱۴	۱
				۷۰					۱۰

سب سے پہلے حقوق مقدمہ علی الارث (تجہیز و تکفین کا خرچ اس کے بعد جوملکیت بچے اس کل مال میں سے مرحوم کے قرض کی ادائیگی اور مرحوم نے کوئی جائز وصیت کی ہو تو بقیہ ملکیت کے ایک تہائی حصہ میں سے) ادا کرنے کے بعد مرحوم کی ملکیت کے کل ۴۴۰ حصے کئے جائیں گے، جن میں سے مرحوم کے حیات ورثاء کو مندرجۂ ذیل حصے ملیں گے:

حیات ورثاء.........................۴۴۰.........................

لڑکی ۳	لڑکی ۲	لڑکی ۱	لڑکا ۴	لڑکا ۳	لڑکا ۲
۴۰	۴۰	۴۰	۸۰	۸۰	۸۰

مرحوم لڑکے ایک نمبر کے حیات ورثاء.........................

لڑکی ۲	لڑکی ۱	لڑکا ۴	لڑکا ۳	لڑکا ۲	لڑکا ۱	بیوی
۷	۷	۱۴	۱۴	۱۴	۱۴	۱۰

سوال: ۲۱/۳۵۰

ایک آدمی کا انتقال ہوگیا اس نے اپنے ورثاء میں ایک بیوی، تین لڑکے اور دو لڑکیاں چھوڑی ہیں، تو ہر ایک کے حصے میں کتنا آیگا؟

جواب: ۲۱/۳۵۰ حامدًا ومصلیًا ومسلمًا۔ ھوالموفق للصواب۔

اپنے والد کی ملکیت میں سے سب سے پہلے حقوق مقدمہ علی الارث (تجہیز و

تکفین کا خرچ اس کے بعد جوملکیت بچے اس کل مال میں سے مرحوم کے قرض کی ادائیگی اورمرحوم نے کوئی جائز وصیت کی ہوتو بقیہ ملکیت کے ایک تہائی حصہ میں سے) ادا کرنے کے بعد مرحوم کی ملکیت کے کل ۶۴ حصے کئے جائیں گے۔جن میں سے مرحوم کی بیوہ کو ۸ حصے اور ہر ایک لڑکے کو ۱۴۔۱۴ حصے اور ہر ایک لڑکی کو ۷۔۷ حصے ملیں گے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال :۶۲/۳۵۱

ایک بھائی کا انتقال ہوگیا، اس کے ورثاء میں ایک لڑکا اورایک پوتی ہے،تو لڑکے کوکتنا حصہ ملے گا؟اور پوتی کوکتنا حصہ ملے گا؟

جواب :۶۲/۳۵۱ حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ھوالموفق للصواب۔

ذکرکردہ سوال میں اگرمرحوم کے صحیح ورثاء ہیں توسب سے پہلے حقوق مقدمہ علی الارث (تجہیز وتکفین کاخرچ اس کے بعد جوملکیت بچے اس کل مال میں سے مرحوم کے قرض کی ادائیگی اورمرحوم نے کوئی جائز وصیت کی ہوتو بقیہ ملکیت کے ایک تہائی حصہ میں سے)ادا کرنے کے بعد بقیہ مال مرحوم کے لڑکے کو ملے گا اورمرحوم کی پوتی محروم ہوگی۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔